
نروان کی واپسی
PDFBOOKSFREE.PK

ایک شخص کی کہانی جو ناقابلِ تسخیر قوتوں کا مالک تھا۔

اُس انسان کی کہانی جس نے شرافت کا لبادہ اوڑھ لیا تھا، اور سابقہ زندگی سے تائب ہو گیا تھا، لیکن جب اسے شرافت کی زندگی سے پھر واپس اُس گناہ آلود زندگی کی طرف لوٹ جانے پر مجبور کیا گیا تو۔۔؟

سراج نے عالمگیر کا وہی جیالا راجہ نوز صغر جو برائی سے نفرت کرتا تھا



غلام سیٹھ نے مجھے بے پناہ دولت دی تھی سوئٹزرلینڈ کے بینکوں میں آج بھی میرا اتنا سرمایہ محفوظ تھا کہ اگر میں چاہتا تو اس کے حصول کے بعد نیویارک جیسے شہر میں کسی ریاست کے نواب کی مانند زندگی گزار سکتا تھا۔ لیکن بُرے دنوں کی یادوں کو میں اتنی گہرائی میں دفن کر دینے کا خواہش مند تھا کہ وہ کبھی سر نہ اُبھار سکیں۔ اس کے لیے میں نے سب کچھ چھوڑ دیا تھا اور فیصلہ کر لیا تھا کہ حالات اس حد تک بھی پہنچ جائیں کہ مجھے فاقے کرنے پڑیں تب بھی اس ناجائز سرمائے کے بارے میں نہیں سوچوں گا۔ میرے اس فیصلے نے ہمیں جو ذہنی سکون بخشا تھا اس کی کوئی قیمت متعین نہیں کی جا سکتی تھی۔

میں اور زیبی نہایت پُرسکون زندگی گذار رہے تھے اور ہماری فرم خوب ترقی کر رہی تھی۔ زیبی تعلیم یافتہ تھی جرمن نژاد تھی۔ اس نے پیش کش کی کہ میرے کاروباری بوجھ کو کم کرنے کے لیے وہ بھی فرم کے امور میں میرا ہاتھ بٹائے لیکن اس کی پیش کش کے جواب میں میں نے کہا۔

"زیبی! میرا دل بہت چاہتا ہے کہ تمہیں ایک بار اپنے وطن کی سیر کراؤں۔ وہاں کی زندگی دکھاؤں۔" میرے یہ الفاظ زیبی کی پیشکش سے بظاہر تعلق نہیں رکھتے تھے اس لیے اس نے کہا۔

"تم نے میرے سوال کا جواب نہیں دیا نواز؟"

"یہ تمہارے سوال کا جواب ہی ہے زیبی! میری زمین پر عورت کا ایک خاص مقام ہے۔ اب میں امریکہ میں رہتا ہوں، یہاں کے قوانین اور یہاں کے رسم و رواج سے میرا گہرا تعلق قائم ہو چکا ہے۔ یہاں کی عورت پر بھی میری نگاہ ہے لیکن یورپ اور امریکہ میں عورت بے وقعت ہے۔ یہاں تہذیب و ترقی اور ہمسری کے نام پر عورت کی عظمت کو بہت گرا دیا گیا ہے۔ مجھے اس عورت سے ہمدردی ہے۔"

"دلچسپ بات ہے۔ تھوڑی سی وضاحت کرو۔"

"تمہیں میرے وطن کی عورت کے بارے میں کچھ معلوم ہے؟"

"ہاں۔" زیبی نے شرارت سے مسکراتے ہوئے کہا۔

"بھلا کیا معلوم ہے؟"

"یہی کہ وہ عورت ہوتی ہے۔" زیبی کے الفاظ شرارت پر مبنی تھے۔ لیکن میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"بالکل ٹھیک کہا۔ اسے عورت کی شکل میں پہچانا جاتا ہے۔ وہ عزت ہوتی ہے۔ عصمت ہوتی ہے۔ نگاہوں کے داغوں سے پاک ہوتی ہے۔ اس کا ایک مرد ہوتا ہے جو اس کا تحفظ کرتا ہے۔ وہ مرد کو اپنی پناہ اپنا سائبان سمجھتی ہے۔ کنواری لڑکی کے والدین انہیں اپنے شانوں کا بوجھ سمجھتے ہیں۔ جوانی کی پہلی سیڑھی پر قدم رکھتے ہی انہیں اس کے لیے سائبان کی تلاش ہوتی ہے اور وہ اسے کسی محفوظ پناہ میں دے کر ہی اطمینان محسوس کرتے ہیں۔ ہمارے ہاں عصمت و عزت کو ایمان سمجھا جاتا ہے۔ ہم عورت کا احترام کرتے ہیں۔ وہ اگر بُری شکل میں نظر آتی ہے تو لاکھوں پیشانیاں شکن آلود ہو جاتی ہیں۔"

"یہ تو اچھی بات ہے۔ لیکن میرے سوال کا جواب؟"

"میں تمہارا سائبان ہوں۔ تمہیں نگاہوں کے داغ سے محفوظ رکھنا چاہتا ہوں۔" میں نے کہا۔ اور زیبی سوچ میں ڈوب گئی۔ پھر اس نے متاثر لہجے میں کہا۔

"میں سمجھ گئی۔ لیکن مجھے یقین ہے کہ تم مجھے ناواقف سمجھ کر معاف کر دو گے۔ واقعی عورت مرد کی پہچان ہے۔ یہاں اسے وہ بڑا مقام حاصل نہیں ہے لیکن میں نے صرف ـــــ"

"میں سمجھتا ہوں۔" میں نے اس کی بات کاٹتے ہوئے کہا۔ "لیکن مطمئن رہو۔ اس گھر کو خوبصورت بنا دو۔ آج یہ تنہا ہے لیکن کل یہاں کچھ مہمان آئیں گے۔ ان کے لیے اسے اس قدر جاذبِ نگاہ بنا دو کہ ان کے چہروں پر پھول ہی پھول کھل جائیں۔ ان کی آنکھیں اس گھر کی روشنی کو جذب کر کے اس قدر چمکدار ہو جائیں کہ کوئی ان میں جھانک نہ سکے۔"

"کون آ رہا ہے؟ کیا سردار علی؟" زیبی نے معصومیت سے پوچھا۔

"ان کے نام تو ان کے آنے کے بعد ہی رکھے جا سکتے ہیں۔" میں نے بدستور مسکراتے ہوئے کہا۔

زیبی تعجب سے میری شکل دیکھنے لگی۔ میرے الفاظ اس کی سمجھ میں نہیں آئے تھے۔ اور میرے ہونٹوں پر پھیلی ہوئی مسکراہٹ اسے پریشان کر رہی تھی۔

"بھئی بتاتے کیوں نہیں کون آ رہا ہے؟ مجھے ان کے بارے میں بتا تو دو۔ میرا ان سے تعارف ہے یا نہیں۔ کم از کم میں ان کے شایانِ شان استقبال تو کر سکوں" اس نے ناز بھرے انداز میں کہا۔ اور میرے حلق سے قہقہہ نکل گیا۔

"آنے والوں یا والے کے بارے میں، میں کوئی پیش گوئی نہیں کر سکتا زیبی۔ تاہم تمہیں پریشان کرنا بھی مقصود نہیں ہے۔ میں اپنے ان بچوں کی بات کر رہا ہوں جو آج نہیں تو کل، کل نہیں تو پرسوں ہمارے درمیان آئیں گے ننھے ننھے خوبصورت مہمان جن کی معصوم قلقاریاں ہمارے گھر میں گونجیں گی تو اس گھر کی فضا میں حسن ہی حسن بکھر جائے گا۔"

میں نے کہا۔ اور زیبی کے چہرے پر شرمگیں مسکراہٹ پھیل گئی۔ حالانکہ وہ آزاد ماحول کی پروردہ تھی، پتہ نہیں کیوں، وہ اتنی قوت سے اس پر اثرانداز نہیں ہوا تھا اور اس کی آنکھوں میں اب بھی شرم و حیا پائی جاتی تھی یا پھر یہ میری محبت کا ثمر تھا کہ اس نے میرے



وجود کی لطافتیں قبول کر لی تھیں اور ذہنی طور پر مجھ سے ہم آہنگ ہوگئی تھی۔ ایک شرمگیں مسکراہٹ کے ساتھ اس نے کہا۔

"ننھے مہمانوں کی فکر تم نے ابھی سے کیوں شروع کر دی۔ جب وہ آئیں گے تو ان کے استقبال کا بندوبست بھی کر لیا جائے گا۔"

"میری اس بات کا تعلق تمہارے ان جملوں سے ہے۔ جن میں تم نے کہا تھا کہ تم زیبی کارپٹس کی ذمہ داری سنبھالنے کی خواہش مند ہو۔ اگر تم وہاں معروف ہوگئیں تو ننھے مہمانوں کا کیا حال ہوگا جو تمہاری توجہ کے طالب ہوں گے؟"

"اچھا اچھا، میں اپنے الفاظ واپس لے چکی ہوں۔ اب ایسی باتیں مت کرو۔" اس نے کہا۔ اور ہم دونوں کے خوشگوار قہقہے فضاؤں میں گونجنے لگے۔

زیبی کی آنکھوں میں میں نے ایک نئی اُمنگ دیکھی تھی۔ غالباً اس سے پہلے اس کے ذہن میں ان ننھے مہمانوں کا تصور نہیں اُبھرا تھا۔ بہر طور ایک پُرسکون اور خوشگوار زندگی کے لیے بچوں کی موجودگی بے حد ضروری ہوتی ہے۔ اب جب کہ زندگی کے اس سفر میں مجھے خاصا وقت گزر چکا تھا تو میرے دل میں آہستہ آہستہ انسانی خواہشیں بیدار ہوتی جا رہی تھیں اور میں ایک گھریلو انسان کی طرح سوچنے لگا تھا۔

کاروباری امور بخیر و خوبی چل رہے تھے۔ میں نے کچھ دوسرے ممالک سے قالین امپورٹ کرنا شروع کر دیے تھے اور اس سلسلے میں میرا پہلا سودا ایران کی ایک فرم سے ہونے والا تھا۔ چنانچہ مجھے وہاں جانا تھا۔ تقریباً دنیا کے بیشتر ممالک میرے دیکھے بھالے تھے۔ اپنی مجرمانہ زندگی میں، میں نے کونسی جگہ ایسی باقی تھی جہاں تگ و دو نہیں کیا تھا۔ اسپین، ترکی، یوگوسلاویہ، بلغاریہ، ایران، کابل اور نجانے کہاں کہاں۔

راجہ نواز اصغر کا نام کچھ عجیب نام سے گونجا تھا اور اگر آج میں اپنے ان پُرانے ساتھیوں کی تلاش میں نکلتا تو درحقیقت ایک بہت بڑا گروہ بنا سکتا تھا۔ لیکن اب یہ تصورات میرے ذہن کو چھو کر بھی نہیں گزرتے تھے۔ اب میں ایک شریف آدمی تھا۔ امریکا کے شہر نیویارک کا ایک معزز انسان جس کا اپنا ایک حلقۂ اثر تھا۔ دوست احباب تھے اور یہ تمام دوست احباب شریف لوگ ہی تھے۔ میں نے شرافت کی زندگی اپنانے کے بعد اپنی ان محرومیوں کو مٹانے کی کوشش کی تھی۔ جن کے تحت میں انسانوں کی صف سے بہت دور نکل گیا تھا۔

امریکا کی مختصر سی زندگی میں کچھ ایسے لوگ بھی میرے نزدیک آئے تھے۔ جن کا کردار اچھا نہیں تھا۔ ان کی شمولیت سے مجھے بہت فائدہ پہنچ سکتا تھا۔ لیکن جس شخص نے کروڑوں روپے کا سرمایہ بینکوں میں چھوڑ دیا ہو اور محنت مزدوری کر کے اپنی ایک نئی دنیا بسائی ہو اسے چھوٹی موٹی رقموں سے کیا دلچسپی ہو سکتی تھی۔ چنانچہ میں نے اپنے قریب کسی ایسے انسان کو نہیں پھٹکنے دیا تھا جو کسی بھی طور کسی برائی کو لے کر میرے پاس پہنچا ہو۔

میرے فرم کا منیجر ایک پاکستانی نوجوان کاشف تھا۔ جس کا تعلق سندھ کے ایک شہر سے تھا۔ کاشف بہت ایمان دار اور نفیس انسان تھا۔ اور "زیبی کارپٹس" کے تقریباً تمام امور میں نے اسی کے سپرد کر رکھے تھے۔ وہ صحیح معنوں میں میرا دستِ راست تھا۔ چنانچہ میں نے دوسرے دن کاشف سے مشورہ کیا تو اس نے یہی کہا کہ ان ایرانی قالینوں کی امپورٹ سے فرم کو فائدہ پہنچ سکتا ہے۔ کیونکہ بہت سے ایسے آرڈر موجود ہیں جن میں ایرانی قالینوں کی فرمائش کی گئی ہے۔

"تو بہتر یہ ہے کاشف! کہ میں خود ہی تہران چلا جاؤں اور وہاں جا کر یہ سودا طے کر لوں بلکہ اپنی موجودگی میں ہی قالین پیک کرا کے یہاں بھجوا دوں تاکہ ہمیں ان کی وصولیابی میں دیر نہ ہو۔"

"اگر ایسا ہو سکے تو میرا خیال ہے ہم اس موقع سے پورا پورا فائدہ حاصل کر سکتے ہیں۔"

"تو پھر تم میرے گھر سے میرا پاسپورٹ وغیرہ لے لینا اور میری روانگی کی تیاریاں ایک دو دن میں کروا دو۔"

زیبی سے میں نے تہران جانے کا تذکرہ کیا تو اس کے چہرے پر عجیب سے تاثرات اُبھر آئے۔

"اس مختصر سی زندگی میں یوں محسوس ہوتا تھا جیسے ہم پیدا ہی ایک ساتھ ہوئے ہیں اور ایک ساتھ ہی ہم نے دنیا میں قدم رکھا ہے۔ میں تمہاری غیر موجودگی کیسے برداشت کروں گی؟"

"میرے دیس کے عورتوں کی طرح، دروازے پر نگاہیں جمائے ہونٹوں پر جُدائی کے گیت گاتے ہوئے۔"

"اوہ! مجھے یہ سب کچھ نہیں آتا۔ جب تم مجھے پاکستان دکھا دو گے تو میں پوری طرح ایک پاکستانی عورت کے روپ میں ڈھل جاؤں گی۔" زیبی نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"اس سے قبل جو کچھ میں تمہیں بتاؤں۔ وہی کرتی رہنا۔ مجھے اطمینان ہوگا۔"

"ٹھیک ہے، واپسی کب تک ہوگی؟"

"کچھ نہیں کہہ سکتا زیبی، ممکن ہے پندرہ یا بیس دن لگ جائیں۔ ممکن ہے ان سے کچھ زیادہ۔" میں نے اسے کاروباری امور سمجھاتے ہوئے کہا۔ اور وہ مطمئن ہوگئی۔

"ٹھیک ہے۔ کوئی بات نہیں ہے۔ میں تمہارا انتظار کر لوں گی۔"

تیسرے دن میں تہران روانہ ہوگیا۔ تہران ایئرپورٹ پر اترنے کے بعد بہت سی یادیں ذہن میں تازہ ہوگئیں۔ ایک دن میں یہاں منشیات کے اسمگلر کی حیثیت سے داخل ہوا تھا۔ ہیروئن کے گروہ در گروہ یہاں سے گزرتے تھے۔ لیکن ایران میں منشیات کے استعمال پر جس قدر پابندی تھی۔ اس نے مجھے اپنے ہاتھ پاؤں پھیلانے کا موقع نہیں دیا تھا لیکن اس کے باوجود یہاں بھی کچھ ہنگامے ہوئے تھے۔ وہ تمام یادداشتیں میرے ذہن میں محفوظ تھیں۔ اور بعض اوقات ان کے بارے میں سوچ سوچ کر میں پریشان ہو جاتا تھا۔

تہران کے ایک خوبصورت ہوٹل میں میری ملاقات علی طلحہ سے ہوئی جو میرے کام میں میرے معاون تھے۔ علی طلحہ سے کاروباری امور طے ہوگئے اور انہوں نے نہایت خوش اسلوبی سے میرا یہ کام جلد از جلد انجام دینے کا وعدہ کر لیا۔ میری دلی خواہش تھی کہ میں اپنے کام کی تکمیل کے بعد فوراً امریکا روانہ ہو جاؤں۔ کیوں کہ زیبی کی جدائی کا اب مجھے احساس ہو رہا تھا۔ زندگی کتنی عجیب شے ہے۔ انسان جب بُرائیوں کی دلدل میں غرق ہو جاتا ہے تو اسے احساس نہیں ہوتا کہ اس کے اردگرد کتنا تعفن پھیلا ہوا ہے۔ وہ اس تعفن کا عادی ہو جاتا ہے - - - - - - - - - بلکہ اسے تعفن کی تلاش رہتی ہے اور وہ اسی ماحول میں خوش رہنا پسند کرتا ہے۔ ایک دور وہ بھی تھا جب میں آوارہ گردوں کی مانند تھیلے لٹکائے سرداروں کے ہمراہ انہی غلاظتوں میں گھومتا پھرتا تھا لیکن آج میری شخصیت بالکل بدل گئی تھی اور زیبی میری زندگی کا ایک ایسا نقش بن گئی تھی جس کو میں ایک لمحے کے لیے بھی فراموش نہیں کر سکتا تھا۔

میرے دوست نے حسبِ وعدہ میرے ساتھ تعاون کیا اور جس کام کے لیے میں نے تقریباً ایک ماہ کا تعین کیا تھا وہ دس یا گیارہ روز ہی میں مکمل ہوگیا۔ اپنا سامان بھجوانے کے بعد یہاں رکنا بے مقصد ہی تھا۔ چنانچہ میں واپسی کی تیاری کرنے لگا اور پھر ایک دن تہران سے واپس نیویارک چل پڑا۔

میرے دل میں خوشیاں اور مسرتیں جگمگا رہی تھیں۔ زیبی سے چند دن کی یہ جُدائی بہت بڑی شاق گزری تھی۔ روزمرہ کے معاملات میں وہ لمحہ لمحہ یاد آتی تھی اور میں سوچتا تھا کہ مجھے اس کام کو آگے بڑھانے کے لیے کچھ اور ہی بندوبست کرنا پڑے گا۔ کیونکہ میں زیبی سے زیادہ عرصہ دور نہیں رہ سکتا۔ یہ بھی سوچتا کہ اگر زیبی کو اپنے ساتھ ہی تہران لے آتا تو کیا ہرج تھا لیکن اس خیال پر خود ہی مجھے ہنسی آگئی۔ اب تمام کاروباری معاملات میں زیبی کو لیے لیے تو نہیں پھر سکتا۔ ایران سے میں نے زیبی کے لیے چند حسین تحائف بھی خریدے تھے جو میرے سامان میں محفوظ تھے۔ ذہن میں زیبی کا تصور تھا اور میرا سفر جاری تھا پھر جب طیارہ نیویارک ایئرپورٹ پر اترا تو میرا دل ایک دم خوشی سے کھل گیا۔

یہاں کی فضاؤں میں مجھے زیبی کی مہک محسوس ہو رہی تھی۔ اور دل ہی دل میں ہنس رہا تھا۔ عورت میری سابقہ زندگی میں کوئی حیثیت نہیں رکھتی تھی۔ میرے شناسا جو مجھ سے واقف ہیں۔ یہ اچھی طرح جانتے ہوں گے کہ میرا کردار کیسا رہا ہے اور میں عورتوں کی دنیا میں کیا کیا شکلیں لیے گھومتا رہا ہوں۔ لیکن اب میں وہ راجہ نواز اصغر نہیں تھا۔ میں نے ایک شریف انسان کا چولا پہن لیا تھا اور مجھے یوں محسوس ہو رہا تھا۔ جیسے زندگی کے وہ بھیانک لمحات ایک خواب کی مانند میری زندگی میں داخل ہوئے ہوں اور پھر ہمیشہ کے لیے معدوم ہوگئے ہوں۔

ہاں میں تو دریائے جہلم کے کنارے پھیلی ہوئی دلدل کے کنارے کھڑا ہوا وہی معصوم لڑکا تھا جو سرسوں کے لہلاتے کھیتوں کو دیکھ کر خوش ہوتا تھا اور پیلے پیلے پھولوں کو چومتا تھا۔

مجھے قطعی یہ احساس نہیں رہا تھا کہ زندگی کا ایک طویل حصہ کن کن ہنگاموں میں گزر چکا ہے۔ ایئرپورٹ سے فارغ ہو کر باہر نکلا تو کاشف میرا منتظر تھا۔ اسے دیکھ کر میں چونک پڑا۔ میں نے تو اپنی واپسی کی کوئی اطلاع نہیں دی تھی۔ پھر یہ کاشف یہاں کیوں موجود ہے۔ وہ مجھے دیکھتے ہی میری طرف لپکا اور میرے بالکل قریب پہنچ گیا۔

"ارے کاشف تم! خیریت ہے کسی کام سے ایئرپورٹ آئے تھے؟"

"نہیں جناب! بس آپ کو لینے کے لیے آیا تھا۔"

"مگر تمہیں میری اطلاع کیسے مل گئی؟" میں نے کاشف کے چہرے کو بغور دیکھتے ہوئے کہا۔ اور ایک لمحے میں مجھے اندازہ ہو گیا کہ کاشف بے انتہا پریشان ہے۔ میں نے اس کے شانے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔

"کاشف! تمہارے چہرے کا یہ سکوت مجھے عجیب عجیب سے خدشات میں مبتلا کر رہا ہے۔ سب خیریت تو ہے نا؟"

کاشف نے نگاہیں اٹھائیں۔ اس کے چہرے پر شدید ہچکچاہٹ کے آثار تھے۔ پھر اس نے آنکھیں جھکا لیں۔

"کاشف! تم بلاوجہ سسپنس پیدا کر رہے ہو۔ مجھے بتاؤ کوئی

خاص بات ہے۔ تم یہاں کیسے پہنچ گئے۔ میری آمد کی اطلاع تمہیں کس نے دی ہے؟"

"جی۔ وہ میں نے تہران ٹیلکس بھیجا تھا۔ مجھے فوراً ہی اس کا جواب مل گیا اور جواب یہ تھا کہ آپ وہاں سے چل پڑے ہیں۔ جس فلائیٹ سے آپ چلے تھے اس کے بارے میں مجھے تفصیلات معلوم ہوگئیں۔ چنانچہ میں یہاں آپ کا انتظار کر رہا تھا۔"

"اوہ! اچھا مگر ٹیلیکس کیوں دیا تھا۔ میں پھر تم سے یہی سوال کروں گا کہ کیا کوئی خاص بات ہے؟"

"جی ہاں۔"

"کیا بات ہے؟"

"براہ کرم آپ تشریف لائیے۔ کار میں بیٹھئے۔ میں آپ کو سب کچھ بتا دوں گا۔" کاشف نے کہا اور میں پریشان سا اس کے ساتھ چل دیا۔ پتہ نہیں کاشف اس قدر کیوں ہچکچا رہا تھا۔ عام حالات میں وہ ایک احترام کرنے والا نوجوان تھا اور ہمیشہ مستعدی سے میرے ہر سوال کا جواب دیا کرتا تھا گو اس وقت بھی جواب دینے میں وہ تساہل برت رہا تھا۔ بلکہ شاید کوئی ایسی بات تھی جو اس کے ہونٹوں سے نکل نہیں پا رہی تھی اور ایسی کوئی بات میری سمجھ میں نہیں آ رہی تھی۔

میرے سینے میں اضطراب بڑھتا جا رہا تھا۔ چنانچہ جونہی وہ میرے نزدیک آ کر ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھا۔ میں نے اسٹیرنگ پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔

"کار اسٹارٹ کرنے سے پہلے مجھے یہ بتاؤ کہ معاملہ کیا ہے؟"

"وہ جناب ایک حادثہ پیش آ گیا ہے لیکن ہماری کچھ سمجھ میں نہیں آتا۔" کاشف نے جواب دیا۔

"اوہ ...؟" میرے لہجے میں اب غرّاہٹ پیدا ہوگئی تھی جس سے کاشف کو اندازہ ہو گیا کہ میں اب جھنجھلاہٹ کی انتہا تک پہنچ چکا ہوں۔ چنانچہ اس نے کہا۔

"آپ کے گھر پر ہنگامہ ہوا ہے۔ اور ۔۔ اور ۔۔ بیگم صاحبہ گھر پر موجود نہیں ہیں۔"

"کیا؟" میرا منہ حیرت سے کھلے کا کھلا رہ گیا۔ کاشف کے الفاظ سمجھ میں نہ آنے والے تھے۔ مجھے اپنے کانوں پر یقین نہیں آ رہا تھا۔ تاہم میں نے خود کو سنبھال کر کہا۔

"کیا کہہ رہے ہو کاشف؟ واضح لہجے میں کہو۔ تم غور کر سکتے ہو اس بات پر کہ تمہارے گول مول الفاظ مجھے کس قدر شدید ہیجان کا شکار بنا رہے ہیں۔ کیا تمہیں میری حالت کا احساس نہیں ہے؟"

"جناب! میں بدقسمت ہوں کہ مجھے یہ دردناک اطلاع آپ کو دینی پڑ رہی ہے۔ لیکن یہ میرا فرض بھی تو تھا۔ آپ کے جانے کے بعد میں حسبِ ضرورت بیگم صاحبہ سے رابطہ قائم کرتا رہتا تھا۔ اور ان سے پوچھتا رہتا تھا کہ انہیں کوئی الجھن یا پریشانی تو نہیں ہے۔ وہ پرسکون وقت گزار رہی تھیں اور انہوں نے میرا شکریہ ادا کرتے ہوئے کہا تھا کہ انہیں اگر کوئی ضرورت ہوئی تو وہ مجھے ٹیلی فون پر بتا دیں گی۔

پرسوں صبح کو ان سے میری آخری بار بات چیت ہوئی تھی۔ اور میں نے ان سے ان کی خیریت پوچھی تھی۔ بیگم صاحبہ نے کہا تھا کہ وہ بالکل بخیریت ہیں۔ چنانچہ میں مطمئن ہو گیا۔

لیکن اسی رات تقریباً ایک بجے پولیس اسٹیشن سے مجھے ایک فون کال موصول ہوئی، جس میں مجھ سے کہا گیا کہ میں آپ کے علاقے کے پولیس اسٹیشن میں فوراً پہنچ جاؤں۔ مجھے وجہ نہیں بتائی گئی تھی۔ بہرطور میں پولیس اسٹیشن پہنچا تو میری ملاقات انسپکٹر جوزف سے ہوئی۔ انسپکٹر جوزف نے مجھ سے عجیب و غریب سوالات شروع کر دیے۔

انہوں نے مجھ سے پوچھا کہ کیا میں زیبی کارٹیس میں کام کرتا ہوں تو میں نے اثبات میں گردن ہلا دی۔ تب انہوں نے مجھ کو اطلاع دی کہ مسٹر نواز اصغر کے مکان پر کچھ ہنگامہ ہوا ہے۔ پڑوسیوں نے ٹیلی فون پر اطلاع دی تھی۔ اور پولیس وہاں کا معائنہ کر چکی ہے۔

میں یہ سن کر ششدر رہ گیا تھا۔ میں نے اسی وقت خواہش ظاہر کی کہ میں وہاں جانا چاہتا ہوں۔ چنانچہ انسپکٹر جوزف مجھے اپنے ساتھ لے کر چل پڑا۔ میں نے آپ کے گھر داخل ہو کر وہاں کی صورتحال دیکھی۔ پورا مکان ابتری کا شکار تھا۔ دو پولیس مین وہاں پہرہ دے رہے تھے۔ تمام گھریلو سامان توڑ پھوڑ کر رکھ دیا گیا تھا۔ الماریوں کے شیشے، شوکیس توڑ دیے گئے تھے۔ الماریوں میں موجود ایک ایک چیز باہر نکال دی گئی تھی۔ ایک دو جگہ خون کے دو چھوٹے دھبّے بھی موجود تھے جو سوکھ کر سیاہ ہو چکے تھے۔ اور پورے گھر میں بیگم صاحبہ کا کہیں پتہ نہ تھا۔"

"اور کام کرنے والی ملازمہ جوزی ۔۔؟" میں نے سوال کیا۔

"جوزی زخمی حالت میں ایک جگہ بندھی ہوئی پائی گئی تھی۔ اس کا سر پھٹا ہوا تھا اور وہ ابھی تک ہسپتال میں موجود ہے۔ وہ ہوش میں نہیں آئی۔"

"اور ۔۔ اور زیبی کا کہیں پتا نہیں تھا؟" میں نے پوچھا۔

"جی ہاں۔"

"مگر کل کا دن تو گزر چکا ہے۔ کیا پولیس اس کے بارے میں معلوم کرنے میں ناکام رہی۔" میں نے سوال کیا۔

"جی ہاں ابھی تک پولیس اس کے بارے میں کچھ بھی معلوم نہیں کر سکی۔ میں برابر پولیس سے رابطہ قائم کیے ہوئے ہوں۔ میں نے آپ کو ٹیلکس دیا تھا کہ آپ فوراً تشریف لے آئیں۔ لیکن بعد میں مجھے جواب موصول ہوا کہ آپ جا چکے ہیں۔"

"یہ واقعہ پرسوں رات کو پیش آیا۔ کل کا دن تم کیا کرتے رہے؟" میں نے سوال کیا۔

"جناب عالی! بس پولیس ہی کے سلسلے میں معروف رہا۔ مجھے اتنی فرصت نہ مل سکی کہ کل میں آپ سے رابطہ قائم کر سکتا۔" کاشف نے جواب دیا۔

بات میری سمجھ میں نہیں آ رہی تھی۔ بہرطور میں نے کاشف سے کہا کہ کار اسٹارٹ کرے اور کاشف نے کار اسٹارٹ کر کے آگے بڑھا دی۔ تھوڑی دیر کے بعد میں اپنے گھر پہنچ گیا تھا۔

گھر میں قدم رکھتے ہی ایک عجیب سے خوف اور سنسنی کا احساس ہو رہا تھا۔ یہ جو کچھ ہوا تھا کیا حقیقت ہے یا کاشف جھوٹ بول رہا تھا۔ میرا ذہن سوچ رہا تھا۔

لیکن مکان کے چھوٹے سے برآمدے میں دو پولیس والوں کو دیکھ کر کاشف کی بات کی تصدیق ہو گئی۔ میرے قدم لڑکھڑا سے رہے تھے پولیس مین مجھے دیکھ کر کھڑے ہو گئے۔ کاشف نے ان سے میرا تعارف کراتے ہوئے کہا۔

"مسٹر نواز اصغر۔" پولیس والے نے گردن ہلا دی۔

"تالا کھولو یا پولیس کی سیل لگی ہوئی ہے؟" میں نے پوچھا۔

"جی نہیں۔ آپ چاہیں تو مکان اندر سے دیکھ سکتے ہیں۔" پولیس والے نے کہا۔ اور اپنی جیب سے چابی نکال کر تالا کھول دیا۔ یہ میرا گھر تھا۔ جہاں میری حکومت تھی۔ لیکن یہ حکومت ایک دم ختم ہو گئی تھی۔ میری دنیا اُجڑ گئی تھی۔

اندر قدم رکھا تو ایک عجیب افراتفری نظر آئی۔ سمجھ میں نہیں آیا کہ وہ کون لوگ تھے جنہوں نے میرے گھر کی یہ حالت بنائی۔ تمام سامان بُری طرح مسخ ہو چکا تھا۔ یوں لگتا تھا کہ جیسے اس سامان کو توڑ پھوڑ کرنے کے لیے ہی یہ ساری کارروائی کی گئی تھی۔ کوئی بھی چیز اپنی جگہ صحیح و سالم نہیں تھی۔

میں پاگلوں کی طرح ایک ایک کمرے کا جائزہ لیتا پھر رہا تھا۔ ہر کمرے میں وہی ابتری اور وہی افراتفری مجھے نظر آئی۔ خون کے وہ دھبّے ابھی صاف نہیں کیے گئے تھے۔ جو یہاں موجود تھے۔ میرے ہوش و حواس رخصت ہوتے جا رہے تھے۔ چند لمحات کے لیے میں بالکل معطل ہو گیا تھا۔ اگر یہ سب کچھ ہو چکا ہوتا اور زیبی محفوظ ہوتی تو شاید مجھے اس کی پانچ فیصد بھی پرواہ نہ ہوتی۔ لیکن زیبی کی گمشدگی نے میرے حواس بُری طرح متاثر کیے تھے۔ میں دیوانوں کی طرح ایک ایک چیز کو دیکھ رہا تھا۔

کاشف میرے ساتھ تھا۔ دل تو یہی چاہ رہا تھا کہ دیواروں سے سر ٹکرانے لگوں زیبی کو چیخ چیخ کر آوازیں دوں لیکن یہ سب کچھ بے مقصد تھا۔ مجھے اپنے آپ کو کنٹرول میں رکھنا تھا۔ ورنہ مذاق بننے کے علاوہ اور کیا ہوتا ۔ سارے گھر پر ایک عجیب سی خاموشی مسلط تھی۔ ہر کونے سے زیبی کی آوازیں آ رہی تھیں۔ میں ان آوازوں کو سننا چاہتا تھا۔ معلوم کرنا چاہتا تھا کہ زیبی پر کیا گزری۔ لیکن آوازوں کا مفہوم میری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا۔ ہر جگہ سے زیبی کی یہی آواز اُبھرتی۔

"دیکھو نواز! یہ کیا ہو گیا۔ یہ سب کچھ کیا ہو گیا۔" لیکن نہیں جانتا تھا کہ یہ سب کچھ کیا ہوا وہ کون تھے جنہوں نے میرے گھر کو اس طرح برباد کیا تھا۔ جب تمام کمرے گھوم چکا تو ایک جگہ آ کر سر پکڑ کر بیٹھ گیا۔ کاشف میرے نزدیک ہی کھڑا تھا۔

"سر آپ کو ذمہ داری اور ہمت سے کام لینا ہوگا۔ یہ جو کچھ ہوا ہے۔ اس کے بارے میں ابھی تک کوئی بھی اندازہ لگایا نہیں جا سکتا۔ میرا خیال ہے آپ اگر پسند کریں تو انسپکٹر جوزف سے ملاقات کر لیں۔"

"انسپکٹر جوزف کو ٹیلی فون کرو کہ میں آ گیا ہوں۔" میں نے انتہائی حد تک خود کو سنبھالتے ہوئے کہا۔ اور کاشف تیزی سے ٹیلی فون کی جانب دوڑ گیا۔

"ٹھہرو کاشف! مجھے ایک بات بتاؤ۔"

"جی۔" کاشف ایک دم رک کر بولا۔

"کیا ٹیلی فون پر انگلیوں کے نشانات تلاش کر لیے گئے ہیں؟"

"جی ہاں۔ پولیس یہاں کے چپے چپے پر فنگر پرنٹس تلاش کر چکی ہے۔ اور اب ٹیلی فون استعمال کرنے پر کوئی پابندی نہیں ہے۔ یہ تمام ترتیب جوں کی توں اس طرح رہنے دی گئی ہے کہ آپ ایک نگاہ اسے دیکھ لیں۔ اس سلسلے میں انسپکٹر جوزف نے اپنے آدمیوں کو خاص طور سے ہدایات دی تھیں۔"

"ہوں۔ تو پھر انسپکٹر کو ٹیلی فون کرو کہ میں آ گیا ہوں۔" کاشف ٹیلی فون کے نمبر ڈائل کرنے لگا۔ اور دوسری طرف شاید جوزف سے رابطہ قائم ہو گیا تھا۔

"میں کاشف بول رہا ہوں۔ زیبی کارٹیس کا جنرل منیجر اور میں راجہ صاحب کے مکان سے بول رہا ہوں۔" دوسری طرف سے پتہ نہیں انسپکٹر جوزف نے کیا کہا۔ لیکن کاشف کی آواز سنائی دی۔

"جی ہاں ۔ میں آپ کو اطلاع دے چکا ہوں کہ وہ اس فلائٹ سے آنے والے تھے ۔ چنانچہ وہ آ گئے ہیں ۔ میں نے خود انہیں ایئرپورٹ پر رسیو کیا ہے ۔"

"جی ۔ جیسا آپ مناسب سمجھیں ۔"

"بہتر ہے ہم انتظار کر رہے ہیں" ٹیلی فون رکھ کر کاشف نے مجھے بتایا کہ انسپکٹر جوزف پہنچ رہا ہے ۔ میں نے خاموشی سے گردن ہلا دی تھی ۔ کاشف پھر اسی لہجے میں بولا ۔

"میں جانتا ہوں راجہ صاحب کہ آپ کی ذہنی کیفیت کیا ہوگی ۔ لیکن براہِ کرم خود کو سنبھالیے ہمیں بیگم صاحبہ کا کوئی سُراغ نہیں ملا ۔ لیکن یہ کام پولیس کے علاوہ ہم کو بھی کرنا ہے ۔ خاص طور سے آپ کو ۔ چنانچہ آپ براہِ کرم اپنے ذہن و دل کو سنبھالیے ۔ یہ بہت ضروری ہے ۔"

"میں کوشش کر رہا ہوں کاشف !" میں نے کہا ۔

"اگر آپ فرمائیں تو میں کافی بنا لاؤں ۔" کاشف بولا ۔

"نہیں ، شکریہ میں اس کی ضرورت محسوس نہیں کرتا ۔ جہاز میں ، میں نے کافی پی لی تھی ۔" کاشف خاموش ہو گیا ۔ تھوڑی دیر تک ہم انتظار کرتے رہے پھر باہر کسی گاڑی کے رکنے کی آواز سُنائی دی ۔ اور چند لمحات کے بعد ایک بھاری بھرکم بدن کا خوبصورت انسپکٹر اندر داخل ہوا ۔ اس کے ساتھ اس کے دو ماتحت بھی تھے جو ایک جانب کھڑے ہو کر اطراف کا جائزہ لینے لگے ۔ انسپکٹر میرے قریب پہنچ گیا تھا ۔

"ہیلو ! راجہ نواز اصغر !"

"ہیلو انسپکٹر !"

"کیا آپ میرے ساتھ اپنی خواب گاہ میں چلنا پسند فرمائیں گے ؟" انسپکٹر نے کہا ۔

"جی ہاں تشریف لائیے ۔" میں آہستہ سے بولا ۔

کاشف وہیں رُک گیا تھا ۔ میں انسپکٹر جوزف کے ساتھ اپنی خوابگاہ میں پہنچ گیا خواب گاہ کا حشر دیکھ کر میرا دل خون کے آنسو رو رہا تھا ۔ اس خواب گاہ سے ہماری بہت سی یادیں وابستہ تھیں ۔ میں ایک کرسی پر دھم سے بیٹھ گیا ۔ انسپکٹر جوزف ایک دیوار سے ٹیک لگا کر کھڑا ہو گیا ۔

"راجہ صاحب ! جو حادثہ ہوا ہے پہلے تو اس کے لیے میں افسوس کا اظہار کرتا ہوں ۔ بلاشبہ آپ کی ذہنی حالت بہت زیادہ خراب ہوگی ۔ مجھے اس کا پورا پورا احساس ہے لیکن جو کچھ ہو چکا ہے ۔ ابھی اس کے لیے ہمیں مزید کوئی کارروائی کرنا ہوگی ۔ چنانچہ میں چاہتا ہوں کہ آپ مکمل ضبط و سکون کے ساتھ مجھے میرے سوالات کا جواب دیں ۔ تاکہ ہمیں اپنی تفتیش میں آسانی ہو ۔"

"فرمائیے انسپکٹر صاحب ! کیا پوچھنا چاہتے ہیں آپ ؟"

"راجہ صاحب ! یہ جو کچھ ہوا آپ نے اسے ملاحظہ کر لیا ؟"

"ہاں ، میں سب دیکھ چکا ہوں ۔"

"کیا ایسی کوئی چیز ہماری نگاہوں سے بچ گئی ہے ۔ جو مجرموں کی نشاندہی کر رہی ہو ؟"

"میرے خیال میں نہیں ۔ میں نے بھی ایسی کوئی چیز نہیں پائی جس سے میں مجرموں کے بارے میں اندازہ لگا سکوں ۔"

"آپ کا قیام اس مکان میں کب سے ہے ؟"

"تقریباً ڈیڑھ سال ہو گیا ۔"

"ہوں ۔ ڈیڑھ سال قبل آپ کہاں تھے ؟"

"میں اپنی زندگی کے تمام واقعات آپ کے ایک سینیئر آفیسر مسٹر پاؤل کو بتا چکا ہوں ۔ پہلے میں امریکہ کا شہری نہیں تھا ۔ بلکہ مسٹر پاؤل کی کوششوں نے مجھے امریکہ کی شہریت دلوائی ہے ۔ اس دوران ہم نے یہ فرم کھولی تھی ۔ اور خدا کا احسان ہے کہ ہماری فرم بخوبی چل رہی ہے ۔"

"اس کے باوجود میں یہ جاننا چاہوں گا کہ اس سے پہلے کی زندگی آپ کیسے گزار چکے ہیں ؟"

"یہ داستان چند الفاظ میں نہیں سنائی جا سکتی ۔ اس لیے براہِ کرم آپ اس سے گریز کریں ۔ اور اگر اس کی ضرورت ہے تو بہتر یہ ہوگا کہ مسٹر پاؤل سے رابطہ قائم کر کے آپ ان سے میرے بارے میں جو بھی سوال کرنا چاہیں کر لیں ۔"

"اوہو ۔ یوں لگتا ہے جیسے مسٹر پاؤل سے آپ کے گہرے تعلقات ہیں ۔"

"ہاں ۔ اگر آپ مقامی حالات سے اور پولیس کی کارکردگی سے واقف ہوں تو پھر میں آپ کو کیلی لاس کی پہاڑیوں میں آباد جرائم کے اس اڈے کی طرف متوجہ کروں گا جہاں ہرے کرشنا تحریک کے بانی ترلوکا نے اپنا ڈیرہ بنا رکھا تھا اور جہاں سے وہ ــــــ نا صرف امریکا بلکہ پوری دنیا میں ہرے کرشنا تحریک کا پرچار کر رہا تھا ۔"

"جی ہاں ۔ جی ہاں مجھے علم ہے اور مسٹر پاؤل ۔ اوہو ! اوہو !" جوزف ایک دم خاموش ہو گیا پھر چند لمحات کے بعد بولا ۔

"تو آپ وہ راجہ نواز اصغر ہیں جنہوں نے اس اڈے کی نشاندہی کی تھی ۔"

"جی ہاں ۔ میں وہی ہوں ۔"

"بات کچھ بنتی نظر آتی ہے ۔"

"کیا مطلب ؟" میں چونک پڑا ۔

"مطلب یہ کہ ہم آپ کے دشمنوں کا سُراغ چاہتے ہیں ۔ دراصل یہاں بہت سی ایسی قیمتی چیزیں بھی ہیں جن سے اندازہ ہوتا تھا کہ اگر کوئی شخص چوری چکاری کی نیت سے یہاں یہ ابتری پھیلاتا تو پھر وہ ان چیزوں کو کسی قیمت پر نہ چھوڑتا لیکن انہیں ہاتھ بھی نہ لگایا گیا ۔ اور بیگم صاحبہ کو گم کر دیا گیا ۔ اس کا مقصد یہ ہے کہ یہ ابتری کسی چوری کے ارادے سے نہیں بلکہ انتقامی مقاصد کی تکمیل کے لیے پھیلائی گئی تھی ۔"

میرا ذہن بھک سے اڑ گیا ۔ ایک لمحے کے لیے مجھے اپنے کانوں پر یقین نہیں آیا ۔ جوزف نے جو کچھ کہا تھا کیا یہ حقیقت ہو سکتی ہے ۔ میں نے سوچا اور میرے ذہن میں سناٹے ہونے لگے ۔ ان واقعات کو کبھی بھول نہیں سکا تھا ۔ جب میں نے ترلوکا کے اڈے کو فنا کیا تھا یہ بات مجھے اچھی طرح یاد تھی کہ ترلوکا فرار ہو گیا تھا ۔ اس کے دوسرے تمام ساتھی یا تو مارے گئے تھے یا پھر گرفتار ہو گئے تھے ۔ لیکن ترلوکا کا کوئی پتہ نہیں چلا تھا ۔ بعد میں میری ملاقات پاؤل سے بھی ہوئی تھی ۔ اور مسٹر پاؤل نے یہی کہا تھا کہ وہ ترلوکا کی تلاش میں سرگرداں ہیں ۔ اور اپنے طور پر ہر ممکن کوشش کر رہے ہیں ۔ اس کے بعد مسٹر پاؤل سے اس سلسلے میں میری کوئی گفتگو نہیں ہوئی تھی ۔

لیکن یہ سب کچھ ۔ یہ سب ترلوکا کے آدمیوں کا کارنامہ ہے ۔ یہ سوچ سوچ کر ذہن بہت پریشان ہو رہا تھا ۔ اگر ترلوکا یا اس کے آدمیوں نے یہ حرکت کی ہے تو بات معمولی نہیں ہے ۔ اور پھر زیبی کا حصول آسان بات نہیں ہے ۔

ترلوکا نے ایک بار پھر مجھے چیلنج کر دیا تھا لیکن کیا ۔ کیا میں اس قابل رہ گیا ہوں کہ ترلوکا کے چیلنج کو قبول کروں ۔ تاہم اس سلسلے میں یہ آخری فیصلہ کرنا بڑا مشکل کام تھا اور میرے خیال میں مناسب بھی نہ تھا ۔ کیونکہ جب تک اس بات کی نشاندہی نہ ہو جائے کہ اس کارروائی میں ترلوکا ہی کا ہاتھ ہے ۔ میں کوئی صحیح فیصلہ نہیں کر سکا تھا ۔

انسپکٹر جوزف مجھ سے طرح طرح کے سوالات کرنے لگا ۔

"آپ نے تہران جانے کا پروگرام کب بنایا تھا ؟"

"کافی دن پہلے کی بات ہے ۔ میں نے وہاں سے کچھ مال خریدا ہے جو بُک کر دیا گیا ہے ۔ اور نیویارک پہنچنے والا ہوگا ۔"

"اس مال کی نوعیت کیا تھی ؟" انسپکٹر جوزف نے پوچھا ۔

"قالین ۔ وہ صرف قالین ہیں جو زیبی کا رپٹس کے لیے حاصل کیے گئے ہیں ۔"

"کیا ان قالینوں کے سلسلے میں کوئی سودے کی بات چیت بہت پہلے چل رہی تھی ؟"

"آپ کا کیا مقصد ہے انسپکٹر جوزف : آپ کیا پوچھنا چاہتے ہیں ؟" میں نے سوال کیا ۔

"معافی چاہتا ہوں راجہ نواز اصغر صاحب ! دراصل امریکہ میں ہر قسم کے جرائم ہوتے ہیں ۔ مجرم بڑی بڑی خوبصورت اسکیمیں لے کر منظرِ عام پر آتے ہیں ۔ اور اپنی کارروائی کرتے ہیں ۔"

اور پولیس کو انہی اسکیموں کا سُراغ لگانا پڑتا ہے مجھے یقین ہے کہ آپ میری اس جرأت کو یقیناً معاف کر دیں گے چونکہ یہ سب کچھ امریکی شہریوں کی بھلائی کے لیے ہی کیا جاتا ہے لیکن ہم یہ بات بھی سوچ سکتے ہیں کہ محترمہ زیبی کو راستے سے ہٹانے کے لئے ممکن ہے آپ ہی نے ایسا کوئی پروگرام بنایا ہو ــ ؟"

"انسپکٹر ۔ میرے حلق سے ایک غراہٹ سی نکلی اپنی تفتیش کے سلسلے میں اس قدر آگے نہ بڑھو کہ میں اسے اپنی توہین محسوس کرنے لگوں ــ"

"میں آپ سے معافی مانگ چکا ہوں مسٹر نواز اصغر ۔ لیکن کیا آپ مجھے تفتیش کا موقع نہیں دیں گے ــ ؟"

"تفتیش کی ابتداء تم نے مجھ ہی سے کی ہے کیا صرف ایک میں ہی تمہیں مجرم نظر آیا ہوں ــ"

"یہ بات نہیں ہے جناب ہم ہر پہلو پر غور کر رہے ہیں ان ہی میں سے ایک پہلو یہ بھی ہے ــ !"

"تو پھر تم تحقیقات کر سکتے ہو میرے پاس تمام کاغذات موجود ہیں ۔ ہاں ان قالینوں کی خریداری کے لیے بہت پہلے سے سودا ہو رہا تھا اور بالآخر وہ تکمیل تک پہنچ گیا ۔ میری اس دن سے آج تک کی مصروفیات تمہیں تہران سے موصول ہو سکتی ہیں اور براہِ کرم دوبارہ یہ الفاظ استعمال مت کرنا کہ زیبی کی گمشدگی یا اُسے کوئی تکلیف پہنچانے میں میرا ہاتھ ہو سکتا ہے ــ ہاں اگر تمہاری تفتیش یہ بات ثابت کر دے تو میں تمہیں نہیں روکوں گا ــ" ، جوزف گردن ہلانے لگا ۔ پھر اس نے کہا ــ !

"میں بھی شادی شدہ ہوں جناب اور یقین جانیے کہ مجھے اپنی بیوی سے بے انتہا محبت ہے لیکن ہماری بدقسمتی ہے کہ ہمیں ایسے سوالات کرنا ہوتے ہیں جو ہمارے سامنے والوں کو ناگوار گزریں میں اس کے لیے جتنی بار آپ چاہیں معافی مانگنے کو تیار ہوں لیکن اپنی تشفی کے لئے یہ تمام معلومات حاصل کرنا بے حد ضروری تھا ــ

"میں مسٹر پاؤل سے ملنا چاہتا ہوں ــ میں نے کہا ــ

"اگر آپ کی خواہش ہے تو اس کا بندوبست کر دیا جائے گا۔ ویسے آپ اپنے طور پر اس سلسلے میں کوئی روشنی نہیں ڈال سکیں گے ۔۔؟"

"صرف اتنا ہی کہہ سکتا ہوں انسپکٹر کہ زیبی کا ٹیس قائم کرنے کے بعد سے میں نے ایک پُر سکون اور کامیاب زندگی گزاری ہے اور میرا کوئی بھی کاروباری حریف نہیں پیدا ہو سکا نہ ہی میں نے اتفاقیہ اور غیر اتفاقی طور پر کسی سے دشمنی مول لینے کی کوشش کی ہے آپ میرے حلقۂ احباب سے میرے کردار کے بارے میں معلومات حاصل کر سکتے ہیں۔ آپ کو چند ایسے نام دیتا ہوں جنہیں آپ نوٹ کر لیجئے اور ان سے یہ معلوم کیجئے کہ ہم لوگ کیسی زندگی گزار رہے تھے زیبی میری زندگی ہے انسپکٹر اس کے بغیر میں اپنی ہر سانس دو بھر محسوس کرتا ہوں اسے ملنا چاہیئے انسپکٹر اس کے بارے میں تمام تفصیلات ملنا ۔۔ چاہئیں۔ اس کے علاوہ براہ کرم مجھے یہ بھی بتائیے کہ اگر آپ یہاں سے نشانات حاصل کرتے ہوئے کسی نتیجے پر پہنچ چکے ہیں تو مجھے ان لوگوں کی تفصیلات بتائیں ۔۔

"ہمیں انتہائی افسوس ہے کہ ہمیں اس سلسلے میں ابھی تک کوئی ایسی بات نہیں معلوم ہو سکی جو ہماری اس تفتیش میں معاون ثابت ہو سکے۔" انسپکٹر نے جواب دیا ۔۔ !

"ٹھیک ہے ۔۔ !"

"اب آپ کا کیا پروگرام ہے آپ یہیں قیام کریں گے یا اس ابتری میں آپ رہنا پسند نہیں کریں گے ۔۔"

"نہیں ۔۔ میں ابھی یہیں موجود ہوں تم جب بھی چاہو مجھ سے رابطہ قائم کر سکتے ہو۔ ویسے مسٹر پاؤل سے ملاقات کا کیا ذریعہ ہو سکتا ہے ۔۔ ؟"

"میرا خیال ہے اگر آپ بہت ضروری سمجھتے ہیں تو ابھی رنگ کر لیں۔ میں آپ کو ٹیلی فون نمبر دیئے دیتا ہوں اور اگر مناسب نہ سمجھیں تو کل صبح کو آپ ان سے ملاقات کر سکتے ہیں۔

"کیا میں اس مکان میں رہ سکتا ہوں" میں نے سوال کیا ۔۔ !

"ہاں ۔۔ اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ ہم نے یہاں جس قدر چیزیں حاصل کرنا تھیں کر لی ہیں۔ اگر آپ چاہیں تو اس کی حالت درست کرا سکتے ہیں ۔۔ انسپکٹر جوزف نے جواب دیا اور پھر وہ اپنے آدمیوں کے ساتھ رخصت ہو گیا۔ چلتے ہوئے اس نے کہا تھا کہ کل صبح پولیس اسٹیشن آکر اپنا بیان درج کرادوں۔" میں نے تھکے تھکے انداز میں گردن ہلادی تھی۔

پولیس اس سے زیادہ سرگرمی دکھا کر کیا کر سکتی تھی انہوں نے ایک عام کیس کی حیثیت سے اس کیس کو بھی درج کیا تھا۔ اس میں کوئی ایسی سنسنی خیز بات نہیں تھی جو ان کے لیے بہت زیادہ قابل تشویش ہوتی۔ لیکن میری زندگی ایک دم تاریک ہو کر رہ گئی تھی۔ میرے ہوش و حواس میرا ساتھ نہیں دے رہے تھے کاشف ایک غم گسار کی حیثیت سے میرے ساتھ تھا اور بالکل خاموش تھا ۔۔ ظاہر ہے وہ بے چارہ اس سلسلہ میں کیا کر سکتا تھا ویسے بھی وہ ایک شریف نوجوان تھا، اور میرے حالات زندگی سے ناواقف تھا انسپکٹر جوزف نے ایک مکروہ بات کہی تھی کہ میں نے خود ہی تو کہیں زیبی کے خلاف کوئی سازش نہیں کی۔

ایک پولیس آفیسر کی حیثیت سے اس کا یہ سوال قابل حیرت بھی نہیں تھا۔ کیوں کہ یہاں جرائم کا انداز کچھ اس قسم کا تھا ۔ شوہر بیویوں کے قتل کی فکر میں سرگرداں رہتے تھے بیویاں شوہروں سے نجات حاصل کرنے کے لیے مختلف وارداتیں کرتی تھیں امریکی معاشرے میں یہ بات ایک عام حیثیت رکھتی تھی دولت اور دوسرے گھناؤنے مقاصد کی تکمیل کے لیئے یہاں بہت کچھ ہوتا تھا۔ اور بہر طور اب مجھے بھی امریکی شہری ہی کی حیثیت حاصل تھی ۔۔ چنانچہ جوزف کے یہ الفاظ میرے لئے ناگوار ضرور تھے لیکن میں ان سے بہت زیادہ نفرت کا اظہار بھی نہیں کر سکتا تھا۔ کیوں کہ یہ یہاں کے معمولات میں شامل تھا۔

ساری رات اسی طرح گزر گئی کاشف سے میں نے کئی بار کہا کہ وہ واپس چلا جائے۔ لیکن اس نے کہا کہ جناب میں آپ کو تنہا نہیں چھوڑنا چاہتا ۔ اس وقت آپ کو کسی ساتھی کی ضرورت ہے بے چارے نے دو چار دفعہ مجھے کافی بھی بنا کر پلائی تھی۔ اور رات بھر میرے ساتھ جاگتا رہا تھا۔ صبح کو میں نے باتھ روم میں جا کر غسل کیا۔ ٹوٹی ہوئی الماری سے اپنا ایک سوٹ نکالا۔ اور اسے پہن کر تیار ہو گیا۔ پولیس اسٹیشن جا کر مجھے اس سلسلے میں بیان دینا تھا، اور پھر مسٹر پاؤل سے ملاقات کر کے انہیں اس بارے میں مجبور کرنا تھا کہ جو کچھ میں نے ان کے لیے کیا اب مجھے اس کا جواب دیا جائے زیبی کی جدائی کا ایک ایک لمحہ شاق گزر رہا تھا۔ اس احساس نے روح تک فنا کر رکھی تھی کہ پتہ نہیں ان درندوں نے اس کے ساتھ کیا سلوک کیا ہو ۔۔ کاش مجھے ان کے بارے میں معلومات حاصل ہو جاتے ۔۔ ناشتے وغیرہ کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا تھا۔ کاشف میرے ساتھ ساتھ ہی پولیس اسٹیشن پہنچا تھا۔ اور میری کار ڈرائیو کر رہا تھا۔ پولیس اسٹیشن میں میری ملاقات انسپکٹر جوزف سے ہوئی اس نے پُر احترام انداز

میں میرا خیر مقدم کیا اور مجھے بڑے اخلاق سے بیٹھنے کی پیشکش کی۔ "رات کو میرے اور آپ کے درمیان جو کچھ گفتگو ہوئی ہے اسے صرف پولیس کی کارروائی سمجھئے راجہ نواز اصغر میں مسٹر پاؤل سے آپ کے بارے میں گفتگو کر چکا ہوں۔ بلکہ میں نے مسٹر پاؤل کو اس سلسلے میں رپورٹ بھی پیش کی تھی ۔۔"

"کیا مسٹر پاؤل کو اس کا علم نہیں تھا ۔۔ میں نے سوال کیا۔

"نہیں مکمل طور پر کوئی تفصیل انہیں نہیں بتائی گئی تھی۔"

"آپ نے یہ کہا کہ میں ان سے ملنا چاہتا ہوں ۔۔"

"جی ہاں ۔۔ انہوں نے کہا ہے کہ آپ جوں ہی یہاں تشریف لائیں اور بیان وغیرہ دینے سے فارغ ہوں۔ آپ کو ان کے پاس ہیڈ کوارٹر بھیج دیا جائے وہ آپ کا انتظار کریں گے۔ میں نے آہستہ سے گردن ہلادی تھی۔ اس کے بعد انسپکٹر جوزف ضابطے کی کارروائیاں کرتا رہا۔ اس نے مجھ سے ان مشکوک لوگوں کے بارے میں پوچھا جو ان واقعات کے ذمہ دار ہو سکتے تھے لیکن میں نے ان سے لاعلمی کا اظہار کیا اور کہا کہ ابھی اس سلسلے میں میں کسی کی نشاندہی نہیں کر سکتا ۔ تاہم میرا کوئی دشمن نہیں ہے پڑوسیوں کے بارے میں بھی اس نے معلومات حاصل کیں اور میں نے کہا کہ میرے تمام پڑوسی پُرامن لوگ ہیں اور مجھ سے ان کے اچھے تعلقات ہیں اس کے بعد میں نے اپنے دوستوں وغیرہ کے بارے میں تفصیلات بتائیں اور تھوڑی دیر کے بعد اس کام سے فارغ ہو گیا۔ باہر نکل کر میں نے کاشف سے کہا کہ وہ ٹیکسی لے کر جائے اور کچھ لوگوں کا انتظام کر کے میرے گھر پہنچ جائے، تاکہ وہ اس کی ترتیب درست کر دیں۔ کاشف نے گردن ہلا دی تھی پھر میں اپنی کار میں بیٹھ کر پولیس ہیڈ کوارٹر چل پڑا۔ مسٹر پاؤل بڑے مہربان انسان تھے۔ کیوں کہ ان کی ترقی میں میرا بھی ہاتھ تھا اس لئے وہ میرا خصوصی احترام کرتے تھے۔ چنانچہ انہوں نے بڑے پُرجوش انداز میں میرا خیر مقدم کیا۔ اور افسوس کرتے ہوئے بولے۔

"مجھے انتہائی افسوس ہے راجہ نواز اصغر کہ آپ کے ساتھ یہ حادثہ پیش آیا ۔۔ آپ ایک مثالی شہری کی حیثیت رکھتے ہیں۔ میں نے آپ کو کبھی نظر انداز نہیں کیا اور معافی چاہتا ہوں۔ اس بات کی کہ آپ کے بارے میں تفتیش بھی کرتا رہا ہوں، آپ کو ہر طرح سے میں نے ایک معزز اور قابل احترام شہری پایا ہے اور اس حیثیت سے نہ صرف میری نگاہوں میں بلکہ ہمارے پورے عملے کی نگاہوں میں آپ کی عزت ہے۔ ہر وہ شہری ہمارے لیے قابل عزت ہے جو پُرسکون زندگی بسر کرتا ہے۔ لیکن آپ کے ساتھ ہونے والا یہ حادثہ انتہائی افسوسناک ہے اور سب سے پہلے جو بات مجھے آپ سے کرنی ہے وہ یہ ہے ۔۔ "میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ جس طرح میری تمام اہم ذمے داریاں ہیں اور میں انہیں پوری کرتا ہوں۔ اس سے کہیں زیادہ میں اس بات پر توجہ دوں گا کہ آپ کے گھر میں ابتری پھیلانے والوں اور آپ کی بیوی کو اغواء کرنے والوں کا سراغ لگاؤں اور انہیں کیفر کردار تک پہنچا کر آپ کی بیوی آپ کو واپس دلادوں ۔۔"

"مسٹر پاؤل یوں سمجھ لیں کہ میری زندگی اس وقت جب میں زندگی کی تمام ہنگامہ آرائیوں سے توبہ کر چکا تھا۔ ایک ایسے موڑ پر آکھڑی ہوئی ہے ۔ جہاں میرے لیے فیصلہ کرنا انتہائی مشکل کام ہے" میں نے کہا ۔۔ !

"میں نہیں سمجھا ۔۔ !

"مسٹر پاؤل میں نے اپنے تھوڑے بہت حالات زندگی آپ کو بتا دیئے تھے اور اپنے آپ کو ان کا ذمہ دار قرار دیتے ہوئے یہ پیشکش بھی کی تھی کہ اگر میرے لیے کوئی سزا تجویز کی جائے گی تو مجھے اسے قبول کرنے سے کوئی انکار نہیں ہوگا۔ لیکن آپ کی مہربانیوں نے مجھے کسی ایسی ذہنی کوفت کا شکار نہ ہونے دیا۔ میں ساری زندگی آپ کی دی ہوئی مراعات سے فائدہ اٹھاتا اور یہاں کا ایک پُرانا شہری بن کر اپنا آخری سانس تک گزار دیتا لیکن جو کچھ مجھ سے چھینا گیا ہے وہ میرے لیے ناقابل برداشت ہے اگر وہ دوبارہ مجھے حاصل نہ ہو سکا تو میں وعدہ نہیں کر سکتا ۔ مسٹر پاؤل کہ اپنے قدموں کو برائی کے راستوں کی جانب جانے سے روک سکوں گا۔"

"ایک اچھے انسان کو ضبط سے کام لینا چاہیئے۔ راجہ نواز اصغر صاحب پولیس آپ کی بھرپور مدد کرے گی۔ میں ذاتی طور پر آپ کے معاملے میں دلچسپی لوں گا، یہ میرا وعدہ ہے لیکن اس کے ساتھ ساتھ میں آپ سے ایک اور وعدہ بھی لینا چاہتا ہوں وہ یہ کہ آپ قانون اپنے ہاتھ میں نہیں لیں گے اور ایک اچھے شہری کی طرح پولیس کی مدد کرتے رہیں گے ۔۔ "

ہاں اس وقت تک جب تک مجھ میں صبر و ضبط کی طاقت رہی اگر زیبی مجھے مل جاتی ہے تو میں وعدہ کرتا ہوں کہ میں ہمیشہ ایک پُرسکون حیثیت سے رہوں گا، لیکن اگر وہ مجھے نہ ملی مسٹر پاؤل تو میں آپ سے کوئی وعدہ نہیں کر سکتا ۔۔"

"وہ ضرور مل جائیں گی وہ ضرور مل جائیں گی۔ اب براہ کرم آپ مجھے کچھ سوالات کا جواب دیجئے۔ پاؤل نے نرم لہجے میں کہا اور پھر میرے لیئے کافی کا آرڈر دے دیا۔" دفعتاً وہ چونک کر بولا

"ارے ہاں راجہ صاحب آپ نے ناشتہ کیا۔ پاؤل نے پوچھا ۔۔ میں نے ایک گہری سانس لے کر گردن ہلادی ۔۔"

"تب پھر میں آپ کے لیے ناشتے کا بندوبست کرتا ہوں۔
"نہیں مسٹر پاؤل آپ کا بہت بہت شکریہ کافی منگوائی ہے۔ آپ نے بس وہی ٹھیک ہے۔ میں نے جواب دیا اور مسٹر پاؤل میز پر رکھے پیپر ویٹ کو گھمانے لگے وہ پُر خیال انداز میں میری جانب دیکھ رہے تھے۔ ان کی آنکھوں میں چھائے ہوئے تشویش کے آثار سے مجھے اندازہ ہو رہا تھا کہ وہ میرے بارے میں کیا سوچ رہے ہیں۔ بہر طور میں نے ان کی تشفی کے لیے کچھ نہ کہا میری اپنی ذہنی کیفیت تو خود اعتدال پر نہیں تھی۔ ذہن میں جوار بھاٹے اُٹھ رہے تھے طرح طرح کے خیالات دل میں اُٹھ رہے تھے اور ان خیالات کا عکس شاید میرے چہرے پر بھی نمایاں تھا۔ اور یہی عکس مسٹر پاؤل کو پریشان کر رہا تھا۔ کافی آگئی اور مسٹر پاؤل نے بڑی خوش اخلاقی سے کافی کا ایک کپ میرے سامنے پیش کیا۔

جلتی ہوئی سوندھی کافی کی پیالی اُٹھا کر میں نے اپنے ہونٹوں سے لگائی' حالاں کہ وہ اتنی تیز گرم تھی کہ اس کا ہونٹوں کو چھو جانا ہی جلن کا باعث بن سکتا تھا' لیکن جو جلن میرے دل و دماغ میں موجود تھی اس کے آگے ہر طرح کی گرمی ہیچ تھی۔ مسٹر پاؤل نے کھولتی ہوئی کافی مجھے حلق سے اُتارتے ہوئے دیکھا۔ اور ان کی پیشانی کی شکنیں کچھ اور گہری ہو گئیں۔ وہ عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھ رہے تھے۔ گرم گرم کافی پینے کے باوجود میری آنکھوں میں جلن کی نمی نہیں نظر آئی تھی۔ اور مسٹر پاؤل چونکہ بہت بڑے پولیس والے تھے اور ان کا تجربہ بھی کافی وسیع تھا۔ اس لیے انہوں نے اندازہ لگایا کہ جو شخص کھولتی ہوئی کافی سے متاثر نہیں ہوا وہ کیا شے ہوگی۔ انہوں نے اپنی کافی کا ایک چھوٹا سا سپ لیتے ہوئے کہا۔

"میں آپ کے احساسات بخوبی سمجھ رہا ہوں راجہ نواز اصغر دراصل مجھ پر دوہری ذمہ داریاں عاید ہوتی ہیں۔"

"کیسی دوہری ذمہ داریاں ـــ میں نے سوال کیا ـــ "

"کیا میں آپ کو سگریٹ پیش کروں ـــ "

"جی نہیں میں نے سگریٹ چھوڑ دی ہے ـ

"لیکن اس وقت میں محسوس کر رہا ہوں کہ آپ کو سگریٹ کی اشد ضرورت ہے۔ براہِ کرم اگر آپ پیتے رہے ہیں تو براہِ کرم ایک سگریٹ لیجیے۔" مسٹر پاؤل نے اپنی میز کی دراز سے ایک اعلیٰ قسم کا سگریٹ باکس نکالا اور اس کا سیل پھاڑ کر اس میں سے ایک سگریٹ مجھے آفر کی۔ میں نے غیر اختیاری طور پر سگریٹ قبول کر کے ہونٹوں میں لگائی اور اسے سلگا کر گہرے گہرے کش لینے لگا۔

"میں جانتا ہوں کہ اس سے زیادہ گاڑھا اور گہرا دھواں آپ کے دل و دماغ میں رچا ہوا ہے۔"

"مسٹر پاؤل زیبی کو میں نے اپنی تمام بُرائیاں چھوڑ کر لیا تھا۔ اگر اسے میرے لیے ایک بُرائی بنا دیا جائے تو میری اپنی کیفیت کیا ہوگی۔" میں نے کہا۔

"اس بات سے مجھ سے زیادہ اور کون واقف ہو سکتا ہے جب کہ میں آپ سے چند الفاظ کہہ چکا ہوں۔

"کون سے الفاظ ـــ ؟"

" یہ کہ میری ذمہ داریاں کچھ اور زیادہ ہیں۔ یعنی عام لوگوں سے کہیں زیادہ ـــ !"

"میں ان الفاظ کی وضاحت چاہتا ہوں۔"

"آپ نے ترلوکا کو گرفتار کرانے اور اس کی نام نہاد خانقاہ تباہ کرنے میں میری مدد کی تھی اور ایک اتنے بڑے مجرم کو گرفتار یا ختم کرنے کے سلسلے میں میرے عہدے میں ترقی ہوئی تھی میں اس احسان کو کبھی نہیں بھول سکوں گا۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ ہی میں نے آپ کے لیے امریکہ میں گرین کارڈ حاصل کیا تھا اور آپ کو امریکہ کی شہریت دلائی تھی گویا ان کاغذات میں جو آپ کو امریکی شہریت کے سلسلے میں دیئے گئے تھے ضمانت کے طور پر میرے دستخط موجود ہیں اور ان حالات میں اگر مسٹر نواز اصغر آپ کسی جذباتی لغزش کا شکار ہو کر کوئی ایسا اقدام کر بیٹھیں جو جرم میں شمار ہوتا تو اس کی ذمہ داری آپ کی ضمانت دینے والے پر بھی آتی ہے۔" مسٹر پاؤل نے کہا۔ اور پھر اُن کی جانب دیکھنے لگا۔ پھر میں نے نرم لہجے میں کہا۔

"نہیں مسٹر پاؤل زیبی نے اور میں نے شدید محنت کر کے امریکہ میں اپنی ایک پوزیشن بنائی ہے' نیویارک کے ایسے حلقوں میں جو شریف سمجھے جاتے ہیں ہماری عزت ہے میں اس عزت کو تباہ کرنا پسند نہیں کروں گا۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ ہی مجھے میری زندگی کا ساتھی واپس مل جانا چاہیئے۔ جس کے ساتھ میں نے شرافت کی زندگی گزارنے کی قسم کھائی تھی اگر وہ نہ ملا تو پھر تو زندگی زندگی ہی نہیں اس میں شرافت یا بدمعاشی کا کیا ذکر آتا ہے۔

"میں سمجھتا ہوں لیکن آپ مجھے مہلت دیں گے کہ میں محترمہ زیب النسا کی تلاش کے سلسلہ میں شدید محنت کروں اور اس وقت جب میں آپ سے اپنی ناکامی کا اعلان کروں تو میں آپ کو اجازت

دے دوں گا کہ آپ اپنے طور پر کارروائی کریں۔ البتہ میری یہ درخواست مسلسل جاری رہے گی کہ آپ قانون اپنے ہاتھ میں لینے کی کوشش نہ کریں۔ میں کسی گہری سوچ میں ڈوب گیا۔ اس بات کے امکانات تھے کہ پاؤل جیسا ذہین پولیس آفیسر ممکن ہے کوئی صحیح صورتحال معلوم کرنے میں کامیاب ہو جائے ایسی شکل میں اگر میں جلد بازی میں کوئی قدم غلط اُٹھا بیٹھا تو پھر امریکہ میں میری شخصیت مجروح ہو جائے گی اور میں اپنی حیثیت کھو بیٹھوں گا۔ اس لئے جلد بازی سے کام لینا مناسب نہیں ہے۔ صورتحال کا مکمل تجزیہ کیا جائے۔ یہ پتہ لگایا جائے کہ زیبی کو اغواء کرنے والے اور میرے مکان کو تباہ کرنے والے کون ہو سکتے ہیں۔ چنانچہ میں نے گہری سانس لے کر مسٹر پاؤل سے کہا۔ !

"آپ مطمئن رہیں مسٹر پاؤل میں کوئی غیر قانونی اقدام نہیں کروں گا۔ لیکن میری بیوی مجھے مل جانی چاہیئے۔"

" یہ نا صرف ہمارا فرض ہے بلکہ میری ذاتی خواہش بھی ہے۔" مسٹر پاؤل نے کہا۔ تھوڑی دیر تک میں مسٹر پاؤل کے ساتھ بیٹھا رہا۔ اور اس کے بعد ان سے اجازت لے کر وہاں سے نکل آیا۔ میں نے اپنے گھر ہی کا رُخ کیا تھا اس اچانک افتاد پڑنے سے میرے حواس منتشر تھے اور اس دوران میں ایک بار بھی سکون سے بیٹھ کر نہیں سوچ سکا تھا کہ زیبی کو اغواء کرنے والے کون ہو سکتے ہیں ـــ "

اگر گھر کی حالت میں یہ ابتری نہ ہوتی تو شاید ذہن کے کسی گوشے میں یہ خیال آ جاتا کہ زیب اپنے طور پر کہیں چلی گئی ہے۔ چوں کہ میں اس سے کہہ کر گیا تھا کہ مجھے واپسی میں کافی وقت لگ جائے گا۔ ممکن اس نے سوچا ہو کہ اس دوران اپنے شناساؤں سے مل لے۔ یا کسی کے ساتھ کچھ وقت گزارے لیکن گھر کی ابتر حالت اس بات کی نفی کرتی تھی اور پھر میری ملازمہ جوزی جو زخمی تھی اور ہسپتال پہنچ گئی تھی۔ گھر پہنچ کر میں جوزی کے بارے میں معلومات حاصل کرنا چاہتا تھا۔ دل تو یہی چاہا کہ ابھی ہسپتال جا کر جوزی سے ملاقات کر لوں۔ لیکن اس سے پہلے یہ دیکھنا چاہتا تھا کہ کاشف نے گھر کی درستگی کے سلسلے میں کیا انتظامات کیے ہیں۔ چنانچہ گھر پہنچ گیا۔"

کاشف دفتر کے چند آدمیوں کو لے آیا تھا۔ اس کے ساتھ ساتھ ہی دو تین افراد اور بھی تھے جو میرے گھر کی بگڑی حالت کو درست کر رہے تھے جو چیزیں ٹوٹ پھوٹ گئی تھیں انھیں اُٹھا کر ایک جگہ جمع کر دیا گیا تھا۔ ویسے کمال کی بات تھی اغواء کنندگان نے زیبی کو تو اغواء کیا ہی تھا۔ لیکن توڑ پھوڑ کی ضرورت انہیں کیوں پیش آ گئی تھی یہ بات سمجھ میں نہیں آتی تھی۔ سوائے اس کے کہ وہ اپنی نفرت کا اظہار کرنا چاہتے تھے اگر ایسی بات تھی تو میرے لیئے کوئی پیغام بھی ہونا چاہیئے تھا کم از کم پتہ تو چلنا چاہیئے تھا کہ وہ سورما کون ہیں جو مجھے للکارنا چاہتے ہیں۔ کاشف بڑی مستعدی سے تمام کام انجام دے رہا تھا۔ اس نے جو چیزیں مرمت ہونے کے قابل تھیں وہ مرمت کے لیئے ایک ٹرک میں لاد کر بھجوا دیں اور کچھ ایسی نئی چیزیں جن جن کی فوری ضرورت درکار تھی خریدنے کے لیے آدمیوں کو بھیج دیا تھا۔ میں اپنی خواب گاہ میں آ گیا۔ یہاں کی حالت درست کر دی گئی تھی اور میرے بیٹھنے کا بندوبست ہو گیا تھا۔ چنانچہ میں اپنے بستر پر سر پکڑ کر بیٹھ گیا۔

تنہا زندگی کتنی عجیب لگ رہی تھی۔ میں تو صرف چند روز کے لئے زیبی سے جدا ہوا تھا۔ لیکن مجھے یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے زیبی مجھ سے طویل عرصے کے لیے جدا ہو گئی ہو۔ اور طویل عرصے کی بات بھی صرف اپنے دل کو بہلانے کے لیے تھی۔ اب کیا کہا جا سکتا ہے کہ زیبی سے میری دوبارہ ملاقات ہو یا نہ ہو۔

ہر چند کہ وہ میری ہم نسل نہیں تھی میرے وطن سے اس کا تعلق نہیں تھا۔ لیکن جرمن عورتیں ایشیائی عورتوں کا چربہ ہوتی ہیں۔ محبت وفاداری اور وفا شعاری میں بالکل ہماری اپنی عورتوں کی مانند کم از کم زیبی کے سلسلے میں میرا یہی نظریہ تھا۔ اس نے آج تک مجھے یہ احساس نہیں ہونے دیا کہ وہ کسی اور قوم اور مذہب سے تعلق رکھتی تھی اب تو وہ بالکل ہی میری زندگی کا ایک جزو بن کر رہ گئی ہے۔ اور اپنی ذات کے اس آدھے حصے کے گم ہو جانے سے مجھے جس قدر اذیت ہو سکتی تھی۔ اس سے کہیں زیادہ اذیت میں محسوس کر رہا تھا۔ لمحہ لمحہ دل میں ابال سا اُٹھتا۔ جی چاہتا کہ زیبی کی تلاش کے سلسلے میں جس قدر قتل و غارت گری کر سکتا ہوں کروں۔ لیکن پھر عقل باز رکھتی اور میں سوچتا کہ اگر میری جلد بازی سے کوئی نقصان پہنچ گیا تو پھر کفِ افسوس ملنے کے علاوہ اور کچھ میرے پاس نہیں رہے گا۔ !

زیبی ممکن ہے مجھے مل جائے لیکن میں امریکی شہریت سے محروم ہو جاؤں گا۔ مسٹر پاؤل مجھ سے رعایت برتنا چھوڑ دیں گے یہ ساری باتیں مجھے باز رکھ رہی تھیں۔ کافی دیر گزر گئی۔ اس کے بعد مسٹر پاؤل آ گئے۔ مسٹر جیرڈ بھی ایک چھوٹے سے اسٹور کے مالک تھے اور میرے اچھے دوستوں میں شمار ہوتے تھے۔ دُبلے

پتلے بدن کے مسٹر رچرڈ نے مجھ سے ہمدردی کرتے ہوئے کہا۔

"حیرت کی بات ہے آخر وہ کون ہو سکتے ہیں جنہوں نے آپ کو یہ نقصان پہنچانے کی کوشش کی۔"

"کچھ نہیں کہہ سکتا مسٹر رچرڈ کچھ نہیں کہہ سکتا —!"

"آپ جیسا شریف آدمی واقعی حیرت کی بات ہے۔"

مسٹر رچرڈ دیر تک بات چیت کرتے رہے پھر وہ رخصت ہو گئے میں نے کاشف سے کہا کہ میں کسی اور سے ملاقات نہیں کرنا چاہتا کسی ایسے آدمی کو یہاں چھوڑ دو جو آنے والے آدمیوں کو یہاں سے ٹال سکے۔ کاشف اپنے کام سے فارغ ہو چکا تھا اس نے کہا کہ وہ ایک آدمی یہاں چھوڑ دے گا۔ لیکن وہ خود بھی یہیں موجود ہے۔

"نہیں کاشف تم واپس جاؤ بہت مصروف رہے ہو میرے ساتھ میں تمہارا بے حد شکر گزار ہوں —!"

"سر میں آپ کو اپنے دلی جذبات سے آگاہ نہیں کر سکتا۔ ہم لوگ اور خاص طور سے صرف میں آپ سے اس لئے متاثر نہیں ہوں کہ آپ ہمارے باس ہیں، بلکہ آپ ایک اتنے اچھے انسان ہیں اس لئے کہ آپ کے دکھ کو اپنا دکھ محسوس کر رہے ہیں۔

"میں جانتا ہوں میرے دوست میں جانتا ہوں جاؤ آرام کرو۔ کاشف چلا گیا۔ باہر اس نے جس شخص کو چھوڑا تھا وہ بھی فرم ہی کا ایک آدمی تھا اور اس کے سپرد یہ ذمہ داری کر دی گئی تھی کہ وہ آنے والوں کو ٹالتا رہے۔ چنانچہ اس کے بعد رات تک کسی ——— نے مجھے ڈسٹرب نہیں کیا۔ میں مسہری پہ لیٹا خیالات کے بھنور میں ڈوبا رہا۔ بار بار ذہن ایک ہی طرف جاتا تھا اور وہ سمت تھی ترلوکا، ترلوکا کے بارے میں آپ کو یاد ہو گا کہ وہ کتنا خطرناک شاطر تھا اس نے ساری دنیا میں اپنے جال پھیلا رکھے تھے ہرے کرشنا، ہرے راما۔ تحریک کی جو بھی نوعیت ہو لیکن اس نے اس تحریک کی آڑ میں بڑے بڑے کے جو اڈے بنا رکھے تھے منشیات فروش اور بھولے بھالے معصوم نوجوانوں کو منشیات کا عادی بنانا اس کا بہترین مشغلہ تھا اور اس طرح وہ دولت کے انبار لگا رہا تھا نا صرف دولت کے انبار لگا رہا تھا بلکہ اپنے نظریات کا پرچار کرتے ہوئے بے شمار نوجوانوں کو وہ زندگی سے محروم کر چکا تھا۔ اس نے انہیں بگاڑ کر رکھ دیا تھا۔ اس خطرناک ترلوکا کو گرفتار کرنے کے لیے پاول نے کوشش کی تھی۔ اس کے اڈے تباہ کر دیئے گئے تھے۔ لیکن ترلوکا بھاگ گیا تھا۔ ظاہر ہے اس کے وسائل بھی معمولی نہیں ہوں گے۔ اب اتنے عرصے کے بعد اگر ترلوکا نے اپنے قدم جما کر اپنے اس دشمن کا قلع قمع کرنے کی سوچی تھی جس نے اسے تباہ کیا تھا تو یہ تعجب خیز بات نہیں تھی۔

ظاہر ہے وہ انتقام سے کیسے باز رہ سکتا تھا لیکن انتقام کے لیے اس نے جو طریقہ اختیار کیا تھا وہ بہت گھٹیا تھا میں نے خود ہی اپنے اس خیال کی ہنسی اڑائی کیا مجرم بھی ایسا انداز اپنا سکتے ہیں جو اذیت سے بھرپور ہو ترلوکا نے جو انداز اختیار کیا وہ مجھے اذیت پہنچانے کے لیے ہے اور اس نے اپنی اس کوشش میں کامیابی حاصل کر لی ہے۔ یعنی یقیناً اس نے میرے حالات معلوم کیے ہوں گے اور اسے پتہ چل گیا ہو گا کہ میں راجہ نواز اصغر امریکہ میں ایک اچھے انسان کی حیثیت سے زندگی بسر کر رہا ہوں اور میری زندگی میری محبوب بیوی میں ضم ہو چکی ہے۔

چنانچہ اس وقت اس سے زیادہ قیمتی شے میرے لئے اس روئے زمین پر اور کوئی چیز نہیں تھی اور اس نے اس قیمتی شے کو مجھ سے چھین لیا اگر واقعی یہ ترلوکا کا کام ہے تو پھر زیبی کو حاصل کرنا اتنا آسان کام نہیں ہو گا۔ جتنا مسٹر پاول سمجھ رہے ہیں۔ تاہم میں مسٹر پاول کو موقعہ دینا چاہتا تھا اور سب سے بڑی بات یہ تھی کہ ابھی اس سلسلے میں میرے ذہن میں کوئی بات طے بھی نہیں تھی۔

کاشف رات کو پھر آ گیا اور مجھے پر سکون رہنے کی تلقین کرنے لگا۔ اس نے مجھے کچھ کھلایا پلایا بھی اور اس کے مجبور کرنے پر میں نے اس کی بات مان لی۔ چنانچہ چند سینڈوچز کافی کے ساتھ حلق میں اتارنے کے بعد میں کسی حد تک شکم سیر ہو گیا۔ کاشف نے مجھ سے پوچھا کہ میں نے اس سلسلے میں مزید کوئی کارروائی تو نہیں کی تو میں نے اسے جواب دیا۔ کہ میں کوٹھی سے نکلا ہی نہیں ہوں۔ تب اس نے کہا کہ وہ جوزی سے مل کر آ رہا ہے۔

"ارے ہاں۔ کیا کیفیت ہے، اس کی —؟"

"ہوش میں آ گئی ہے۔"

"او ہو کاشف۔ اگر وہ ہوش میں آ گئی ہے تو میں اس سے ابھی ملنا پسند کروں گا۔"

"نہیں جناب ڈاکٹروں نے اس سے ملنے کی اجازت نہیں دی مجھے انہوں نے بس یہ اطلاع دی ہے کہ وہ ہوش میں آ گئی ہے۔"

"تو پھر مسٹر پاول سے گفتگو کرو۔"

"ایس۔ مسٹر پاول کا ٹیلی فون نمبر" کاشف نے سوال کیا اور میں نے مسٹر پاول کے گھر کا نمبر بتا دیا۔ گھر پر مسٹر پاول ٹیلی فون پہ

مل گئے تھے۔ کاشف نے ان سے رابطہ قائم کر کے ٹیلی فون کا ریسیور مجھے تھما دیا تھا۔

"نواز اصغر بول رہا ہوں —"

"کہیے نواب صاحب —!"

"میری ایک ملازمہ تھی جوزی۔ جو زخمی حالت میں گھر میں پڑی ہوئی ملی تھی اور اس وقت ہسپتال میں ہے اس کے بارے میں مجھے اطلاع ملی ہے کہ وہ ہوش میں آ گئی ہے کیا میں اس سے ملاقات کر سکتا ہوں —!"

"ابھی تھوڑی دیر قبل میں نے آپ کی اس ملازمہ سے ملاقات کی ہے آپ یہ نہ سمجھیں مسٹر نواز اصغر کہ میں صرف چند الفاظ کہہ کر مطمئن ہو گیا ہوں جو کچھ میں نے کہا ہے اس کے سلسلے میں بھی میں مصروف ہوں —!"

"جوزی سے آپ کی ملاقات ہو گئی؟" میں نے پوچھا —

"جی ہاں —!"

"کچھ بتایا اس نے —؟"

"بہت مختصر —؟"

"مجھے بتائیں گے آپ —!"

"بس اس کا کہنا ہے کہ وہ حملہ آوروں کو دیکھ نہیں سکی۔ وہ آنکھوں پر نقابیں لگائے ہوئے تھے اور یہ نقابیں اتنی چوڑی تھیں کہ ان کے چہرے نظر نہیں آتے تھے تاہم —!"

"ہاں تاہم — میں نے فوراً سوال کیا —!

"دیکھیے راجہ نواز اصغر ہمارے آپ کے درمیان جو معاہدہ ہے آپ اسے توڑیں گے نہیں —!

"نہیں توڑوں گا آپ مجھے بتائیے تاہم کے بعد آپ کیا کہنا چاہتے تھے —؟"

"جوزی نے کہا ہے کہ وہ سب سر سے گنجے تھے" مسٹر پاول نے جواب دیا۔

"اوہ — اسکن ہیڈ" میں نے غراتے ہوئے لہجے میں کہا۔

"ہاں — یہی بتایا ہے جوزی نے لیکن یہ کوئی چال بھی ہو سکتی ہے مسٹر نواز اصغر۔ پچھلے دنوں اسکن ہیڈ کے کچھ واقعات ہوتے رہے ہیں۔ لیکن ممکن ہے کسی نے ان سے فائدہ اٹھانے کی کوشش کی ہو آپ سمجھتے ہیں کہ اس حلیئے کو اختیار کرنا کوئی مشکل کام نہیں ہے۔

میں نے کوئی جواب دیا۔ پھر میں نے کہا —!

"کیا میں جوزی سے مل سکتا ہوں —؟"

"اگر آپ چاہیں تو ضرور مل سکتے ہیں لیکن بہتر یہ ہو گا کہ آج کی رات آپ اسے اور چھوڑ دیں اور کل صبح ان سے ملاقات کریں۔ مسٹر پاول نے جواب دیا۔

"ٹھیک ہے میں رات بھر انتظار کروں گا۔ پھر رسمی الفاظ کے بعد ہم نے ٹیلی فون کا سلسلہ منقطع کر دیا میرے ذہن میں ایک بار پھر ہلچل پیدا ہونے لگی تھی۔ گنجوں کی کارروائی امریکہ کے مختلف شہروں میں ہوتی رہی تھی اور یہ کارروائی ایشیائیوں کے خلاف تھی۔ لیکن یہ بات بین الاقوامی طور پہ زیر عمل تھی۔ اس کی ابتداء لندن سے ہوئی تھی۔

لندن کے بھرے پرے بازاروں میں گھٹے سر والوں نے کافی شرمناک کارروائیاں کی تھیں، پھر انہی میں سے کچھ افراد امریکہ پہنچ گئے۔ اور وہاں شاید ایشیائیوں کے خلاف نفرت پھیلانے کا کام کرنے لگے۔ چنانچہ امریکیوں میں بھی اب گنجے سر والے پیدا ہو گئے تھے۔ اور ان گنجے سر والوں نے بہت سے ایشیائیوں کو نقصان پہنچایا تھا۔ ہر چند کہ پولیس نے ان کی روک تھام کے لیے خاص جدوجہد کی تھی۔ لیکن کہیں نہ کہیں کبھی نہ کبھی کوئی واقعہ ہو ہی جاتا تھا۔ اگر یہ گنجے سر والوں کا کارنامہ ہے تو اس کا مقصد ہے کہ ترلوکا کی طرف سے کوئی کارروائی نہیں ہوئی ہے بلکہ یہ ایشیائیوں کے خلاف اقدامات کے سلسلے کی کوئی کڑی ہے لیکن اگر جوزی کا کہنا درست ہے تو پھر ان تمام گنجے سر والوں کو دیکھنا پڑے گا لیکن سوال وہی پیدا ہوتا تھا کہ مسٹر پاول نے میرے ہاتھوں پیروں میں زنجیریں پہنا دی تھیں۔ وہ سوئے ہوئے نواز اصغر کو جاگنے سے روکنا چاہتے تھے۔ میں ان کی ذہنی کیفیت سمجھتا تھا۔ آخر ترلوکا کو گرفتار کرانے والا کوئی معمولی شخص تو نہیں ہو گا۔ اور پھر میں نے انہیں تمام تفصیلات بتا دی تھیں۔ میں نے ان سے کہا تھا کہ میں نے ان کے گروہ میں شامل ہو کر اس کی قلع قمع کرنے کی کارروائی کی ہے۔

چنانچہ مسٹر پاول کو یہ اندازہ بھی ہو گا کہ ترلوکا کے خطرناک گروہ میں شامل کوئی معمولی شخص نہیں ہو گا۔ ممکن ہے میرے بارے میں چھان بین کرنے کے دوران انہیں علم ہو گیا ہو کہ میں کیسی زندگی گزار چکا ہوں اس لیئے وہ میری طرف سے خوفزدہ ہوں اور امریکہ میں ایک اور مجرم کو پیدا ہونے سے روکنا چاہتے ہوں

رات گزاری صبح کو ناشتہ کیا اب میری حالت کسی قدر پر سکون تھی۔ وقت کے مرہم نے میرے گہرے گھاؤ پہ ایک جھلی سی تان دی تھی۔ لیکن یہ جھلی بہت باریک تھی اور کسی بھی لمحہ یادوں کی ہوا سے ٹوٹ سکتی تھی۔ اور میں پھر منتشر ہو سکتا تھا۔ لیکن یہ کام

میں نے صرف اپنے زخم سے رسنے والے خون کو روکنے کے لئے کیا تھا۔ البتہ زیبی کے معاملے کو میں کسی طور فراموش نہیں کر سکتا تھا۔ کاشف جا چکا تھا۔ میں نے اپنی کار نکالی اور چل پڑا۔ میں نے پولیس ہسپتال کا رُخ کیا تھا اور تھوڑی دیر کے بعد میں پولیس ہسپتال پہنچ گیا۔ جوزی کے بارے میں معلومات حاصل کیں تو پتہ چلا کہ وہ روم نمبر سترہ میں ہے اور میں اس کی طرف بڑھ گیا۔ روم نمبر سترہ کے دروازے سے ایک نرس باہر نکل رہی تھی۔ اس کے چہرے پر دہشت کے آثار تھے وہ اتنے تیز قدموں سے آگے بڑھی اور ڈاکٹرز روم میں داخل ہو گئی کہ میں اسے روک بھی نہ سکا۔

ایک لمحے کے لئے میں ٹھٹک کر رہ گیا تھا پھر میں کمرے کا دروازہ کھول کر اندر پہنچ گیا نرس کے چہرے پر جو دہشت طاری تھی اس سے میرے ذہن کو ایک عجیب سا احساس ہوا تھا اور اندر پہنچ کر اس احساس کی تصدیق ہو گئی جوزی کا منہ کھلا ہوا تھا زبان باہر نکل آئی تھی اور آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئی تھیں ایک ہی نگاہ میں دیکھنے سے اندازہ ہو جاتا تھا کہ اسے ہلاک کر دیا گیا ہے میرے ہاتھوں کی مٹھیاں بھنچ گئیں گویا جوزی کو کوئی اور بیان دینے سے پہلے قتل کر دیا گیا ہے۔ ابھی میں کھڑا ہی ہوا تھا کہ دو ڈاکٹر اور تین نرسیں دوڑتے ہوئے آئے اور کمرے میں گھس آئے ان کے ساتھ ہی وہ نرس بھی موجود تھی جو ابھی ابھی جوزی کے کمرے سے نکل کر گئی تھی۔ مجھے دیکھ کر وہ سب ٹھٹک گئے نرسیں کچھ اس طرح خوفزدہ ہو گئیں۔ جیسے مجھے ہی قاتل سمجھ رہی ہوں اور انہیں احساس ہو جیسے ابھی ابھی میں نے جوزی کو قتل کیا ہے۔

”ڈاکٹروں نے ایک لمحے کے لئے ٹھٹک کر مجھے دیکھا اور پھر جوزی کی لاش کے قریب پہنچ کر اس کا معائنہ کرنے لگے ان میں سے ایک ڈاکٹر نے جوزی کے سینے پر ہاتھ رکھا کان لگائے اس کی آنکھوں کے پپوٹے اٹھا کر دیکھے اور پھر ٹھنڈی سانس لے کر گردن ہلا دی اور دوسرا ڈاکٹر کڑی نگاہوں سے مجھے گھور رہا تھا پھر اس نے ترش لہجے میں سوال کیا۔

”میں آپ کی یہاں موجودگی کی وجہ پوچھ سکتا ہوں؟“

”ڈاکٹر میرا نام راجہ نواز اصغر ہے“۔

”افسوس۔ میرا آپ سے تعارف نہیں ہے“۔ اس نے بدستور تند لہجے میں کہا۔

”مس جوزی میری ملازمہ تھیں۔ میں نے اس کی ترش روئی کے باوجود مدھم لہجے میں کہا“ اور ڈاکٹر نے چونک کر گردن ہلائی۔

”اوہ اچھا اچھا۔ ہمیں افسوس ہے کہ ہمیں آپ کا نام بتایا گیا تھا لیکن آپ دیکھ رہے ہیں کہ مس جوزی کو قتل کر دیا گیا ہے انہیں غالباً گلا گھونٹ کر ہلاک کیا گیا ہے“۔ ڈاکٹر نے کہا۔

”ہاں۔ میں دیکھ رہا ہوں کہ یہاں پولیس وغیرہ کا انتظام نہیں تھا“۔

”اس کی ضرورت نہیں محسوس کی گئی تھی بھلا ایک ایسی مریضہ کو کیا خطرہ ہو سکتا تھا جو زخمی ہونے کی وجہ سے ہوش میں بھی نہ آئی ہو“۔ ڈاکٹر نے کہا۔

”تب پھر براہ کرم آپ پولیس کو اطلاع دیجیئے“۔

”ضرور ضرور ویسے میں یہ پوچھ سکتا ہوں کہ آپ یہاں کب سے موجود ہیں؟“

”یہ سوال آپ میرے بجائے اس نرس سے پوچھئے۔ میں نے نرس کی طرف اشارہ کرکے کہا اور نرس گلا صاف کرنے لگی پھر اس نے آہستہ سے کہا۔

”جس وقت میں کمرے سے باہر نکل کر آپ کو اطلاع دینے کے لئے جا رہی تھی تو میں نے باہر ان صاحب کو دیکھا تھا یہ غالباً مجھ سے اس عورت کے بارے میں پوچھنا چاہتے تھے لیکن میں اس بُری طرح بدحواس تھی کہ انہیں کوئی جواب دیئے بغیر آپ کے پاس پہنچ گئی“۔

”اوہ۔ اس کا مقصد ہے کہ جس وقت مسٹر نواز اصغر تشریف لائے جوزی قتل ہو چکی تھی“۔

”جی ہاں“۔

”آپ کا کیا خیال تھا ڈاکٹر میں نے آکر جوزی کو قتل کیا ہے“۔؟

”نہیں نہیں۔ معذرت خواہ ہوں میں مگر آپ بھی دیکھئے کہ ہمارے لیے کتنی بڑی مشکل کھڑی ہو گئی ہے۔ ہسپتال میں کسی عورت کو قتل کر دیا گیا اس کی ذمہ داری ہم پر ہی عائد ہوتی ہے۔ پال تم جاؤ پولیس کو ٹیلی فون کر دو“۔ اس نے دوسرے ڈاکٹر سے کہا اور دوسرا ڈاکٹر کمرے سے باہر نکل گیا۔ پہلا ڈاکٹر دو تین بار پریشان نگاہوں سے جوزی کو دیکھنے کے بعد میری طرف متوجہ ہو گیا۔

”ویسے راجہ نواز اصغر صاحب مس جوزی کتنے عرصے سے آپ کے ہاں ملازم تھی۔؟“

”کافی عرصہ ہو گیا تقریباً ایک سال“۔ میں نے جواب دیا۔

”آپ کے خیال میں مس جوزی کا قاتل کون ہو سکتا ہے۔؟“

”ڈاکٹر براہ کرم آپ پولیس کا کام اپنے شانوں پر نہ ڈالیں پولیس کو آجانے دیجیئے“۔ میں نے کہا اور ڈاکٹر نے گردن ہلا دی نرسوں نے جوزی کا چہرہ ڈھک دیا تھا اور اس کے ہاتھ پاؤں سیدھے کر دیئے تھے تھوڑی دیر کے بعد پولیس پہنچ گئی یہ پولیس آفیسر غالباً اس ہسپتال کے علاقے کا تھا اس لئے مجھے نہیں پہچانتا تھا اس نے ہم لوگوں سے سوالات شروع کر دیئے اور میں نے اس سے نرم لہجے میں کہا۔

”بہتر ہے کہ اس سلسلے میں انسپکٹر جوزف یا مسٹر پاؤل کو اطلاع دیں۔

”آپ مسٹر پاؤل کو کیسے جانتے ہیں۔؟“

”انسپکٹر میں جو کچھ کہہ رہا ہوں وہی کرو فضول باتیں کرکے میرا دماغ مت خراب کرو“۔ میں نے سخت لہجے میں کہا اور انسپکٹر مجھے گھور کر دیکھنے لگا پھر اس نے اپنے ایک ماتحت کو اشارہ کیا اور ماتحت باہر نکل گیا میں یہاں سے جا نہیں سکتا تھا اور جانا چاہیئے بھی نہیں تھا لیکن جوزی کو ہلاک کرنے کا مطلب یہی تھا کہ وہ کچھ اور بھی بتا سکتی تھی اور یہ غلطی پولیس کی تھی کہ اس سے مکمل طور پر بیان لئے بغیر اسے چھوڑ دیا گیا اور اس کی حفاظت کے لیے پہرہ بھی نہیں لگایا گیا میری توقع کے خلاف نا صرف جوزف بلکہ مسٹر پاؤل بھی ہسپتال پہنچ گئے تھے اسپتال کے اس علاقے میں خاصی سنسنی پھیل گئی تھی لوگ اطراف میں جمع ہو گئے تھے پتہ چل گیا تھا کہ اس کمرے میں کوئی قتل ہو گیا ہے مسٹر پاؤل نے مجھے دیکھتے ہوئے سلام کیا اور مصافحہ کرکے ایک طرف کھڑے ہو گئے جوزف نے جوزی کی لاش کو کھول کر دیکھا اور ایک گہری سانس لے کر پاؤل کی طرف دیکھنے لگا۔

”گردن دبا کر ہلاک کیا گیا ہے۔؟“

”یہ انکشاف بہت پہلے ہو چکا ہے“۔ میں نے طنزیہ انداز میں کہا۔

”آپ۔ آپ جوزی سے کوئی بات چیت کر سکے۔؟“

”جی نہیں۔ میں اس سے معلومات کرنے کے لئے ہی آیا تھا لیکن یہاں اس کی لاش سے ہی ملاقات ہوئی پولیس کا خاصا معقول انتظام کیا تھا آپ نے مسٹر پاؤل۔؟“

”اس کے لئے پہرہ لگانے کی ضرورت نہیں سمجھی گئی تھی“ پاؤل نے جواب دیا۔

”جی ہاں۔ اس پر پہرہ لگانے کی کیا ضرورت تھی قاتلوں کو تکلیف ہوتی“۔ میں نے طنزیہ انداز میں کہا۔

”راجہ صاحب آپ براہ کرم پولیس کے معاملات میں مداخلت نہ کریں“۔ جوزف سے میری طنزیہ گفتگو برداشت نہ ہو سکی تھی۔

”ٹھیک ہے میں پولیس کے معاملات میں مداخلت نہیں کر رہا لیکن پولیس کی کارکردگی پر تبصرہ ضرور کر سکتا ہوں۔ جوزی پر پہرہ لگانا چاہیئے تھا چونکہ وہ صحیح طور پر ہوش میں آنے کے بعد حملہ آوروں کی نشاندہی کرنے میں سب سے زیادہ معاون ثابت ہو سکتی تھی“۔ میں نے کہا جوزف نے کچھ کہنے کے لئے منہ کھولا ہی تھا کہ پاؤل نے ہاتھ اُٹھا کر کہا۔

”جوزف خود کو کنٹرول کرو“۔ مسٹر پاؤل نے کہا اور انسپکٹر جوزف نے خود کو سنبھال لیا۔

”ٹھیک ہے مسٹر پاؤل۔ زیبی کے سلسلے میں کچھ معلوم ہونے کی یہ اُمید بھی ختم ہو گئی۔ اب مجھے اجازت دیجیئے“۔

”مسٹر پاؤل میرے ساتھ آئے تھے۔ انہوں نے میرے شانے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا“ جب کوئی مجرمانہ کاروائی ہوتی ہے تو مُجرم پورا پلان بناتے ہیں ان کی تمام کاروائیاں سوچے سمجھے منصوبے کے تحت ہوتی ہیں جبکہ پولیس ناواقف ہوتی ہے۔ حالات کے شواہد سے وہ جرم کے تانے بانے کا پتہ چلاتی ہے۔ تب کہیں جا کر اس کا کام بنتا ہے۔ جو کچھ ہوا ہے افسوسناک ہے۔ لیکن کیا ہم اس کے لئے پہلے سے تیار تھے۔؟

”ظاہر ہے“۔

”پھر وقت تو لگے گا مسٹر اصغر۔ جو کچھ ہونا ہے ہونے دیں۔ بہت جلد ہم اس پوزیشن میں آجائیں گے کہ مجرموں کے خلاف پوری طرح عمل کر سکیں“۔

”ٹھیک ہے مسٹر پاؤل میں انتظار کروں گا۔ میں نے جواب دیا اور ہسپتال سے باہر نکل آیا میرا ذہن بُری طرح اُلجھا ہوا تھا اُلجھنا بھی چاہیئے تھا زیبی کے علاوہ میرا دنیا میں اور کون تھا ہسپتال سے نکلنے کے بعد یہ فیصلہ نہیں کر پایا کہ کہاں جاؤں بس یونہی گاڑی سڑکوں پر دوڑاتا رہا ایک علاقے سے گذرتے ہوئے دفعتاً مجھے احساس ہوا کہ نیلے رنگ کی ایک شیورلیٹ بہت دیر سے عقب نما آئینے میں نظر آرہی ہے۔ ذہن ایکدم سے چونک پڑا اس میں کوئی شک نہیں تھا کہ کچھ عرصے سے زندگی کے وہ ہنگامے چھوڑ چکا تھا جن کے تحت ان باتوں کا پوری طرح خیال رہتا تھا لیکن ایک بار پھر حالات مجھے اس لائن پر لے آئے تھے تو مجھے چاہیئے تھا کہ میں خود کو پوری طرح ہوشیار رکھوں“۔

”نیلی کار پر میں نے نگاہ جما دی سامنے کی سمت بھی دیکھ رہا تھا اور اس کار پر بھی غور کر رہا تھا اس بات کا یقین کرنے کے لئے کہ یہ صرف میرا وہم تو نہیں ہے میں نے کار کو ذرا تیز کر دیا اور ایک سنسان سڑک پر نکل آیا اس سنسان سڑک پر زیادہ ٹریفک نہیں تھا چنانچہ تھوڑی دیر کے بعد مجھے اندازہ ہو گیا کہ نیلی کار میرا تعاقب کر رہی ہے اس کا مقصد ہے کہ تعاقب کرنے والے انہی لوگوں سے متعلق ہوں گے جنہوں نے زیبی کو اغوا کیا ہے اور جو اب میرے معمولات کے بارے میں واقف رہنا چاہتے ہیں“۔

”ذرا دلچسپ بات تھی اگر ایسا کوئی شخص میرے ہاتھ لگ جائے تو پھر میں اس راجہ نواز اصغر کو دوبارہ آواز دُوں جس نے اپنے دشمنوں کو ہمیشہ نیچا دیکھنے پر مجبور کیا ہے۔ ایک چور راستہ سے

گھومنے کے بعد میں ایک اور سڑک پر آگیا اور پھر یہاں سے میں نے ایک جنرل اسٹور کے سامنے کار روک لی کار سے اتر کر میں جنرل اسٹور میں داخل ہوگیا اور بلا وجہ چند چیزیں خرید ڈالیں مقصد یہی تھا کہ ان لوگوں کا جائزہ لوں۔ نیلے رنگ کی شیورلیٹ میری کار سے تھوڑے فاصلے پر رک گئی تھی اور اس میں جو کوئی موجود تھا انہیں دیکھ کر میں نے ایک گہری سانس لی وہ گھٹے ہوئے سر والے دو آدمی تھے جیساکہ میرے پڑوسیوں سے پولیس کو معلوم ہوا کہ میری کوٹھی میں ہنگامہ کرنے والے اسکن ہیڈ تھے اور اب میرا تعاقب یہی لوگ کر رہے تھے چنانچہ ان کے لئے کچھ نہ کچھ کرنا ضروری تھا میں چند لمحات سوچتا رہا اور پھر میرے ذہن نے ایک منصوبہ بنالیا۔

" اسٹور سے سامان خرید کر میں چل پڑا اور پھر اپنی کار میں آ بیٹھا۔ تقریباً بیس منٹ کے بعد میری کار زیبی کار پٹس کے سامنے رکی تھی زیبی کارپٹ کے سامنے رکنے کے بعد میں نے اندازہ لگایا کہ وہ لوگ اب بھی یہاں موجود ہیں یا نہیں میں نے دیکھا کہ شیورلیٹ اطمینان سے ایک جگہ پارک ہوگئی تھی گویا وہ مستقل میرا تعاقب کرنے کا ارادہ رکھتے تھے میں فرم میں داخل ہوگیا کاشف وہاں موجود تھا مجھے دیکھ کر اس نے گردن ہلائی اور میرے پاس پہنچ گیا۔

" کوئی خاص بات نہیں ہے کاشف، میں ذرا تمہاری کار استعمال کروں گا۔"

" ضرور جناب۔ آپ کی کار خراب ہوگئی ہے کیا۔ ؟"

" نہیں دوسرا مسئلہ ہے بتادوں گا تمہیں،" میں نے کہا اور کاشف نے اپنی کار کی چابیاں میرے حوالے کر دیں۔ تھوڑی دیر تک میں انتظار کرتا رہا اور اس کے بعد کاشف کی کار کی چابیاں لے کر نیچے اتر آیا میں نے پارکنگ کے عقبی حصے میں کھڑی ہوئی کاشف کی کار نکالی اور عمارت کے پچھلے حصے سے گذر کر ایک لمبا چکر کاٹ کر اس سڑک پر آگیا جو زیب کارپٹس کے سامنے والی سمت کی سڑک تھی وہاں میں نے اس نیلی کار کو بدستور کھڑے ہوئے دیکھا اور اپنی کار اس سے کچھ فاصلے پر روک دی تقریباً ایک گھنٹے تک میں نے وہاں انتظار کیا اس کے بعد ایک سرخ رنگ کی کار میں نے وہاں آکر رکتے دیکھی دونوں گنجے اس دوسری کار کو دیکھ کر نیچے اتر آئے تھے کار میں شاید کوئی لڑکی بیٹھی ہوئی تھی دور سے میں اس کی شکل نہیں دیکھ سکتا تھا۔ لیکن میں نے اس کے لباس سے اندازہ لگالیا کہ وہ کوئی نوجوان لڑکی ہے۔ فاصلہ میں نے اتنا رکھا تھا کہ میں اس کے خدوخال نہیں دیکھ پایا تھا۔ بہرطور لڑکی گنجوں سے باتیں کرنے لگی۔ اور تھوڑی دیر کے بعد وہ زیبی کارپٹس میں داخل ہوگئی۔

" میں دلچسپی سے یہ تمام کاروائی دیکھ رہا تھا۔ لڑکی تقریباً بیس منٹ کے بعد وہاں سے برآمد ہوئی اور ادھر ادھر دیکھتی ہوئی نیلی شیورلیٹ کے پاس پہنچ گئی۔ اس نے گنجوں سے کچھ کہا اور وہ بری طرح بدحواس ہوگئے۔ پھر لڑکی تو اپنی کار میں بیٹھ کر چل پڑی اور گنجوں نے اپنی کا اسٹارٹ کر کے آگے بڑھا دی اب میری کار ان کے تعاقب میں تھی۔"

میں اندازہ لگانا چاہتا تھا کہ وہ کہاں اور کس جگہ جاتے ہیں۔ تھوڑی دیر کے بعد میں نے انہیں ہوٹل پام گرد میں داخل ہوتے دیکھا، میں خود بھی پھرتی سے اتر کر ان کا تعاقب کرنے لگا تھا۔ پام گرد کے دوسری منزل کے کمرہ نمبر ستائیس میں وہ دونوں داخل ہوئے۔ مجھے انہیں نگاہ میں رکھنے میں کوئی دقت نہیں پیش آئی تھی۔

تھوڑی دیر تک میں انتظار کرتا رہا اور پھر کمرہ نمبر ستائیس کے سامنے پہنچ گیا۔ دروازہ اندر سے بند تھا، میں نے دروازے پر ہلکی سی دستک دی اور دروازہ کھل گیا۔ کھولنے والا انہیں میں سے ایک تھا۔ لیکن میری شکل دیکھتے ہی وہ بدحواس ہوگیا۔ اس نے پھرتی سے دروازہ بند کرنے کی کوشش کی لیکن میں نے اپنا بدن دروازے میں پھنسا دیا تھا اور پھر میں نے زور لگایا تو وہ پیچھے ہٹ گیا اور دروازہ پوری آواز کے ساتھ کھل گیا۔ اس دھینگا مشتی کی آواز نے دوسرے گنجے کو بھی میری طرف متوجہ کر دیا تھا مجھے دیکھ کر وہ اچھل کر کھڑا ہوگیا۔ میں اب دروازے سے تھوڑے فاصلے پر کھڑا ان دونوں کو گھور رہا تھا اور ان دونوں کے چہروں پر بدحواسی کے آثار نظر آرہے تھے۔ درمیانی جسامت کے لوگ تھے۔ سر منڈھے ہوئے تھے لیکن خطرناک نہیں نظر آتے تھے۔ میں ان کے سامنے کھڑا ہونٹ بھینچے انہیں گھور رہا تھا۔ پھر میں نے سرد لہجے میں کہا۔

"اب تمام صورتحال اگل دو، ورنہ تمہارے دانت تمہارے منہ میں نہ رہ سکیں گے۔"

"کک ۔۔۔ کیا بکواس ہے کون ہو تم اور کیا چاہتے ہو؟" ان میں سے ایک نے سراسیمہ لہجے میں کہا۔

"دیکھو میرے پاس زیادہ وقت نہیں ہے میں صرف یہ معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ زیبی کہاں ہے؟"

" زیبی ؟"

" ہاں ۔۔۔ میری بیوی۔"

" شاید تم شراب پی کر یہاں آگھسے ہو شرافت سے جاتے

ہو یا میں کسی کو بلاؤں" ان میں سے ایک نے سنبھل کر کہا۔

" گویا تم شرافت سے میرے سوال کا جواب نہیں دو گے۔"

میں نے ہاتھ کی آستینیں چڑھاتے ہوئے کہا اور وہ دونوں مستعد ہوگئے۔ ان کی تیز نگاہیں مجھ پر جمی ہوئی تھیں۔

" تم یہاں سے فوراً نکل جاؤ" ان میں سے ایک نے کہا۔

" اس طرح نہیں میرے دوستو۔ اس طرح نہیں۔"

" پھر کس طرح ؟"

" مجھے میرے سوالات کا جواب دو۔"

" تم جانتے ہو۔ اس طرح کسی کے کمرہ میں گھس آنا جرم ہے۔"

" ہاں میں جانتا ہوں۔"

" اس کے باوجود۔"

" ہاں اس کے باوجود۔"

" ہم تمہیں پولیس کے حوالے کر دیں گے۔"

" کیا واقعی ؟"

" ہاں۔ ہم شریف لوگ ہیں۔ ہم آرام کر رہے تھے کہ تم دھوکہ دے کر کمرے کا دروازہ کھلوا کر یہاں آگئے اور اب ہمیں دھمکیاں دے رہے ہو۔" ان میں سے ایک نے کہا اور میں مسکرانے لگا۔

چند لمحات وہ اسی طرح میرے سامنے کھڑے رہے اور پھر جیسے سنبھل گئے۔ انہیں احساس ہوگیا تھا کہ ان کی پوزیشن خراب نہیں ہے۔ چنانچہ ان میں سے ایک نے کہا۔

" تم شرافت سے یہاں سے جاتے ہو یا ہم تمہارے خلاف کوئی کاروائی کریں۔"

" کاروائی تو اب میں شروع کرتا ہوں، مجھے میری بات کا جواب دو، تم میرا تعاقب کیوں کر رہے تھے ؟"

" دماغ خراب ہوا ہے تمہارا۔ ہم اپنے ہوٹل کے کمرے میں آرام کر رہے ہیں اور تم کہتے ہو ہم تمہارا تعاقب کر رہے تھے۔"

میرے صبر کا پیمانہ اب لبریز ہوچکا تھا۔ چنانچہ میں آگے بڑھا اور پھر میں نے ان میں سے ایک کا گریبان پکڑ لیا۔ دوسرے نے عقب سے آکر مجھ پر حملہ کرنے کی کوشش کی تھی۔ لیکن دفعتاً وہ نیچے بیٹھ گیا اور میرا اس کا زوردار گھونسہ سامنے والے کے منہ پر پڑا۔ میں نے فوراً ہی نیچے جھک کر سامنے والے کی ٹانگیں پکڑ لی تھیں۔ اور پھر جب میں نے اس کی دونوں ٹانگیں کھینچیں تو وہ نیچے گر پڑا۔ پیچھے والا میری گردن پر سوار ہونے کی کوشش کر رہا تھا۔ لیکن میں نے ہلکا سا جھک کر اسے الٹ دیا۔ اور وہ بھی اپنے ساتھی پر جا گرا۔ دونوں کے حلق سے وحشت ناک چیخیں نکلی تھیں۔ میں نے دونوں کے گریبان پکڑ کر انہیں اٹھایا اور پھر پوری قوت سے انہیں آپس میں ٹکرا دیا۔ تن و توش میں وہ بہت زیادہ نہیں تھے۔ ویسے بھی لڑائی بھڑائی کے آدمی نہیں معلوم ہوتے تھے۔ بدن نازک نازک سے تھے۔ سر گنجا کرانے سے شکلیں تو خراب ہوگئی تھیں لیکن جسموں میں زیادہ توانائی نہیں تھی۔ میرے گھونسوں نے انہیں نڈھال کر دیا۔ وہ بری طرح چیخ رہے تھے۔ اور ان کی اس چیخ و پکار سے مجھے نقصان پہنچا۔

باہر سے دستک کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں۔ ایک لمحے کے لیے میں بوکھلا گیا۔ اس طرح ان لوگوں کی پٹائی کرنے کا کوئی جواز میرے پاس نہیں تھا۔ چنانچہ اب ذرا پریشانی کی بات تھی۔ اس کے علاوہ اور کوئی چارہ کار نہیں تھا کہ میں دروازہ کھول دوں۔ کیونکہ باہر زیادہ بھیڑ بھاڑ جمع ہوسکتی تھی۔

میں پریشان سا دروازے کی جانب دیکھ رہا تھا، وہ دونوں اس طرح لیٹ گئے تھے جیسے بے ہوش ہوگئے ہوں۔ واقعی صورتحال بہت خراب ہوگئی تھی۔ پھر دروازے پر زوردار ضربیں پڑنے لگیں۔ اور میں نے یقین کر لیا کہ اب وہ دروازہ توڑ دیں گے۔ اس کے علاوہ اور کوئی چارہ کار نہیں تھا کہ اب کوئی ایسی کاروائی کروں جس سے اپنی جان بچا سکوں، اس وقت ان لوگوں کے چنگل سے نکلنا کوئی معمولی بات نہیں تھی۔

بہرطور میں دروازے کے قریب پہنچا، میں نے دروازہ کے پاس رک کر ایک رومال اپنی جیب سے نکالا اور اسے اپنے چہرے پر لگا لیا، اور دوسرا ہاتھ میں نے جیب میں ڈال لیا تھا پھر میں نے پھرتی سے دروازہ کھول دیا۔

باہر صرف تین یا چار آدمی تھے، ابھی تک زیادہ لوگ جمع نہیں ہوسکے تھے۔ میں نے کوٹ ان کے سامنے کرتے ہوئے کہا۔

" میری جیب میں ریوالور ہے۔ تم میں سے اگر کسی نے آگے بڑھنے کی کوشش کی تو وہ اپنی زندگی کھو بیٹھے گا۔"

میرے لہجے کی غراہٹ نے انہیں چونکنے پر مجبور کر دیا۔ انہوں نے میرے کوٹ کی جیب میں ابھرے ہوئے ہاتھ کو دیکھا اور اس بات کا یقین کر لیا کہ میری جیب میں پستول موجود ہے۔ چنانچہ وہ سب پیچھے ہٹ گئے۔ دوسرے لمحے میں راہداری میں دوڑتا ہوا سیڑھیوں کے نزدیک پہنچ گیا اور جیسے پھر انہیں ہوش آگیا اور وہ بری طرح چیخنے لگے۔

" پکڑو پکڑو ۔ دوڑو پکڑو۔" لیکن مجھے بس چند لمحات کی پھرتی

درکار تھی۔ میں تقریباً چار چار پانچ پانچ سیڑھیاں پھلانگتا ہوا پہلی راہداری میں آگیا اور پھر وہاں سے ایک سمت گھوم کر اس چھوٹے زینے کے پاس پہنچ گیا، جو ذیلی زینہ سمجھا جاسکتا تھا یہاں پہنچ کر میں نے جلدی سے چہرے سے رومال ہٹا دیا اور اپنے آپ کو پرسکون بنانے کی کوشش کرکے نیچے اترتا چلا گیا۔ وہ سب بڑے زینے کی جانب بھاگ رہے تھے۔ اس طرح مجھے آسانی ہوئی اور میں نیچے پہنچنے میں کامیاب ہوگیا۔

نیچے پہنچنے کے بعد میں ٹہلنے کے سے انداز میں آگے بڑھنے لگا۔ میں نے اپنا کوٹ الٹ کر پہن لیا تھا، یہ حرف اتفاق تھا کہ اس وقت جو کوٹ میں پہنے ہوئے تھا وہ ڈبل سائیڈ کوٹ تھا، یعنی اسے الٹ کر بھی پہنا جاسکتا تھا۔ اس طرح کوٹ الٹ کر پہن لینے سے میری وقتی الجھن دور ہوگئی۔ دوڑنے والے دوسری سیڑھیاں اترتے ہوئے نیچے کی سیڑھی پر پہنچ گئے۔ اور پھر دوسرے لوگوں کو اوپر کے ہنگامے کے بارے میں بتانے لگے۔ کسی کی توجہ میری جانب نہیں گئی تھی۔ میں بھی معلومات کرنے والے لوگوں کی بھیڑ میں شامل ہوگیا۔ چونکہ وہ لوگ میرا چہرا انہیں دیکھ سکے تھے اور پھر میرے لباس میں بھی تبدیلی ہوگئی تھی۔ اس لیے وقتی طور پر میری جان بچ گئی اور وہ اِدھر اُدھر بھاگ دوڑ کرنے لگے۔

ہوٹل کے منیجر کو بھی اس ہنگامے کی اطلاع مل گئی میں یہ معلوم کرکے یہاں سے جانا چاہتا تھا کہ اس کا نتیجہ کیا ہوتا ہے۔ لیکن مجھے یہ بھی خطرہ تھا کہ اگر گنجوں نے ہوش میں آکر یا اس پوزیشن میں مجھے دیکھ لیا تو وہ مجھے فوراً پہچان لیں گے۔ چنانچہ میں زیادہ دیر وہاں نہ رکا اور آہستہ آہستہ چلتا ہوا باہر آگیا۔

باہر آکر میں نے اپنی کار اسٹارٹ کی اور وہاں سے چل پڑا۔ میں ان کم بختوں کے بارے میں اور کچھ معلوم نہیں کرسکا تھا لیکن ان کی شکلیں میرے ذہن میں تھیں اور اس کے ساتھ ہی میں نے اس کار کا نمبر بھی ذہن نشین کرلیا تھا جو اب بھی نیچے کھڑی ہوئی تھی کم از کم اس کار سے مجھے ان لوگوں کے بارے میں پتا چل سکتا ہے۔

میں کار اسٹارٹ کرکے واپس چل پڑا اور تھوڑی دیر کے بعد زیبی کارپٹس پہنچ گیا۔ میرے حلیے میں کوئی تبدیلی نہیں ہوئی تھی سوائے اس کے کہ میں نے کوٹ الٹ کر پہنا ہوا تھا۔ میں اپنے دفتر میں بیٹھ گیا۔

کاشف بغور میری شکل دیکھ رہا تھا۔ لیکن ظاہر ہے وہ کوئی اندازہ نہیں لگا سکا تھا، شام کو میں اپنے گھر پہنچ گیا۔ گھر میں داخل ہوتے ہوئے وحشت ہوئی تھی، زیبی کا خیال ذہن پر مسلط ہوجاتا تھا، ایک ایک گوشے سے اس کی آواز آتی تھی اور میرا دل تڑپ تڑپ کر رہ جاتا تھا۔ اس وقت میں نے جذباتی کوشش کی تھی، ان گنجوں پر فوراً ہی حملہ آور نہیں ہونا چاہیے تھا۔ بلکہ ان کو نگاہ میں رکھنے کے بعد کسی ایسی جگہ ان سے معلومات حاصل کرنی چاہیئے تھیں، جہاں یہ پوزیشن نہ ہوتی۔ اب تک جو یہ سب کچھ ہوا تھا، بلا وجہ ہوا تھا اور اس سے کوئی نتیجہ نہیں نکلا تھا۔ میں نے اپنے آپ کو سمجھایا جذباتی کوششیں میرے لیے نقصان دہ ہوسکتی ہیں۔ وقت گزرتا رہا، رات ہوگئی، اس وقت تقریباً آٹھ یا ساڑھے آٹھ بجے ہوں گے۔ باہر سے بیل بجی اور میں چونک پڑا۔ میں نے دروازہ کھول دیا تھا۔ انسپکٹر جوزف چند پولیس افسران کے ساتھ میرے سامنے کھڑا تھا۔ اور اس کے چہرے پر عجیب سے تاثرات تھے پھر اس نے کہا۔

"میں آپ سے کچھ کہنا چاہتا ہوں، مسٹر نواز اصغر۔"

"جی فرمائیے۔"

"دراصل آپ کے خلاف ایک رپورٹ لکھوائی گئی ہے۔"

"کیا مطلب؟"

"ہیری اور جیکسن کو آپ نے شدید زخمی کرکے ہلاک کر دیا ہے۔"

"میں نے۔ میں نے۔" میں نے مستعجبانہ انداز میں پوچھا۔

"جی ہاں مجھے یہی تفصیل بتائی گئی ہے۔"

"آپ پتا نہیں کیا کہہ رہے ہیں انسپکٹر جوزف؟"

"راجہ صاحب مجھے افسوس ہے جس چیز کے لیے آپ کو منع کیا گیا تھا آپ نے وہی کیا۔" جوزف نے کہا۔

"میں آپ کی ایک بات بھی نہیں سمجھا۔"

"مسٹر ہنری اور مسٹر ولسن کیری فرینگ نامی فرم میں ملازمت کرتے ہیں۔ ان کا مستقل قیام ایک ہوٹل میں ہے۔ ہوٹل میں رہنے والوں کا بیان ہے کہ انہوں نے اچانک اس کمرے سے چیخیں سنیں جس میں وہ دونوں رہتے تھے۔ اندر کچھ ہنگامہ ہورہا تھا

انہوں نے دروازہ بجایا اور چند لمحات کے بعد اندر سے ایک شخص نکلا۔ جس کے چہرے پر رومال بندھا ہوا تھا۔ وہ انہیں ہلاک کرنے کی دھمکی دے کر یہاں سے فرار ہونے میں کامیاب ہوگیا۔ پولیس کو اس سلسلے میں اطلاع دی گئی اور پولیس وہاں پہنچ گئی۔ پولیس کو کمرے میں ہنری اور ولسن کی لاشیں ملیں۔"

"لاشیں" میرا خون خشک ہوگیا۔

"جی ہاں۔ لاشیں۔ انہیں پہلے مارا گیا اور پھر گردن دبا کر ہلاک کردیا گیا تھا۔"

"اوہ۔۔!" میرے حلق سے گہری سی اُف نکل گئی۔ ایک لمحہ کے لیے میری آنکھوں میں تاریکی چھا گئی تھی۔ لیکن پھر میں نے خود کو سنبھال لیا۔ "اور یہ کیسے معلوم ہوا انسپکٹر کہ میں ان کا قاتل ہوں؟"

"یہ بٹن۔" انسپکٹر جوزف نے جیب سے آستین کا ایک بٹن نکال کر مجھے دکھایا۔ جو میرے کوٹ کی آستین کا ہی تھا۔ "یہ بٹن ان میں سے ایک کی مٹھی میں سے ملا ہے۔ دوسرا اہم ثبوت یہ کارڈ۔" اس نے جیب سے میرا کارڈ نکال کر دکھایا۔ "یہ کارڈ بھی وہاں پڑا ملا ہے۔"

"آپ کا خیال ہے کہ میں انہیں قتل کرکے یہ کارڈ وہاں ڈال آیا۔" میں نے طنزیہ کہا۔

"ڈالا نہیں مسٹر اصغر بلکہ یہ کارڈ وہاں گر گیا۔" انسپکٹر جوزف نے کہا۔

"گردن پر آپ نے انگلیوں کے نشانات ضرور تلاش کیے ہوں گے۔" میں نے پوچھا۔

"دونوں کا پوسٹ مارٹم ہوگیا ہے۔ گردن پر کوئی نشان نہیں ملا۔ غالباً رومال استعمال کیا گیا تھا یا پھر دستانے۔"

"کیا یہ ممکن ہے مسٹر جوزف کہ اس ہنگامی حالت میں کسی کو قتل کرتے ہوئے ان باتوں کا خیال رکھا جائے۔"

"یہ سوال پولیس کے وکیل سے کرسکتے ہیں آپ۔"

"اب آپ کیا چاہتے ہیں؟"

"آپ کی گرفتاری۔"

"ضابطے کی کارروائی کرکے آئے ہیں آپ؟"

"جی ہاں۔ یہ تلاشی کا وارنٹ ہے اور یہ آپ کی گرفتاری کا۔" جوزف نے کچھ کاغذات نکال کر میرے سامنے کردیے۔ اور پھر پستول نکال کر بولا۔

"مجھے اجازت دیجئے کہ میں آپ کے ہاتھ میں ہتھکڑی لگا دوں۔" میں نے کوئی تعرض نہیں کیا۔ مجھے ہتھکڑی لگانے کے بعد جوزف نے کمرے کی تلاشی لی اور وہ کوٹ تلاش کرلیا جو میں صبح پہنے ہوئے تھا۔ کوٹ کی آستین کا بٹن موجود نہیں تھا۔ کوٹ برآمد ہونے کے بعد مزید کسی تلاشی کی ضرورت نہیں سمجھی گئی تھی۔ میں جوزف کے ساتھ باہر نکل کر پولیس کی کار میں آبیٹھا۔ دماغ مفلوج ہورہا تھا۔ کوئی فیصلہ کرنا تھا۔ میری کہانی درست تھی سوائے اس کے کہ میں نے ان دونوں کو قتل کیا تھا۔ میرا کارڈ یقیناً میرے کوٹ کی اوپری جیب سے گرا تھا۔ بٹن بھی ٹوٹ کر ان میں سے کسی کے ہاتھ میں رہ سکتا تھا۔ چونکہ وہ آستین کا بٹن تھا۔ اس لیے اس وقت مجھے اندازہ نہیں ہوسکا تھا۔ درحقیقت جلد بازی میں گردن پھنس گئی تھی۔

مجھے تھانے پہنچا دیا گیا۔ میں نے جوزف سے پوچھا۔ "کیا مسٹر پاؤل کو ان واقعات کی اطلاع دے دی گئی؟"

"مسٹر پاؤل کا ان واقعات سے کوئی تعلق نہیں ہے۔"

"میری خواہش ہے کہ انہیں اطلاع دے دی جائے۔"

"بہتر ہے۔"

"اس کے علاوہ میں اپنے منیجر کاشف سے ملنا چاہتا ہوں۔"

"ممکن ہے اس میں کچھ دیر لگ جائے۔ لیکن آپ کی اس خواہش کی تکمیل بھی ہوجائے گی۔ میں آپ کا بیان لینا چاہتا ہوں۔"

"آپ مجھ سے سوالات کرسکتے ہیں۔"

"کیا آپ ان دونوں کے قتل کا اعتراف کرتے ہیں؟"

"نہیں۔"

"کیا آپ ان دونوں سے واقف ہیں؟"

"ہرگز نہیں۔"

"کیا آپ ہوٹل پام گرو گئے تھے؟"

"نہیں۔"

"صبح کو ہماری ملاقات ہسپتال میں ہوئی تھی۔ اس کے بعد آپ کی مصروفیات کیا رہیں؟"

"میں اپنی فرم میں رہا تھا۔"

"کس وقت تک؟"

"شام تک۔"

"آپ کی کار کہاں ہے؟"

"میرے منیجر کے پاس۔ میں اس کی کار سے آیا تھا۔"

"وجہ؟"

"منیجر میری کار لے گیا تھا۔" میں نے جواب دیا۔

"اس کی وجہ؟"

"ہم دونوں ایک دوسرے کی گاڑیاں استعمال کرلیتے ہیں۔ وہ میرا ملازم ہی نہیں میرا دوست بھی ہے۔" میں نے جواب دیا۔

"وہاں آپ کے کوٹ کا بٹن اور آپ کا کارڈ کیسے پایا گیا؟"

"مجھے پھنسانے کی کوئی کوشش ہی ہوسکتی ہے۔" میں نے جواب دیا اور جوزف نے شکریہ ادا کرکے سوالات کا سلسلہ منقطع

کردیا۔ اس کے بعد مجھے لاک اپ میں بند کردیا گیا تھا۔ ساری رات لاک اپ میں گزر گئی۔ دوسرے دن دس بجے کاشف نے ایک وکیل کے ساتھ مجھ سے ملاقات کی۔ ہمیں گفتگو کے لیے تنہائی دی گئی تھی۔ وکیل نے مجھ سے معلومات حاصل کیں اور میں نے اس سے بھی یہی کہا کہ میں بے قصور ہوں، قتل میں نے نہیں کیا۔ تب وکیل بولا

"آپ نے ہسپتال سے واپسی کے بعد کی جو مصروفیات بتائی ہیں۔ ان میں تضاد پایا جاتا ہے۔ کاشف صاحب کے بیان کے مطابق آپ تھوڑی دیر کے بعد ہی ان کی کار لے کر نکل گئے تھے۔ جبکہ آپ کے دوسرے اسٹاف نے بھی آپ کو اس کے بعد وہاں نہیں دیکھا کاشف نے شرمندہ نگاہوں سے مجھے دیکھا تھا۔ میں سمجھ گیا کہ پولیس اس سے بیان لے چکی ہے اور اس غریب نے وہی بتایا ہے جو سچ تھا۔

"وکیل صاحب میں صرف آپ کو یہ بتانا چاہتا ہوں کہ قتل میں نے نہیں کیا۔ حالات جو بھی ہوں آپ براہِ کرم کارروائی کریں۔"

"بہتر ہے۔ میں کوشش کرتا ہوں۔" وکیل خود بھی میرے بیان سے مطمئن نہیں تھا۔

کاشف نے رخصت ہوتے ہوئے کہا۔

"سر آپ اطمینان رکھیں۔ میں کوئی کسر نہیں چھوڑوں گا۔" میں خاموش رہا اور وہ لوگ چلے گئے۔ کاشف اور میرے اسٹاف کے بیان نے بھی میری پوزیشن مزید خراب کردی تھی۔ لیکن سب بے قصور تھے۔ قصور میرے نصیب کا تھا۔ لیکن بہرحال ان حالات سے اندازہ ہو رہا تھا کہ کچھ لوگ باقاعدہ میرے لیے مصروف ہیں اور میری اس پرسکون دنیا میں ہلچل پیدا کرنے کے خواہش مند ہیں۔"

لنچ کے بعد مجھے لاک اپ سے نکال کر ایک گاڑی میں بٹھایا گیا اور پھر گاڑی پولیس ہیڈ کوارٹر پہنچ گئی۔ یہاں مجھے ایک خاص ہال میں پہنچایا گیا۔ جو تفتیش کرنے کا ہال تھا۔

یہاں میں نے مسٹر پاؤل کو دیکھا اس کا چہرہ جذبات سے عاری تھا۔ اور وہ کسی قدر برہم نظر آرہا تھا۔

"تو تم نے میری بات نہیں مانی اور صبر نہ کرسکے۔" مسٹر پاؤل نے گہری سانس لے کر کہا۔

"میں نے کسی کو قتل نہیں کیا مسٹر پاؤل۔"

"ثبوت آپ کے خلاف ہیں۔"

"حالات کو میرے خلاف بنایا گیا ہے۔"

"میں نے اس پر بھی غور کیا ہے۔ لیکن حالات تمہارے خلاف ہیں۔ وہ اسکن ہیڈ تھے اور تمہیں ایسے لوگوں سے نفرت ہو گئی ہے۔"

"میں نے انہیں دیکھا بھی نہیں۔"

"کیا تم اینی ڈمپل کو جانتے ہو؟"

"یہ کون ہے؟"

"ایک ڈیپارٹمنٹس اسٹورز کی منیجر۔ ڈمپل اسٹورز کراؤن وِنگ میں واقع ہے۔ اینی ڈمپل تمہارے اسٹوڈیو میں گئی تھی۔ اس نے کچھ قالینوں کی خریداری کے سلسلے میں تمہارے منیجر سے بات کی تھی اور پھر دوبارہ آنے کے لیے کہہ کر باہر نکل آئی۔ وہاں اس کی ملاقات ہیری اور رکسن سے بھی ہوئی اور پھر جب وہ روانہ ہو رہی تھی تو اس نے کار کو ان دونوں کی کار کے تعاقب میں دیکھا جو تمہارے منیجر کی ہے اور اس کا بیان ہے کہ تم اس کار میں موجود تھے۔ اسے حیرت ضرور ہوئی لیکن وہ مصروف تھی اس لیے اس وقت کوئی چھان بین نہیں کرسکی۔

"وہ مجھے جانتی تھی؟" میں نے مسٹر پاؤل سے پوچھا۔

"نہیں۔ اس نے تمہاری شکل کار میں دیکھی تھی۔

"پھر اس نے کیسے تصدیق کی کہ میں؟"

"تمہاری تصویر اسے دکھائی گئی تھی۔ اس نے پہچان لیا۔"

"میں اینی ڈمپل سے مل سکتا ہوں؟"

"مناسب وقت پر تمہیں اس سے ملا دیا جائے گا۔" مسٹر پاؤل نے جواب دیا۔

"اینی ڈمپل کا ان دونوں سے کیا تعلق ہے مسٹر پاؤل؟" میں نے سوال کیا۔

"میں نہیں جانتا۔ وہ انہیں اپنا دوست بتاتی ہے۔" پاؤل نے کہا اور میں کچھ سوچنے لگا۔ پھر میں نے کہا۔

"مسٹر پاؤل۔ سابقہ تعلقات کی بنا پر میں آپ کو اپنا دوست گردانتے ہوئے بتانا چاہتا ہوں کہ میں بے گناہ ہوں۔ میں نے کوئی قتل نہیں کیا۔ یوں سمجھ لیں میرے خلاف سازش کی گئی ہے اور سازش کرنے والے وہی لوگ ہو سکتے ہیں جنہوں نے میری بیوی کو اغوا کیا ہے۔ میں آپ سے اس بات کا خواہشمند ہوں کہ آپ خصوصی طور پر اس سلسلے میں کام کریں اور میری بے گناہی کو تسلیم کریں۔ میں نے ایسا کوئی جرم نہیں کیا۔ میں اپنی پُرسکون زندگی کو درہم برہم کرنا نہیں چاہتا۔

پاؤل گہری نگاہوں سے میرا جائزہ لیتا رہا پھر بولا "لیکن مسٹر نواز پھر آپ کا کارڈ اور آپ کے کوٹ کا بٹن وہاں کیسے پایا گیا؟"

"جو لوگ میری بیوی کو اغوا کرسکتے ہیں ان کے لیے یہ معمولی سا کام نا مشکل تو نہ ہوگا۔" میں نے کہا اور پاؤل سوچ میں ڈوب گیا۔ اس کی یال نگاہیں میرے چہرے پر جمی ہوئی تھیں اور اس کی آنکھوں میں ایک یب سی چمک تھی۔ میں جانتا تھا کہ وہ ایک ذمہ دار پولیس آفیسر ہے ر بہت سے حالات میں کام کرچکا ہے۔ چنانچہ اس وقت بھی اس تجربہ کار نگاہیں میرے دماغ میں کچھ ٹٹول رہی تھیں۔ پھر اس نے کہا۔

"مسٹر نواز اصغر۔ ہر چند کہ آپ اس جرم سے انکار کررہے ہیں لیکن لات و شواہد کا جہاں تک تجزیہ کیا جاسکتا ہے میں یہ کہہ سکتا ہوں کہ کہیں ہیں آپ ان دونوں کے معاملے میں ملوث ضرور ہیں۔ میرا ذاتی خیال غا کہ چونکہ آپ اس وقت جذباتی کشمکش کا شکار ہیں آپ کو اس بات لم ہوچکا ہے کہ چند گنجے سروالوں نے آپ کی بیوی کے خلاف کارروائی کی ، اور اسے اغوا کیا ہے۔ جہاں تک میری معلومات کا تعلق ہے آپ ی بیوی سے بہت زیادہ محبت کرتے ہیں اور اس کے لیے آپ کا شان ہونا ایک قدرتی امر ہے۔ چنانچہ آپ نے ان لوگوں سے ملاقات کی رطیش میں آکر انہیں قتل کردیا۔ لیکن اس میں صرف چند باتیں ایسی ہیں جو پ کے حق میں جاتی ہیں۔ مقصد یہ کہ ان لوگوں کو قتل کرنے سے آپ کا کوئی مد حل نہیں ہوتا۔ اگر آپ کو اپنی بیوی کے بارے میں ان سے معلوم چکا ہوتا تو آپ کی کیفیت مختلف ہوتی۔ بہرطور میں آپ سے انتہائی لصانہ وعدہ کرتا ہوں کہ اگر آپ مجرم نہیں ہیں تو آپ کی بے گناہی ت کرنے کے لیے میں پوری کوشش کروں گا اور اس کے ساتھ ساتھ میرا اپنا جو فرض ہے جو میں آپ سے پہلے کہہ چکا ہوں کہ محترمہ زیب النساء برآمد کرنا میری ڈیوٹی ہوگی اور آپ مطمئن رہیے مجھے اس جرم کے سلسلے میں جس قسم کی بھی ذمہ داریاں برداشت کرنا پڑیں لیکن آپ کی ی کے حصول کے لیے میں اپنی تمام صلاحیتیں وقف کردوں گا۔"

نے کوئی جواب نہیں دیا اور خاموش ہوگیا۔ مسٹر پاؤل نے مجھے دوبارہ کمرے میں بھجوا دیا تھا یعنی لاک اپ میں جہاں میں تنہا تھا۔ تنہائی میں نے اپنے کمرے میں بیٹھ کر سوچا کہ حالات اس وقت میرے کافی خلاف ۔ اس میں کوئی شک نہیں تھا کہ میں اپنا کارڈ اور آستین کا بٹن وہاں ہی چھوڑ کر آیا تھا۔ خوشی کی بات یہ تھی کہ ہوٹل میں عام لوگ میری اخت نہیں کرسکتے تھے کیونکہ اس وقت میں نے چہرے پر رومال لپیٹ تھا۔

مجھے اندازہ تھا کہ وہ لوگ باقاعدہ میرے خلاف جال بُن رہے ، اور ان گنجوں کو ممکن ہے جان بوجھ کر میرے سامنے لایا گیا ہو تاکہ گرفتار ہو جاؤں لیکن بعض باتیں میری سمجھ میں نہیں آتی تھیں۔ زیبی اغوا کرنے والوں کا مقصد کیا تھا؟ صرف میری دشمنی یا اس سے پس پردہ

اور کوئی کارروائی تھی لیکن کسی اور کارروائی کا فی الحال کوئی تصور نہیں کیا جاسکتا تھا۔ کیونکہ میں امریکہ میں ایک بے ضرر زندگی گزار رہا تھا۔

بہت دیر تک غور و خوض کرتا رہا لیکن کچھ سمجھ میں نہیں آیا۔ بہرطور وقت گزرتا رہا۔ میں اپنے آپ کو سنبھالنے میں کامیاب ہوگیا تھا کاشف بے چارہ ہر ممکن کوشش کررہا تھا کہ میری ضمانت ہو جائے۔ لیکن قتل کا معاملہ تھا اور پھر وہ بھی دوہرے قتل کا اور قتل کی پیروی جس سمت سے کی جارہی تھی ادھر بھی شاید کچھ زور لگایا جارہا تھا۔

چنانچہ میری ضمانت نہیں ہوسکی۔ میرا وکیل مسٹر پیرے کئی بار مجھ سے مل چکا تھا اور مختلف امور پر گفتگو کرچکا تھا۔ لیکن وہ بھی اس سلسلے میں کوئی حل تلاش کرنے میں ناکام رہا تھا۔ پھر ایک دن مسٹر پاؤل اندر آئے اور انہوں نے مجھے لاک اپ سے باہر نکال لیا۔ لاک اپ سے باہر نکال کر مجھے ایک کمرے میں پہنچایا گیا جہاں پانچ افراد بیٹھے ہوئے تھے۔ ان میں تمام کے تمام ہی خطرناک شکلوں والے تھے۔ غالباً وہ جرائم پیشہ زندگی سے تعلق رکھتے تھے۔ مجھے ان کے ساتھ ساتھ بٹھا دیا گیا اور تھوڑی دیر کے بعد انسپکٹر جوزف اور دوسرے ارکان ایک خوبصورت لڑکی کے ساتھ اندر آئے۔

لڑکی متناسب قد و قامت کی مالک تھی۔ وہ غالباً امریکی نژاد ہی تھی۔ وہ سہمی سہمی نگاہوں سے ہم سب کو دیکھ رہی تھی بہ چند لمحات وہ ہم

سب کے سامنے کھڑی ہماری شکلیں دیکھتی رہی اور پھر اس نے میری طرف انگلی اٹھادی۔

"یہ تھے" اس نے اشارہ کر کے کہا۔ میں سمجھ گیا کہ یہ ایمی ہو سکتی ہے جس کے بارے میں مسٹر پاؤل نے مجھے بتایا تھا۔ بہر طور میری شناخت اس کے لیے مشکل نہیں تھی کیونکہ جو لوگ میرے خلاف کام کر رہے تھے انہوں نے ایمی کو بھی اس سلسلے میں ہوشیار کر دیا ہو گا۔ میں نے ایک لمحے کچھ سوچا اور پھر میں نے بہت ہی نرم اور شائستہ لہجے میں کہا۔

"محترمہ! آپ کس سلسلے میں میری جانب اشارہ کر رہی ہیں؟"

"تم — تم راجہ نواز اصغر! تم ہی ان دونوں کا تعاقب کر رہے تھے۔ میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا اور میں تمہیں پہچانتی ہوں۔"

"ہوں — ویسے مس ایمی۔ میں آپ سے معلوم کر سکتا ہوں کہ آپ کون ہیں —؟"

"میں ڈمپل اسٹورز کی منیجر ہوں۔ یہ دونوں میرے دوست تھے، جنہیں تم نے قتل کیا۔"

"کیا آپ بتا سکتی ہیں کہ زیبی کار پیٹس سے آپ کس قسم کے قالین خریدنا چاہتی تھیں —؟"

"نہیں مسٹر نواز اصغر۔ یہ تمام بحث صرف عدالت میں کی جا سکتی ہے۔ مس ایمی ڈمپل کو صرف شناخت کے لیے یہاں لایا گیا تھا اور وہ اپنا کام مکمل کر چکی ہیں۔" جوزف نے کہا اور ایمی کا بازو پکڑ کر بولا۔

"براہ کرم آپ تشریف لے آئیے۔" مسٹر پاؤل نے اس سلسلے میں کوئی مداخلت نہیں کی تھی۔ جوزف بہت سخت پولیس انسپکٹر تھا۔ پتا نہیں وہ جان بوجھ کر میرے خلاف تھا یا پھر صرف اپنے فرض کی انجام دہی کے سلسلے میں وہ سختی برتنے کا عادی تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد مجھے پھر لاک اپ میں پہنچا دیا گیا اور میں ایمی ڈمپل کے بارے میں سوچتا رہا۔ صاف ظاہر تھا کہ یہ لڑکی بھی انہی لوگوں کی آلۂ کار ہے۔ لیکن اگر یہ لڑکی ان کی آلۂ کار ہے تو پھر ممکن ہے اسے زیبی کے بارے میں کچھ معلوم ہو۔ زیبی اب میرے دل میں ایک حسرت بن کر رہ گئی تھی۔ ایک ہی حسرت کیا کم تھی میرے سینے میں کہ اپنے وطن سے دور ایک بڑے آدمی کی حیثیت سے میں اپنی ہی نگاہ میں ملعون ہو چکا تھا اور کبھی وطن واپسی کا تصور بھی میرے ذہن میں آتا تھا تو میں یہ سوچ کر دل مسوس کر رہ جاتا تھا کہ میں اب اس کے قابل نہیں ہوں۔

زیبی نے میری ذہنی کدورت کو دھو دیا تھا اور میں کم از کم اپنی موجودہ زندگی سے مطمئن تھا اور سوچتا تھا کہ برائیوں کے بعد اب مجھے وہ لمحات میسر ہو گئے ہیں کہ میں اپنی تمام برائیوں کا ازالہ ایک اچھے انسان کی حیثیت سے زندگی بسر کر کے کر دوں۔

لیکن زیبی مجھ سے دور ہو گئی تھی۔ اسے مجھ سے چھین لیا گیا تھا۔ ایک نئی اور شریف زندگی گزارنے کے تمام منصوبے خاک میں مل چکے تھے اور حالات پھر مجھے انہی راہوں پر گھسیٹ رہے تھے جنہیں چھوڑ کر یہاں پہنچا تھا۔

میں راجہ نواز اصغر۔ لوگ مجھے بھولے نہیں ہوں گے۔ زندگی کو مذاق سمجھنے والا۔ ہر چیز کو چٹکیوں میں اڑا دینے والا نواز اصغر آج بھی نواز اصغر ہی تھا۔ اس کی شخصیت پر شرافت کے جو لبادے آپڑے تھے وہ ان سے نکلنا نہیں چاہتا تھا۔ لیکن اگر حالات اسے انہی راستوں پر لانے کے لیے مجبور کر رہے ہیں تو پھر ٹھیک ہے۔ پہلی بار ایک بے مقصد زندگی گزار رہا تھا اور بس اپنی انا کی بقا کے لیے جدوجہد کرتا تھا۔ اس میں صرف تفریحی عناصر شامل تھے۔ لیکن آج میرے سامنے زندگی کا ایک مقصد آ گیا تھا۔ اگر کچھ لوگ مجھے جرم کی راہ پر لانا ہی چاہتے ہیں تو ٹھیک ہے۔ میں انکار نہیں کروں گا۔

اور اگر مجھے امریکی پولیس کی طرف سے کوئی مدد نہیں ملی تو میں یہی تصور کروں گا کہ یہ میرا وطن نہیں ہے اور یہاں میرے خلاف تعصب برتا جا رہا ہے۔ چنانچہ میں اپنی برائیوں میں حق بجانب ہوتا لیکن اس کے لیے اب منصوبہ بندی کی ضرورت تھی۔ مسٹر پاؤل نے ہر چند کہ مجھ سے مخلصانہ وعدہ کیا تھا کہ وہ زیبی کو برآمد کرانے میں میری ہر ممکن مدد کریں گے۔

لیکن سوال یہ پیدا ہوتا تھا کہ اگر زیبی برآمد ہو گئی اور میں موت کی آغوش میں جا سویا تو پھر ان تمام ہنگاموں میں کیا رکھا ہے۔ اس کے علاوہ یہ اتنا آسان بھی نہیں تھا۔ جو لوگ اتنی ٹھوس اور منظم کارروائیاں کر رہے تھے کیا وہ زیبی کو آسانی سے مسٹر پاؤل کے حوالے کر دیں گے۔ یہ تصور ہی احمقانہ تھا چنانچہ اس کے لیے اس کے علاوہ اور کوئی چارہ کار نہیں تھا کہ میں خود ہی عمل کی دنیا میں آ جاؤں اور عمل کی دنیا میں آ جانے کے لیے امریکہ میں ایک مجرم کی حیثیت اختیار کرنا میرے لیے اب ناگزیر ہو گیا تھا چنانچہ میں نے انہی لائنوں پر سوچنا شروع کر دیا۔

مسٹر پاؤل کے انداز میں میرے لیے اب کوئی خاص ہمدردی نہیں رہی تھی۔ وہ یا تو بیزاری کا شکار ہو گئے تھے یا پھر ممکن ہے انہوں نے سوچا ہو کہ جو کچھ ہونا تھا وہ تو ہو ہی چکا۔ اب ایک مجرم کی مدد نہیں کی جا سکتی۔ زیبی کا ملنا بھی اتنا آسان کام نہیں تھا۔

تقریباً دس دن کے بعد مجھے عدالت میں پیش کیا گیا۔ میرے خلاف فردِ جرم عائد کر دی گئی تھی اور عدالت میں پہلی بار میری پیشی ہوئی۔ فاضل جج کے سامنے دہرے قتل کا یہ مقدمہ پیش کیا گیا۔ سرکاری وکیل نے مجھ سے جرح کی۔ میں نے طے کر لیا تھا کہ ان میں سے کسی سے شناسائی کا اظہار نہیں کروں گا کیونکہ اس کا مقصد ہے کہ کم از کم ایک حد تک میرا اس سلسلے میں ملوث ہونا شامل ہو جائے گا اور اس کے بعد گلو خلاصی تقریباً ناممکن ہو گی۔ میرے وکیل نے بھی بڑے پُرزور دلائل دیے جن میں جان بھی تھی۔ لیکن سرکاری وکیل نے ان تمام دلائل کو مسترد کر دیا بلکہ جج سے بھی مسترد کرا دیا۔ اور مجھے یوں محسوس ہونے لگا جیسے میری گلو خلاصی اب

...لن ہو۔ مسٹر پاؤل دوسری پیشی میں میری ہمدردی میں پیش ہوئے تھے۔ ...نے میرے بارے میں بتلاتے ہوئے کہا کہ ماضی میں میں ایک اچھا انسان تھا ...کے علاوہ انہوں نے میرے بارے میں جو تحقیقات کی تھیں ان سے یہی ...ہوتا تھا کہ میں برائیوں کے خلاف کمربستہ تھا اور میں نے ترلوکا جیسے ...پاک آدمی کو صرف امریکی مفاد میں تباہ کر دیا۔

مسٹر پاؤل کی اس بحث سے جج کافی متاثر ہوا تھا۔ سرکاری وکیل ...ے اس سلسلے میں کچھ سوالات کیے ترلوکا کے بارے میں اس نے ...ے تفصیلات پوچھی تھیں لیکن ظاہر ہے میں ساری باتیں نہیں بتا ...تھا۔

میں نے ان سے یہی کہا کہ ترلوکا کے بارے میں میں نے سنا تھا کہ ...رے کرشنا تحریک کے لیے کام کر رہا ہے۔ کسی تحریک کے لیے کام کرنا ...ے نزدیک کوئی بری بات نہیں تھی لیکن اس کے جو عزائم تھے جو مقاصد تھے ...انتہائی گھناؤنے تھے اور میں نے صرف انسانیت کی بھلائی کے لیے یہ بہتر ...کہ پولیس کی مدد سے ترلوکا کو ختم کر دیا جائے اور اس سلسلے میں جان کی ...لگا کر میں نے یہ کارروائی کی تھی۔ میں نے صاف صاف کہہ دیا کہ میرا ...بنک جو ایک جرمن عورت تھی صرف اس لیے میری نگاہوں میں عزت د...ام حاصل کرنے کا باعث بنی تھی کہ وہ خود بھی ترلوکا کے افکار سے متفق نہیں ...اور پھر وہ مسلمان ہو گئی اور میری بیوی بن گئی۔

میں نے اپنی تمام رپورٹیں پیش کیں میرے کچھ دوست بھی اس سلسلے ...شریک ہوئے اور انہوں نے میرے حق میں گواہی دی لیکن سرکاری وکیل ...گواہوں کو رد کرتا گیا۔ اس نے صرف اس بات پر زور دیا تھا کہ میرے کوٹ ...ن اور میرا وزیٹنگ کارڈ لاشوں کے نزدیک پایا گیا ہے اور مس ایمی ڈمپل ...بہر طور ایک معزز شہری ہیں میرے خلاف ایک گواہی دی ہے۔

دوسری، تیسری اور پھر چوتھی پیشی ہوئی اور اندازہ یہ ہو گیا کہ اب ...ے لیے مزاحمت ناگزیر ہے۔ چوتھی پیشی کے ساتھ مجھے جیل بھیج دیا گیا ...یونکہ مقدمے کی کارروائی ایسی ہی نوعیت اختیار کر گئی تھی۔

جیل میں میں نے مسٹر پاؤل سے ملاقات کی خواہش ظاہر کی اور میری اس ...ش کی تکمیل کر دی گئی۔ مسٹر پاؤل ہمدردانہ انداز میں مجھ سے ملے تھے ان ...نکھوں میں میرے لیے تاسف کے آثار تھے۔

"کہیے نواز اصغر! میں آپ کی کیا خدمت کر سکتا ہوں؟"

"زیبی کے بارے میں کچھ پتا چل سکا؟" میں نے سوال کیا۔

"افسوس کہ ابھی تک نہیں۔ سمجھ میں نہیں آتا کہ انہیں اغوا کرنے والے کون ...ہیں۔ جتنے حالات و شواہد ہمارے سامنے جمع ہو چکے ہیں ان سے یہی ...ظاہر ہوتا ہے کہ انہیں کچھ لوگوں نے تخریبی انداز میں اغوا کر لیا تھا لیکن ...ن کا مقصد کیا ہے یہ ابھی تک نہیں معلوم ہو سکا اور میں اس سلسلے میں آپ کو بھی مجرم گردانتا ہوں مسٹر نواز اصغر! اگر آپ جلد بازی سے کام لے کر یہ حرکت نہ کر بیٹھتے تو ممکن تھا کہ آپ کے دشمن یا محترمہ زیبی کے اغوا کنندگان آپ سے اپنے مقصد کا اظہار کرتے لیکن آپ نے پہلے ہی مرحلے پر یہ کارروائی کر کے ہمارے قدم روک دیے۔"

"میں آپ سے بس یہی معلوم کرنا چاہتا تھا مسٹر پاؤل کہ میری بیوی کے بارے میں اب تک کیا ہوا؟"

"بہر طور میں نہیں جانتا کہ آپ کے مقدمے کا کیا فیصلہ ہو گا لیکن ایک بار پھر میں آپ کو اطمینان دلاتا ہوں کہ پولیس اپنی جانب سے آپ کی بیوی کی تلاش میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھے گی۔" میں نے مسکراتے ہوئے گردن ہلا دی۔

"میرے لائق اور کوئی خدمت —؟" مسٹر پاؤل نے پوچھا۔

"جی نہیں شکریہ۔ بس میں آپ سے یہی معلوم کرنا چاہتا تھا۔" میں نے جواب دیا۔ بہر طور اب صورتِ حال میرے بس میں نہیں تھی۔ میں یہ جان چکا تھا کہ اندر یا باہر اب کوئی میرا مددگار نہیں ہے — کاشف ایک شریف نوجوان تھا۔ اس سے کسی قسم کا کوئی مطالبہ کرنا حماقت کی بات تھی اور پھر سچی بات یہ ہے کہ میں اپنی زمین کے اس معصوم سے نوجوان کو کسی ایسے معاملے میں ملوث نہیں کرنا چاہتا تھا۔ وہ جب بھی آتا اس کی آنکھوں میں آنسو ڈبڈبائے ہوتے۔ میری اس کیفیت سے وہ بہت متاثر نظر آتا تھا اور اُلٹا مجھے اس کو تسلیاں دینا پڑتیں۔ اس نے کئی بار جذباتی انداز میں میرے بارے میں کچھ باتیں بھی کہی تھیں لیکن میں نے اس سے صاف کہہ دیا کہ کاشف اگر تقدیر میں رہائی ہے تو میں رہا ہو جاؤں گا ورنہ میرے لیے مزید کوئی کوشش نہ کی جائے۔ جیل میں میری ملاقات مختلف لوگوں سے ہوئی تھی لیکن اب میں نے نئے نظریے کے تحت اپنی پسند کے لوگوں کا انتخاب کرنا شروع کر دیا۔

میں چاہتا تھا کہ اب میں کوئی ٹھوس اور باقاعدہ کارروائی کروں اب اس بات میں کوئی شک و شبہ نہیں رہ گیا تھا کہ اگر میں اپنی رہائی کے لیے کوئی جدوجہد نہ کرتا تو خاموشی سے موت کی کرسی تک جا پہنچتا۔ میرے لیے زندگی کی اب کوئی گنجائش باقی نہیں رہی تھی اور راجہ نواز اصغر کے لیے زندگی کا یہ مرحلہ نہایت ہی ناخوشگوار تھا۔ زیبی کارپٹس میں نے امیدوں اور آرزوؤں کے ساتھ قائم کی تھی۔

لیکن تقدیر میرا ساتھ نہیں دے رہی تھی اور کسی نئے امتحان میں ڈالنے کی خواہشمند تھی۔ چنانچہ اگر امتحانات سے گزرنے کا مسئلہ ہی ہے تو میں پہلے بھی اس میں کبھی کمزور نہیں رہا تھا۔ ایک بار پھر سہی۔ میں نے اپنے لیے گولیور کو منتخب کیا تھا۔ گولیور بھی میری ہی طرح قتل کے جرم میں ملوث تھا اور اس کے خلاف تمام گواہیاں ہو چکی تھیں اور ثبوت مل چکے تھے کہ اس نے قتل کیا ہے۔ بڑا دلچسپ آدمی تھا نام تو کچھ اور تھا لیکن گولیور کے نام سے مشہور تھا۔ وہ گولیور اپنے آپ کو اس لیے کہتا تھا کہ اس نے بہت سے ممالک کی سیاحت کی تھی اور سیر و تفریح کا رسیا تھا۔ ویسے اس نے مجھے بتایا تھا کہ واقعی اس کے ہاتھوں قتل ہو گیا ہے اور یہ اس کی بس اکلوتی لغزش تھی۔ ورنہ اپنی مجرمانہ زندگی میں اس نے بہت سے کام کیے ہیں لیکن قتل نہیں کیا۔ ایک رات میں نے گولیور سے پوچھا۔

"کیا تم خاموشی سے موت کے آغوش میں جا سونا چاہتے ہو گولیور؟"

"سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ بھلا اپنی مرضی سے کون وقت سے پہلے موت کو گلے لگاتا ہے۔ موت اگر حادثاتی طور پر آجائے تو ظاہر ہے انسان کچھ نہیں کر سکتا یا پھر وہ اپنی عمر گزار چکا ہو۔ تب بھی اسے کوئی احساس نہیں ہوتا یا پھر ہوتا بھی ہوگا تو کم از کم وہ اس میں اتنی شدت نہیں پاتا لیکن اس طرح کی موت مجھے بالکل پسند نہیں ہے۔"

"تو اس سلسلے میں کسی کارروائی کا ارادہ نہیں رکھتے تم؟" میں نے پوچھا اور وہ چونک کر مجھے دیکھنے لگا۔

"کارروائی؟"

"ہاں۔ خاموشی سے موت کو گلے لگا لینا تو کوئی عقلمندی نہیں ہے۔"

"میں بس اس امید و بیم میں مبتلا ہوں کہ شاید میرے بچاؤ کا کوئی بندوبست ہو جائے۔"

"کیا یہ حماقت نہیں ہے گولیور؟"

"ہے تو سہی لیکن۔ لیکن مسٹر نواز۔؟" اس نے سوالیہ نگاہوں سے مجھے دیکھا۔

"تم کوشش کر سکتے ہو اس سلسلے میں۔؟"

"کیسی کوشش۔ آخر کچھ بتاؤ تو سہی؟" اس نے کہا

"فرار کی کوشش۔ پولیس کے چنگل سے بچ نکلنے کی کوشش۔"

"یہ بھلا میں کیسے کر سکتا ہوں؟"

"تو پھر خاموشی سے موت کو گلے لگا لینا چاہتے ہو۔"

"نہیں بھائی کہہ چکا ہوں یہ نہیں چاہتا لیکن کوئی ترکیب میری سمجھ میں نہیں آتی۔"

اس کے لیے تمہیں ہمت کرنا ہوگی گولیور!

"مگر کیسی ہمت بتاؤ تو سہی۔؟"

"پولیس کے چنگل سے فرار ہونے کی ہمت۔ میں اس سلسلے میں تمہارا ساتھ دینے کے لیے تیار ہوں۔" گولیور نے عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھا اور پھر پریشان لہجے میں بولا۔

"میری سمجھ میں کچھ نہیں آتا۔"

"یہ بتاؤ امریکہ میں تمہارے لیے کوئی ایسی جگہ موجود ہے جہاں اگر تم پولیس کے چنگل سے نکلو اور وہاں پہنچنے کی کوشش کرو تو تمہیں پوشیدہ رہنے کے لیے سہارا مل جائے۔"

"جرائم کی دنیا میں میں نے اپنے زیادہ ساتھی نہیں بنائے۔ لیکن امریکہ میں، میرا مطلب ہے یہاں نیویارک میں، میری ایک دوست لڑکی ایسی ہے جس کے پاس اگر میں پناہ لینے کی کوشش کروں تو وہ میری مدد کر سکتی ہے۔ اگر مستقل طور پر نہ سہی تو عارضی طور پر ہی وہ مجھے سہارا دے سکتی ہے۔"

"لڑکی۔؟" میں نے سوال کیا۔

"ہاں۔ وہ میری محبوبہ ہے۔"

"کیا تم اس پر مکمل بھروسہ کر سکتے ہو۔؟"

"مکمل تو نہیں میرے دوست کیونکہ لڑکیوں کی فطرت کے بارے میں مجھے زیادہ معلومات نہیں ہیں لیکن وہ میرے لیے بے انتہا پریشان رہی ہے اور وہ واحد لڑکی ہے جو اپنے محدود وسائل کے باوجود میرے لیے جدوجہد کرتی رہی ہے۔"

"کیا وہ تنہا رہتی ہے؟"

"ہاں۔ اس دنیا میں اس کا کوئی نہیں ہے بس ایک جگہ ملازمت کرتی ہے اور اپنے طور پر زندگی گزار رہی ہے۔ بات دراصل یہ ہے کہ مجھے ہمیشہ معمولی قسم کی شکل و صورت کی لڑکیاں پسند آتی ہیں۔ کم از کم وہ نخریلی نہیں ہوتیں اور محبت وغیرہ کے سلسلے میں بے حد فراخ دل ہوتی ہیں کیونکہ دوسرے لوگ انہیں گھاس نہیں ڈالتے۔"

"کیا نام ہے تمہاری محبوبہ کا؟"

"فیری جیکسن۔" مالبرد کے ایک معمولی سے علاقے میں رہتی ہے۔ کرائے کے فلیٹ میں۔ یہ فلیٹ اسے اسی کمپنی کی جانب سے ملا ہوا ہے جہاں وہ کام کرتی ہے۔"

"کیا فلیٹ اس قابل ہے کہ اس میں پناہ لی جا سکے۔"

"ہاں۔ وقتی طور پر پناہ لینے کے لیے اس میں کوئی حرج نہیں ہے ویسے بھی معمولی لوگوں کا علاقہ ہے۔"

"اچھا بتاؤ کہ فیری جیکسن یہاں جیل میں تم سے ملاقات کرتی رہی ہے؟"

"صرف ایک بار مقدمے کے دوران وہ مجھ سے ملی تھی۔ بعد میں میں نے اسے منع کر دیا کہ وہ مجھ سے ملاقات کے لیے نہ آیا کرے۔ خود بھی سہمی سہمی سی لڑکی ہے۔ ان ہنگاموں کے بارے میں کچھ نہیں جانتی۔

س پے اس کی ہمت ہی نہیں پڑی ہوگی۔"

"میں یہ معلوم کرنا چاہتا تھا کہ اگر تم فرار ہو کر اس کے ہاں چھپنے کی وشش کرو تو کیا پولیس کو اس بارے میں اطلاع نہیں مل سکتی کہ تم فرار ہو کر کہاں پہنچ سکتے ہو۔" گولیور کچھ سوچنے لگا۔ پھر اس نے گردن ہلاتے ہوئے لہا۔

"میرا خیال ہے نہیں۔ میری اس دوستی کے بارے میں بہت کم لوگ بانتے ہیں اور جو جانتے ہیں ان کا تعلق مجھ سے نہیں ہے۔"

"مقصد یہ کہ فیری جیکسن کو وہ لوگ جانتے ہیں۔"

"ہاں۔"

"اور تمہاری محبت کے بارے میں۔؟"

"میں کہہ تو رہا ہوں کہ فیری جیکسن کے بارے میں وہ لوگ یہ جانتے ہیں کہ میں اس پر مہربان ہوں۔ میں کون ہوں۔ کیا ہوں یہ کسی کو نہیں معلوم۔"

"گڈ۔ اس کا مطلب ہے کہ حالات خاصے اطمینان بخش ہیں وڈیر گولیور۔ اگر تم فرار ہونا چاہتے ہو تو اپنی اس نئی پیشی کے دوران ہم دگ یہ کوشش کریں گے کہ آئندہ پیشی کی جو تاریخ پڑے وہ یکساں ہو اور اس سلسلے میں ہم اپنے طور پر طے کیے لیتے ہیں۔"

"ویری گڈ۔ اچھا آئیڈیا ہے۔ تمہاری اب پیشی کی تاریخ کیا ہے؟" لیور نے پوچھا۔

"اٹھائیس فروری۔"

"ارے کمال ہے۔"

"کیوں؟"

"اٹھائیس فروری کو تو میری بھی پیشی ہے۔"

"اوہ۔ اس کا مقصد ہے کہ ستارے کچھ کچھ مل رہے ہیں۔"

"ہاں۔ ستارے تو مل رہے ہیں میرے دوست مگر سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ہمارا فرار اتنا آسان ہوگا۔؟"

"پولیس کی اس گاڑی میں جس میں ہم لوگوں کو عدالت لے جایا جاتا ہے عقبی حصے میں تین افراد ہوتے ہیں اور سامنے کے حصے میں دو گاڑی جن جن علاقوں سے گزرتی ہے ان کا تجزیہ اگر تم اپنے ذہن میں کرو اندازہ لگا لینا مشکل نہیں ہوگا یعنی فراگ لین کا وہ سنسان علاقہ جہاں ہوٹے چھوٹے بنگلے بنے ہوئے ہیں اور یہ سڑک قریباً چھ فرلانگ لمبی ان بنگلوں کے درمیان خاموش رہتی ہے اور اس طرف زیادہ ٹریفک نہیں ہوتا۔ اگر ہمیں اس راستے سے لے جایا جائے گا تو فراگ لین اس سلسلے میں بہترین جگہ ہے۔"

"ہوں۔" گولیور پُرخیال انداز میں گردن ہلانے لگا۔ پھر بولا۔

"لیکن پیچھے بیٹھے ہوئے تین کانسٹیبلوں کا تم کیا کرو گے؟"

"اگر ہماری گاڑی میں زیادہ افراد نہیں ہوئے اور صرف ہم دو ہی عدالت روانہ کیے جائیں تو میرا خیال ہے ان تینوں سپاہیوں پر قابو پانا زیادہ مشکل کام نہیں ہوگا۔ ہمارے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں ہوتی ہیں ان ہتھکڑیوں کو کھولنا تو ممکن کام نہیں ہے لیکن ہاتھ پیچھے کر کے نہیں باندھے جاتے۔ یہ بات آسانی کا باعث ہے۔ اگر تم چاہو تو ذرا سی ہمت کر کے اپنا یہ کام انجام دے سکتے ہو۔ ہم رائفل بھی چلا سکتے ہیں اور ان لوگوں کی رائفلوں پر قبضہ کر لینا ہمارے لیے زیادہ مشکل نہیں ہوگا۔ ویسے تو میں نے بعض اوقات کچھ معاملات میں حصہ لیا ہے۔ لڑائی بھڑائی کا مجھے کچھ زیادہ تجربہ نہیں ہے۔ میں زیادہ ذہنی لڑائیوں کا ماہر ہوں۔ بس وہ قتل تو اتفاقیہ طور پر میرے ہاتھوں ہو گیا تھا ورنہ اگر ہوش و حواس کے عالم میں ہوتا تو کبھی کسی کی زندگی لینے کی کوشش نہ کرتا۔"

"تو پھر ٹھیک ہے۔ اگر کسی کی زندگی لینے کی کوشش نہیں کر سکتے تو زندگی دینے کے لیے تیار ہو جاؤ۔"

"نہیں، نہیں یار۔ تم نے تو مجھے ایک دم خوفزدہ کر دیا۔ میں مرنا تو نہیں چاہتا۔"

"اگر مرنا نہیں چاہتے تو مارنا پڑے گا۔" میں نے جواب دیا اور گولیور تھوک نگلنے لگا۔ پھر بولا۔

"کسے مارنا پڑے گا؟"

"جو بھی تمہاری زندگی کی راہ میں رکاوٹ بنے۔" میں نے خونخوار لہجے میں جواب دیا۔

"یار نواز اصغر تم آدمی بہت خطرناک ہو۔ تمہارا کیا خیال ہے کیا ہم فرار ہونے کی کوشش میں کامیاب ہو جائیں گے؟"

"نہیں ہوئے تو بھی کیا فرق پڑتا ہے۔ میں دو آدمیوں کے قتل میں ملوث ہوں اور تم بھی قتل کے مجرم ہو۔ ہماری زندگی موت کے دروازے پر کھڑی ہے۔ اگر مجھے دو آدمیوں کے قتل میں سزائے موت ملی تو اس سے بڑی سزا تو ان کے پاس نہیں ہے۔ تمہاری بھی یہی کیفیت ہے چنانچہ دو اور ایک نہ سہی تین چار آدمیوں کے قتل میں ہمیں سزائے موت ملے تو کیا خیال ہے منافع نہیں ہوگا۔" گولیور میری باتوں سے لرز رہا تھا لیکن میں اس کی ہمت بندھاتا رہا اور تھوڑی دیر کے بعد وہ تیار ہو گیا۔

"کہتے تو تم ٹھیک ہو۔ واقعی زندگی بچانے کی کوشش تو کرنا ہوگی۔"

"سو فیصدی کرنا ہوگی۔ اگر نہیں کرو گے تو مر جاؤ گے۔ کتّے کی موت۔"

"کتّے کی موت۔" گولیور نے احمقانہ انداز میں کہا۔

"ہاں کتّے کی موت۔"

"مم مم۔ مگر میں کتّے کی موت مرنا نہیں چاہتا۔"

"تو پھر ہمت کرنا ہوگی۔ اٹھائیس فروری کو ہم جب یہاں سے

پولیس وین میں چلیں گے تو پوری طرح ہوشیار اور مستعد ہوں گے۔ ہم فروگ اسکوائر پر پولیس پر حملہ کریں گے اور انہیں ہلاک کر دیں گے۔ اس کے بعد ہم انہی بندوقوں سے سامنے بیٹھے ہوئے لوگوں پر فائر کریں گے اور انہیں بھی موت کے گھاٹ اتار کر گاڑی میں نکل بھاگیں گے۔ میں نے اپنا منصوبہ پیش کیا اور گولیور پُرخیال انداز میں گردن ہلانے لگا۔ پھر اس نے آہستہ سے کہا۔

"ٹھیک ہے۔ میں تمہارا ساتھ دوں گا اور تمہارے اشارے پر منتظر رہوں گا۔ لیکن اس کے بعد — ؟"

"اس کے بعد ہم فیری جیکسن کے فلیٹ پر چلیں گے اور وہاں روپوش رہیں گے۔ پھر جس طرح بھی ممکن ہو سکا امریکا اس کی کسی بھی ریاست میں چھپنے کی جگہ تلاش کریں گے۔ تم اپنی زندگی کا باقی مشن پورا کرنا اور میں اپنی زندگی کا۔" بمشکل تمام میں نے گولیور کو اپنے پروگرام کے لیے تیار کیا تھا۔ ویسے مجھے احساس ہو رہا تھا کہ میں نے بہتر ساتھی کا انتخاب نہیں کیا کہیں گولیور کسی مرحلے پر بزدلی نہ دکھا جائے لیکن میں زیادہ لوگوں کو اپنا شریکِ راز بھی نہیں بنا سکتا تھا ورنہ بات کسی نہ کسی طرح باہر نکل جاتی اور اس کے بعد میں نہیں کہہ سکتا تھا کہ اس کا انجام کیا ہوتا۔ بہر طور میں اب تمام لوگوں سے مایوس ہو گیا تھا۔ یہ سوچنا بھی حماقت کی بات تھی کہ مسٹر پاؤل میرے لیے کچھ کریں گے۔ وہ پولیس آفیسر تھے اور امریکی انتظامی محکمے میں اپنی ذمہ داریاں انجام دے رہے تھے۔ یہ درست تھا کہ انہیں میری وجہ سے ایک بہتر عہدہ ملا تھا اور میں ان کی ترقی کا ذریعہ بنا تھا۔ لیکن اب یہ ضروری تو نہیں تھا کہ اس کے عوض وہ زندگی بھر میرے ممنونِ کرم رہتے اور میری کسی بھی مجرمانہ کارروائی میں میری مدد کرتے۔ چنانچہ کوئی سہارا نہیں رہا تھا۔ زیبی کا ریٹس کو ہم نے جس جانفشانی سے ترتیب دیا تھا اس کے بارے میں سوچتے ہوئے دل دُکھتا تھا۔ لیکن بدنصیبی ہی جب یہاں تک لے آئی تھی تو میں کیا کر سکتا تھا۔ چنانچہ میرے ذہن میں اب وہی مجرمانہ احساسات گردش کر رہے تھے۔ جن سے میں طویل عرصے نبرد آزما رہا تھا۔ میں اب پولیس کے چنگل سے نکل جانا چاہتا تھا۔ اٹھائیس فروری کا انتظار شدت سے کیا جاتا رہا اور پھر وہ دن آگیا جب ہمیں اپنے مقصد کے لیے تمام تیاریاں مکمل کر کے عدالت کی جانب سفر کرنا تھا گولیور ساری رات میرے پاس بیٹھا بڑبڑاتا رہا تھا۔ میں اس کی ذہنی کیفیت سے اچھی طرح واقف تھا اور اس بزدل آدمی پر بعض اوقات سخت غصہ بھی آنے لگتا تھا لیکن بس ایک وقتی سہارا درکار تھا۔ چونکہ اس سے کہہ چکا تھا اس لیے اب بات گول بھی نہیں ہو سکتی تھی۔ عدالت کے فیصلے میں زیادہ تاخیر نہیں تھی۔ کسی بھی دن میری تقدیر کا فیصلہ کر دیا جانے والا تھا چنانچہ فیصلے کا انتظار حماقت تھی۔ مجھے جو کچھ بھی کرنا تھا فوری طور پر کرنا تھا۔ دن کو تقریباً ساڑھے آٹھ بجے ہمیں جیل سے نکال لیا گیا اور پھر گاڑی میں پہنچا دیا گیا۔ میری توقع کے خلاف آج صرف دو آدمی ہمارے ساتھ وین کے پچھلے حصے میں بیٹھے تھے۔ دو آدمی آگے تھے جن میں ایک ڈرائیور تھا اور دوسرا اس کے نزدیک بیٹھا ہوا جیل کا سنتری۔ جیل کی گاڑی ہمیں لے کر چل پڑی۔ جالیوں سے ہم باہر کے مناظر دیکھ رہے تھے۔ ہمارے ہاتھوں میں معمول کے مطابق ہتھکڑیاں ڈال دی گئی تھیں۔ گولیور کا چہرہ دُھواں دُھواں ہو رہا تھا اور اس کی حالت بہت زیادہ خراب نظر آ رہی تھی۔ جوں جوں وقت گزر رہا تھا وہ مضطرب ہوتا جا رہا تھا۔ مجھے خطرہ تھا کہ کہیں یہ بدبخت سارا کھیل چوپٹ نہ کر دے اور ہمارے نزدیک بیٹھے ہوئے پولیس والے اس بات سے آگاہ نہ ہو جائیں کہ ہمارے ذہنوں میں کوئی منصوبہ پرورش پا رہا ہے۔ ایک ایک لمحہ ایک ایک صدی بن کر گزر رہا تھا۔ کیفیت میری بھی زیادہ بہتر نہیں تھی۔ حالانکہ اگر غور کرتا تو پہلے کے اور اب کے نوازمیں بہت فرق نظر آتا۔ پہلے میں خطرناک سے خطرناک حالات میں اپنے آپ کو سنبھالے رہتا تھا لیکن آج ایک معمولی سی کوشش سے دل کی دھڑکنیں تیز ہوئی جا رہی تھیں۔ بہر طور صورت حال کچھ بھی ہو مجھے اپنے آپ پر قابو رکھنا تھا۔ گولیور کمبخت اگر میرا ساتھ نہ دے پاتا تو نہ دے مجھے اب اس کی پروا نہیں تھی۔ بالآخر ہم اس جگہ پہنچ گئے جہاں اپنے منصوبے کی تکمیل کرنی تھی۔ گولیور نے خوفزدہ نگاہوں سے مجھے دیکھا اور میں نے آنکھیں بند کر کے گردن ہلا دی۔ گویا اب کام کا آغاز ہو جانا چاہیے تھا۔ میں نے اپنے طور پر بھی جس سمت میں بیٹھا ہوا تھا ادھر جالیوں سے باہر نگاہ ڈالی۔ توقع کے مطابق راستے سنسان تھے چھوٹے خوشنما بنگلے اطراف میں پھیلے ہوئے تھے۔ یہ معزز لوگوں کی آبادی تھی اور معزز لوگوں کی آبادی میں ہنگامے نہیں ہوتے بلکہ وہاں کا ماحول پرسکون ہوتا ہے۔ لیکن ایسے پرسکون ماحول بعض اوقات ہم جیسے لوگوں کے لیے بڑے کارآمد ثابت ہوتے ہیں۔ بالآخر میں نے گولیور کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال دیں۔ میں اسے اپنی قوتِ ارادی سے مسحور کرنا چاہتا تھا اور اسے اس بات پر آمادہ کر رہا تھا کہ وہ کام کی تکمیل میں گڑبڑ نہ کر دے۔ ہماری خوش قسمتی تھی کہ ہمارا مدِمقابل ایک ایک تھا اگر ہم اچانک صحیح طور پر حملہ آور ہو جاتے تو پھر ہمارے لیے یہ کام مشکل نہ ہوتا کہ ہم اپنا مقصد پورا کر لیں۔ وقتِ مقررہ پر میں نے زور سے کی آواز نکالی اور اس کے ساتھ ہی اپنے نزدیک بیٹھے ہوئے پولیس مین پر پل پڑا۔ پولیس مین اپنی رائفل سامنے رکھے اطمینان سے بیٹھا ہوا تھا۔ اتفاق کی بات یہ بھی تھی کہ یہ دونوں پولیس والے مجھے کئی بار جیل سے عدالت لا چکے تھے اور غالباً میرے بارے میں مطمئن تھے مجھے شریف قسم کے مجرموں میں شمار کیا جاتا تھا۔ چنانچہ وہ توقع بھی نہیں کر سکتے تھے کہ آج اچانک ان پر یہ بپتا آ پڑے گی۔ میں نے

پہلی ہی کوشش میں اپنے شکار کو رگید کر رکھ دیا۔

میں نے پوری قوت سے اس کا سر وین کے فرش پر دے مارا۔ اس کے حلق سے ایک کراہ سی نکل گئی۔ لیکن میں نے اسے چھوڑا نہیں تھا۔ میں نہیں چاہتا تھا کہ یہ کراہ کوئی تیز آواز اختیار کر سکے۔ خوش قسمتی سے گولیور نے بھی اپنے مدِمقابل کو زیر کر لیا تھا۔ حالانکہ مجھے سب سے زیادہ خطرہ اسی کی جانب سے تھا۔ لیکن یہ بھی گولیور ہی کی خوش قسمتی تھی کہ اس کا مدِمقابل زیادہ طاقتور نہیں تھا۔ اور اس کے دو تین گھونسوں نے جو گولیور نے نہایت بے تکے انداز میں اس کی گردن پر لگائے تھے اس کے مدِمقابل کو بے ہوش کر دیا تھا۔ میں نے اپنے شکار کو دیکھا۔ وہ بے ہوش ہو چکا تھا۔ دوسرے لمحے میں نے گولیور کو اشارہ کیا کہ جلدبازی سے کام نہ لے اور رائفل اپنے قبضے میں کر لے۔ اس موقع سے میں پورا پورا فائدہ اٹھانا چاہتا تھا۔ میرا خیال تھا کہ جب ہم وین میں ہنگامہ کریں گے تو دونوں سپاہی اپنے طور پر مدافعت کریں گے اور اس سلسلے میں خاصی گڑبڑ ہو جائے گی۔ چنانچہ ہم فوری طور پر آگے بیٹھے ہوئے پولیس والوں پر فائرنگ شروع کر دیں گے اور اس کے بعد جو بھی نتیجہ نکلے۔ لیکن چونکہ ہمارے دونوں شکار بے آواز ڈھیر ہو گئے تھے اور آنے والوں کو اس کی خبر بھی نہ ہو سکی تھی اس لیے ہم اس موقع سے پورا پورا فائدہ اُٹھانا چاہتے تھے۔

میں نے پھرتی سے اپنے شکار کی تلاشی لی لیکن اس کی جیب سے ہتھکڑیوں کی چابی نہ نکلی تو پھر میں نے گولیور کے شکار کو ٹٹولا۔ اس کی بیلٹ میں ہتھکڑیوں کی چابی موجود تھی۔ گولیور میری یہ کارروائی حیرت اور دلچسپی سے دیکھ رہا تھا۔ اس کے ساتھ ساتھ ہی اس کی نظریں باہر کی جانب بھی لگی ہوئی تھیں۔ وین کی رفتار معمول کے مطابق تھی۔ نہ تیز نہ سُست۔ چنانچہ ہمیں اس لمبی سڑک کے ختم ہو جانے کا خدشہ بھی نہیں تھا۔ میں نے انتہائی پھرتی سے گولیور کے ہاتھوں میں لگی ہوئی ہتھکڑی کھولی اور گولیور اپنے ہاتھوں کو آزاد پا کر یقین نہ کرنے والے انداز میں مجھے دیکھنے لگا۔ پھر میں نے دانت پیستے ہوئے ہتھکڑی کی چابی اس کی طرف بڑھائی اور وہ لرزتے ہاتھوں سے میری ہتھکڑی کھولنے لگا۔ ہم جانتے تھے اگر ہم اسی طرح فرار ہو گئے تو ہتھکڑیاں لگے بہت سے کام انجام نہیں دے سکیں گے لیکن اس وقت ہماری تقدیر ہمارا ساتھ دے رہی تھی اور میں ہتھکڑیاں کھولنے کی کوشش میں کامیاب ہو چکا تھا۔ اس کے بعد اس کے علاوہ اور کوئی چارہ نہیں تھا کہ آگے بیٹھے ہوئے لوگوں پر فائرنگ شروع کر دی جائے۔ وین رکوائی تو نہیں جا سکتی تھی اور اگر یہ سڑک ختم ہو گئی تو ہمارے کام میں مشکلات پیش آ سکتی ہیں چنانچہ میں نے گولیور کو اشارہ کیا اور ہم نے اندر سے وین کا پچھلا دروازہ کھول دیا۔ گویا اب باہر نکلنے میں ہمیں کوئی دقت نہیں ہو سکتی تھی۔ گولیور میں نہ جانے کہاں سے اتنی چستی اور پھرتی آ گئی تھی۔ غالباً وہ اپنے پہلے کام کی تکمیل کے بعد اس بات سے مطمئن ہو گیا تھا کہ تقدیر اس کا ساتھ دے رہی ہے اور وہ اپنی کوشش میں ناکام رہے گا۔ چنانچہ میں نے سینے میں سانس بھری اور ہمت کر کے سامنے یعنی ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھے ہوئے شخص کو نشانہ بنا دیا۔

رائفل سے گولی چلی اور اس کے ساتھ ہی ایک زبردست چیخ بلند ہوئی۔ گولی سامنے بیٹھے ہوئے شخص کی گردن میں سے گزر کر ونڈ اسکرین توڑتی ہوئی باہر نکل گئی تھی۔ ڈرائیور نے وین کو بریک لگایا اور وین بری طرح لڑکھڑاتی ہوئی بائیں جانب سڑک سے اُتر گئی۔ اس کے ساتھ ساتھ ہی میں نے دوسری گولی داغ دی تھی۔ گولیور رائفل استعمال نہیں کر سکا تھا۔ بزدل۔ کم بخت۔ اگر اتنا موقع نہ مل جاتا تو وہ میری کوششوں کو کبھی کامیاب نہ ہونے دیتا۔ دوسری گولی لگتے ہی وین زور سے ڈگمگائی اور پھر ایک فٹ پاتھ پر چڑھ کر ایک دیوار سے جا ٹکرائی۔ لیکن چونکہ اس کی رفتار سُست ہو چکی تھی اس لیے بہت زیادہ نقصان نہیں پہنچا۔ میں نے انتہائی برق رفتاری کے ساتھ پچھلے دروازے سے چھلانگ لگا دی تھی۔ چند لمحات کے بعد گولیور بھی میرے قریب باہر آ پڑا۔ لیکن اسے اُٹھانے کے لیے مجھے ہی سہارا دینا پڑا تھا۔ وہ لنگڑاتا ہوا بھاگ رہا تھا۔ غالباً اس کے پاؤں میں چوٹ آ گئی تھی۔

"اے گولیور رفتار تیز کرو۔ دیکھو لوگ اپنے اپنے گھروں سے نکل کر باہر آنے لگے ہیں۔" میں نے کہا اور گولیور جیسے ایک دم سنبھل گیا۔ ہم نے برق رفتاری سے ایک پتلی سی گلی کی طرف دوڑ لگا دی تھی اور چند ہی لمحات کے بعد ہم گلی میں داخل ہو گئے۔ علاقہ سنسان ضرور تھا مگر اتنا بھی نہیں کہ لوگ کسی ایسے حادثے کو نظرانداز کر دیتے اور اپنے گھروں میں گھسے بیٹھے رہتے۔ البتہ ہمیں یہ فائدہ ضرور حاصل ہو گیا تھا کہ لوگوں کو صحیح صورتِ حال نہیں معلوم ہو سکی تھی۔ وہ ابھی وین کے حادثے پر ہی غور کر رہے ہوں گے یہ اندازہ نہیں ہو گا ان کو کہ وین میں چار لاشیں پڑی ہوئی ہیں۔ یا چند مجرم اس طرح وین میں پولیس والوں کو ہلاک کر کے فرار ہو گئے ہیں۔ ان کی اس لاعلمی سے ہمیں پورا فائدہ حاصل ہوا اور ہم اس پتلی سی گلی کو عبور کر کے سڑک کے دوسری جانب آ نکلے۔ یہ ایک بالکل نئی سڑک تھی لیکن یہ بھی اتفاق سے سنسان تھی۔ قرب و جوار میں کوئی ایسی چیز نظر نہیں آ رہی تھی جسے ہم سواری کے طور پر استعمال کر سکیں۔ ہمارا انداز مشکوک تھا۔ اگر لوگ ہمیں دیکھتے تو کم از کم یہ اندازہ تو ضرور لگا لیتے کہ ہم کسی مجرمانہ کارروائی کے بعد فرار ہوئے ہیں۔ البتہ ہمارے پاس رائفلیں وغیرہ نہیں تھیں کیونکہ رائفل استعمال کرنے کے بعد وہیں وین میں پھینک دی تھی اور گولیور نے بھی میری تقلید کی تھی لیکن اس کی چال میں اب بھی لنگڑاہٹ تھی۔

"کیا تم دوڑ نہیں سکتے؟"

"دوڑ سکتا ہوں۔" گولیور نے کہا۔

"تو پھر مذاق کیوں کر رہے ہو؟"

"میں مذاق نہیں کر رہا۔ وین سے کودتے ہوئے میرا پاؤں بُری طرح مُڑ گیا ہے۔"

"ٹوٹ تو نہیں گیا؟"

"نہیں، ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ ایک لمحے رُکو تو میں دو چار جھٹکے دے کر درست کر لوں۔"

"یہ ایک لمحہ ہی میرے لیے موت کا لمحہ ثابت ہو سکتا ہے اس لیے دوڑو اور بھول جاؤ کہ تمہارے پاؤں میں تکلیف ہے اس احساس کو تھوڑی دیر کے لیے ذہن سے نکال دو۔" میں نے کہا اور اس نے گردن ہلا دی۔

زندگی بچانے کی جدوجہد میں گولیور مجھ سے کسی طور پیچھے نہ رہا۔ وہ اس وقت تک خوفزدہ تھا جب تک اس نے عمل کا آغاز نہیں کیا تھا لیکن اس کوشش کے بعد اب اس میں بھی ہمت پیدا ہو گئی تھی اور وہ بھرپور طور پر میرا ساتھ دے رہا تھا

میرا پلان اب تک بہت عمدہ رہا تھا۔ جس جگہ کا ہم نے انتخاب کیا تھا وہ ہمارے لیے بہت کارآمد ثابت ہوئی تھی۔ اگر یہ کوئی بھری پُری سڑک ہوتی تو شاید ہم اپنی اس کوشش میں پوری طرح کامیاب نہ ہو پاتے لیکن سنسان راستوں پر ہمیں فرار کا موقع نصیب ہو گیا تھا۔ ہم دوڑ رہے تھے لیکن یہ خیال رکھ کر کہ کوئی ہمیں بھانپ نہ لے بالآخر ہم ایک عمارت کی آڑ میں رُک گئے۔ ہمارے سانس دھونکنیوں کی طرح چل رہے تھے۔

"گولیور!" میں نے کہا اور وہ میری طرف دیکھنے لگا۔ "ہماری راہ میں بے شمار مشکلات ہیں۔"

"مجھے احساس ہے۔"

"فیری جیکسن کے فلیٹ تک پہنچنے کے لیے ابھی ہمیں بہت جدوجہد کرنی پڑے گی۔"

"یقیناً۔"

"ہم کوئی ٹیکسی بھی نہیں کر سکتے کیونکہ بل کی ادائیگی کے لیے ہمارے پاس کچھ نہیں ہے۔"

"ہاں۔" اس نے کھوئے کھوئے لہجے میں کہا۔

"کیا فیری اس وقت اپنے فلیٹ پر ہو گی؟"

"نہیں۔ میں بتا چکا ہوں کہ وہ ایک اسٹور پر ملازمت کرتی ہے۔ اس وقت وہ ڈیوٹی پر ہو گی۔"

"کس وقت آتی ہے وہ؟"

"شام کو پانچ بجے۔"

"اس کا مطلب ہے کہ اس کا فلیٹ بھی بند ہو گا۔"

"ہاں۔ لیکن میں اسے کھول سکتا ہوں۔ بشرطیکہ اس نے فلیٹ کے تالے کی مرمت نہ کرائی ہو۔" گولیور نے مسکرانے کی ناکام کوشش کرتے ہوئے کہا۔

"کیا مطلب۔۔۔؟"

"اس کے فلیٹ کا لاک خراب تھا۔ گھٹیا سا فلیٹ ہے۔ اور پھر بھی فیری کے پاس کوئی ایسی چیز نہیں ہے جس کے چوری ہو جانے کا خدشہ ہو۔ اس لیے وہ لاپرواہ ہے۔ یہ لاک ایک سال سے خراب ہے اور فیری صرف اخلاقاً ہی چابی استعمال کر لیتی ہے ورنہ اسے اس کی ضرورت پیش نہیں آتی۔ بارہا اس کی غیر موجودگی میں، میں اس کے فلیٹ میں آرام کر چکا ہوں۔۔۔"

"خدا کرے اس نے تالا بدلوا نہ لیا ہو۔"

"ہاں۔ خدا کرے۔"

"مگر وہاں تک پہنچنے کے لیے کیا کیا جائے۔۔۔؟" میں نے کہا۔ گولیور نے میری بات کا کوئی جواب نہیں دیا تھا۔ ہمارے سانسوں کی رفتار درست ہوئی تو ہم تن بہ تقدیر آگے بڑھ گئے۔ البتہ ہم نے اپنی چال میں اعتدال رکھا تھا تاکہ کسی کو اس پر شبہ نہ ہو سکے۔ ہم کافی دور نکل آئے تھے لیکن ابھی نہیں کہ کوئی ہم تک پہنچ نہ سکے۔ چنانچہ یہاں سے آگے بڑھنا ضروری تھا۔

ابھی زیادہ دور نہیں گئے تھے کہ تھوڑے فاصلے کے ایک موڑ پر کسی گاڑی کے انجن کی آواز سنائی دی۔ ہم نے ایک آڑ میں چھلانگیں لگائی تھیں۔ کُھلے ہوئے پچھلے حصے والا ٹرک تھا جو اسی طرف آ رہا تھا۔ ڈرائیونگ سیٹ پر صرف ایک آدمی نظر آ رہا تھا۔ ہم اس کے گزر جانے کا انتظار کرنے لگے لیکن وہ ہم سے چند گز کے فاصلے پر رُک گیا تھا۔ پھر ڈرائیونگ سیٹ کا دروازہ کھلا اور ڈرائیور نیچے اُتر آیا۔ اس نے عقبی حصے میں آ کر ایک وزنی کارٹن اُٹھایا اور تھوڑے فاصلے پر بنی ہوئی عمارت کی طرف بڑھ گیا۔

"کیا خیال ہے۔ کیا ہماری مشکل حل نہیں ہو گئی۔" گولیور نے مجھے دیکھتے ہوئے کہا۔

"پتا نہیں وہ چابی ساتھ لے کر اُترا ہے یا اگنیشن میں لگی چھوڑ گیا ہے۔" میں نے خشک ہونٹوں پر زبان پھیرتے ہوئے کہا۔

"دیکھوں؟" گولیور نے سوالیہ انداز میں کہا اور میں گردن اُٹھا کر بوڑھے شخص کو دیکھنے لگا۔ جس نے کارٹن اس عمارت کے دروازے پر رکھ کر عمارت کے سامنے لگی ہوئی کال بیل بجائی تھی۔ وہ پوری طرح اسی طرف متوجہ تھا اس لیے میں نے گولیور کو اشارہ کیا اور گولیور پھرتی سے آگے بڑھ کر ٹرک کے قریب پہنچ گیا۔ اس نے اگنیشن میں جھانکا اور پھر پُرمسرت انداز میں دبے دبے لہجے میں چیخا۔

"چابی موجود ہے۔" میں تیزی سے آگے بڑھ گیا تھا۔ گولیور انتظار کیے بغیر اوپر چڑھ گیا اور اس نے دوسری سمت کا دروازہ کھول دیا۔ جدھر سے میں بھی ٹرک پر چڑھ گیا تھا۔ ٹرک کا انجن چونکہ بند کر دیا گیا تھا اس لیے اسے اسٹارٹ کرنا پڑا لیکن سیلف لگاتے ہی ڈرائیور نے چونک کر ادھر دیکھا۔ پھر اس نے کچھ کہنے کے لیے منہ کھولا ہی تھا کہ گولیور نے ایک جھٹکے سے کلچ چھوڑ دیا۔ ٹرک نے ایک چھوٹی سی چھلانگ لگائی اور پھر تیز رفتاری سے دوڑنے لگا۔ ڈرائیور کافی دور تک پیچھے دوڑتا ہوا آیا تھا۔ لیکن ظاہر ہے اب ٹرک کو روکنا اس کے بس کی بات نہیں تھی۔ ابھی تک ہم صرف اپنی خوش بختی پر ہی بھروسہ کر رہے تھے۔ اگر پیچھے سے کوئی گاڑی آتی نظر آ گئی تو ٹرک ڈرائیور ضرور ہمارا تعاقب کرے گا۔ لیکن تقریباً دو تین فرلانگ چلنے کے بعد میں نے گردن موڑ کر پیچھے دیکھا۔ سڑک دور تک سنسان پڑی ہوئی تھی۔ یہ وقت ایسا ہی تھا کہ کسی جگہ بھی زیادہ رش نہیں تھا۔ ورکنگ ڈے تھا۔ لوگ اپنے اپنے کام میں مصروف تھے اور زیادہ آمدورفت نہیں تھی۔ میں نے سکون سے گردن ہلائی اور گولیور سے کہا کہ رفتار بڑھا دے۔ ٹرک اچھا خاصا تھا چنانچہ وہ تیز رفتاری سے سفر کرنے لگا۔ گولیور آگے جا کر دائیں سمت مڑ گیا اور پھر تھوڑے فاصلے پر پہنچ کر بائیں سمت۔ اب ہمیں کسی قدر سکون محسوس ہونے لگا تھا۔ ابھی تک کی کارروائی نہایت تسلی بخش تھی۔ مسئلہ صرف یہ تھا کہ فیری جیکسن کا فلیٹ کھلا ہوا مل جائے یا کم از کم اس کا تالا ہی خراب ہو۔ گولیور نے مجھ سے پوچھا۔

"ٹرک کو کہاں چھوڑا جائے؟"

"بہتر یہ ہو گا کہ فیری جیکسن کے فلیٹ کے اطراف ہی میں کسی ایسی جگہ جہاں سے ہمیں تھوڑا پیدل چلنا پڑے اور ہم فلیٹ پر پہنچ جائیں یعنی کوئی اندازہ نہ کر سکے۔ ویسے بھی تم مجھے بتا چکے ہو کہ تمہارے اور فیری جیکسن کے تعلقات کے بارے میں بہت کم لوگ جانتے ہیں۔"

"اس وقت یہ چیز کام آئے گی۔" گولیور نے مسکراتے ہوئے کہا اور میں بھی مسکرا کر اس کی شکل دیکھنے لگا۔ پھر میں نے کہا

"گولیور پہلے کی نسبت تم بہت زیادہ پُرسکون نظر آ رہے ہو۔"

"میں کوئی شریف آدمی نہیں ہوں مسٹر نواز! مجرمانہ زندگی گزارتا رہا ہوں۔ بس ذرا قتل و غارت گری سے دور رہتا ہوں اور کسی انسان کی جان لیتے ہوئے میرا دل دھڑکنے لگتا ہے۔ ویسے چونکہ جرائم کر کے اپنی زندگی بِتاتا رہا ہوں میں تم سے پہلے بھی کہہ چکا ہوں کہ وہ ایک قتل مجھے اس قدر نڈھال کر چکا ہے کہ اب شاید میں آئندہ زندگی میں جرائم نہ کر سکوں۔ بشرطیکہ زندگی بچ جائے۔"

"اچھی بات ہے گولیور زندگیوں سے کھیلنا بہت ہی نفرت انگیز کام ہے لیکن بعض اوقات حالات اس طرح مجبور کر دیتے ہیں کہ آدمی بے بس ہو جاتا ہے۔"

"ہاں اس میں کوئی شک نہیں۔" گولیور نے جواب دیا اور پھر ایک دم چونک کر بولا۔

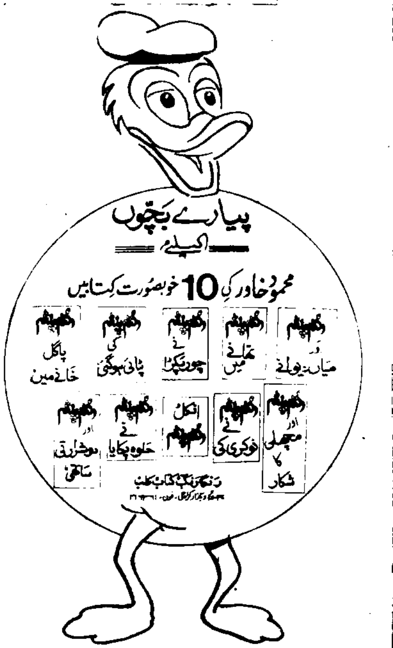
"خدا کی پناہ کم از کم دو قتل تو ہم سے ہو ہی گئے۔ یعنی اگلی سیٹوں پر بیٹھے ہوئے پولیس والے ہماری گولیوں کا شکار ہو گئے۔"

"ہماری نہیں صرف میری گولیوں کا۔" میں نے کہا۔

"بات ایک ہی ہے میں اس وقت تم کو خود سے الگ نہیں سمجھ رہا۔ اتنا ذلیل انسان نہیں ہوں۔" گولیور نے جواب دیا۔

میرے لیے گولیور تنکے کا سہارا تھا اور میں اس سہارے کی عزت کرتا تھا۔ وقتی طور پر مجھے سر چھپانے کی جگہ مل جائے تو پھر میں اپنے اندر سوئے ہوئے نواز کو مکمل طور پر بیدار کر لوں گا

اور اس کے بعد مقامی پولیس کو دانتوں تلے پسینہ آ جائے گا۔ مجھے گرفتار کرنا ان کے لیے معمول بات نہیں ہے۔ میری بیوی اغوا ہو گئی اور اُس کے بعد سازشیوں نے مجھ پر قتل کا الزام لگا دیا۔ میں کسی کو معاف نہیں کر سکتا تھا۔ آخر میرا اپنا بھی تو کوئی وقار تھا۔ عزت تھی میں نے مجرمانہ زندگی سے توبہ کر کے شرافت کی زندگی اپنائی تھی۔ تو اس کا مطلب یہ نہیں تھا کہ قانون کے رکھوالے مجھ سے کھیلنا شروع کر دیں۔ مسٹر پاول تو کم از کم جانتے تھے کہ میں کس قسم کا انسان ہوں اگر میں ترلوک کے سلسلے میں اتنی مدد نہ کرتا تو وہ یہ ترقی نہیں پا سکتے تھے۔ انہیں میرے ساتھ مروت برتنی چاہیے تھی۔ سفر جاری رہا مختلف سڑکوں سے مڑتے ہوئے بالآخر ہم ایک ایسی جگہ پہنچ گئے جہاں ایک چوراہا تھا۔ گولیور نے کہا۔



"اگر تم کہو تو میں اس چوراہے پر بائیں سمت رُخ کر کے ٹرک کھڑا کر دوں جب کہ ہمیں بغلی سمت میں جانا ہے۔ اور یہ پتلی سی گلی عبور کر کے سڑک پر تقریباً دو فرلانگ پیدل چلنا ہے۔ تب کہیں ہم فیری جیکسن کے فلیٹ تک پہنچیں گے"

"مناسب جگہ ہے کم از کم اتنا فاصلہ ضرور ہونا چاہیئے۔" میں نے کہا اور گولیور نے ٹرک سڑک کے کنارے کر کے اس طرح روک دیا جیسے اس میں کوئی خرابی ہو گئی ہو یہاں آبادی اچھی خاصی تھی۔ اور گاڑیاں وغیرہ بھی آجا رہی تھیں اس لیے ٹرک کا اس طرح چھوڑ کر اتنے فاصلے پر چلے جانا کسی کی نگاہوں میں مشکوک ہو سکتا تھا چنانچہ گولیور نے اس کا بونٹ اٹھا دیا۔ بونٹ اٹھانے کے بعد وہ چند لمحات ادھر اُدھر دیکھتا رہا انداز ایسا تھا جیسے اپنی پریشانی کا کوئی حل تلاش کر رہا ہو۔ لیکن اصل بات یہ تھی کہ ہم یہ اندازہ لگا رہے تھے کہ ہماری جانب کوئی خاص طور سے تو متوجہ نہیں ہے۔ اور ہم نے محسوس کر لیا کہ ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ چنانچہ اس کے بعد ہم دونوں وہاں سے آگے بڑھ گئے۔ تھوڑے فاصلے تک ہم سُست رفتار سے چلتے رہے۔ اور اُس کے بعد رفتار تیز کر دی بالآخر وہ گلی عبور کرنے کے بعد دوسری سڑک پر آگئے اور پھر یہاں سے داہنے سمت چلتے ہوئے کافی دور نکل آئے۔ وہ جگہ اب قریب تھی جہاں فیری جیکسن کا فلیٹ تھا۔ چنانچہ چند لمحات کے بعد گولیور ایک عمارت کے سامنے رُک گیا۔ خاصہ لمبا فاصلہ طے کرنا پڑا تھا۔ حلیئے ویسے ہی خراب تھے چنانچہ ہم کسی کی نگاہ میں مشکوک ہو سکتے تھے۔ لیکن بس تن بہ تقدیر تھے۔ جو کچھ بھی ہوگا دیکھا جائے گا فلیٹ کی دوسری منزل پر پہنچ کر گولیور نے راہداری میں دیکھا، راہداری سُنسان پڑی تھی ویسے فلیٹوں سے آوازیں آرہی تھیں۔ گولیور ایک فلیٹ کے سامنے رُک گیا۔ اُس نے دھڑکتے دل کے ساتھ فلیٹ کے تالے کی جانب دیکھا اور پھر دبی دبی مُسکراہٹ کے ساتھ بولا۔

"حالات زیادہ ہی موافق چل رہے ہیں مسٹر نواز"

"تالا وہی پرانا والا ہے۔"

"ہاں بشرطیکہ اس کی مرمت نہ کرائی گئی ہو۔" گولیور نے کہا اور ہینڈل پر ہاتھ رکھ کر تالا کھولنے لگا۔ چند ہی لمحات کے بعد اُس نے دروازے کو دھکیلا اور ہم دونوں غڑاپ سے اندر داخل ہو گئے خوش بختی ہمارے قدم بہ قدم چل رہی تھی اب تک کی کوششوں میں ہم نمایاں طور پر کامیابی حاصل کرتے رہے تھے۔ تین کمروں کا چھوٹا سا فلیٹ تھا۔ معمولی سا فرنیچر مکان میں رہنے والے کی غربت کا اظہار کر رہا تھا۔ لیکن ہمارے لیے اس وقت یہ فلیٹ کتنا قیمتی تھا اس کا اندازہ ہم ہی کر سکتے تھے۔ فلیٹ کی بالکونی سے اس علاقے کی واحد سڑک کا منظر دیکھا جا سکتا تھا۔ چنانچہ گولیور نے بالکونی کی کھڑکی کھول دی اور اُس کے ایک ـــ صوفے پر دھم سے بیٹھ گیا۔ میں نے بھی دوسرا صوفہ سنبھال لیا تھا۔ صوفے کے اسپرنگ ہمارے بیٹھنے سے بولنے لگے تھے۔ میں نے بخوبی اندازہ لگا لیا تھا کہ فیری جیکسن بیچاری بہت ہی غریب قسم کی لڑکی ہے۔ بہرطور گولیور کا یہ انتخاب مجھے پسند تھا۔ خاص طور سے اس لیے کہ اس انتخاب کی وجہ سے ہمیں سر چھپانے کا ٹھکانہ مل گیا تھا۔ گولیور مسکراتا ہوا بولا۔

"اپنے اس قلعے میں، میں آپ کو خوش آمدید کہتا ہوں مسٹر نواز اصغر لیکن افسوس میں آپ کی کوئی بہتر خاطر مدارات نہیں کر سکوں گا۔ دیکھتا ہوں کہ فیری کے مالی حالات کیسے چل رہے ہیں۔ اُس کے کچن میں کھانے پینے کی کوئی چیز موجود ہے یا نہیں۔"

"میں ذرا باتھ روم جاؤں گا۔" میں نے کہا اور گولیور نے مجھے باتھ روم کا راستہ بتلا دیا۔ باتھ روم میں جا کر منہ ہاتھ دھویا۔ حلیہ جس قدر سنور سکتا تھا سنوارا اور اس کے بعد وہاں سے نکل آیا گولیور شاید کچن میں مصروف تھا۔ اور میں اس کا انتظار کرتا رہا تھوڑی دیر کے بعد جب وہ واپس آیا تو اُس کے دونوں ہاتھوں میں کافی کی دو پیالیاں دبی ہوئی تھیں۔ اور بغل میں شاید بسکٹوں کا ڈبہ تھا۔ اُس نے کافی کی ایک پیالی میرے سامنے رکھی اور پھر اپنی پیالی رکھنے کے بعد ڈبہ کھولنے لگا۔ ڈبے میں عمدہ قسم کے بسکٹ موجود تھے۔

"فیری جیکسن کی طرف سے یہ حقیر سا نذرانہ قبول کیجیے مسٹر نواز"

"تم اسے حقیر سی چیز نہ کہو۔ مسٹر گولیور اس وقت یہ دنیا کی سب سے قیمتی شے ہے۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"فیری ہمیں دیکھ کر حیران رہ جائے گی۔ ویسے مجھے یقین ہے کہ کوئی فیری کے ذریعے میرا پتہ لگانے میں کامیاب نہیں ہو سکتا۔" گولیور کافی کے دو تین گھونٹ مسلسل لینے کے بعد بولا۔ میں نے کچھ جواب نہیں دیا تھا۔ دو بج چکے بسکٹوں کا یہ ڈبہ ہی ہمارا لنچ بنا تھا۔ کیونکہ شاید اور کوئی چیز یہاں موجود نہیں تھی۔ جسے کھا کر ہم لنچ کر سکتے گولیور نے فلیٹ کا دروازہ اندر سے بند کر دیا تھا۔ اور اب اُسے باہر سے نہیں کھولا جا سکتا تھا۔ اندر سے بند کرنے کے لیے اُس کے اوپری حصّے میں کچھ خاص قسم کی چٹخنیاں لگی ہوئی تھیں۔ وقت گزرتا رہا ہم صوفے پر ہی آرام کرنے لیٹ گئے تھے۔ میں نے فیری کے فلیٹ کے دوسرے حصّے کو دیکھنے کی کوشش نہیں کی تھی۔ ظاہر ہے مجھے ان تمام چیزوں سے دلچسپی نہیں تھی۔ گولیور بھی شاید اونگھ گیا تھا۔ اور اب اس کی آواز نہیں سُنائی دے رہی تھی۔ کتنا عجیب و غریب وقت تھا۔ میں ایک بار پھر خیالات میں کھو گیا۔ جو کچھ ہوا تھا اس کی توقع کبھی نہیں کی جا سکتی تھی۔ میں بھول کر بھی نہیں سوچ سکتا تھا کہ زندگی کے کٹھن ترین لمحات گزارنے کے بعد کروڑوں روپے کی دولت چھوڑ کر جب میں ایک شریف آدمی کی زندگی بسر کرنے کی کوشش کروں گا تو اس کا عرصہ اتنا مختصر ہوگا۔ ایک بار پھر میں مجرم بن گیا تھا۔ اور اب زندگی میں پھر وہی مجرمانہ جدوجہد شروع ہو گئی تھی جس کے لیے میں نے فیصلہ کیا تھا کہ اب آخری سانس تک اس قسم کی کسی کاروائی میں حصّہ نہیں لوں گا۔ بہت بڑی قربانی دی تھی میں نے لیکن یہ قربانی رائیگاں گئی تھی۔ اگر زیبی مجھے نہ ملی تو میں نہیں کہہ سکتا تھا کہ میری ذہنی

کیفیت کیا ہو جائے میں کہاں تک پہنچ جاؤں نہ چاہنے کے باوجود تقدیر نے پھر اُسی راستے پر لا پھینکا تھا جس پر ایک طویل عرصہ سفر کرنے کے بعد میں نے ایک منزل تلاش کی تھی۔ زیبی کو اگر ہلاک کیا گیا تو کیا میں اُس کے بغیر زندہ رہ سکوں گا۔؟ کیا کرنا چاہیئے مجھے؟ کیا کروں امریکہ میں رہ کر پولیس کی نگاہوں سے بچنا کتنا مشکل کام ہوگا اس کا اندازہ مجھ سے زیادہ اور کون لگا سکتا تھا۔ مجھے ایک ایک چپے پر تلاش کیا جائے گا۔ مجھے اُن تمام جگہوں پر چیک کیا جائے گا۔ جہاں اُن سرمنڈھے غنڈوں سے ملاقات ہو سکتی تھی جن کی نشاندہی مجھے کی گئی تھی۔ جو کچھ کرنا ہوگا بڑی احتیاط سے کرنا ہوگا۔ مسٹر پاؤل جانتے تھے کہ میرے سینے میں انتقام کی آگ بھڑک رہی ہے۔ اور میں جیل سے فرار ہونے کے بعد اپنے دشمنوں کو تلاش کروں گا۔

یہ حقیقت تھی۔ زیبی کی تلاش ہی میری زندگی کا مقصد تھی اس کے علاوہ اب اس زندگی کا اور کوئی مصرف بھی تو نہیں تھا۔ لیکن امریکی پولیس سے نمٹنا آسان کام نہیں تھا۔ اس کے لیے مجھے نہایت ذہانت سے کام کرنا ہوگا۔

اور اگر زیبی نہ ملی تو ـــ یہ ایک خوفناک سوال تھا۔ اور اس سوال کا جواب میرا ذہن کسی طور نہ دے پا رہا تھا۔ دل سینے سے نکلنے لگتا تھا صرف احساس تھا کہ زیبی کا تعلق اب میری زندگی سے ختم ہو چکا ہے۔ وہ کیا یہ تعلق ختم ہو سکے گا ـــ کیا زندگی کے کسی موڑ پر میں اُسے ـــ بھلانے میں کامیاب ہو سکوں گا ـــ؟"

وقت گزرتا رہا۔ گولیور جاگ گیا۔ اُس نے تعجب سے میری طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"ارے میں سو گیا تھا۔؟"

"ہاں ـ نیند سولی پر بھی آجاتی ہے۔"

"اوہ ـــ" گولیور نے جلدی سے اپنی گردن ٹٹولتے ہوئے کہا۔ اور پھر جھینپے ہوئے انداز میں ہنسنے لگا۔ "پتا نہیں کیا وقت ہو گیا۔؟"

"پتا نہیں ـــ" میں نے اپنی سونی کلائی دیکھتے ہوئے کہا۔ میری قیمتی گھڑی سرکاری تحویل میں تھی۔ کوئی سند میرے پاس نہیں چھوڑی گئی تھی۔

گولیور بے چارے کی بھی یہی کیفیت تھی۔"

شام کے پانچ یا ساڑھے پانچ بجے ہوں گے جب گولیور کو کچھ یاد آیا اور اس نے صوفے سے چھلانگ لگا دی۔ میں اس کی اس حرکت سے چونک پڑا تھا۔

"کیا بات ہے ـــ؟" میں نے پھرتی سے کھڑے ہوتے ہوئے پوچھا۔

"ایک منٹ ـــ ایک منٹ رُکو۔ ابھی آیا۔ اور ہاں سنو یہ کھڑکی جلدی سے بند کر دو۔" اس نے کہا اور جھپاک سے باہر نکل گیا میں تعجب سے اُسے دیکھتا رہ گیا تھا۔ اس کی یہ حرکت میری سمجھ میں نہیں آئی تھی۔

پھر جب مجھے اس کی ہدایت کا خیال آیا تو میں نے جلدی سے کھلی ہوئی کھڑکی بند کر دی۔ گولیور چند ثانیے کے بعد واپس آگیا تھا۔

"کیا ہوا ـــ؟" میں نے بے اختیار پوچھا۔

"کچھ بھی نہیں ـــ" وہ مُسکراتا ہوا بولا۔

"کوئی

"نہیں میرے بھائی۔ ایک غلطی ہونے جا رہی تھی۔ بروقت یاد آگیا ورنہ کہانی بہت دلچسپ ہو جاتی۔"

"کیا مطلب ـــ؟"

"کھڑکی کھلی ہوئی تھی۔ جو نیچے سڑک سے دیکھی جا سکتی ہے اور دروازہ اندر سے بند ہے۔ فیری کھلی ہوئی کھڑکی دیکھ کر چونکتی اور پھر سوچتی کہ شاید وہ جاتے وقت اسے بند کرنا بھول گئی ہے۔ لیکن پھر اوپر آ کر دروازہ بھی اندر سے بند دیکھتی تو اسے یقین ہو جاتا کہ کوئی گڑبڑ ضرور ہے اور ضرور کوئی چور اس کے فلیٹ میں قسمت آزمائی کر رہا ہے۔ وہ خود تو چور کے خلاف کوئی کاروائی نہیں کر سکتی تھی۔ لیکن نزدیکی پولیس اسٹیشن سے رجوع کرنا مشکل کام نہیں تھا پھر پولیس چور کی تلاش میں آتی۔ اور یہاں اُسے دو عمدہ قسم کے قاتل مل جاتے۔ مجھے یقین ہے کہ اب تک ہمارے حلیئے تمام پولیس اسٹیشنوں اور گشتی اسکواڈ کو مل چکے ہوں گے۔ نتیجے میں پولیس والوں کی ترقی ہو جاتی ـــ چنانچہ میں دروازہ کھولنے گیا تھا۔"

"اوہ ـــ" میں نے حیرت سے کہا۔ "واقعی تم نے خوب سوچا۔"

"میں نے تم سے کہا تھا ناکہ سوچنے کا کام میں بخوبی کر سکتا ہوں ـــ لیکن عمل کے خطرناک راستے ہمیشہ ٹیڑھے میڑھے ہوتے ہیں۔ اس لیے میں عمل سے گھبراتا ہوں۔"

گولیور اب دلچسپ ہوتا جا رہا تھا۔ ہمیں زیادہ دیر انتظار نہیں کرنا پڑا۔ دروازے پر آہٹیں سُنائی دی تھیں۔ پھر نرم و نازک قدموں کی چاپ جو اس طرف آ رہی تھی۔

گولیور کھڑا ہو گیا۔ پھر جونہی لڑکی نے اندر قدم رکھا۔ گولیور نے اسے سنبھال لیا۔ لیکن اس کے ساتھ ہی اس نے لڑکی کے منہ پر ہاتھ بھی جما دیا تھا تاکہ اس کی چیخ نہ نکل جائے۔

"میں گولیور ہوں فیری! پریشان نہ ہو۔" اُس نے کہا۔ اور لڑکی کے چہرے سے ہاتھ ہٹا لیا تھا۔ وہ متوحش نگاہوں سے اسے دیکھ رہی تھی۔ اس قدر بدصورت بھی نہیں تھی۔ جتنا گولیور کہہ رہا تھا۔ خاصے دلکش نقوش تھے۔ جنہیں غربت نے بگاڑ دیا تھا۔

"ہاں فیری یہ میں ہوں۔" گولیور نے کہا۔ میں نے کھنکھار کر انہیں اپنی موجودگی کا احساس دلایا۔ اور گولیور سنبھل کر بولا۔

"اور یہ میرے دوست ہیں نواز اصغر ـــ"

حیرت کی وجہ سے فیری کی آواز بھی نہیں نکل سکی تھی۔ "شکر ہے اس روز تم نے اپنے تالے کی مرمت نہیں کرائی تھی۔"

"تم ۔۔۔ تم ۔۔۔" بمشکل تمام فیری کی آواز نکلی۔

"جیل سے بھاگ آیا ہوں۔ تمہارے لیے۔" گولیور نے لکڑا لگلیا۔

"مفرور ۔۔۔؟"

"ہاں ۔۔۔ کیا تمہیں میرا آنا ناگوار گزرا ہے۔۔؟"

"کیسی باتیں کرتے ہو۔ مگر ۔۔۔ پولیس تمہاری تلاش میں ہو گی۔؟"

"ہم تمہیں پریشان نہیں کریں گے۔ لیکن تمہارے علاوہ میرا کوئی اور ٹھکانہ بھی تو نہیں تھا۔ اگر تم پسند نہیں کرو گی تو میں چلا جاؤں گا۔"

"میں تمہارے لیے خود بھی پھانسی چڑھنے کو تیار ہوں۔ یوں اچانک تمہیں دیکھ کر پریشان ہو گئی ہوں۔ اس لیے ایسی باتیں منہ سے نکال رہی ہوں۔ براہ کرم میری کسی بات کو محسوس نہ کرنا۔ میں ۔۔۔ میں تمہیں ہر وقت یاد کرتی رہی ہوں۔ بیمار ہو گئی ہوں تمہارے لیے۔" اس کی آنکھوں میں آنسو چمک آئے

"بس بدقسمتی کہو۔ ساری زندگی جرائم کی آغوش میں گزارنے کے بعد جب تمہاری پُرسکون دنیا میں رہنے کا فیصلہ کیا تو اس مصیبت میں گرفتار ہو گیا۔ اگر میرا دوست میری مدد نہ کرتا تو تمہاری صورت دوبارہ دیکھنا نصیب نہ ہوتی۔" گولیور نے کہا۔

"اوہ ۔۔۔ میرا تعارف تو کراؤ۔" فیری سنبھل کر بولی۔

"ہاں آؤ ۔۔۔ یہ راجہ نواز اصغر ہیں۔"

"عجیب نام نہیں ہے۔؟"

"تعلق ایشیا سے ہے۔"

"میں فیری ہوں جناب ۔۔۔ اور یہ شخص ایک ایسا سادہ لوح انسان ہے جس نے مجھ جیسی بدنصیب لڑکی کو اپنی زندگی میں شامل کرنے کا فیصلہ کیا تھا۔"

"گولیور مجھے آپ کے بارے میں بہت کچھ بتا چکا ہے مس فیری اور میں اس شخص کو سادہ لوح نہیں سمجھتا جس نے آپ جیسی حسین دل کی مالک لڑکی کا انتخاب کیا ہے۔"

"میں بہت بدنصیب ہوں جناب پوری دنیا میں بے سہارا تنہا میں نے کہا تھا اس سے تنہائی میری تقدیر ہے۔ یہ اپنی تقدیر مجھ سے منسلک کر کے خود کسی عذاب میں گرفتار ہو جائے گا۔ اور ایسا ہی ہوا۔" وہ سسک پڑی۔

"میں اس سے اختلاف رکھتا ہوں مس فیری۔ اس کے عمل نے اسے موت تک پہنچا دیا۔ آپ کی خوش نصیبی نے اسے دوبارہ زندگی بخشی ہے" میں نے کہا۔

"میرا دوست سچ کہتا ہے۔"

"مسٹر نواز اصغر آپ؟"

"میں بھی مجرم ہوں مس فیری۔ حالات کا مجرم۔ شریفانہ زندگی بسر کر رہا تھا لیکن ۔۔۔"

"آپ بھی جیل سے فرار ہوئے ہیں ۔۔؟"

"ہاں ۔۔۔ اور اب تک ہمارا حلیہ اخبارات، ٹیلی ویژن اور ریڈیو پر نشر کر دیا گیا ہو گا۔"

"آہ ۔۔۔ میں آپ لوگوں کے لیے کیا کروں ۔۔؟"

"پہلے صرف ایک بات کا جواب دیں۔" میں نے کہا۔

"جی ۔۔۔ فرمایئے"

"آپ کی پرسکون زندگی میں یہ مداخلت سو فیصدی ناجائز ہے۔ گولیور آپ کی محبت ہے لیکن میں جملہ معترضہ ہوں۔ آپ ہمیں پناہ دینا پسند کریں گی یا نہیں ۔۔؟"

"میری زندگی بھی اگر آپ لوگوں کے کام آ جائے تو میں سمجھوں گی کہ کوئی تو مصرف نکلا اس بیکار زندگی کا۔ یہ حقیر سی جگہ اس قابل تو نہیں ہے کہ آپ اسے پناہ گاہ بنائیں۔ تاہم اگر یہ آپ کے کام آ سکتی ہے تو میری خوش نصیبی ہو گی۔"

"آپ غور کر لیں مس فیری۔"

"فیری تنہا ہے۔ وقتی طور پر ہی سہی اگر میری تنہائی دور ہو جائے تو مجھے خوشی ہو گی۔"

"آپ کو ہمارے لیے جدوجہد بھی کرنی ہو گی۔"

"زندگی دے سکتی ہوں آپ کے لیے۔"

"خوفزدہ تو نہیں ہوں گی ۔۔؟"

"نہیں ۔۔" اس نے جواب دیا۔ اور میں خاموش ہو گیا۔

"تمہارے کچن میں ہمیں صرف کافی کریم اور بسکٹ کا ایک ڈبہ مل سکا تھا۔ اب ہمارے لیے کھانے کا بندوبست کرو۔" گولیور نے کہا۔

"افسوس مجھے کوئی اندازہ نہیں تھا۔ بس تھوڑی دیر کے لیے اجازت دو۔ گولیور ڈیئر میں ابھی آتی ہوں۔"

"دروازہ معمول کے مطابق باہر سے بند کرتی جاؤ۔ یہاں کسی کے آنے کا خطرہ تو نہیں ہے۔؟"

"یہاں کوئی نہیں آتا۔" اس نے پھیکے انداز میں مسکراتے ہوئے کہا اور باہر نکل گئی۔ گولیور نے بڑبڑاتے ہوئے کہا۔

"سب گولیور کی طرح احمق نہیں ہوتے۔" میں چونک کر اُسے دیکھنے لگا تھا۔ "تم دل ہی دل میں میرا مذاق اُڑا رہے ہو گے۔ نواز میرے گھٹیا ذوق کے بارے میں سوچ رہے ہو گے۔ لیکن میرے دوست جرائم کی دنیا میں بھی میرا اصول رہا ہے۔ اگر باقاعدہ مجرموں کا راستہ کاٹو گے تو اپنا کام نہیں کر سکو گے اور دشمنوں میں اُلجھ جاؤ گے اس لیے بہتر ہے کہ وہ کرو جسے دوسرے قابلِ اعتنا نہ سمجھیں۔ وہ چیز او جسے کوئی دیکھنا بھی پسند نہ کرے۔ اس لیے محبوباؤں کے انتخاب میں بھی میں اسی پالیسی پر عمل پیرا رہتا ہوں۔ ایسی محبوبائیں زیادہ وفاشعار اور قابلِ اعتماد ہوتی ہیں۔ جو بدصورت ہوں اور کوئی انہیں منہ لگانا پسند نہ کرے اب تم خود دیکھو۔ اگر یہ لڑکی خوبصورت ہوتی تو ۔۔۔"

"بس ۔۔۔" میں نے ہاتھ اُٹھا کر کہا۔ اور گولیور چونک کر مجھے دیکھنے لگا

"کیا بات ہے نواز ۔۔؟"

"میرا تم سے ثانوی سا رابطہ ہے گولیور ۔۔۔ چند لمحات کے ساتھی ہیں ہم لوگ میں وقتی طور پر یہاں ضرور رہ لوں گا۔ اور پھر کہیں بھی چلا جاؤں گا۔ اس لیے نہیں میرے دوست ۔۔۔ شاید بہت پہلے میں بھی انسانیت کا اسی طرح مذاق اُڑاتا رہا ہوں۔ سچ کو نہیں کرتا رہا ہوں۔ میں تحقیر کرتا رہا ہوں۔ آدمیت کی لیکن پھر میں نے اپنے اندر کے انسان کو جگا یا ضمیر کی آواز سنی۔ اور مجھے احساس ہوا کہ زندگی اس کا نام نہیں ہے۔ آنکھ بہت کمزور چیز ہے بہت سطحی دیکھتی ہے۔ دل کا حسن پر حق بھاری ہوتا ہے۔ خدا کے لیے اس معصوم لڑکی کا مذاق مت اُڑاؤ جس کے وجود میں محبت کے پھول کھلے ہوئے ہیں۔ تم موت کی آغوش تک پہنچ گئے تھے گولیور ۔۔۔ زندگی نے شاید تمہیں انسان کہنے کا موقع دیا ہے۔ ماضی کے گولیور کی موت واقع ہو چکی ہے۔ ہو سکے تو اس نئی زندگی کو کسی کے کام آنے دو ۔۔ کسی ایسے کے کام۔ جسے تم صرف مذاق سمجھتے ہو۔ کیا وہ معصوم لڑکی اس قابل ہے کہ تم اسے دھوکہ دو ۔۔ وہ جس نے زندگی میں کسی کے پیار کے بارے میں سوچا بھی نہیں وہ جو تمہارے لیے بیمار ہو گئی ہے۔ تم کہتے ہو تمہیں زندگیاں لینے سے خوف محسوس ہوتا ہے۔ کیا ایک بے بس لڑکی کا قتل تمہیں گوارہ ہو گا۔؟"

گولیور عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگا۔ اس کے انداز میں کھویا کھویا پن تھا۔ پھر اس پر تعجب کے نقوش اُبھرے۔

"تم کسی حسین لڑکی پر اتنا مکمل بھروسہ کر کے یہاں آ سکتے تھے۔ کیا تمہیں اس کی امید نہ ہوتی کہ اس نے تمہارے بعد کوئی اور دوستی نہ کر لی ہو گی؟"

"شاید نہیں۔"

"اگر یہ سہارا نہ ہوتا تو کیا اب تک ہم پولیس کے ہاتھ نہ لگ گئے ہوتے ۔۔؟"

"ہاں ۔۔۔ شاید ۔۔" وہ پھیکے لہجے میں بولا۔

"پرانے گولیور کو بھول جاؤ ۔۔۔ تمہاری زندگی ختم ہو چکی ہے۔ خلوص دل سے اپنی زندگی کا بقیہ حصہ اسے سونپ دو شاید خدا تمہاری اس سچائی کو قبول کرے اور تمہیں نئی زندگی مل جائے۔"

گولیور خاموش ہو گیا تھا۔ اس کے اندر نہ جانے کیا کیا احساسات جاگ رہے تھے فیری کے آنے تک وہ کچھ بھی نہ بولا۔ میں اس کے چہرے میں بڑی تبدیلیاں پا رہا تھا۔

"میں ایسی چیزیں لے کر آئی ہوں گولیور جو بہت جلد تیار ہو جاتی ہیں۔ بس تھوڑی دیر کی اجازت چاہتی ہوں۔" اس نے اندر آ کر کہا۔ گولیور نے خاموشی سے گردن ہلا دی۔

"تم ایک دم چُپ کیوں ہو گئے دوست؟" میں نے پوچھا۔

"کوئی بات نہیں ہے۔" وہ بھاری لہجے میں بولا۔

"تم نے اس کے اداس چہرہ میں کوئی تبدیلی دیکھی ہے؟"

"ہاں ۔۔۔ وہ بہت خوش ہے۔"

"ان مجرموں کو پناہ دے کر جن کی وجہ سے اس کی ساری زندگی تباہ ہو سکتی ہے۔"

"وہ ۔۔۔ وہ مجھے بہت چاہتی ہے۔ میں نے کبھی اس طرح نہیں سوچا واقعی میں نے کبھی اس طرح نہیں سوچا۔ خدا مجھے معاف کرے۔" گولیور کی آواز بھرائی ہوئی تھی۔

"اگر تم خدا سے معافی کے طلبگار ہو گولیور تو عہد کر لو کہ فیری کو کبھی دھوکا نہ دو گے اگر حالات نے تمہیں نئی زندگی گزارنے کا موقع دیا تو اس میں فیری کو اپنی بیوی کی حیثیت سے شامل کر لو گے۔"

"کیا حالات مجھے یہ موقع دیں گے ۔۔؟"

"ممکن ہے گولیور، فیری کی تقدیر تمہیں اس کا موقع دے۔"

"مسٹر نواز ۔۔۔ میں نے آپ سے پہلے بھی کہا تھا کہ جرائم کی زندگی مجھے پسند نہیں لیکن میں ۔۔۔ میں بھی بس تنہا تھا۔ کبھی کسی کے بارے میں سوچا ہی نہیں۔ کبھی نہیں سوچا۔ بس تقدیر جس راستے پر لے آئی۔ اُسی پر چل پڑا اور جرم و گناہ کے راستے انسانی اقدار کی روش لے ہی گزرتے ہیں۔ ہاں اگر کسی اور کی زندگی اور مستقبل کی ذمہ داری انسان پر پڑے تو پھر ۔۔۔ تو پھر سوچ کے دھارے رُخ بدل لیتے ہیں۔ یہ ایک جوا ہے نواز صاحب ۔۔۔ میں خود کو داؤ پر لگاتا ہوں۔ اگر زندہ بچ گیا اور دوبارہ پولیس کے ہاتھ نہ لگا تو۔ فیری کو شریکِ حیات بنا لوں گا۔ یہ میرا آخری فیصلہ ہے۔"

میری آنکھوں میں نمی آ گئی۔ یہی تو میں نے کیا تھا۔ میں بھی بہت کچھ تھا۔ میرے پاس اتنی دولت تھی کہ میں ایک ریاست بنا سکتا تھا۔ لیکن راست بازی اور شرافت کا احساس جاگا تھا۔ کسی نے میرے لیے قربانی دی تھی تو میں نے ساری زندگی اسے سونپ دی تھی اور سب کچھ چھوڑ دیا تھا"

"پھر یہ سب کیوں ہوا ۔۔۔ زیبی کہاں ہے ۔۔؟"

"نواز صاحب ہم اتنے دنوں سے ساتھ ہیں۔ مجھے کبھی آپ کی کہانی نہیں معلوم ہو سکی۔ وہ کون تھے جنہیں آپ نے قتل کیا ۔۔؟"

"کچا نہیں تھا میں جانتا تھا کہ اپنا راز کہہ دینے کے بعد اپنا نہیں رہ جاتا۔ لیکن دل کچھ اس طرح اُمنڈ رہا تھا کہ خود کو باز نہ رکھ سکا۔"

"میری کہانی بہت طویل ہے گولیور ۔۔۔؟"

"سُننا چاہتا ہوں۔"

"پاکستانی ہوں۔ سرزمینِ پنجاب کا ایک بیٹا ہوں۔ وہ جو ماں کی بدبختی کا باعث بنا۔ حالات نے انہیں چھین لیا۔ اپنوں کے لگائے ہوئے ۔۔۔ زخموں کی کسک نے چین نہ لینے دیا تو خودکشی کرنے کا ارادہ کر لیا۔ لیکن زندگی ایک بار پھر اس دنیا میں گھسیٹ لائی۔ اسمگلروں کے ہاتھوں لگ گیا اور پھر برائیوں کی دلدل میں دھنستا چلا گیا لیکن ایک بار پھر میری زندگی میں تبدیلی پیدا ہوئی ۔۔ اور میں شریف آدمی بن گیا۔"

"یہ تبدیلی کیا تھی ۔۔؟"

"ایک عورت ـــ!" میں نے سرد آہ بھر کر کہا۔

"محبوبہ تھی تمہاری ـ"

"ہاں ـــ اس نے میرے لیے قربانی دی تھی۔ اس نے مجھے بہت بڑا سہارا دیا تھا۔"

"اوہ ـــ تو تم بھی اس کے شکار ہو ـ؟"

"شکار نہیں ـــ میں نے حقیقت پالی تھی۔ وہ مجھے برے راستوں سے واپس لے آئی تھی۔"

"پھر کیا ہوا ـ؟"

"میں نے امریکی شہریت حاصل کر لی۔ یہاں ایک فرم کھولی میں نے قالینوں کا کاروبار شروع کیا تھا۔ اچھی زندگی گزر رہی تھی۔ لیکن نظر لگ گئی ہمارے سکھ کو۔

"کیا ہوا ـــ؟ گولیور نے دلچسپی سے پوچھا۔ اور میں نے اسے پوری کہانی سنا دی۔ گولیور بےحد متاثر ہو گیا تھا۔ "گویا ـــ گویا تم نے وہ قتل نہیں کیے ـ؟"

"ہاں گولیور ـــ میں بے گناہ پھنس گیا۔ لیکن ثبوت میرے خلاف موجود تھے۔"

"تمہاری فرم کا کیا نام ہے ـ؟"

"زیبی کارپٹس ـ"

"اوہ ـــ میں نے یہ فرم دیکھی ہے۔ اس کا بورڈ میں نے پڑھا ہے تم تو بہت بڑے آدمی ہو۔" وہ متاثر ہو کر بولا۔

"کوئی اس دنیا میں بڑا آدمی نہیں ہے۔ گولیور ساری باتیں ـــ بے کار ہیں بڑا تو وہ ہوتا ہے جس کی تقدیر میں بے بسی کا کوئی لمحہ نہ ہو۔ جو کوشش کے باوجود اپنی اچھی خواہشات کی تکمیل بھی نہ کر سکے اس کے اندر کیا بڑائی ـــ اگر دولت کی بڑائی کی بات کرتے ہو تو میں بہت بڑا آدمی ہونا چاہیے تھا۔ میں تمہیں بتا چکا ہوں کہ سوئٹزرلینڈ کے بینکوں میں میرا اتنا بڑا سرمایہ موجود ہے کہ اگر اسے نکال لوں تو امریکہ کے ارب پتیوں میں شامل ہو جاؤں۔ لیکن میں نے وہ حرام کی کمائی اسی جگہ چھوڑ دی کیونکہ وہ مجھے میرے برے دنوں کی یاد دلاتی تھی۔ لیکن اب ـــ اب وہ ماحول پھر مجھے آواز دے رہا ہے گولیور وہ ماحول پھر مجھے آواز دے رہا ہے کچھ لوگ چاہتے ہیں کہ راجہ نواز اصغر پھر زندہ ہو جائے۔ اور انہیں تمام راستوں پر نکل جائے جہاں سے واپسی میں اسے بڑی مشکل پیش آئی تھی۔" گولیور تھوڑی دیر تک سوچتا رہا پھر بولا۔

"کیا تم اب زیبی کارپٹس سے رابطہ قائم نہیں کرو گے۔ وہاں تمہارا اسٹاف تو ہو گا۔ تمہارے لوگ تو کام کرتے ہوں گے۔"

"ہاں ـــ وہاں بہت سے لوگ موجود ہیں۔ ان میں میرا منیجر بھی ہے۔ جو میرے لیے ہر وہ کوشش کرتا رہا ہے جو ایک شریف آدمی کر سکتا ہے۔ لیکن اب میں کسی کو اپنی مصیبت میں نہیں پھنسانا چاہتا ـــ میں نے فیصلہ کر لیا ہے گولیور کہ تقدیر نے مجھ سے جو امتحان مانگا ہے وہ تنہا ہی دوں گا اور اس طرح دوں گا کہ زمانہ یاد رکھے میں نے خود تو یہ کوشش نہیں کی مجھے وہ تمام سہارے نہیں ملے جو ملنے چاہیے تھے جب میں اچھائیوں کے لیے کمر باندھ کر میدان میں آ گیا تھا اور انسانیت کو میں نے ایک بہت بڑے عفریت سے بچا لیا تھا۔ تو پھر میرے بھی تو کچھ حقوق تھے۔ میری بھی تو خواہش تھی کہ مجھ سے اظہار ہمدردی کیا جاتا اور کہا جاتا کہ نہیں راجہ نواز اصغر تم بے گناہ ہو تم وہ سب کچھ نہیں کر سکتے جو سامنے ہے اگر تم ان لوگوں کے قتل کا اعتراف نہیں کرتے تو یقیناً تم نے انہیں قتل نہیں کیا ہو گا میں یہی اعتماد چاہتا تھا۔ لیکن مجھ پر اعتماد نہیں کیا گیا اور مجھے قاتل گردان لیا گیا عدالت میں مجھ پر مقدمے چلے میں کیسے بتاتا کٹہرے میں کھڑے ہو کر کہ ان دو آدمیوں کا قتل میرے لیے بہت معمولی چیز ہے میں اگر چاہوں تو نیویارک میں لاشوں کا انبار لگا دوں۔ اور ایسا ماحول پیدا کر دوں کہ زیبی کو اغوا کرنے والے ہاتھ جوڑ جوڑ کر مجھ سے درخواست کریں کہ اپنی بیوی ہم سے واپس لے لو اور ہماری جان بخش دو۔"

"لیکن یہ سب کچھ نہیں مانا گیا یہ سب کچھ نہیں مانا گیا۔ گولیور اور مجھے دوبارہ اسی راستے پر لا کھڑا کیا گیا جہاں میں کبھی واپس نہیں جانا چاہتا تھا۔ گولیور چند لمحات سوچتا رہا پھر اس نے گردن ہلا کر کہا۔

"تم حق بجانب ہو نواز تم واقعی حق بجانب ہو انسان واقعی زیادہ سے زیادہ کیا کر سکتا ہے سوائے اس کے کہ اپنے آپ پر جبر کر لے اور موت کی آغوش میں جا سوئے یا پھر دنیا کو موت کی آغوش میں سلانے پر کمربستہ ہو جائے۔"

"ایسا ہی ہو گا گولیور اب ایسا ہی ہو گا۔" تھوڑی دیر کے بعد فیری کھانا لے کر اندر آ گئی بے چاری سے جلدی جلدی میں جو کچھ بھی ہو سکا تھا۔ پکا کر لے آئی تھی۔ میں نے ایک بار پھر اس کے چہرے پر نگاہ ڈالی اس دوران میں اس کے لیے جو کچھ کر چکا تھا۔ فیری کو اس کی خبر بھی نہ ہو گی ویسے خبر ہونی بھی نہیں چاہیے تھی۔ اگر اسے یہ احساس ہو جاتا کہ گولیور میرے کہنے سے اس کی جانب راغب ہوا ہے تو ممکن ہے اس کی انا اسے قبول نہ کرتی ممکن ہے ہمیشہ کے لیے اس کے دل میں یہ بال پڑ جاتا کہ گولیور اس سے فلرٹ کر رہا تھا۔ اور اس کے لیے سنجیدہ نہیں تھا ہم تینوں نے ساتھ مل کر کھانا کھایا۔ کھانے کے دوران دلچسپ گفتگو ہوتی رہی تھی۔ گولیور نے دو تین بار اس دوران فیری سے سوالات کیے وہ فیری کو پرکھ رہا تھا۔ لیکن میری طرف اس کی نگاہ نہیں تھی میں تو ایک نگاہ ہی میں اندازہ لگا چکا تھا۔ کہ وہ قربانی دینے والی لڑکیوں میں شامل ہے۔ مغربی ہونے کے باوجود اس کے سینے میں مشرق سمایا ہوا ہے اور وہ اپنی محبت پر جان نثار کرنے کے لیے تیار ہے فیری نے تمام سوالوں کا تسلی ـــــــ

بخش جواب دیا تھا۔ اس نے کہا تھا کہ وہ اپنے معمولات میں تبدیلی پیدا کر لے گی۔ بیماری کا بہانہ کر کے چند روز کی چھٹیاں لے لے گی تاکہ ان لوگوں کے لیے کوئی مناسب بندوبست کر سکے۔

"میرا خیال ہے نہیں فیری۔ اس کی ضرورت نہیں ہے۔ تم چھٹیاں نہ لو بلکہ مسلسل اپنی ڈیوٹی انجام دیتی رہو تم شاید اس بات کا اندازہ نہیں لگا سکتیں کہ ہم جیل سے بھاگے ہوئے ہیں اور تلاش ہیں اور پھر چونکہ ہمارے پاس بالکل پیسے ویسے نہیں ہیں اس لیے ہم کوئی فوری کاروائی نہیں کر سکتے۔ پولیس ہماری تلاش ترک کر دے ہم اس قابل ہو جائیں کہ چوری چھپے باہر نکل سکیں تو پھر ہم کچھ کر سکتے ہیں۔"

"اس کی ضرورت پیش نہیں آئے گی گولیور۔ بات پیسوں کی ہے نا تو بے چاری فیری کو اس سلسلے میں ہم مزید تکلیف نہیں دے سکتے۔ پیسے تو ہر طرح سے مہیا ہو سکتے ہیں اگر زیب کارپٹس سے رابطہ قائم کر لیا جائے تو جتنا بھی روپیہ درکار ہو گا۔ ہمارے پاس پہنچ سکتا ہے لیکن ایسا مناسب نہیں ہے۔"

"کیوں ـ؟" گولیور نے پوچھا۔

"اس لیے کہ میں کاشف کو اس جھگڑے میں نہیں پھنسانا چاہتا ہوں۔"

"کیا وہ قابلِ اعتماد آدمی نہیں ہے ـ؟"

"بے حد قابلِ اعتماد ہے۔ لیکن چالاک نہیں ہے۔ سیدھا سادھا نوجوان ہے اگر اسے علم ہو جائے کہ میں کہاں موجود ہوں تو پھر وہ پریشان ہو جائے گا۔ اور اگر پولیس اس تک پہنچی تو وہ اپنے چہرے کے تاثرات چھپا نہیں سکے گا۔ نتیجے میں پکڑا جائے گا۔ یہاں کی پولیس بہت چالاک ہے۔ مسٹر پاؤل انسپکٹر جوزف اور اب تو یقیناً دوسرے بہت سے بھی ملوث ہو چکے ہوں گے اتنے زیرک ہیں کہ انسان کی آنکھوں کی رنگت دیکھ کر اس کی دلی کیفیت کا پتہ لگا لیتے ہیں۔ کاشف کو اگر یہ علم ہو گیا کہ میں کہیں قرب و جوار میں موجود ہوں اور اس سے امداد چاہتا ہوں تو وہ مجھ سے مل تو نہیں سکے گا لیکن اس کے باوجود اس تذبذب کا شکار ہو جائے گا۔ کہ اب کیا کرے اور یہی چیز اس کی پریشانی کی وجہ بن سکتی ہے۔" گولیور سر ہلانے لگا تھا پھر اس نے کہا۔

"ٹھیک ہے کچھ نہ کچھ کام چل جائے گا۔ فیری تم کتنے دن ہمارا خرچ اٹھا سکتی ہو ـ؟"

"آپ فکر نہ کریں مسٹر گولیور یہ شعبہ میرا ہے۔ آپ میرے مہمان ہیں۔ میں آپ کے لیے سب کچھ کروں گی۔" فیری نے جواب دیا۔ اور پھر کسی سوچ میں ڈوب گئی۔

کھانا کھانے کے دوران وہ مسلسل غور کرتی رہی۔ میں اور گولیور دو تین بار اس کی شکل دیکھ چکے تھے۔ جب کھانا ختم ہو گیا اور فیری نے ہمارے سامنے کافی لا کر لگا دی تو گولیور نے کہا۔

"تم کس گہری سوچ میں ڈوبی ہوئی تھیں فیری؟"

"ایں۔ کچھ نہیں۔ نہیں کوئی خاص بات نہیں۔"

"کوئی عام بات تو ہو گی۔" گولیور نے سوال کیا۔

"میں مسٹر بکین کے بارے میں سوچ رہی تھی۔"

"یہ مسٹر بکین کون ہیں ـ؟"

"میری فرم کے مالک۔ بس کیا بتاؤں تمہیں دنیا میں اچھے لوگوں کی تعداد بہت کم رہ گئی ہے گولیور ـ"

"کیا مطلب؟"

"میں یہ کہہ رہی تھی کہ ہم چہروں سے انسان کی صحیح شخصیت کا اندازہ نہیں لگا سکتے مسٹر بکین بظاہر بہت شریف آدمی ہیں نیک نام اور نیک شخصیت کے مالک، لیکن ان کا پسِ منظر بھی کچھ اور ہے۔"

"کیا مطلب؟"

"وہ ایک ایسے گروہ سے منسلک ہیں جو منشیات کی تجارت کرتا ہے اور اعلیٰ پیمانے پر یہ تجارت ہوتی ہے مسٹر بکین کی اپنی فرم کا کاروبار اچھا خاصا چل رہا ہے۔ لیکن اتفاقیہ طور پر مجھے اس بات کا علم ہو گیا کہ وہ منشیات کی تجارت بھی کرتا ہے۔"

"اوہ ویری گڈ ـ تو کیا مسٹر بکین کو یہ بات معلوم ہے کہ تم ان کے کاروبار سے واقف ہو گئی ہو۔"

"ہاں۔ بس وہ ایک انوکھا دن تھا۔ پورا دن سردی اور کہر میں لپٹا ہوا تھا اور کارکن کام تو کر رہے تھے لیکن ایک کمی سی محسوس کی جا رہی تھی۔ میں مسٹر بکین کے آفس میں کسی خاص کام سے گئی تو مجھے پہلی بار انکشاف ہوا کہ بکین کے خوبصورت آفس میں ایک چور دروازہ بھی ہے۔ مسٹر بکین وہاں موجود نہیں تھے۔ دفعتاً ایک چیخ کی آواز سنائی دی اور میں پریشان ہو گئی میری سمجھ میں نہیں آیا کہ میں کیا کروں تب بے اختیار دوڑتی ہوئی میں اس چور دروازے سے اندر داخل ہو گئی تھی ـــ"

"مسٹر بکین ایک اونچی جگہ سے گر پڑے تھے اور ان کے ٹخنے کی ہڈی ٹوٹ گئی تھی۔ یہ اونچی جگہ اس چور دروازے کے اندر بنے ہوئے تہہ خانے میں تھی اور اس تہہ خانے میں بے شمار خوبصورت کھلونے رکھے ہوئے تھے میں نے کبھی یہاں کھلونے نہیں دیکھے تھے ان کھلونوں کو دیکھ کر میں حیران رہ گئی بہر طور پھر انہیں بھول کر میں مسٹر بکین کی طرف دوڑی اور انہیں سہارا دے کر

کر اٹھایا۔ مسٹر بیکن کے ہاتھ میں گہرے بھورے رنگ کا ایک بھالو تھا اور اچانک بھالو کی گردن ٹوٹ کر گر گئی تھی۔ اور اس میں سے پوڈر گر رہا تھا افیون کا، ایک خاص قسم کا پوڈر نکل کر نیچے گر پڑا تھا اور یہ پوڈر کھلونے کے اندر سے نکلا تھا مسٹر بیکن اپنے ٹخنے کی تکلیف سے سخت پریشان تھے۔ اچانک مجھے دیکھ کر ان کا چہرہ عجیب سا ہو گیا۔ انہوں نے غرّائی ہوئی آواز میں پوچھا۔

" دروازہ کیسے کھل گیا ؟ "

" در۔ در۔ وازہ کھلا ہوا تھا جناب۔ "

" اوہ اوہ۔ تم یہاں کیوں آمریں ؟ "

" وہ میں آپ کے پاس کام سے حاضر ہوئی تھی سَر! لیکن آپ اپنی سیٹ پر موجود نہیں تھے اور یہ عقبی دروازہ کھلا ہوا تھا پھر مجھے آپ کی چیخ سُنائی دی اور میں خود کو باز نہ رکھ سکی۔" میں نے لرزتی آواز میں جواب دیا۔ مسٹر بیکن ایک نرم دِل اور مشفق مالک ہیں۔ ہر شخص کے ساتھ ان کا رویّہ بہت اچھا ہوتا ہے کبھی کسی پر ناراضگی کا اظہار نہیں کرتے فطرتاً وہ بہت نرم دل ہیں لیکن اس وقت ان کی درشتگی میرے لیے بالکل اجنبی چیز تھی۔ چنانچہ میری آنکھوں میں آنسو آگئے۔ مسٹر بیکن نے ان آنسوؤں کو محسوس کیا انہوں نے اُٹھنے کی کوشش کی لیکن اس میں کامیاب نہیں ہو سکے، تب انہوں نے کس قدر نرم لہجے میں کہا۔

" اوہ سوری فیری! جلدی سے جاؤ اور پہلے میرے کمرے کا بیرونی دروازہ بند کر آؤ۔ فوراً۔ پلیز! میں لرزتے قدموں سے آگے بڑھی اور پھر تہہ خانے سے باہر نکل آئی۔ میں نے کمرے کا دروازہ اندر سے بند کر دیا تھا۔

" میری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ دوبارہ مسٹر بیکن کے پاس جاؤں، یا نہیں لیکن سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا تنہا اس کمرے میں کھڑی کیا کرتی۔ کمرے کا دروازہ اندر سے بند کرنے کا مطلب یہی تھا کہ مسٹر بیکن مجھے دوبارہ اسی کمرے میں واپس بلانا چاہتے تھے۔ میں نے چند لمحات کے بعد دوبارہ اس تہہ خانے میں قدم رکھا اور مسٹر بیکن نے مجھے آواز دی۔

" فیری! تم یہاں آؤ۔" میں ان کے نزدیک پہنچ گئی تو وہ آہستہ سے مجھ سے بولے۔

" میرے ٹخنے کی ہڈی شاید ٹوٹ گئی ہے شدید تکلیف محسوس کر رہا ہوں۔ کیا تمہارے پاس کوئی ایسی چیز ہو گی جس سے میں اپنے اس ٹخنے کو کس کر باندھ دوں۔ میں نے جلدی سے اپنا اسکارف نکالا اور بیٹھ کر مسٹر بیکن کا ٹخنا کسنے لگی، میں محسوس کر رہی تھی کہ وہ مجھے بغور دیکھ رہے ہیں۔ پھر انہوں نے گہری سانس لے کر کہا۔

" یہ برادہ جو پھیل گیا اسے سمیٹ کر اس کھلونے کی گردن میں بھر دو اور اس گردن کو چند جوڑیوں کے ساتھ اندر لگا دو۔ میں نے مسٹر بیکن کی طرف دیکھا اور انہوں نے آہستہ سے گردن ہلا کر مجھے اس کام پر آمادہ کیا اور میں ان کی ہدایت کے مطابق یہ عمل کرنے لگی۔ میں نے ان کی مرضی کے مطابق کھلونا برابر کر دیا۔"

" اسے اس بکس میں ڈال دو۔ مسٹر بیکن نے ایک طرف اشارہ کر کے کہا۔ میں نے کھلونے کو بکس میں رکھتے ہوئے دیکھا کہ اس میں بے شمار خوبصورت کھلونے بھرے ہوئے ہیں مسٹر بیکن میری ایک ایک حرکت کا جائزہ لے رہے تھے۔ پھر انہوں نے کہا۔

" اب مجھے سہارا دے کر اوپر لے چلو، اور مجھے میری کرسی پر پر بٹھا دو۔"

" جی بہتر۔ میں نے کہا اور جب میں انہیں لے کر باہر آ رہی تھی تو نجانے انہوں نے کیا کیا کہ چور دروازہ ایک دم بند ہو گیا۔ وہاں ایک خوبصورت ڈیکوریشن پیس لگا ہوا ہے۔ جو اس طرح نظر آتا ہے کہ کوئی سوچ بھی نہیں سکتا کہ اس کے پیچھے کوئی خفیہ دروازہ ہو گا۔ مسٹر بیکن کے چہرے کا رنگ متغیر ہو رہا تھا انہوں نے کہا۔"

" دیکھو، فیری انسان کو بعض اوقات ایسے اچانک حادثات پیش آتے ہیں کہ وہ انہیں برداشت نہیں کر سکتا یہ واقعہ جو تمہارے سامنے گزرا ہے جو کچھ بھی ہے، اس کی تفصیل میں تمہیں کسی مناسب وقت میں بتا دوں گا۔ بلکہ اس سلسلے میں تم سے بہت سی باتیں بھی کروں گا۔ لیکن فی الوقت تم اسے بھول جاؤ اور خبردار اپنے سائے سے بھی اس کا تذکرہ مت کرنا ورنہ تم مصیبتوں میں گھِر جاؤ گی۔"

" ٹھیک ہے مسٹر بیکن میں آپ کے حکم کی تعمیل کروں گی۔"

" اب یوں کرتا ہوں کہ میں اپنی کرسی گرائے دیتا ہوں، اور لوگوں سے یہی کہو کہ مسٹر بیکن اُٹھ رہے تھے کہ اچانک لڑکھڑا کر گر پڑے۔ میری اس چوٹ کی وجہ یہی ہونا چاہیئے، سمجھ لیا تم نے۔"

" جی ہاں۔ میں نے جواب دیا اور مسٹر بیکن نے اپنا ڈرامہ شروع کر دیا۔ ان کے گرتے ہی میں باہر دوڑی اور پھر میں نے چند لوگوں کو اندر بُلا لیا۔ اس کے بعد مسٹر بیکن ہاسپٹل چلے گئے ان کی مرہم پٹی وغیرہ ہوئی لیکن تیسرے دن وہ دفتر پھر آ موجود ہوئے تھے۔ دفتر پہنچنے کے بعد انہوں نے سب سے پہلے مجھے ہی بُلا لیا اور پہلی بار مجھے اپنے سامنے بیٹھنے کی پیشکش کی، میں بیٹھ گئی تو وہ مُسکرا کر بولے۔

" تمہارا شکریہ! فیری میں تمہیں قابلِ اعتماد پاتا ہوں اور سچی

بات یہ ہے کہ قابلِ اعتماد لوگوں کی میرے دل میں بے حد قدر ہے۔ تم یہاں معمولی سی ملازمت کرتی ہو۔ لیکن اگر تم چاہو تو میں تمہیں، اس ملازمت سے دس گنا زیادہ فائدہ بخش کام دے سکتا ہوں، لیکن اس کے لیے تمہیں مکمل رازداری کی ضرورت ہو گی۔

" جناب عالی! میں، میں خوش ہوں، مطمئن ہوں، مجھے کوئی دِقّت نہیں ہے۔ میں نے کہا۔

" نہیں فیری! تمہارے چہرے، تمہارے لباس اور تمہارے انداز سے پتہ چلتا ہے کہ تم خاصی تکلیف دہ زندگی گزار رہی ہو، بہر طور فی الحال اتنا ہی کافی ہے میرے ہر راز کو راز ہی رہنا چاہیئے کبھی کسی سے اس کا تذکرہ مت کرنا، پھر وہ مجھ سے میرا خاندانی پسِ منظر پوچھنے لگے۔ انہوں نے میرے فیملی ممبرز کے بارے میں پوچھا اور یہ جان کر کافی مطمئن ہو گئے کہ میرا اس دنیا میں کوئی نہیں ہے۔ میں نے ان سے تمہارا کوئی تذکرہ نہیں کیا تھا۔ میں خوفزدہ بھی تھی، حالات کو سمجھتی تھی، جانتی تھی کہ اگر میں نے اپنا راز طشت ازبام کر دیا تو ممکن ہے مسٹر بیکن مجھے اپنے لیے خطرناک سمجھنے لگیں۔ چنانچہ میں بالکل خاموش رہی۔"

تقریباً پندرہ دن اس طرح گزر گئے۔ مسٹر بیکن کا پاؤں اب بالکل تندرست ہو گیا تھا اور وہ چلنے پھرنے لگے تھے۔ سولہویں دن انہوں نے پھر مجھے اپنے پاس طلب کر لیا اور یہ وقت وہ تھا جب دفتر کی چھٹی ہو چکی تھی انہوں نے بدستور نرم انداز میں مجھے خوش آمدید کہا اور اپنے سامنے بیٹھنے کی پیش کش کر دی پھر وہ بولے۔

" اگر تم میرے دوسرے کام میں باقاعدہ حصّہ لینا نہیں چاہتیں تو کم از کم اتنا تو ضرور کرو کہ اپنی اُلجھنیں مجھے بتاؤ میں تمہاری مدد کرنا چاہتا ہوں۔"

" جنابِ عالی! میں بالکل مطمئن ہوں، کوئی ایسی اُلجھن مجھے درپیش نہیں ہے اگر ہو گی تو آپ سے ضرور عرض کر دوں گی۔"

" فیری۔ تمہارے ذہن میں یہ تجسّس ضرور اُبھرا ہو گا۔ کہ تہہ خانے کا راز کیا تھا ؟"

" جی ہاں جناب! میں نے سوچا ضرور تھا لیکن میں دوسروں کے معاملات میں بہت زیادہ ٹانگ اڑانے کی عادی نہیں ہوں، آپ کا ذاتی معاملہ تھا آپ نے مجھ سے کہا کہ اس کا ذکر کسی سے نہ کروں، یہ احساس ہمیشہ کے لیے میرے سینے میں چلا گیا اور اگر آپ مجھے ہمیشہ کے لیے یاد نہ دلائیں گے تو میں کبھی یاد نہ کروں گی کہ وہ سب کیا تھا۔"

یہ سب تمہاری بہت اعلیٰ ظرفی ہے۔ لیکن ایک بات سمجھ لو فیری اگر تم کبھی کوئی اُلجھن محسوس کرو تو اپنی موجودہ پوزیشن سے ہٹ کر مجھے ضرور بتا دینا۔ تمہاری شخصیت نے مجھے بہت متاثر کیا ہے۔ میں تمہیں صرف اتنا بتا دوں کہ میں منشیات کی تجارت کرتا ہوں، میں جو کچھ کرتا ہوں تم نے دیکھا ایک حقیقت ہے اور اس میں کوئی جھوٹ نہیں ہے۔ لیکن بیٹی جن حالات میں، میں ان تمام کاموں کے لیے مجبور ہوا ہوں، انہیں بیان نہیں کر سکتا یوں سمجھ لو کہ زبردستی میری گردن پھنسائی گئی ہے، مجھے بلیک میل کر کے اپنے کام کے لیے مجبور کیا گیا ہے۔ ایک ایسا گروہ جو سر منڈے لوگوں پر مشتمل ہے، بڑے اعلیٰ پیمانے پر یہ کام کر رہا ہے اور میں ہی نہیں بہت سارے لوگ اس سلسلے میں مصروفِ عمل ہیں۔ فیری کے ان الفاظ نے دفعتاً میرے ذہن میں دھماکہ کیا تھا۔

گولیور بھی چونک کر مجھے دیکھنے لگا غالباً گنجے سروں والوں کے ذکر نے اسے بھی چونکا دیا تھا۔

فیری ہم دونوں کی کیفیات سے بے خبر اپنی داستان سُنائے جا رہی تھی "میں نے آج تک مسٹر بیکن سے اپنے لیے کوئی مدد طلب نہیں کی، لیکن میرا دل چاہتا تھا کہ میں ان سے تمہارے بارے میں تذکرہ کروں، اور تمہاری رہائی کے لیے کہوں۔ لیکن ایک اور احساس بھی میرے ذہن میں تھا وہ یہ کہ وہ آج تک مجھ پر اس لیے اعتماد کرتے تھے کہ وہ مجھے تنہا محسوس کرتے تھے۔ اگر انہیں یہ علم ہو جاتا کہ کوئی میرا اتنا قریبی شخص موجود ہے تو ممکن تھا ان کا یہ اعتماد ختم ہو جاتا۔

" گولیور گردن ہلانے لگا۔ پھر اس نے کہا۔" تم ٹھیک کہتی ہو فیری. ویسے تم یہاں سے ملازمت چھوڑ کیوں نہیں دیتیں۔"

" اس کی ضرورت نہیں ہے۔ مسٹر بیکن کو مجھ پر اعتماد ہے۔ میں بالکل ہی بیوقوف نہیں ہوں۔ میں نے بارہا اندازہ لگایا کہ مسٹر بیکن کہیں میری خفیہ نگرانی تو نہیں کرواتے۔ لیکن کبھی اس کا شبہ نہیں ہو سکا۔"

" تم نے ان کے دفتر میں گنجے سَر والوں کو آتے جاتے دیکھا ہے فیری ؟"

" ہاں۔ اکثر ایسے لوگ آتے ہیں جو اچھی خاصی شکل وصورت کے مالک ہوتے ہیں۔ عمدہ پرسنالٹی ہوتی ہے ان کی، لیکن سَر منڈے ہوئے ہوتے ہیں۔ میں نے اندازہ لگا لیا کہ یہ وہی لوگ ہوتے ہیں جو مسٹر بیکن کو اس کاروبار کے لیے مجبور کرتے ہیں۔"

ہم خاموش ہو گئے۔

رات ہو گئی۔ فیری اور گولیور دوسرے کمرے میں آرام کرنے چلے گئے۔ میرے لیے انہوں نے اسی کمرے میں آرام کا بندوبست کر دیا تھا۔ رات کو بستر پر لیٹ کر میں فیری کی کہانی سوچنے لگا سَر منڈے لوگوں کا تذکرہ میرے لیے دلچسپ تھا۔ راہ سے راہ نکلتی

آ رہی تھی۔ فیری اگر مسٹر نیکن کے لیے اس قدر قابلِ اعتماد ہے تو پھر ہمارے لیے بھی وہ کارآمد ہو سکتی ہے۔

میں اس کے ذریعہ اگر اپنی کارروائی کا آغاز کروں تو برا نہیں ہوگا۔ ہاں اس کے لیے مجھے اپنے پروگرام میں تھوڑی سی ردوبدل کرنا ہوگی۔

گولیور کو فیری سے متاثر کرنے میں مَیں کامیاب ہو گیا تھا۔ فیری کی شرافت نے مجھے بیحد متاثر کیا تھا۔ اس کی شخصیت میں زیبی کی وفائیں جھلکتی تھیں اور زیبی جیسی فطرت کی مالک کوئی دوسری لڑکی بھی میرے لیے قابلِ احترام تھی۔ اب جبکہ گولیور اس بات کے لیے آمادہ ہو گیا تھا۔ تو میرا خیال تھا کہ میں یہاں سے خاموشی سے نکل جاؤں۔ گولیور کا ساتھ اس سے زیادہ میں نہیں دے سکتا تھا۔ وہ خود بھی اپنے لیے راستے تلاش کر سکتا تھا۔ لیکن اب صورت حال بدل گئی تھی۔ فیری میرے مقصد کی تکمیل میں میری معاون بن سکتی تھی۔

اس سلسلے میں کچھ ایسے ضروری اقدامات کرنے تھے کہ ہم باہر کی دنیا میں نکل سکیں اور اس کے لیے ابتدائی ذریعہ میک اپ تھا۔ ظاہر ہے فیری پر بوجھ بنے رہنا بھی ناممکن تھا۔ اس کی پوزیشن ویسے بھی درست نہیں تھی۔

پولیس میرے ساتھ ساتھ گولیور کی تاک میں بھی ہوگی اور چونکہ ہم دونوں ساتھ ساتھ فرار ہوئے تھے، اس لیے ممکن ہے اسے میرا ساتھی قرار دے دیا جائے۔ ان دونوں کے لیے ضروری تھا کہ وہ امریکہ چھوڑ دیں۔ میری بات اور تھی۔ مجھے تو ابھی نہ جانے کیسے کیسے حالات سے نمٹنا تھا۔

لیکن یہ سارے کام آسان نہیں تھے۔ ان کے لیے مجھے سخت جدوجہد کرنا تھی۔ سب سے پہلا مقصد یہ تھا کہ تھوڑی سی رقم ہاتھ آئے، چاہتا تو ٹیلیفون کر کے کاشف سے رقم طلب کر سکتا تھا۔ لیکن کاشف کو میں ذرا بھی ان معاملات میں ملوث نہیں کر سکتا تھا۔ فیری کو بھی اس سلسلے میں استعمال کیا جا سکتا تھا لیکن یہ بھی مناسب نہیں تھا۔ مقامی پولیس کی کارکردگی میرے ذہن میں تھی۔ اور میں جانتا تھا کہ زیبی کارپٹس کی بھرپور نگرانی کی جا رہی ہوگی اور وہاں کے ایک ایک کارکن کا شجرہ نسب اور میرے تمام تعلقات کے بارے میں معلوم کر لیا گیا ہوگا۔ فون بھی ٹیپ ہو چکے ہوں گے۔ اور وہ لوگ ہر طرح سے یہ کرنے میں کوشاں ہوں گے کہ میں کس طرح ان کے روبرو ماتم کرتا ہوں۔ اس وقت زیبی کارپٹس کا رخ کرنا بھی حماقت تھی۔

پھر کیا کیا جائے۔ دیر تک سوچتا رہا۔ اور پھر یہی سوچا کہ ابتدا میں فیری کی مالی حالت بھی دیکھی جائے۔ بظاہر وہ بے چاری بہت مفلوک الحال معلوم ہوتی تھی لیکن ممکن ہے وہ کسی ذریعہ سے میری وقتی ضرورت پوری کر سکے۔

صرف وقتی طور پر کام چل جائے۔ اس کے بعد تو — راجہ نواز اصغر کو آپ بھولے نہیں ہیں تو آپ کو یاد ہوگا کہ وہ کیسی خوبیوں کا مالک تھا۔ زیبی کی شرافت اور اس کے پیار نے مجھے بدل دیا تھا۔ لیکن نئی زندگی کونسی مشکل تھی۔

دوسری صبح جب غسل وغیرہ سے فارغ ہوا تو گولیور میرے پاس پہنچ گیا۔ اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ تھی۔

"صبح بخیر مسٹر نواز۔"

"صبح بخیر گولیور۔ کہو رات کیسی گزری۔؟"

"بہت خوبصورت۔"

"فیری کہاں ہے؟"

"ناشتہ تیار کر رہی ہے۔"

"یار گولیور۔ کیا ہم فیری پر بوجھ نہیں بن گئے؟ اس کی مالی حالت کیا ہے۔"

"بہتر نہیں ہے۔ اسے زیادہ رقم نہیں ملتی۔ لیکن بہت خوددار بھی ہے کسی کی مدد قبول نہیں کرتی۔"

"تو کیا ہم اس پر بار نہیں بن رہے۔؟"

"میں اس موضوع پر اس سے بات کر چکا ہوں۔"

"کیا کہتی ہے؟"

"اس کا کہنا ہے کہ اس نے ابتدا ہی سے کچھ رقم برے وقت کے لیے پس انداز کی ہے۔ کہتی ہے اس سے عمدہ مصرف اور کیا ہوگا کہ وہ اسے ہمارے لیے خرچ کر دے۔" یہ وقتی معاملہ ہے اس کے بعد ہم خود کچھ نہ کچھ بندوبست کر لیں گے۔"

"کتنی رقم ہے اس کے پاس؟"

"میں نے پوچھا نہیں، تمہیں چاہیئے؟"

"ہاں۔" میں نے جواب دیا۔

"وہ ابھی آتی ہوگی اس سے پوچھ لیں گے۔" گولیور بولا۔ تھوڑی دیر کے بعد فیری چائے وغیرہ لے کر آ گئی۔ اس نے ٹرے ایک جگہ رکھی اور میرے سامنے آ کر کھڑی ہو گئی۔ اس کی آنکھیں مجھ پر جمی ہوئی تھیں اور ان میں ایک عجیب سی کیفیت تھی۔

"ہیلو فیری بیٹھو۔" میں نے کہا۔ لیکن وہ عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھتی رہی۔ "ارے کیا بات ہے۔ بیٹھو۔ میں نے پھر کہا۔ لیکن وہ جذباتی انداز میں مجھے دیکھتی رہی پھر بھرائی ہوئی آواز میں بولی۔"

"مسٹر نواز۔ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ میں آپ سے جذبات کا اظہار کس طرح کروں۔" قدموں میں سر رکھ دوں یا — یا — مجھے کچھ نہیں آتا۔ میں اپنے جذبات کا اظہار کس طرح کروں؟"

"اس کی وجہ فیری۔؟" میں نے پوچھا۔ اور اس کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔"

"ارے گولیور۔ فیری کو کیا ہوا؟"

"غلطی میری ہے برادر۔ میں نے فیری کو سب کچھ بتا دیا ہے۔ سب کچھ جو تم نے مجھ سے کہا تھا۔"

"اوہ۔ فیری ڈیئر۔ میں نے تو گولیور کو سچائی کا راستہ دکھایا تھا اور میں، میں تمہیں اپنی بہن کی مانند دیکھتا ہوں۔ چلو آؤ ناشتہ کرو تم اسی قابل ہو۔"

ہم ناشتہ کرنے بیٹھ گئے۔ گولیور بولا۔ "فیری تمہارے پاس جو رقم جمع ہے ہمیں چاہیئے۔"

"میں ابھی ناشتہ کر کے بینک سے نکال لاتی ہوں۔ اس نے کہا۔" اور خاموشی چھا گئی۔

"رقم کتنی ہے فیری؟"

"تین سو ڈالر۔ اس نے جواب دیا۔" اور یہ ناشتہ کرنے کے بعد وہ فلیٹ سے چلی گئی۔"

تقریباً آدھے گھنٹے کے بعد فیری واپس آ گئی۔ "میں نے فون کر دیا ہے کہ آج میں دفتر نہیں آؤں گی۔ اس نے کہا اور بینک سے نکالے ہوئے نوٹ میرے سامنے رکھ دیئے۔ میں نے مسکرا کر انہیں دیکھا تھا۔" پھر میں نے کہا۔"

"تمہارا شکریہ فیری۔" یہ رقم رات کو تمہیں واپس کر دی جائے گی۔

"کیسی باتیں کرتے ہیں نواز۔"

"بالکل درست کہا ہے میں نے۔ دراصل اپنے دیس کی روایات کو نہیں بھول سکا ہوں، جہاں بھائی بہنوں کو صرف دیتے ہیں ان سے کچھ لیتے نہیں۔"

"ان کا تذکرہ کبھی نہ کریں۔ مجھے دکھ ہوگا۔"

"تمہیں ہمارے لیے شاپنگ کرنی ہوگی۔ میں تمہیں فہرست بنائے دیتا ہوں۔ اس کے مطابق کچھ چیزیں ہمیں بازار سے لا دو۔"

"ضرور۔"

"گران گومنگ میں لوائل اسٹور ہے۔ لوائل اسٹورز سے تمہیں یہ چند چیزیں خریدنی ہیں میں ان کے نام لکھے دیتا ہوں۔ آرک پلاسٹک لوشن نمبر ۳۔ نیز وایئرن گلاس کٹنگ۔ براؤن فورک کیلڈیئڈ وگیں آٹھ نمبر کی اور پانچ رنگ کے لوشن اور برش۔" میں نے اسے ایک پرچہ بنا کر دے دیا۔

گولیور تعجب سے میری شکل دیکھ رہا تھا۔ "یہ تو سب میک اپ کا سامان ہے۔

"ہاں۔ تم اس کے بارے میں جانتے ہو؟"

"صرف جاننے کی حد تک۔"

"کبھی ضرورت نہیں پیش آئی؟"

"اگر کوئی وقتی ضرورت پیش آئی تو میں نے زیادہ سے زیادہ چشمہ اور نقلی مونچھیں استعمال کی ہیں۔ اسپرنگ والی۔"

"یہ وقتی ضرورت نہیں ہے۔ ہمیں پولیس کے سراغرسانوں سے آنکھ مچولی کھیلنی ہے۔"

"مگر تم خود میک اپ کرو گے۔؟"

"ہاں۔" میں نے آہستہ سے کہا۔ پھر فیری سے مخاطب ہو کر بولا۔ "اس کے علاوہ فیری۔ ہمیں دو عمدہ قسم کے سوٹ اور جوتے، ٹائی وغیرہ کے ساتھ درکار ہوں گے۔ ایک میرے لیے اور دوسرا گولیور کے لیے۔ میرا سائز لکھ لو۔ میں نے فیری کو سوٹ کالر اور سوٹ کا سائز بتایا۔"

"رنگ اور ڈیزائن۔؟ فیری نے پوچھا۔

"تمہاری اپنی پسند پر۔" میں نے جواب دیا۔

"مجھ سے تو تم پوری طرح واقف ہو۔ گولیور نے مسکراتے ہوئے کہا۔" اور فیری شرما گئی۔ جب وہ جانے کے لیے تیار ہوئی تو میں نے کہا۔

"ہر چند کہ کوئی تمہارے بارے میں کچھ سوچ بھی نہیں سکتا فیری لیکن اس کے باوجود امریکی پولیس کی جادوگری مشہور ہے اس لیے تمہیں ایک ایک لمحہ اپنے اطراف پر نگاہ رکھنی ہے۔

"آپ مطمئن رہیں۔ فیری نے جواب دیا۔" اور پھر وہ چلی گئی۔ میں سوچ میں ڈوبا ہوا تھا —

"پروگرام کیا ہے نواز۔؟" گولیور نے پوچھا۔

"دولت کی فراہمی۔"

"کس طرح؟"

"رات کو نکلیں گے۔"

"مگر کہاں۔ کیا دولت سڑکوں پر پڑی مل جائے گی۔"

"ہاں۔ راجہ نواز اصغر جب اپنی پرانی زندگی میں واپس آ گیا ہے۔ تو دولت اسے قدم قدم پر آواز دے گی۔ تمہیں آہستہ آہستہ ہی میرے بارے میں معلوم ہوگا۔" میں نے کہا۔ اور گولیور متاثر نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگا۔ پھر گہری سانس لے کر بولا۔

"حیرت انگیز ہو۔"

"اس کے علاوہ گولیور۔ بیچارے مسٹر بیکن کا کہنا ہے کہ وہ



جان بوجھ کر منشیات کی اسمگلنگ کے کاروبار میں نہیں پھنسے بلکہ انہیں بلیک میل کر کے اس کاروبار میں ملوث کیا گیا ہے۔ کیا ایک ایسے شریف انسان کو ہم نظر انداز کر سکتے ہیں۔۔۔؟"

"کیا مطلب؟"

"مسٹر بیکن کے جھوٹ اور سچ کو پرکھنا ہوگا۔" اس نے جواب دیا۔ اور گولیور سنسنی خیز نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگا۔

"گویا تم ان سے ملاقات کرو گے۔"

"ہاں۔ ایک دلچسپ ملاقات۔ میں نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔ گولیور کسی سوچ میں ڈوب گیا تھا۔ پھر اس نے کہا۔

"اگر یہ ملاقات فیری کے ذریعہ ہوئی تو فیری کی پوزیشن خراب ہو جائے گی۔"

"مجھے احساس ہے۔"

"تو پھر۔" گولیور پُرخیال انداز میں بولا۔

"فیری سے صرف اتنا ہی کافی تھا کہ ہمیں کچھ نشانات مل گئے باقی کام ہمارا ہے ہم اسے ملوث نہیں کریں گے۔ کھیل لمبا ہے۔ گولیور لیکن میرا وعدہ ہے کہ تمہیں لطف آجائے گا۔ انہوں نے راجہ نواز اصغر کو مذاق سمجھا ہے لیکن آنے والا وقت یہ ثابت کر دے گا کہ یہ مذاق کس کس کی زندگی کا آخری مذاق ہے۔ میری آواز کی غراہٹ کو گولیور نے بخوبی محسوس کیا تھا۔

میں زیبی کی تلاش کا کام مقامی پولیس پر نہیں چھوڑ سکتا تھا اور زیبی کے بارے میں سوچتے ہی میری آنکھوں میں خون اُتر آیا تھا مارے انتقام کی شدت کے میری مٹھیاں بھنچ گئیں تھیں۔ میں ہر صورت میں اپنی راہ میں آنے والی ہر دیوار کو مسمار کرنا تھا لاشوں کا ڈھیر لگا دوں گا میں۔ یہ میرا آخری فیصلہ تھا کہ اچانک پولیس پیٹرولنگ کار کے سائرن کی آواز سُنائی دی۔ گولیور جو دیر سے میرے چہرے کے بدلتے تغیر پر لرزاں تھا۔ پھُرتی سے اپنی جگہ سے اٹھا اور لکڑی کے بوسیدہ سے دروازے کے بے شمار چھوٹے موٹے سوراخوں میں سے ایک سوراخ پر آنکھ لگا کر باہر دیکھنے لگا۔

"چار پولیس کاریں اور اُن کا رُخ اسی طرف ہے۔"

اس کی لرزش زدہ آواز سُنتے ہی میں اپنی جگہ سے تیزی سے اُٹھا کھڑا ہوا۔

"گولیور! گھبرانا نہیں، انہیں آنے دو۔ ان کا انجام اچھا نہ ہوگا۔"

میں نے اس کی ہمت بندھائی۔

"مگر دوست وہ تعداد میں زیادہ ہیں اور مسلح بھی۔" وہ گھبرا گیا تھا، شاید وہ اتنی جلد کسی مصیبتِ ناگہانی کے لیے تیار نہ تھا۔ میں نے اُسے ایک جھٹکے سے دُور کیا اور سوراخ سے باہر کی طرف کا جائزہ لینے لگا۔ ایک کار سے دو پولیس مین دائیں ہاتھوں میں ریوالور تھامے تیزی سے فلیٹ کی طرف آرہے تھے گولیور خوفزدہ نظروں سے مجھے دیکھ رہا تھا اور میں بے چینی سے ان کا منتظر تھا۔ میرا ذہن بے حد تیزی سے آنے والے لمحات کے بارے میں سوچ رہا تھا۔

★

گولیور کا چہرہ دھواں ہو رہا تھا۔ وہ مجھے پہلے ہی بتا چکا تھا وہ لڑائی بھڑائی کا انسان نہیں ہے۔ صرف دماغی کاوشوں سے چھوٹے موٹے جرائم کر کے پیٹ پال رہا ہے، چنانچہ مجھے سب سے زیادہ فکر اس کی تھی۔ اس بے چارے کو میں اپنے ہنگامے سے دور رکھنا چاہتا تھا۔ بدقسمتی کی بات یہ تھی کہ پولیس سے مقابلہ کرنے کے لیے میرے پاس ریوالور وغیرہ بھی نہیں تھا۔ جو جنون میرے ذہن میں سمایا ہوا تھا اس کے تحت اس وقت انسانی زندگی میری نگاہوں میں کوئی وقعت نہیں رکھتی تھی۔ جب بھی زیبی کا چہرہ میری آنکھوں کے سامنے گھومتا میرا دل یہی چاہتا کہ میرے سامنے جتنے زندہ انسان موجود ہیں سب کو فنا کر کے رکھ دوں۔ ایک ایسا طوفان میرے دل و دماغ میں موجزن تھا کہ میں بیان نہیں کر سکتا۔ میں نے فلیٹ کا جائزہ لیا اور پھر آہستہ سے گولیور سے بولا۔

"گولیور! تم اس کھڑکی سے باہر نکل جاؤ، یہ جو چھوٹی پتلی راہداری نظر آرہی ہے، یہ بے شک مخدوش ضرور ہے لیکن تم یہاں سے دوسری کھڑکی میں داخل ہو سکتے ہو۔ وہ دیکھو۔ ایک کھڑکی کھلی ہوئی ہے۔ تمہارے لیے اس کے علاوہ کوئی اور چارہ کار نہیں ہے کہ تم یہاں سے باہر نکل جاؤ۔ فیری کو راستے ہی میں پکڑو اور پھر تم دونوں کہیں روپوش ہو جاؤ۔ جاؤ گولیور جلدی کرو۔"

"اوہ مسٹر نواز! بدقسمتی یہ ہے کہ بُرے کام کرنے کے باوجود میرے اندر وہ برائی ابھی تک پیدا نہیں ہو سکی جو بے حسی کی علامت ہوتی ہے۔ اس کی وجہ یہی ہو سکتی ہے کہ میرے باپ کی رگوں میں کسی شریف باپ کا خون تھا اور میری اپنی رگیں شاید میرے اپنے باپ کے خون کو قبول کرتے ہوئے کام نہیں کر رہی تھیں۔ لیکن کسی نہ کسی رگ سے تھوڑا بہت خون اندر داخل ہو گیا ہو گا جس کی وجہ سے میں یہ کام نہیں کر سکتا جو تم کہہ رہے ہو۔" گولیور کی باتوں پر مجھے ہنسی آنے لگی۔ میں نے اس سے کہا۔

"میرے دوست! یہ مصلحت کا تقاضا ہے۔ ہم دونوں کو ایک ساتھ نہیں پھنسنا چاہیے ممکن ہے تم پولیس سے بچ کر میرے لیے کوئی بہتر کام انجام دے سکو۔"

"بس یہیں گڑبڑ ہو جائے گی۔ اگر تم یہی توقع رکھتے ہو تو یہ توقع فضول ہے۔ تم مجھے بھگا لائے جس کی وجہ سے میں بھاگ بھی آیا۔ ورنہ میں تو ساری زندگی اسی طرح پڑا رہتا یا پھانسی پر چڑھ جاتا۔ اپنے میں یہ ہمت نہیں ہے بھائی صاحب کہ کسی کو بچا کر لا سکیں۔ بس یہیں پر گڑبڑ ہو گی اور گرفتار ہو جائیں گے۔" گولیور نے پھر اسی انداز میں کہا۔

"اوہ فضول آدمی! ضد کیے جا رہے ہو۔ دیکھو وہ شاید فلیٹ کے دروازے تک پہنچ رہے ہیں۔" میں نے باہر قدموں کی آواز سن کر کہا۔ گولیور نے دروازے کے سوراخوں سے آنکھ لگا دی۔ وہ پولیس والوں کو دیکھ رہا تھا اور پھر اس کا چہرہ فق ہو گیا تھا۔

"کیوں۔ کیا پوزیشن ہے؟"

"اسی طرف آرہے ہیں بالکل بالکل۔ انہیں شاید ہمارے بارے میں علم ہو گیا۔ اوہ میرا خیال ہے فیری پکڑی گئی۔ بہر طور کوئی نہ کوئی یہ بات تو جانتا ہو گا کہ میرے اس سے تعلقات ہیں۔"

"پھر آنے دو۔ دیکھا جائے گا۔" میں نے کہا اور دروازے کے قریب دیوار سے پشت لگا کر کھڑا ہو گیا۔ گولیور میری ہی مانند دروازے کے دوسری جانب کھڑا ہو گیا تھا۔ ہمارے دل سینوں سے نکل کر دماغ میں دھڑک رہے تھے۔ کانوں میں دھاڑ دھاڑ کی آوازیں گونج رہی تھیں۔ ہر لمحہ بس اس بات کی توقع تھی کہ اب پولیس والے دروازے پر دستک دیں گے اور ہماری طرف سے جواب نہ پا کر دروازہ توڑ دیں گے۔ فلیٹ کا یہ کمزور اور بوسیدہ دروازہ ان کی ٹکروں کی تاب نہیں لا سکے گا۔ پھر وہ پستول تانے اندر داخل ہوں گے اور یہی وہ لمحہ ہو گا جب ہمیں کچھ کرنے کا موقع مل جائے گا۔ پولیس والے اگر پستول ہاتھوں میں لیے ہوئے آگے بڑھے تو پھر میں کم از کم ان میں سے ایک پولیس والے کا پستول اپنے قبضے میں ضرور کر لوں گا۔ اور یہ گولیور پتہ نہیں یہ احمق پھرتی سے کام دکھا سکے یا نہ دکھا سکے۔ اس کے بارے میں کیا کہا جا سکتا ہے۔ تاہم میں نے سرگوشی کے انداز میں گولیور کو اپنی اسکیم سمجھا دی اور میں نے محسوس کیا کہ وہ نمایاں طور پر کانپ رہا ہے۔

"ارے بدھو! تیرا دم کیوں نکلا جا رہا ہے؟"

"وہ دیکھو بھائی۔ میں پہلے ہی یہ کہہ چکا ہوں کہ میں ــــ البتہ میں یہ کر سکتا ہوں کہ اس کے ہاتھ میں دبا ہوا پستول اپنی طرف کر کے اس کی انگلی ٹریگر پر دبا دوں۔ بس اس کے علاوہ مجھ سے اور کچھ نہیں ہوگا۔"

"شش۔ خاموش ہو جاؤ۔ وہ نزدیک آگئے ہیں۔" قدموں کی دھمک اب ہمیں اپنے بالکل قریب سنائی دے رہی تھی اور ہم ہر لمحہ اس بات کی توقع کر رہے تھے کہ اب دروازے پر دستک ہو گی اور پھر دھماکے ہوں گے۔ لیکن قدموں کی چاپ ایک دم رُک گئی تھی۔ چند لمحات کے لیے وہ رُکی رہی اور پھر وہاں سے آگے بڑھ گئی۔ ہماری سمجھ میں نہیں آیا تھا کہ پولیس والے ہمیں کس طرح گھیرے میں لینا چاہتے تھے۔ تاہم میں مکمل طور پر ہوشیار تھا۔ اور ہر لمحہ آنے والے طوفان کا انتظار کر رہا تھا۔ قدموں کی چاپ یہاں سے آگے بڑھ گئی بیا ہر ایک لمحے کے لیے سناٹا سا پھیل گیا تھا پھر بہت سی آوازیں سنائی دیں اور شور ہونے لگا۔ جانے یہ کیسا شور تھا۔ ہم دروازے سے کان لگا کر شور سننے کی کوشش کرنے لگے۔ کوئی چیخ رہا تھا

"نہیں۔ نہیں۔ نہیں۔ تم اسے گرفتار نہیں کر سکتے۔ وہ بے گناہ ہے۔ وہ بے قصور ہے۔" جواب میں شاید پولیس والوں نے بھی کچھ کہا لیکن وہ جواب ہماری سمجھ میں نہیں آسکا۔ ہم نے متحیرانہ نگاہوں سے ایک دوسرے کی شکلیں دیکھیں۔ گولیور اپنی کھوپڑی کھجانے لگا تھا۔ پھر اس نے سرگوشی کے انداز میں کہا۔

"بڑے بھائی! معاملہ کچھ اور ہی معلوم ہوتا ہے۔" میں نے ہونٹوں پر انگلی رکھ کر اسے خاموش رہنے کا اشارہ کیا تھا۔ ایک بار پھر ہم نے دروازے کے سوراخوں سے آنکھیں لگا دیں۔ تب ہمارے سینوں سے گہری گہری سانسیں خارج ہو گئیں۔ پولیس والے ایک اچھے خاصے تن و توش کے آدمی کو دونوں بازوؤں سے پکڑے کھینچ کر باہر لا رہے تھے۔ وہ شخص شاید نشے میں تھا ـــــ اس لیے گرفتار ہو گیا تھا ورنہ اچھا خاصا جسیم اور قد آور آدمی تھا۔ اور اگر وہ ان پولیس والوں سے بھڑ جاتا تو ان کے لیے خاصی مشکل پیدا کر سکتا تھا۔ گولیور کے ہونٹوں سے ہنسی چھوٹ گئی۔ وہ ایک دم خوش ہو گیا تھا۔

"بڑے بھائی، بچ گئے۔" میں نے ایک بار پھر اسے اسی انداز میں خاموش رہنے کا اشارہ کیا تھا۔ کوئی سرگوشی بھی ہمارے لیے نقصان دہ ہو سکتی تھی۔ پولیس والے آگے آگے اور ان کے پیچھے شاید اس شخص کے رشتے دار یا اہل خانہ شور مچاتے ہوئے چل رہے تھے۔ وہ بدستور پولیس والوں کو برا بھلا کہہ رہے تھے اور اس بے قصور آدمی کو چھوڑنے کی درخواست کر رہے تھے۔ لیکن پولیس والے شاید اسے بے قصور نہیں سمجھتے تھے چند لمحات کے بعد وہ سیڑھیوں سے اتر کر باہر نکل گئے اور گولیور نے ایک قہقہہ لگا کر مجھ سے ہاتھ ملایا۔

"اب تم مجھے خاموش رہنے کے لیے نہیں کہو گے۔"

"اوہ گولیور، معاملہ کچھ اور ہی نکلا۔" میں نے بھی گہری سانس لیتے ہوئے کہا۔

"اچھا ہے نہ بڑے بھائی کچھ اور معاملہ نکل آیا ورنہ سوچ لو سارا حساب کتاب اسی جگہ ہو جاتا۔ تم تو شاید کسی پولیس والے کا ریوالور قابو میں کر کے اسے گولی کا نشانہ بنا دیتے لیکن بہرطور پولیس سے کون جیت سکتا ہے۔ اس وقت تو پولیس کاریں خاصی گشت پر نکلی ہوئی ہوں گی۔ اگر ان میں سے ایک بھی بچ کر سیٹیاں بجا دیتا تو پھر ہمارا خدا ہی حافظ تھا بچ نکلنا آسان نہیں ہوتا اور میں جو زندگی میں پہلی بار ایک نیک کام کرنے کے لیے کمربستہ ہوا ہوں پھر بدی کی دلدل میں غرق ہو جاتا بلکہ غرق کیا ہو جاتا مجھے تو اس بار پھانسی پر لٹکا ہی دیا جاتا۔ اگر پولیس والوں کی گولیوں سے بچ جاتا تو۔" گولیور تمسخرانہ انداز میں کہہ رہا تھا۔ میں پیشانی مسلتا ہوا اس کمرے کی جانب آ گیا جس میں تھوڑی دیر قبل ہم دونوں بیٹھے ہوئے تھے۔ گولیور اس واقعے کو یاد کر کے ہنس رہا تھا اور خود اپنا مذاق اڑا رہا تھا لیکن میں اس طرح غیر متوقع بچ جانے سے خوش تھا۔ فوری طور پر کوئی اقدام کیے بغیر گرفتار ہونا مجھے پسند نہیں تھا۔ ہاں یہ دوسری بات ہے کہ زینی کے بارے میں کچھ پتا چل جائے اور یہ معلوم ہو جائے کہ اس کے ساتھ کیا سلوک ہوا۔ وہ زندہ ہے یا ــ یا ــ لیکن اس یا کے آگے ایک گہری کھائی تھی۔ گہری، تاریک، اور سیاہ کھائی جس کی گہرائیوں میں شعلے چمکتے ہوئے نظر آ رہے تھے۔ کافی دیر اسی طرح گزر گئی۔ گولیور بھی خاموش بیٹھا کسی گہری سوچ میں ڈوبا ہوا تھا۔ پھر فیری واپس آ گئی۔ اس نے دروازہ اپنے مخصوص انداز میں کھولا تھا۔ اور اندر داخل ہو گئی تھی۔ گو… نے اس کا استقبال کرتے ہوئے کہا۔

"ہیلو فیری۔ تمہیں دوبارہ زندہ دیکھ کر بڑی خوشی ہو رہی ہے۔"

"دوبارہ زندہ دیکھ کر کیا مطلب، میں کیا پہلے بھی زندہ ہو چکی ہوں؟"

"اوہ۔ نہیں نہیں۔ شاید میرا دماغی توازن ہی بہتر نہیں رہا… میرا مقصد ہے تمہیں دوبارہ یہاں دیکھ کر بڑی خوشی ہو رہی ہے۔"

"کیوں، آخر مجھے ہوا کیا تھا؟"

"تمہیں کچھ نہیں ہوا تھا۔ ہمیں ہونے والا تھا۔" گولیور نے جوا…

"پتا نہیں کیسی بہکی بہکی باتیں کر رہے ہو۔ چلو اندر چلو۔" میں گو… کی باتیں سن سن کر ہنس رہا تھا۔ پھر میں نے فیری کو مزے لے لے کر… سارا واقعہ سنایا۔ فیری کے چہرے پر ایک لمحے کے لیے خوف کے آثار ابھر آئے تھے۔ وہ ہماری اس بات سے محظوظ نہیں ہوئی تھی بلکہ کسی قد… خوف زدہ ہو گئی تھی۔

"اس فلیٹ میں کون رہتا ہے فیری؟" میں نے فیری سے سوال کیا…

"وہ ـ وہ ایک برا آدمی ہے جناب۔ بہت سے لوگ اس کی شکایت پولیس سے کر چکے ہیں۔ سب کو دھمکیاں دیتا رہتا ہے۔ لڑ… جھگڑا کرتا رہتا ہے۔ میرا خیال ہے آج اس کی شامت آ ہی گئی۔ ڈر… نام ہے اس کا۔"

"اچھا۔ مگر تم پریشان کیوں ہو گئیں؟"

"ن ـ نہیں۔ بس سوچ رہی تھی کہیں ـ کہیں یہ حقیقت ہی نہ بن جا…" میں گہرے سانس لے کر خاموش ہو گیا تھا۔ پھر میں نے فیری سے پوچھا۔

"ہمارا سامان لے آئیں فیری؟"

"ہاں۔ آپ دیکھ لیجیے نواز صاحب! اپنی دانست میں میں سب کچھ ٹھیک ٹھاک لائی ہوں۔" اس نے تین بڑے پیکٹ میرے سامنے رکھ دیئے۔ میں نے پیکٹوں کے ریپر پھاڑے اور انہیں کھول کر دیکھنے لگا۔ تما… چیزیں فہرست کے مطابق تھیں۔ میں نے پرمسرت نگاہوں سے انہیں دیکھا… پھر فیری نے آخری پیکٹ میں سے ہمارے سوٹ نکال کر ہمیں دکھائے۔ گولیور اپنا سوٹ اپنے بدن سے لگا کر دیکھ رہا تھا۔ پھر اس نے گردن ہلا کر کہا۔

"واہ فیری ہو تو ایسی۔ اب دیکھو میرا خیال ہے یہ سوٹ میرے بدن پر ایک انچ ادھر ہو گا نہ اُدھر۔ اور کیوں نہ ہو فیری جو خرید کر لائی ہے۔" میں نے بھی اپنا سوٹ دیکھا اور مطمئن انداز میں گردن ہلا دی۔

یہ سوٹ اس قابل تھا کہ اسے پہن کر شریف لوگوں کے سے انداز… باہر نکلا جا سکے۔ تب میں نے گولیور سے کہا۔

"اب اپنے چہرے کی مرمت کے لیے تیار ہو جاؤ۔"

"مم مم ـ مرمت کیا مطلب؟ کیا تم گھونسے بازی کی مشق کرو گے اس پر؟"

"نہیں۔ میں اپنے فن کی مشق کروں گا۔ آ جاؤ پہلے تمہارا ہی حساب کتاب پورا کر دوں۔"

"تو پھر چلو۔" گولیور نے کہا اور ہم دونوں اندر آ گئے۔ فیری ہماری معاون ثابت ہوئی تھی۔ میں اسے میک اپ کی چیزیں تیار کرنے کی ہدایت دینے لگا اور وہ میری ہدایت کے مطابق عمل کرنے لگی۔ تب میں نے گولیور کا چہرہ اپنے سامنے کیا اور اس کی مرمت کرنے لگا۔ میں نے اس کی مونچھیں استرے سے ہلکی ہلکی صاف کر دیں اور قلمیں کافی اونچی کر دیں۔ جب کہ گولیور کی قلمیں کافی نیچی اور خوبصورت تھیں۔ اس نے اپنی قلمیں اونچی ہونے پر احتجاج کیا تھا۔ لیکن میں نے ایک گھونسہ اس کی پشت پر جما کر اسے بیٹھے رہنے کا اشارہ کیا گولیور کے چہرے پر میں نے ایک گندمی رنگ کا لوشن ملا اور پھر اس کے چہرے کو اسپینش لوگوں کے سے خدوخال دینے لگا۔ میں میک اپ کا ماہر تھا۔ اس بات کو آپ لوگ بخوبی جانتے ہوں گے۔ میک اپ کے سلسلے میں میں نے خاصی محنت کی تھی۔ اور یہ کام سیکھا تھا۔ چنانچہ گولیور کے چہرے کو ایک مثالی چہرہ بنانے پر میں نے اپنی تمام محنت صرف کر دی۔ میں چاہتا تھا کہ یہ نوجوان فیری کو لے کر کم از کم امریکہ سے نکل جائے اور اس کی جان بچ جائے۔ ان دونوں کے لیے میں اتنا ہی مخلص تھا۔ میں تقریباً پون گھنٹے تک گولیور کے چہرے پر مصروف رہا۔ اس دوران فیری حیرت سے ٹکٹکی باندھے اس کی شکل دیکھتی رہی تھی۔ پھر جب گولیور کا میک اپ مکمل ہوا تو فیری نے دونوں ہاتھوں سے اپنا سر پکڑ لیا۔

"اگر یہ جادوگری میری آنکھوں کے سامنے نہیں ہو رہی ہوتی تو گولیور کو دیکھ کر میں قیامت تک یقین نہ کرتی کہ یہ گولیور ہے۔"

"بھائیو۔ مجھے بھی آئینہ دکھا دو تاکہ میں بھی اپنے آپ پر قیامت تک یقین نہ کروں۔" گولیور نے تمسخرانہ انداز میں کہا اور فیری نے جلدی سے ایک آئینہ اٹھا کر اس کے سامنے کر دیا۔

"ارے ارے بھائی، میں کہاں گیا۔ میں کہاں گیا؟" گولیور چاروں طرف دیکھتا ہوا بولا اور پھر اپنے چہرے کو دیکھ کر قہقہے لگانے لگا۔

"ئے ئے گولیور کیا حماقت ہے کیوں حلق پھاڑ پھاڑ کر ہنس رہے ہو؟"

"سچ بتا دو۔ یہ میں ہی ہوں۔ میں ہی ہوں یہ؟"

"اب پاگل پن کی حرکتیں کیے جاؤ گے یا چین سے بیٹھو گے بھی۔"

"نواز! نواز! تم کیا چیز ہو آخر۔ بھائی تم تو اپنی سمجھ میں کبھی نہیں آؤ گے۔"

"اچھا اچھا۔ اب فضول باتوں میں وقت ضائع کرو۔ جاؤ منہ ہاتھ دھو لو۔" میں نے کہا۔

"کیا منہ ہاتھ دھو لوں اور یہ میک اپ؟"

"یہ اگر تم پچاس بار منہ ہاتھ رگڑ رگڑ کر دھوؤ تب بھی نہیں صاف ہو گا۔ اس کے صاف کرنے کا ایک خاص ہی طریقہ ہے جو میں تمہیں پھر کبھی بتا دوں گا۔"

"پھر کبھی۔ ارے بھائی یہ نہ ہو کہ فیری میرا ساتھ قبول کرنے سے انکار کر دے۔" گولیور نے کہا۔

"اس کے لیے ایک خاص ایسڈ آتا ہے۔ میں تمہیں اس کا نام لکھ کر دے دوں گا۔ جب بھی تمہیں میک اپ اتارنے کی ضرورت محسوس ہو وہ ایسڈ پانی میں گھول کر استعمال کر لینا۔ اس کے علاوہ دنیا کی کسی اور چیز سے میک اپ نہیں اتر سکتا۔"

"کمال کی بات ہے۔ بڑے بڑے میک اپ دیکھے ہیں لیکن اتنا شاندار میک اپ بہرطور نواز اصغر اب میں تمہارے بارے میں کوئی اور بات نہیں کہوں گا۔ تم نے مجھے بقول شخصے اپنا مرید بنا لیا ہے۔"

"اچھا تو مرید صاحب! اب مجھے اپنے چہرے کی مرمت تو کرنے دو۔" میں نے ہنستے ہوئے کہا اور پھر آئینہ لے کر اپنے چہرے کی مرمت کرنے کے لیے بیٹھ گیا۔ تقریباً اتنا ہی وقت میں نے اپنے چہرے پر صرف کیا تھا۔ فیری اس دوران باورچی خانے میں چلی گئی تھی۔ اور پھر میرا اپنا میک اپ بھی پورا ہو گیا۔ میں نے اپنے آپ کو اسپینش خدوخال نہیں دیئے تھے بلکہ مقامی لوگوں ہی کا میک اپ کیا تھا۔ گولیور دانت کٹکٹا کر کہنے لگا۔

"دیکھا دیکھا۔ اپنا چہرہ کتنا خوبصورت بنا لیا اور میری شکل کر دی ہے بندروں جیسی۔"

"نہیں گولیور تمہارے خدوخال تو بہت خوبصورت ہیں۔"

"مگر یہ بتاؤ کیا میک اپ مستقل ہو گا میرے چہرے پر ـ؟"

"نہیں ممکن ہے آدھے گھنٹے کے بعد ہی ہمیں یہ بدلنا پڑ جائے اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ وہ ایسڈ میں نے منگوا لیا ہے جس سے یہ میک اپ اترتا ہے۔ یہ دیکھو۔" میں نے ایک شیشی اس کے سامنے کرتے ہوئے کہا۔

"اس میں جو پاؤڈر موجود ہے اسے ہم پانی میں گھولنے کے بعد ہم چہرے پر لگائیں تو چہرہ صاف ہو جائے گا ـــ بالکل اس طرح صاف ہو جائے گا کہ میک اپ کا وجود بھی نہیں رہے گا۔"

"اور باقی کسی چیز سے یہ صاف نہیں ہو گا؟"

"قطعی نہیں۔ تم کوشش کر کے دیکھ لو۔"

"کمال ہے نواز اصغر، کمال ہے۔" گولیور نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔ شام ہو گئی تھی۔ ہم تمام معاملات سے فارغ ہو چکے تھے۔ بے چاری

فیری کی جو رقم ہمیں حاصل ہوئی تھی وہ خرچ ہوگئی تھی۔ اور اب اس کے علاوہ اور کوئی چارہ کار نہیں تھا کہ رقم حاصل کرنے کے لیے فلیٹ چھوڑ دیں۔ جب ہم سوٹ وغیرہ پہن کر تیار ہوئے اور باہر نکلنے پر آمادہ ہوئے تو فیری نے پریشان نگاہوں سے ہمیں دیکھتے ہوئے کہا۔

"ہر چند کہ آپ لوگوں کی شکلیں تبدیل ہوگئی ہیں اور شاید دنیا کا کوئی بھی شخص خواب میں بھی نہیں سوچ سکے کہ یہ آپ ہو سکتے ہیں لیکن اس کے باوجود مجھے یہ بتاتے جائیے کہ آپ کی واپسی کب ہوگی۔ میں آپ کے ساتھ تو چل نہیں سکتی لیکن آپ کا بڑی بے چینی سے انتظار کروں گی۔"

"فیری! بس تم یوں سمجھو کہ ہم صبح بھی آ سکتے ہیں۔ ممکن ہے کل ہمیں لنچ تک پہنچنے میں بھی دیر ہو جائے اس لیے ہمارا انتظار مت کرنا ہاں۔ وہ چابی گولیور کے پاس موجود ہے جو اس دروازے کو کھول سکتی ہے۔ بس اتنا ہی کافی ہے ہمارے لیے۔ اگر جلدی واپسی ہوگئی تو تالا کھول کر اندر آجائیں گے۔"

"گویا میں انتظار نہ کروں۔"

"بالکل نہیں۔"

"مگر مجھے نیند نہیں آئے گی۔"

"خواب آور گولیاں کھا لینا، تمہارا نیند لینا ضروری ہے۔" میں نے اسے تسلی دیتے ہوئے کہا اور پھر ہم دونوں دروازے جھانکنے کے بعد راہداری سنسان دیکھ کر باہر نکل آئے اور چند لمحات کے بعد سیڑھیاں اُترتے ہوئے باہر پہنچ گئے۔ اب ہمیں سڑک پر کوئی خطرہ نہیں تھا۔ ہم دونوں چہل قدمی کے انداز میں آگے بڑھتے رہے۔ سڑکیں پُر رونق ہو چکی تھیں۔ روشنیاں جلنے لگی تھیں۔ اور ہم تھوڑے ہی فاصلے پر گئے ہوں گے کہ شہر روشنیوں سے جگمگا اُٹھا۔ ہم سڑکوں پر آوارہ گردی کرتے ہوئے پیدل چلتے رہے۔ ابھی تک گولیور نے مجھ سے یہ نہیں پوچھا تھا کہ میرا ارادہ کیا ہے۔ لیکن میری نگاہیں اپنے مقصد کے لیے بھٹک رہی تھیں بعض جگہوں پر کافی بھیڑ بھاڑ تھی اور مجھے اس بھیڑ بھاڑ میں ہی اپنے شکار کی تلاش تھی۔ تھوڑی دیر کے بعد ہی گولیور کو خیال آیا اور اس نے پوچھا

"بڑے بھائی پیدل کب تک چلتے رہو گے۔ یہاں ٹیکسیاں وغیرہ بھی ہوتی ہیں۔"

"ہوتی تو ہیں لیکن ان کا بل ادا کرنے کے لیے تمہاری جیبوں میں رقم موجود ہے؟"

"اوہ اوہ۔ رقم کا مسئلہ تو واقعی ٹیڑھا ہے لیکن میک اپ کر کے اور لباس تبدیل کرنے کے بعد ہم بھلا رقم کا بندوبست کس طرح کر سکتے ہیں۔"

"کر سکتے ہیں، تم فکر مت کرو۔" میں نے کہا اور گولیور دونوں شانے ہلا کر خاموشی سے میرے ساتھ آگے بڑھتا رہا۔ پُر رونق سڑکوں کے ہجوم میں میں ہم دوکانوں کے شوکیسوں کے سامنے سے گزر رہے تھے اور میری نگاہیں اپنے مقصد کی شخصیت کو تلاش کر رہی تھیں۔ ایک بہت بڑے اسٹور میں میں نے ایک بھاری بھرکم شخص اور ایک دُبلی پتلی لڑکی کو دیکھا بھاری بھرکم شخص لڑکی کو شاپنگ کرا رہا تھا۔ پھر اس نے اپنی جیب سے پرس نکالا اور اسے کھول لیا۔ میری نگاہیں اسے تاڑ رہی تھیں۔ پرس میں نوٹوں کی بہتات تھی اور یہ نوٹ یقیناً بڑے نوٹ تھے۔ اس نے ان میں سے چند نوٹ نکالے اور بھاری شاپنگ کا بل ادا کر دیا۔ میں نے گولیور کو اس کی طرف متوجہ نہیں کیا تھا۔ میں بھی دوسرے شوکیس کے سامنے کھڑے ہو کر کچھ چیزیں دیکھنے لگا۔

"یہ۔ یہ سب کیا ہے۔ تم انہیں کیوں دیکھ رہے ہو؟"

"اوہ۔ گولیور ڈیئر! کتنی خوبصورت چیزیں ہیں، بھلا دیکھنے میں کیا خرچ ہوتا ہے؟" میں نے کہا۔ میری دزدیدہ نظریں برابر کے اسٹور میں لگی ہوئی تھیں۔ چند لمحات کے بعد وہ بھاری بھرکم آدمی باہر نکلا اور میں گولیور کا بازو پکڑ کر پلٹ پڑا۔

"میرے ساتھ آؤ اور اس طرف چلو۔" گولیور ایک لمحے کے لیے بوکھلا گیا۔ وہ لڑکھڑا کر گرتے گرتے بچا تھا۔ میں نے جان بوجھ کر اسے موٹے تازے آدمی کی طرف دھکیلا تھا۔ تاکہ موٹے تازے آدمی کو سنبھلنا پڑے۔ گولیور کو سنبھالنے کے لیے میں جھکا اور اسی وقت میرا ہاتھ کام کر گیا۔ میں نے موٹے تازے آدمی کا پرس پار کر لیا تھا۔ گولیور نے موٹے تازے آدمی سے معافی مانگی اور وہ گولیور کو کڑی نگاہوں سے گھورتا ہوا آگے بڑھ گیا۔ ان دونوں نے ایک چوڑی سڑک پار کی تھی اور پھر سڑک کے فٹ پاتھ پر پہنچ گئے۔ میں گولیور کے ساتھ آگے بڑھ گیا تھا اور پھر میں وہاں سے تھوڑے فاصلے پر ایک گلی کی طرف مڑ گیا جو دوسری سڑک پر نکلتی تھی۔ ہم دونوں خاصی تیز رفتاری سے جا رہے تھے۔ گولیور نے کہا۔

"آخر۔ آخر ہوا کیا۔ کیا پولیس۔؟" اس نے متوحش انداز میں پوچھا

"شاید۔" میں نے جواب دیا اور گولیور دوڑنے کے سے انداز میں گلی کے دوسرے نکڑ کی طرف چلنے لگا۔ میں یہی چاہتا تھا کہ گولیور یہاں سے دور نکل جائے۔ ممکن ہے تھوڑے فاصلے پر جاتے ہی موٹے آدمی کو اپنے پرس کے گم ہونے کا احساس ہو جائے اور وہ شور مچا دے۔ چنانچہ ہم فوراً گلی کے دوسری طرف آ گئے۔ گلی کے دوسری طرف پہنچ کر گولیور نے ہانپتے ہوئے لہجے میں کہا۔

"لیکن اگر پولیس ہے تو اس نے ہمیں کیسے پہچان لیا؟"

"کیا مطلب؟" میں نے تعجب سے پوچھا۔

"میرا مطلب ہے کہ پولیس۔ پولیس۔ ہم تو میک اپ میں ہیں۔"

"ارے اوہ۔ ہاں واقعی میں بے وقوف بن گیا گولیور۔ یہ بات تو مجھے یاد ہی نہیں رہی تھی۔"

"کمال ہے یار۔ تم نہ صرف خود بے وقوف بن گئے بلکہ مجھے بھی بے وقوف بنا دیا۔ ارے بڑے بھائی اگر پولیس نے ہم کو دیکھ بھی لیا تو ہم پر کیا شبہ کرے گی۔ یہ شاندار میک اپ کیا ایسا ہے کہ پولیس ہم پر شبہ کرنے لگے۔"

"میں نے کہا نا یار۔ خیال ہی نہیں رہا تھا۔ بڑی بے وقوفی ہوگئی۔"

"مجھے تو تم نے خوف زدہ ہی کر دیا تھا۔ چلو خیر کوئی بات نہیں ہے آہستہ آہستہ ہی عادت پڑے گی۔" گولیور نے خود ہی مصالحت کی پیشکش کر دی۔ ہم تھوڑے سے اور آگے بڑھے۔ میں پرس میں بڑے نوٹ دیکھ چکا تھا۔ مجھے چھوٹے نوٹوں کی ضرورت تھی تاکہ ٹیکسی کا بل وغیرہ ادا کرنے کے لیے بڑا نوٹ نہ نکالنا پڑے۔ تھوڑے فاصلے پر پہنچ کر میں ایک ٹیلیفون بوتھ کے نزدیک رکا اور میں نے ایک لمحے کے لیے گولیور سے اجازت مانگی۔

"او ہو۔ کیا زینی کا رپٹ فون کرو گے؟"

"ابھی آیا۔ تم میرا یہاں انتظار کرو۔" میں نے جواب دیا اور ٹیلیفون بوتھ میں داخل ہو گیا۔ ٹیلیفون کا ریسیور اٹھا کر میں نے ہاتھ میں لیا اور خواہ مخواہ ایک نمبر ڈائل کرنے لگا۔ تاکہ گولیور کو شبہ نہ ہو لیکن میں نے ہاتھ نیچے کر کے پرس کھولا تھا۔ پرس میں بہت بڑے کرنسی نوٹ تھے اور ان کی تعداد اتنی تھی کہ میری آنکھیں خوشی سے چمک اٹھی تھیں۔ ان نوٹوں سے بڑے بڑے کام لیے جا سکتے تھے۔ شاید دکان میں انہوں نے جو خریداری کی تھی اس سے اسے چھوٹے نوٹوں کی واپسی بھی ہوئی تھی۔ چونکہ پرس میں کچھ چھوٹے نوٹ بھی موجود تھے۔ وہ نوٹ نکال کر میں نے کوٹ کی اوپری جیب میں رکھ لیے۔ نوٹوں کی گڈی نکال کر دوسری جیب میں رکھی اور پرس وہیں ٹیلی فون بوتھ میں پھینک دیا اور وہاں سے باہر نکل آیا۔ البتہ وہاں سے نکلتے ہوئے میں نے رومال سے ریسیور پر سے اور پھر ٹیلیفون بوتھ کے ہینڈل سے اپنے ہاتھوں کے نشانات صاف کر دیئے تھے۔ پرس کو بھی میں نے صاف کیے بغیر نہیں پھینکا تھا۔ اس کے بعد میں اطمینان سے چلتا ہوا گولیور کے پاس آ گیا۔

"آخر کس کو فون کیا تھا تم نے؟"

"بس کیا تھا کسی کو۔ اب یہاں سے آگے بڑھو۔" میں نے اس کے شانے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا اور گولیور میرے ساتھ ساتھ آگے بڑھ گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد میں نے ایک ٹیکسی کو اشارہ کیا اور ٹیکسی ہمارے قریب آ کر رک گئی۔ گولیور نے متحیرانہ نگاہوں سے مجھے دیکھا مگر کچھ بولا نہیں تھا۔ ٹیکسی میں بیٹھ کر میں نے اسے گولڈن پارک چلنے کے لیے کہا۔ گولڈن پارک درمیانے درجے کے ہوٹلوں اور نائٹ کلبوں کا علاقہ تھا۔ جہاں اعلیٰ پیمانے پر جوا ہوا کرتا تھا۔ لیکن شریف لوگ اس علاقے کا رُخ نہیں کرتے تھے۔ یہ علاقہ صرف لچوں اور لفنگوں کے لیے مخصوص تھا۔ گولڈن پارک کا نام سُن کر گولیور نے میری طرف دیکھا اور پھر خشک ہونٹوں پر زبان پھیر کر رہ گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد ٹیکسی نے ہمیں گولڈن پارک کے علاقے میں چھوڑ دیا۔ یہ علاقہ بہت ہی عظیم الشان تھا اور یہاں چاروں طرف بے ترتیبی سے ہوٹل اور نائٹ کلب بکھرے ہوئے تھے۔ خاصی رونق تھی لیکن ایک بھی اچھی شکل نظر نہیں آ رہی تھی۔ بس فضول قسم کے لوگ اور ایسی ہی خواتین کی یہاں بہتات تھی۔ ہم ان سب سے لاپروا آگے بڑھتے رہے۔ تھوڑے فاصلے پر چلنے کے بعد گولیور نے مجھ سے پوچھا۔

"یہاں آنے کا مقصد میں نہیں سمجھا؟"

"جوا کھیلیں گے۔"

"ہوں میرے عزیز، جوا کرکٹ یا والی بال کی طرح نہیں کھیلا جاتا اس کے لیے رقم کی ضرورت ہوتی ہے۔"

"آؤ یار، تم سوالات بہت کرتے ہو۔" میں نے گولیور کے ساتھ آگے بڑھتے ہوئے کہا اور گولیور شانہ ہلا کر رہ گیا۔

"تم کبھی سمجھ میں نہ آنے والے آدمی ہو۔ چلو کھیلو، کھیلو دیکھتا ہوں کیسے کھیلتے ہو۔" میں خاموشی سے آگے بڑھتا رہا اور پھر میں نے ایک نائٹ کلب کے دروازے کی طرف قدم بڑھا دیے۔ گولیور نے اب میرا بازو مضبوطی سے پکڑ لیا تھا۔

بڑے بھائی۔ بڑے بھائی۔ کیوں مروانے لے جا رہے ہو۔ یہ پاگلوں کی رہائش گاہ ہے۔ دیوانے لوگ رہتے ہیں یہاں۔ ہم جیسے لوگوں کا کام نہیں ہے یہاں میرے بھائی۔"

"آ جاؤ۔" میں نے غرائی ہوئی آواز میں کہا اور گولیور بے بسی سے شانہ ہلا کر رہ گیا۔ کلب کے کاؤنٹر پر پہنچ کر میں نے نوٹوں کی گڈی نکالی اور گولیور گرتے گرتے بچا۔ اس کی آنکھیں بری طرح چڑھ گئی تھیں اور وہ دونوں طرف ہاتھ پھیلا کر بری طرح ڈول رہا تھا۔ میں نے اسے گریبان سے پکڑ کر سہارا دیا۔ کاؤنٹر کلرک نے میرے نوٹوں کے اسٹیکرز مجھے دے دیئے تھے۔ اسٹیکرز لینے کے بعد میں نے گولیور کا گریبان پکڑا اور اسے آہستہ آہستہ آگے بڑھاتا ہوا بولا۔

"حماقت کی حرکتیں مت کرو گولیور۔ سنو۔ اس میں سے آدھے اسٹیکرز تم لے لو۔ میں نے اسی لیے دو بیگ لے لیے ہیں جب میں تمہیں انگوٹھا اٹھا کر کھیلنے کا اشارہ کروں تو اپنے بند پتوں پر کھیلتے رہنا۔ کارڈ اٹھا کر مت دیکھنا۔ جو کچھ بھی لگا سکتے ہو لگا دینا جب تک کہ تمہارے مقابل شو نہ کرا دیں۔ اور جب میرا انگوٹھا اٹھا ہوا نہ ہو تو تم دو چار بازیاں لگانے کے بعد کارڈ پھینک دیا کرنا۔ سمجھ لو اس پورے گیم کے دوران میرے انگوٹھے پر تمہاری نگاہ رہے گی لیکن اس طرح کہ دوسرے لوگ تمہاری نگاہوں کے مرکز کو نہ پہچان سکیں۔"

"اس سے فائدہ؟"

"اس سے فائدہ یہ ہوگا کہ تمہاری جیبیں نوٹوں سے بھری ہوں گی۔"

"کیا کیا واقعی۔؟"

"اب فضول باتوں سے گریز کرو۔ آؤ اندر چلیں۔" میں نے کہا اور اسے لے کر ہال میں پہنچ گیا۔ ہال میں لفنگوں کے اڈے جمے ہوئے تھے۔ یہ شریف قسم کے لباسوں میں ضرور ملبوس تھے لیکن ان کے چہروں پر شرافت کا کہیں پتہ نہیں تھا۔ ایسے لوگوں کے درمیان کھیلنا بھی خاصا خطرناک ہوتا تھا لیکن گولڈن پارک کے نائٹ کلبوں میں ایک قانون ضرور رائج تھا۔ وہ یہ کہ یہاں کبھی مارپیٹ نہیں ہوتی تھی۔ یہ لوگ سختی سے علاقے میں امن و امان کو برقرار رکھتے تھے تاکہ پولیس کو یہاں کے معاملات میں کوئی دشواری نہ ہو اور یہی ان کی روزی کا ذریعہ تھا۔ ایک سے ایک خطرناک آدمی آتا تھا لیکن اسے یہاں لڑنے جھگڑنے کی اجازت نہیں ہوتی تھی۔ گولیور کے چہرے پر خوف کے آثار نظر آرہے تھے لیکن بہرطور میرے کہنے کی وجہ سے وہ مطمئن ہوگیا تھا۔ پھر ایک لمبی چوڑی میز کے سامنے ہم لوگ رک گئے۔ میز پر بہت سے لوگ بیٹھے ہوئے تھے۔ سرخ سبز اور سفید اسٹیکرز کی بہت سی ڈھیریاں لگی ہوئی تھیں۔ کارڈ کا کھیل ہورہا تھا اور میں آج طویل عرصے کے بعد اس کھیل کو دوبارہ کھیلنا چاہتا تھا۔ ہمیں فوراً نشستیں مل گئیں۔ ہم نے ایسی جگہوں کا انتخاب کیا تھا جہاں بڑے قسم کا کھیل ہو رہا تھا۔ گولیور بظاہر مجھ سے بے تعلق نظر آرہا تھا۔ ویسے بھی لوگوں نے ہمیں ساتھ ساتھ آگے بڑھتے ہوئے نہیں دیکھا تھا۔ ہم لوگوں نے اس بات کا خیال رکھا تھا۔ چند لمحات کے بعد ہم لوگ بھی کھیل میں شریک ہوگئے۔ میں نے پہلے ایک دو ہاتھ بہت معمولی انداز میں کھیلے اور کوشش یہ کی کہ کسی طرح کارڈ میرے ہاتھ میں آجائیں۔ چوتھے ہاتھ پر کارڈ میرے ہاتھ میں آگئے اور مجھے انہیں ڈیل کرنے کا موقع مل گیا۔ اب یہ موقع تھا کہ میں گولیور کو اشارہ کروں۔ کارڈ تقسیم کرنے کے بعد میں نے اس طرح کارڈ اٹھائے کہ میرا انگوٹھا خود بخود کھڑا ہوگیا۔ کھیل شروع ہوگیا۔ میرے سامنے بیٹھے ہوئے آدمی ہم پر نگاہ رکھ رہے تھے۔ لیکن ہم نے ایک موقع بھی ایسا نہیں دیا۔ کہ کسی کو شبہ ہوسکے۔ البتہ گولیور میرے اٹھے ہوئے انگوٹھے کو اچھی طرح دیکھ چکا تھا۔ میں نے اپنے کارڈ اٹھائے اور انہیں دیکھنے کے بعد واپس رکھا اور ڈبل چالیں شروع کردیں۔ میں جانتا تھا کہ کون کون اس میں پھنسنے والا ہے۔ چھ آدمیوں میں سے چار آدمیوں کو پھنسنا تھا اور ان چار آدمیوں کو میں نے تاک لیا تھا۔ ان کے آگے اسٹیکرز کے سب سے بڑے بڑے ڈھیر لگے ہوئے تھے۔ میں نے انہیں ایسے کارڈز دیئے تھے کہ اگر وہ دیکھ لیں تو پھر انہیں پھینکنے کو دل نہ چاہے۔ چنانچہ گیم جاری رہا۔ گولیور نے اپنے کارڈ نہیں اٹھائے تھے۔ کافی دیر تک وہ رقمیں لگاتا رہا۔ اس کے سامنے رکھے اسٹیکرز کی ڈھیری میں کمی ہوتی گئی۔ دوسرے لوگ اب اس کی جانب متوجہ ہوگئے تھے۔ کارڈ چونکہ میں نے تقسیم کیے تھے اس لیے کسی کو یہ شبہ نہیں ہوسکتا تھا کہ

گولیور نے کسی قسم کی چال چلی ہے۔ اس کے علاوہ یہاں چالوں پر نگاہ رکھنے والے لوگ بھی موجود تھے۔ یہ کہنہ مشق قسم کے شاطر جو ہر قسم کی شارپنگ کے بارے میں معلومات رکھتے تھے اور میز پر کوئی گڑبڑ ہو رہی ہوتی تھی تو وہ اسے درست کرلیا کرتے تھے لیکن میرے ہاتھ کا کمال ابھی ان کی سمجھ سے بہت دور کی بات تھی۔ گولیور نے کافی دیر تک بڑے بڑے اسٹیکرز کے ڈھیر آگے سرکانے کے بعد اپنے پتے اٹھائے۔ یہ ضروری تھا۔ اس نے بہت ہی احتیاط سے اپنے پتے دیکھے۔ انہیں رکھا اور چالیں ڈبل کردیں۔ دو آدمی کارڈ پھینک گئے اور دو آدمی رہ گئے تھے۔ میں تو پہلے ہی اپنے پتے پھینک چکا تھا اور میرے ساتھ ایک اور شخص بھی۔ وہ دونوں آدمی کافی دیر گولیور کے ساتھ کھیل کرتے رہے اور اس کے بعد ان میں سے ایک نے اپنے کارڈ پھینک دیئے۔ اس کے کارڈ پھینکتے ہی آخر آدمی نے گولیور سے شو مانگ لیا اور گولیور نے کارڈ اس کے سامنے ڈال دیئے۔ دوسرے لمحے چاروں طرف سے ہلکی ہلکی آوازیں بلند ہوگئیں۔ گولیور اسٹیکرز کی جس ڈھیری کو جیتا تھا اس کی مالیت تقریباً چوبیس ہزار ڈالر تھی۔ وہ جیت تو گیا تھا لیکن اسٹیکرز کی ڈھیری سمیٹتے ہوئے اس کے ہاتھوں میں لرزش ہو رہی تھی اور وہ بری طرح کپکپا رہا تھا۔ میں نے دانت پیستے ہوئے اسے دیکھا اور وہ سنبھل گیا۔ باقی تمام لوگ عجیب سی نگاہوں میں اسے دیکھ رہے تھے۔ پھر ان میں کچھ لوگوں نے نوٹوں کی گڈیاں جیبوں سے نکالیں اور کنڈیکٹر کے حوالے کرکے مزید اسٹیکرز منگوائے۔ وہ گولیور کے کھیل کو دیکھنا چاہتے تھے۔ اس بار ڈیل گولیور کی تھی۔ اس نے کارڈ تقسیم کیے اور کھیل شروع کردیا۔ میں خاموشی سے یہ سب کچھ دیکھتا رہا تھا اور اب کوئی ایسی چال چلنا چاہتا تھا کہ ان لوگوں کو گولیور پر شبہ نہ ہو۔ اس بار گولیور نے زیادہ رقم نہیں لگائی۔ لیکن اس کے باوجود اس نے ڈھائی تین ہزار ڈالر داؤ پر لگا دیئے تھے۔ یہ رقم بھی اچھی خاصی تھی۔ اس کے بعد گولیور نے اپنے کارڈ پھینک دیئے۔ میں البتہ جم کر کھیلتا رہا۔ خاصی دیر کھیلنے کے بعد میں نے اپنے کارڈ پھینک دیے۔ اس بار جیتنے والا ان لوگوں میں سے ایک تھا جو پچھلی بار گولیور سے ہار چکے تھے۔ کارڈ اس نے ڈیل کیے یہی میرا فن تھا۔ جب اس نے کارڈ پھینٹنے کے بعد سیدھے کرکے انہیں ملایا تو میری نگاہیں ان کارڈز کو بخوبی دیکھ چکی تھیں اور مجھے اس بات کا علم ہوگیا کہ کس کس کے پاس کون سے کارڈ گئے ہیں اور یہ میری خوش قسمتی تھی کہ اس بار کارڈ میرے پاس آئے تھے یعنی اچھے خاصے کارڈ جن پر کم از کم میں اس حد تک کھیل سکتا تھا کہ جیت جاؤں۔ چنانچہ میں نے اس بار داؤ لگانے شروع کردیے۔ میں نے اپنا انگوٹھا نہیں اٹھایا تھا۔ زیادہ جم کر کوئی بھی نہیں کھیلا۔ لیکن ڈیل میرے ہاتھ میں آگئی تھی اور میں تقریباً سات ہزار ڈالر جیتا تھا۔ چنانچہ اس بار پھر گولیور کی قسمت کو چمکنا تھا۔

لوگ میرے ہاتھوں پر نگاہ رکھ رہے تھے۔ میں نے بڑے سکون سے کارڈ ڈیل کیے تھے لیکن اپنا کام تو دکھانا ہی تھا۔ مجھے خوشی ہو رہی تھی کہ میری مشق میں کوئی کمی نہیں آئی تھی اور میں کارڈ کو اپنی مرضی کے مطابق چلا سکتا تھا۔ چنانچہ دوسری بار گولیور بھی ـــــ اتنی ہی رقم جیتا جتنی پہلی بار جیت چکا تھا۔ البتہ میں نے یہ محسوس کیا کہ اگر گولیور کو ایک آدھ ہاتھ اور کھیلنے کا موقع دیا گیا تو شاید اس کا ہارٹ فیل ہی ہو جائے۔ وہ اسٹیکرز اس سے سمیٹے نہیں سمیٹے جا رہے تھے اور پھر اسی وقت اس کے سامنے بیٹھے ہوئے آدمی نے اس کے ہاتھ پر ہاتھ رکھ دیا۔

"تم نے بے ایمانی کی ہے۔" اس نے کہا اور گولیور ہونقوں کی طرح اس کی شکل دیکھنے لگا۔

"میں نے۔ میں نے کیا کیا ہے؟" اس نے کہا

"اوہ بکواس مت کرو۔ تم نے بے ایمانی کی ہے۔"

بھاری تن و توش والا شخص کھڑا ہوگیا۔ اسی وقت دو آدمی تیزی سے آگے بڑھتے ہوئے ہمارے قریب پہنچ گئے۔

"کیا بات ہے؟" ان میں سے ایک نے غراتے ہوئے کہا۔

"مسٹر اسے سنبھالو یہ کہتا ہے میں نے بے ایمانی کی ہے۔"

"کیوں، تم لوگ کیا کہتے ہو۔؟"

"ہماری سمجھ میں کوئی بات نہیں آئی۔"

"ٹھیک ہے۔ اے مسٹر تم پیچھے ہٹ جاؤ۔" نئے آنے والوں نے جو خاصی خطرناک شکل و صورت کے مالک تھے اس شخص سے کہا جو گولیور پر دست درازی کرنے کے لیے تیار تھا اور اس نے اپنا ہاتھ گھما دیا۔ اس کا الٹا ہاتھ ان میں سے ایک شخص کے منہ پر پڑا اور وہ شخص دو قلابازی کھا کر ایک طرف گر پڑا۔ اس کا مقصد تھا کہ گولیور کا مدِمقابل خاصا خطرناک آدمی ہے۔ ہم سب بھی گھبرا کر کھڑے ہوگئے۔ لیکن میں اپنی چال چل چکا تھا۔ اس بار اس طویل قامت آدمی نے اپنا رخ گولیور کی طرف کیا تھا لیکن میں اس طرح اپنی کرسی چھوڑ کر کھڑا ہوا تھا کہ میری کرسی اس کے پیروں میں آگئی اور کرسی کی جگہ سے وہ توازن برقرار نہ رکھ سکا۔ چنانچہ اوندھے منہ میز پر گر گیا۔ گولیور اس دوران تمام اسٹیکرز جیبوں میں بھر چکا تھا۔ وہ بھی پھرتی سے پیچھے ہٹ گیا۔ گرنے والا ایک دم سنبھلا اور اچھل کر میز پر چڑھ گیا۔ اس نے اپنا ایک پاؤں گھمایا اور گولیور بری طرح الٹ کر پیچھے جا گرا۔ لیکن اس دوران وہاں چار پانچ آدمی پہنچ گئے تھے۔ انہوں نے اس شخص کو پکڑنے کی کوشش کی تو اس نے جیب سے لمبا سا چاقو نکال لیا۔ چاروں طرف ہنگامہ برپا ہوگیا تھا۔ کلب کے منتظمین نے ایسے ہنگاموں کے لیے معقول بندوبست کر رکھا تھا۔

چنانچہ دس پندرہ غنڈے بیک وقت ہاتھوں میں اسٹکیں لیے نکل آئے۔ دفعتاً اس نے گولیور کی طرف چاقو پھینک کر مارا۔ اور گولیور ایک دم نیچے بیٹھ گیا۔ چاقو ایک غنڈے کے سینے میں پیوست ہوگیا تھا۔ اس کی دلخراش چیخ بلند ہوئی اور اس کے ساتھ ہی ان لوگوں نے اسٹکوں سے اس طویل قامت شخص پر حملہ کردیا۔ میزیں الٹنے لگیں، کرسیاں گر گر کر ٹوٹنے لگیں۔ لوگ افراتفری میں دوڑ پڑے تھے۔ میں نے گولیور کا بازو پکڑا اور دوڑتا ہوا کاؤنٹر پر آگیا۔ کاؤنٹر کلرک بھی اس ہنگامے کو دیکھ رہا تھا۔ بہرطور ہم نے اسٹیکرز اس کے سامنے رکھ دیے۔

وہ اپنے فرض سے غافل نہیں تھا۔ دوسرے کاؤنٹر سے بھی اسٹیکرز کیش کرائے جا رہے تھے۔ جن لوگوں کے پاس اسٹیکرز تھے وہ انہیں کیش کرا رہے تھے۔ کاؤنٹر کلرک نے ہمارے اسٹیکرز گن کر ہمیں نوٹوں کی گڈیاں تھما دیں۔ گولیور کے حواس ایک بار پھر جواب دینے لگے تھے۔ لیکن میں نے ان میں سے کچھ گڈیاں لے کر جیبوں میں ٹھونسیں اور کچھ گولیور کی جیبوں میں ٹھونس دیں۔ پھر میں اس کا بازو پکڑ کر نائٹ کلب کے باہری حصے کی جانب چل پڑا۔ ابھی ہم نے دروازے سے باہر قدم رکھا تھا کہ دفعتاً باہر سے ہم نے آٹھ دس آدمیوں کو اندر آتے دیکھا۔ یہ سب خوفناک قسم کے آدمی تھے۔ ان میں سے ایک نے غرائی ہوئی آواز میں کہا۔

"کوئی باہر نہیں جائے گا۔ سب اندر چلو اندر کیا ہو رہا ہے۔ کس سے جھگڑا ہوا ہے؟" وہ شاید اس قدآور غنڈے کے ساتھی تھے۔ بات کچھ بڑھتی نظر آرہی تھی۔ میں نے گولیور کو اشارہ کیا اور ہم مسمسی سی شکل بنا کر اندر چل پڑے۔

"جیسا آپ نے کہا ہے سر ویسا ہی ہوگا۔" میں نے کہا۔ غنڈوں میں سے ایک نے گولیور کو دھکا دیا اور گولیور گرتے گرتے بچا۔

"ہم آپ کی بات مان رہے ہیں جناب۔ آپ دھکا کیوں دے رہے ہیں؟" میں نے نہایت ادب سے کہا۔ وہ سب غراتے ہوئے اندر گھس آئے اور پھر وہ کرسیاں اٹھا اٹھا کر کلب کے غنڈوں پر پل پڑے۔ جنھوں نے ان کے ساتھی پر حملہ کیا تھا۔ ایک بار پھر میں نے پلٹ کر گولیور کا ہاتھ پکڑا اور دروازے کی طرف بھاگا۔ دفعتاً عقب سے آواز آئی۔

"لینا۔ پکڑنا۔ وہ دونوں بھاگ رہے ہیں۔ پکڑو۔ پکڑو۔" اور اب اس کے علاوہ اور کوئی چارہ کار نہیں تھا کہ ہم تیزی سے دوڑ پڑیں چنانچہ ہم برق رفتاری سے دوڑ پڑے۔ ہمارے پیچھے کچھ لوگ آرہے تھے۔ یہ یقیناً اسی قدآور غنڈے کے ساتھی تھے اور اس نے ہماری طرف متوجہ کردیا تھا۔ اب ہمیں جان توڑ کر بھاگنا تھا کیونکہ لڑنے بھڑنے کے لیے ہمارے پاس کوئی موقع نہیں تھا۔ گولیور دو تین کاروں کی آڑ لیتا ہوا ایک سمت میں نکل گیا لیکن میں اس کا تعاقب نہیں کرسکا تھا۔ دفعتاً میں نے ایک کار کی چھت پر کھڑے ہوکر اسے دیکھا اور دوسرے ہی لمحے غنڈوں نے اپنی اپنی اسٹکیں پھینک کر مجھے ماریں۔ کئی اسٹکیں میرے

دائیں بائیں سے نکل گئی تھیں۔ دوسرے لمحے میں دوسری طرف کود گیا۔ پھر دوسری کار پر چڑھا اور نیچے چھلانگ لگا دی۔ کیونکہ یہاں راستہ نہیں تھا۔ کاریں اس طرح بھڑابھڑا کر کھڑی کر دی گئی تھیں کہ ان کے درمیان سے نکلنے کی جگہ تک باقی نہیں رہی تھی۔ چنانچہ اب ان کی چھتوں پر کودتے ہوئے بھاگنا پڑ رہا تھا۔ وہ لوگ برابر میرا پیچھا کر رہے تھے۔ میں نے سمت کا اندازہ کیے بغیر آگے بڑھنا شروع کر دیا۔ گولیور کے لیے رُکنا اب بیکار سی بات تھی۔ یہاں تو اپنی زندگی خطرے میں پڑ رہی تھی۔ میں اندھادُھند دوڑتا رہا اور کافی دور نکل آیا۔ یہاں اب کاروں کی پارکنگ لاٹ ختم ہو گئی تھی لیکن وہ بدستور چیختے چلاتے میرے پیچھے چلے آ رہے تھے۔

دفعتاً تھوڑے فاصلے پر میں نے پولیس کی سیٹیوں کی آواز سنی۔ غالباً یہاں کے ہنگامے کی اطلاع پولیس کو ہو گئی تھی اور اب پولیس اس طرف دوڑ رہی تھی۔ پولیس کی نگاہوں سے بھی بچنا تھا چنانچہ میں تیزی سے ایک سمت چل پڑا اور پھر وہاں سے آہستہ آہستہ قدم بڑھاتا ہوا دوسرے لوگوں کے ساتھ شامل ہو گیا۔ بہت سے لوگ صورتِ حال معلوم کرنے کے لیے رُک گئے تھے۔ پولیس والے ہمارے سامنے سے گزر کر اس طرف پہنچے تھے جس طرف کلب تھا۔ جونہی وہ میری نگاہوں سے اوجھل ہوئے، میں نے پھرتی سے قدم بڑھا دیے اور پھر وہاں سے کافی دور نکل آیا۔ بدقسمتی سے کوئی ٹیکسی وغیرہ نظر نہیں آ رہی تھی۔ حالانکہ اس وقت ٹیکسی کی سخت ضرورت تھی تاکہ اس علاقے سے دور نکل جایا جائے۔

میں خود تو جان بچا کر یہاں تک پہنچ گیا تھا لیکن گولیور کا خدا ہی حافظ تھا۔ اگر وہ غنڈے دوڑتے ہوئے اس طرف نکل گئے ہوں گے تو انہوں نے گولیور کی چٹنی ہی بنا دی ہو گی۔ لیکن صورتِ حال ایسی تھی کہ میں کچھ کر بھی نہیں سکتا تھا۔ اب اس کے سوا اور کوئی چارہ کار نہیں تھا کہ میں واپس فلیٹ کی طرف چل پڑوں یا کسی اور طریقے سے گولیور کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کی کوشش کروں لیکن اکیلا فلیٹ پر پہنچوں گا تو فیری کیا سوچے گی۔ اسی پریشانی میں پیدل ہی آگے بڑھتا چلا جا رہا تھا کہ دفعتاً عقب سے کسی کار کی تیز روشنیاں مجھ پر پڑیں۔ میں جلدی سے ایک سمت سمٹ گیا تھا۔ کار اچھی خاصی رفتار سے آ رہی تھی اور پھر اس کے بریک بھی خاصی تیز آواز میں چرچرائے تھے۔

میں ایک دم اُچھل پڑا۔ میں نے دل میں سوچا کہ مارے گئے۔ کار ریورس ہو کر میری ہی طرف آ رہی تھی۔ میں نے اِدھر اُدھر دیکھا تاکہ اپنے لیے راہِ فرار اختیار کر سکوں، لیکن بدقسمتی سے میں جس فٹ پاتھ پر چل رہا تھا، اس کے دوسری طرف بند دکانوں کی قطاریں تھیں اور ان کے درمیان کہیں چھپنے کے لیے کوئی جگہ نہیں تھی۔

دفعتاً اسٹیرنگ سے گولیور کی آواز سنائی دی۔ "بڑے بھائی جلدی کرو ہری اپ، پھرتی سے۔" گولیور کی آواز سن کر میں حیرت سے [illegible] تھا۔ اس کے بعد میں برق رفتاری سے دوڑتا ہوا اس کے نزدیک [illegible] گولیور نے اس دوران کار کا دروازہ کھول دیا تھا۔ میں [illegible] میں داخل ہو گیا۔ گولیور نے کار گیئر میں ڈالی ہوئی تھی اور اس کا [illegible] تھا۔ چونکہ میرے بیٹھتے ہی اس نے ذرا زور سے کلچ چھوڑ دیا اور [illegible] چھلانگ لگا کر آگے بڑھ گئی۔ میرا سر زور سے ڈیش بورڈ سے ٹکرا [illegible]

"ارے بے عقل سے کام کر بے وقوف آدمی۔ ایکسیڈنٹ کر [illegible] کیا۔۔؟"

"بڑے بھائی جتنی جلدی ممکن ہو سکے یہاں سے نکل جانا [illegible] چونکہ کار کا مالک مجھے کار میں بیٹھتے دیکھ چکا ہے اور جس جگہ سے [illegible] یہ کار چرائی ہے، وہاں کاروں کی اتنی بڑی قطار موجود تھی کہ اگر [illegible] سے دو چار بھی ہمارے پیچھے چل پڑیں تو ہمارا نکلنا دشوار ہو جائے [illegible]"

"لعنت ہے۔ جو کام کیا خطرے سے بھرپور کیا۔" میں نے [illegible] ہوئے کہا اور گردن گھما کر عقبی شیشے سے دوسری طرف دیکھا [illegible] گاڑیاں آ رہی تھیں لیکن کوئی گاڑی اس طرح جلد باز [illegible] نہیں معلوم ہوتی تھی جس سے ہمیں یہ اندازہ ہوتا کہ ہمارا تعاقب [illegible] جا رہا ہے۔

"کار تم نے کہاں سے چرائی تھی۔۔؟" میں نے گولیور سے پوچھا۔

"پارکنگ لاٹ کی [illegible] ری کار یہی تھی اور اس کا مالک بے چارہ جھلاتا آ رہا تھا۔ وہ غالباً چار چھ گاڑیوں کے پیچھے تھا کہ میں نے چابی اس کے ہاتھ سے اُچک لی اور پھرتی سے اس کی پیکارڈ میں آ بیٹھا۔"

"تمہیں کیسے معلوم ہوا کہ یہ پیکارڈ اسی کی ہے؟"

"اس نے اسی طرح اس کی طرف رُخ کیا تھا کہ مجھے اندازہ ہو گیا کہ وہ اس گاڑی کی طرف آ رہا ہے۔"

"بڑا رسک لیا تم نے۔ اگر وہ چابی اس گاڑی کی نہ ہوتی تو پھر [illegible] کیا کرتے۔۔؟"

"شرافت سے چابی اسے واپس کر دیتا اور کہتا کہ مجھ سے غلطی ہوئی ہے۔" گولیور نے جواب دیا اور میں ہنس پڑا۔

کار کافی تیزی سے جا رہی تھی۔ پھر ایک بھری پُری سڑک پر پہنچنے کے بعد میں نے اس سے کہا۔

"اب بہتر ہے کہ کار کا پیچھا چھوڑ دو۔ ویسے کیا تمہاری جیبوں میں نوٹ محفوظ ہیں؟"

"جان دے دیتا۔ نوٹ نہ جانے دیتا۔" گولیور نے کہا اور ایک بار پھر مجھے ہنسی آ گئی۔

ہم نے کار ایک فٹ پاتھ کے کنارے کھڑی کر دی اور چابی اگنیشن میں لگی چھوڑ کر نیچے اُتر آئے۔ یہاں سے بائیں سمت گھومنے کے بعد ہمیں

بہت پُر رونق علاقہ مل جاتا۔ یہاں ہمیں ٹیکسیاں ملنے میں کوئی دشواری [illegible] چنانچہ ہم تیز رفتاری سے اسی جانب چل پڑے اور تھوڑی دیر کے بعد [illegible] ٹیکسی میں بیٹھے فیری کے فلیٹ کی جانب جا رہے تھے۔

حالانکہ رات کافی گزر چکی تھی لیکن فیری ہمارے انتظار میں جاگ رہی [illegible] دروازے پر دستک سن کر اس نے فوراً دروازہ کھول دیا اور ہم اندر [illegible] ہو گئے۔

"ارے فیری! تم سوئیں نہیں؟" گولیور بولا۔

"نہیں۔ میں تم لوگوں کا انتظار کر رہی تھی۔ بہت دیر سے واپس آئے۔"

"ہاں، ماسٹر نواز دولت جمع کر رہے تھے۔" گولیور نے کہا اور فیری [illegible] اتی ہوئی اندر آ گئی۔ تھوڑی دیر کے بعد ہم ڈرائینگ روم میں بیٹھے [illegible] ئے تھے۔

"کچھ پیو گے تم لوگ؟"

"نہیں ڈیر۔ اب کسی چیز کی ضرورت محسوس نہیں ہو رہی۔ ذرا دیکھو [illegible] ی ہماری جیبوں میں کیا ہے۔" گولیور نے کہا اور نوٹوں کی گڈیاں نکال [illegible] کر میز پر ڈھیر کرنے لگا۔ فیری کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئی تھیں۔

"ارے! کیا تم لوگوں نے کوئی بینک لُوٹا ہے؟" اس نے متحیرانہ انداز [illegible] کہا۔

"نہیں، بینکرز کو لوٹا ہے۔" گولیور نے جواب دیا اور پھر میری [illegible] دیکھ کر حیرت سے بولا

"ہاں ماسٹر نواز یہ بات تو میں تم سے پوچھنا ہی بھول گیا۔ یہ سب [illegible] کیا ہوا تھا، یہ نوٹ خود بخود ہماری طرف کیسے چلے آئے؟"

"میں تمہارے سامنے نوٹوں کے انبار لگا سکتا ہوں گولیور ایسی [illegible] ی بات نہیں ہے۔"

"ماسٹر نواز، تم دنیا کے کسی کام میں رُکتے بھی ہو؟" اس نے پوچھا۔

"نہیں گولیور۔ میرا ماضی ایسا ہی رہا ہے۔ میں واقعی ایک مخصوص [illegible] تک تو لوگوں کے ہاتھوں کھیلتا رہا لیکن اس کے بعد لوگ میرے ہاتھوں [illegible] کھیلنا شروع ہو گئے۔ اور پھر۔۔۔ پھر کوئی چیز میری دسترس سے باہر [illegible] نہیں رہی، لیکن اس کے بعد میری زندگی میں ایک زبردست انقلاب آ گیا۔ [illegible] انقلاب نے مجھے پھر سچائی کے راستے کی جانب موڑ دیا۔ میری خواہش [illegible] تھی کہ اب عمر کی آخری منزل تک سچائی کی راہ پر چلتا رہوں لیکن مجھ [illegible] میری محبوب بیوی چھین لی گئی۔۔۔ کچھ لوگوں نے خواہ مخواہ میری پُرسکون [illegible] زندگی میں ہلچل مچانے کی کوشش کی۔ اور اب انہیں اس کا نتیجہ بھگتنا ہو گا۔" [illegible] میری آواز آخر میں غراہٹ میں تبدیل ہو گئی تھی۔ گولیور پُرخیال انداز [illegible] میں گردن ہلانے لگا۔ پھر بولا۔

"بلاشبہ تم بہت بڑی چیز ہو۔ کاش میں بھرپور طور پر تمہارا ساتھ دے سکتا۔ میں تمہارے لیے کچھ کرنا چاہتا ہوں مسٹر نواز، مجھے تمہاری شخصیت سے کچھ عقیدت سی ہو گئی ہے۔"

"گولیور! اگر تم تنہا ہوتے، فیری تمہارے ساتھ نہ ہوتی تو میں ضرور تمہیں اس کا موقع دیتا اور اپنے ایک ساتھی کی حیثیت سے تمہارا ساتھ حاصل کر کے مجھے بے پناہ مسرت ہوتی لیکن میرے دوست زندگی میں صرف ایک بار کہیں سے سچی محبت مل جائے تو وہ انسان کے لیے دنیا کی سب سے قیمتی شے ہوتی ہے۔ میری دعا ہے کہ کوئی بھی فیری کو تم سے چھین نہ سکے۔ اور میری دعا ہے کہ تم دونوں زندگی کا ساتھ ہنسی خوشی آخری دم تک نبھا دو۔"

فیری ممنون نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگی تھی۔ پھر گولیور نے کہا۔

"لیکن ماسٹر، اب کیا کریں گے۔ اچھا، یہ بتاؤ وہ گڈی جس سے تم نے اسٹیکرز خریدے تھے تمہارے پاس کہاں سے آئی۔۔؟"

"میں نے کہا نا گولیور، دولت میرے ہاتھوں کی گرد ہے۔ اس کا حصول میرے لیے مشکل نہیں ہے۔ شاید تم اس بات کا یقین نہ کرو کہ سوئٹزرلینڈ کے بینکوں میں میرے کروڑوں ڈالر پڑے سڑ رہے ہیں۔ وہ اکاؤنٹ ایک طویل عرصہ رہنے کے بعد بند ہو جائے گا اور وہ دولت ان بینکوں کی ملکیت بن جائے گی لیکن وہ دولت جن ذرائع سے حاصل کی گئی تھی، وہ ذرائع مجھے ناپسند تھے۔ میں انہیں بھول جانا چاہتا تھا لیکن۔۔۔ لیکن تقدیر نے ایک بار پھر مجھے انہی راستوں پر لا کھڑا کیا ہے۔"

"ٹھیک ہے مسٹر نواز! لیکن اس کے باوجود میں تمہارا ساتھ دینے کا خواہشمند ہوں۔"

"نہیں گولیور، اگر دوستی کی بات کرتے ہو تو اپنے وعدے پر قائم رہو۔ تم نے مجھ سے کہا تھا کہ تم فیری کے ساتھ یہاں سے نکل جاؤ گے اور ساری زندگی اسے ساتھ رکھو گے۔"

"میں اس کے لیے تیار ہوں ماسٹر۔ میں نے انکار کب کیا ہے لیکن میرے حالات؟"

"کیا مطلب ہے تمہارا۔۔؟ کیا یہ رقم تمہارے امریکہ سے نکلنے کے لیے ناکافی ہے۔۔؟"

"یہ۔۔۔ یہ۔۔۔ رقم۔۔۔ میرا اس سے کیا واسطہ۔۔؟" گولیور نے کہا۔

"تمہارا واقعی اس سے کوئی واسطہ نہیں ہے۔ لاؤ یہ نوٹ اِدھر واپس کر دو۔" میں نے گولیور سے کہا اور گولیور نے جلدی سے نوٹوں کی گڈیاں میری جانب کھسکا دیں۔ اس نے اپنی جیب سے وہ آخری گڈی بھی نکال دی جو شاید اس کی جیب میں پڑی رہ گئی تھی۔

میں نے تمام گڈیاں سمیٹیں اور پھر انہیں ایک جگہ جمع کیا۔ فیری اپنی جگہ بیٹھی متعجبانہ انداز میں ان گڈیوں کو دیکھ رہی تھی۔ اتنی ساری دولت شاید اس نے اس سے پہلے کبھی نہیں دیکھی تھی۔ تب میں نے فیری سے کہا۔

"فیری۔ میں نے تمہیں اپنی بہن کہا تھا نا۔ اور میں نے یہ بھی کہا تھا کہ بھائی بہنوں سے کچھ لیتے نہیں انہیں دیتے ہیں۔ ہرچند کہ یہ میری جائز کمائی نہیں ہے بلکہ میں نے جوئے میں حاصل کی ہے لیکن اس کے باوجود میری بہن اس وقت میرے پاس یہی کچھ ہے۔ یہ میں تمہاری نذر کرتا ہوں۔" میں نے کہا۔

"مم ــ میری ــ" فیری کا منہ بوکھلاہٹ سے کھلے کا کھلا رہ گیا۔

"ہاں۔ یہی کچھ نہیں بلکہ میں کچھ اور بھی تمہیں دوں گا۔ فی الحال انہیں میری طرف سے ایک حقیر سا تحفہ سمجھ کر قبول کرو۔"

لل۔ لیکن ــ مم میں یہ سب ــ یہ سب تو بہت زیادہ ہیں۔"

"نہیں فیری۔ ایک بھائی کی محبت کے مقابلے میں بہت کم ہیں جو میں یہ تمہیں دیتا ہوں ــ اور گولیور ــ مسٹر گولیور آپ کل سے اپنا ایک کام شروع کر دیں گے۔"

"وہ کیا؟" گولیور نے بھاری لہجے میں پوچھا۔

"اپنا نیا پاسپورٹ کسی میک اَپ میں بنواؤ۔ فیری کو ساتھ لو۔ اور یہاں سے ہالینڈ چلے جاؤ۔"

"ہالینڈ ہی کیوں ــ؟" گولیور نے سوال کیا۔

"اس لیے کہ میں ہالینڈ میں تمہیں اسی طرح مدد دے سکتا ہوں جس طرح کہ یہاں۔"

"وہ کیسے ــ؟ آخر وہ کیسے ــ؟" گولیور نے بے چین ہو کر پوچھا۔

"ہالینڈ میں میرا ایک دوست ہے۔ سردار نام ہے اس کا، ٹوئے لینڈ نامی فرم کا مالک ہے۔ تمہیں اس کے پاس جانا ہوگا۔ وہاں پہنچنے کے بعد تم ہر طرح محفوظ ہو جاؤ گے اور سردار تمہاری اسی طرح مدد کرے گا جس طرح میں کر سکتا ہوں۔ وہ تمہیں ایک اچھی زندگی گزارنے کے بہترین مواقع مہیا کر دے گا۔ بہت ذہین آدمی ہے اور اس سلسلے میں یوں سمجھ لو کہ میرا جانشین ہے۔

"اوہ، لیکن لیکن ــ"

"کیا تم امریکہ چھوڑنا نہیں چاہتے؟"

"لعنت ہے، بھلا امریکہ میں ہی میرے لیے کیا رکھا ہے ــ" لیکن میرے دوست۔ تمہیں میری وجہ سے بہت کچھ کرنا پڑ رہا ہے

"ان باتوں کو بھول جاؤ۔ یوں سمجھ لو میں نے تمہیں کچھ نہیں دیا۔ فیری میری بہن ہے۔ میں نے اپنی بہن تمہیں سونپ دی ہے۔ اور گولیور ایک بات کو ذہن نشین رکھنا، میں بہت بُرا انسان نہیں ہوں۔ لیکن حالات نے مجھے اتنا بُرا بنا دیا ہے کہ تم اس کا تصور نہیں کر سکتے۔ میں نے تمہیں دوست کہا ہے۔ اگر دوستی نبھا سکتے ہو تو ایک بار پھر میرے سامنے اقرار کرو کہ میری بہن کو تمہاری زندگی میں کوئی تکلیف نہیں ہوگی۔ اور اگر گولیور اسے کسی تکلیف کا سامنا تمہاری وجہ سے کرنا پڑا تو پھر میں تمہارے دوستوں میں شامل نہیں رہوں گا بلکہ میری تمہاری دشمنی کا آغاز ہو جائے گا۔

"ارے نہیں بھائی، بھلا گولیور اتنا عقلمند کہاں ہے کہ کسی کی دشمنی مول لے۔ تم بالکل بے فکر رہو۔ فیری اب میرے لیے بھی بہت بڑی حیثیت اختیار کر گئی ہے۔ میں نے سچے دل سے اسے قبول کر لیا ہے۔

"تو پھر گولیور کل سے تمہیں یہی کام کرنا ہے جس قدر جلد ممکن ہو سکے یہاں سے نکل جاؤ۔ میں تمہاری اور فیری کی زندگی چاہتا ہوں اور اس کے بعد میں سکون سے اپنا کام کر سکوں گا۔"

"لیکن میرا دل تمہارے لیے بے چین رہے گا۔"

"فکر مت کرنا۔ زندگی نے کبھی موقع دیا تو تمہارے پاس ہالینڈ ضرور پہنچوں گا۔ میں سردار کے نام تمہیں ایک خط دے دوں گا۔ سردار تمہیں ہر طرح کی سہولتیں بہم پہنچا دے گا۔ بولو تم یہ سارے کام بآسانی کر سکتے ہو ــ؟"

"اب میں اتنا نکما اور احمق بھی نہیں ہوں کہ یہ چھوٹا سا کام بھی نہ کر سکوں۔ میں اپنے اسی میک اپ میں اپنا نیا پاسپورٹ بنوا لوں گا۔ اس کے لیے ایجنٹوں کو کچھ رقم دینے کی ضرورت پیش آئے گی۔ یہاں سارے کام ہو جاتے ہیں۔ کون سا کام مشکل ہے۔ میرا خیال ہے اس میں زیادہ وقت بھی نہیں لگے گا ــ!"

"بس تو تم اپنا اور فیری کا پاسپورٹ بنوا لو اور اس کے بعد یہاں سے ہالینڈ منتقل ہو جاؤ۔ یہ کام تم جتنی جلدی کر لو گے مجھے اتنی خوشی ہوگی۔" میں نے کہا۔

"لیکن مسٹر نواز، آپ مسٹر بیکن کے بارے میں کچھ کہہ رہے تھے؟"

"ہاں، پہلے میرا یہی خیال تھا فیری، لیکن اب میں نے اپنا خیال بدل دیا ہے۔"

"کیا مطلب ــ؟" فیری نے پوچھا۔

"مسٹر بیکن سے ملاقات ضرور کروں گا ــــ ان سے فائدہ ضرور اٹھاؤں گا لیکن تمہارا سہارا لے کر نہیں۔ بھائی بہنوں کے سہارے نہیں لیا کرتے۔ میں تمہیں کسی اُلجھن میں نہیں ڈال سکتا۔"

"ارے نہیں نہیں، میں تمہارا کام کرنے کے لیے ہر اُلجھن مول لینے کو تیار ہوں۔" فیری بولی۔

"ٹھیک ہے، مگر میں تو تیار نہیں ہوں۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

کافی دیر تک ہم لوگ اسی قسم کی باتیں کرتے رہے۔ ان باتوں میں ایک دوسرے کے لیے خلوص تھا، کوئی بناوٹ نہیں تھی۔ گولیور نے وعدہ کیا تھا کہ وہ کل ہی اس مہم پر نکلے گا اور اپنا کام کر کے ہی واپس لوٹے گا

چنانچہ دوسرے دن میں فلیٹ پر پڑا اینڈتا رہا۔ میرے ذہن میں کوئی خاص منصوبہ نہیں تھا۔ درحقیقت کام کرنے کو دل تو چاہتا تھا لیکن پتہ نہیں کیوں بدن پر ایک اینٹھن سی طاری تھی۔ زیبی کا تصور جب بھی دل میں آتا تو آنکھیں خون کے آنسو رونے لگتیں۔ لیکن مجبوری اور بے بسی کے سوا اور کیا تھا میرے پاس۔ اس سلسلے میں کوئی ٹھوس اقدام نہیں کر سکتا تھا۔ چونکہ میرے سامنے کوئی راستہ نہیں تھا۔ اگر میں شہر نیویارک کے تمام سر منڈے گنجوں کو قتل کرنے کا بیڑہ اٹھا لیتا تو یقیناً میں تباہی مچا سکتا تھا۔ لیکن اس سے فائدہ، کم از کم کوئی کام کا آدمی تو ہاتھ لگے۔ ممکن ہے مسٹر بیکن اس سلسلے میں میری رہنمائی کر سکیں۔ بہتر یہ ہوگا کہ کسی صحیح نکتے پر پہنچنے کے بعد ہی اپنے کام کا آغاز کیا جائے۔

فیری اپنی ڈیوٹی پر چلی گئی تھی۔ گولیور بھی موجود نہیں تھا۔ میں دن بھر وہاں رہا اور شام کو جب وہ دونوں واپس آئے تو میں تیار ہو کر باہر نکل آیا۔ گولیور نے میرے ساتھ چلنے کی کوشش کی تھی لیکن میں نے ساتھ نہیں لیا۔ اس دن مجھے اپنے سلسلے میں بہت سی کارروائیاں کرنی تھیں۔ میں سڑکوں پر آوارہ گردی کرتا رہا۔ ویسے کوشش میں نے یہ کی تھی کہ پولیس کی نگاہوں سے بچا رہوں۔ میں جانتا تھا کہ امریکن پولیس جدید قسم کے ہتھیاروں سے لیس ہوتی ہے اور بلاشبہ ذہین ترین پولیس ہے۔ اس لیے اس کی آنکھوں سے بچتے رہنا بے حد ضروری تھا۔

کافی دیر تک میں اِدھر اُدھر آوارہ گردی کرتا رہا اور پھر ایک نائٹ کلب میں جا بیٹھا۔ تقریباً ایک گھنٹے تک میں نے وہاں جوا کھیلا اور یہاں سے بھی میں نے خاصی رقم اکٹھی کی۔ یہ کلب ذرا سلیقے کا تھا اس لیے یہاں مجھے کوئی دقت پیش نہیں آئی۔ میری جیبوں میں اچھی خاصی رقم موجود تھی۔ وہاں سے میں ایک ٹیکسی میں بیٹھ کر چل پڑا۔ مقصد کوئی نہیں تھا۔ بس دل یہ چاہ رہا تھا کہ سڑکوں پر کہیں کوئی ایسا واقعہ رونما ہو جائے جو مجھے میری زیبی کا نشان بتا دے۔ میری آنکھیں حسرت و یاس سے چاروں طرف بھٹک رہی تھیں۔ دل میں بار بار یہ خیالات آ رہے تھے کہ ممکن ہے ابھی کوئی شکل نظر آ جائے جس سے زیبی کی جانب رہنمائی ہو جائے۔ میری بے بسی کی کوئی انتہا نہیں تھی اور جب دل کا یہ دھواں بہت زیادہ بڑھ گیا تو میں نے اپنے اُس اُجڑے دیار کی جانب رُخ کیا۔

یعنی میرا گھر ــ حالانکہ میں جانتا تھا کہ میرے گھر کی نگرانی ہو رہی ہوگی۔ یقیناً پولیس نے اسے نظر انداز نہیں کیا ہوگا۔ حالانکہ اگر عقل سے کام لیا جاتا تو اب اس بات کا کوئی سوال نہیں تھا کہ میں اپنے گھر کا رخ کرتا۔ لیکن میرا خیال تھا کہ مسٹر پاؤل جیسا ذہین آدمی اس بات سے غافل نہ رہا ہوگا۔

اپنے گھر کے اطراف میں پہنچ کر میں نے جائزہ لیا۔ اور مجھے بخوبی اندازہ ہو گیا کہ پولیس میرے گھر کے نزدیک موجود ہے۔ ایک پولیس انسپکٹر دو کانسٹیبلوں کے ساتھ ایک جگہ براجمان تھا۔ میں نے ان لوگوں کو بڑی آسانی سے چکمہ دے دیا اور اپنے گھر میں داخل ہو گیا۔

گھر کی حالت بے حد خراب تھی۔ چاروں طرف حسرت و یاس بکھری ہوئی تھی۔ پورا گھر مایوسیوں کی دھند میں لپٹا نظر آ رہا تھا۔ ہر کونے سے مجھے زیبی زیبی کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں۔ میرا دل خون کے آنسو رونے لگا۔ اور درحقیقت یہاں میں نے ایک گوشے میں چھپ کر کافی آنسو بہائے۔ زیبی کی یاد اب میری زندگی کا واحد سرمایہ تھی۔ میں نے وہاں قسم کھائی کہ زیبی اگر میں تجھے حاصل نہ کر سکا تو تیرا انتقام ضرور لوں گا۔ میں ان لوگوں کو نہیں چھوڑوں گا جو تیرے لیے حادثے کا باعث بنے

کوئی ترکیب سمجھ میں نہیں آتی تھی۔ پورے گھر کا جائزہ لیا لیکن کوئی اندازہ نہیں ہو سکا۔ میں نے اس سلسلے میں نہایت احتیاط برتی تھی تاکہ باہر موجود پولیس کو میرے بارے میں کوئی شبہ نہ ہو سکے لیکن پولیس والے شاید بہت ہی ذہین تھے۔ ویسے بھی میں بتا چکا ہوں کہ امریکن پولیس کو بے وقوف سمجھنا خود بے وقوفی کی بات ہے۔ میں تاریک مکان میں چہل قدمی کر رہا تھا کہ دفعتاً مجھے کچھ سرسراہٹیں محسوس ہوئیں اور میں چونک پڑا۔ میرے ذہن میں ایک لمحے کے لیے یہ خیال آیا تھا کہ کہیں یہ پولیس والوں کے علاوہ کوئی اور نہ ہوں۔ ممکن ہے وہ خطرناک لوگ جنہوں نے زیبی کو اغوا کیا تھا کسی کام سے یہاں آئے ہوں۔

دوسرے لمحے میں ایک گوشے میں ساکت ہو گیا۔ میں نے کئی قدموں کی آوازیں سنی تھیں اور ان آوازوں کے بارے میں میں نے اندازہ لگا لیا کہ وہ کم از کم تین آدمی تھے ــ لیکن میرا دوسرا اندازہ غلط ثابت ہوا۔

تاریکی میں ــ میں نے ان کے سایوں کو دیکھا تھا۔ یہ وہی پولیس انسپکٹر اور اس کے دو ساتھی تھے جو باہر اس مکان کی نگرانی کر رہے تھے۔ غالباً انہیں شبہ ہو گیا تھا کہ مکان کے اندر کوئی موجود ہے۔ میں نے سوچا کہ اس گوشے میں کھڑے رہ کر اپنے آپ کو محفوظ رکھوں اور جب یہ لوگ واپس چلے جائیں تو یہاں سے نکل جاؤں۔ لیکن تقدیر کچھ اور ہی کہہ رہی تھی۔

ان لوگوں نے ٹارچیں روشن کر لیں اور ٹارچوں کی تیز روشنیاں اِدھر اُدھر چکرانے لگیں اور پھر شاید میں کسی طور ان کے اِس شبے کا باعث بن گیا۔ دوسرے لمحے میں نے ان تینوں کو محتاط ہوتے ہوئے دیکھا تھا، پھر پولیس کی کڑک دار آواز اُبھری۔

"خبردار۔ جہاں ہو وہیں کھڑے رہو۔ آگے بڑھنے کی کوشش مت کرنا۔ میں بھونچکا سا رہ گیا تھا۔ پولیس انسپکٹر ہاتھوں میں پستول لیے اس ستون کی جانب بڑھ رہا تھا جس کی آڑ میں ــ میں کھڑا ہوا تھا۔ اس نے پھر کڑک دار آواز میں کہا۔

"باہر نکل آؤ، لیکن خبردار تمہارے ہاتھ اٹھے ہوئے ہونے چاہئیں

اگر تم نے ذرا بھی جنبش کی تو میں تمہیں بے دریغ گولی مار دوں گا۔"

میں نے ایک لمحے کے لیے کچھ سوچا اور پھر دونوں ہاتھ اٹھائے ہوئے ستون کی آڑ سے باہر نکل آیا۔ انسپکٹر نے ٹارچ کی روشنی میں میرے سراپا پر نظر ڈالی اور آہستہ آہستہ میرے نزدیک پہنچ گیا۔

"کون ہو تم ؟"

"وہ ۔۔ وہ سر ۔۔ میں ۔۔ میں ۔۔ میں نے ہکلائی ہوئی آواز میں کہا۔ لہجہ میں نے خالص امریکن رکھا تھا تاکہ اپنے میک اپ کے ساتھ نبھ سکوں۔ پولیس انسپکٹر میرا سر سے پاؤں تک جائزہ لے رہا تھا۔ پھر اس نے اپنے آدمیوں کو اشارہ کیا اور وہ دونوں آدمی آگے بڑھے۔ انہوں نے میرے ہاتھ موڑ کر پشت پر کر دیئے اور پولیس انسپکٹر میری تلاشی لینے کے لیے آگے بڑھ آیا۔

جیب میں نوٹوں کے سوا اور کوئی چیز ایسی نہیں تھی جس پر اسے شبہ ہو سکے۔ وہ پستول سامنے کیے ہوئے میری جیبیں تھپتھپاتا رہا اور اس نے نوٹوں کی گڈیاں نکال کر ایک طرف ڈال دیں۔

ہوں، یہ تو کہا نہیں جا سکتا کہ تم چور ہو اور چوری کی غرض سے یہاں داخل ہوئے تھے۔ ہاں تمہارا تعلق ان ہی لوگوں سے ہو سکتا ہے جنہوں نے اس گھر سے ایک لڑکی کو اغوا کیا ہے۔" اس نے غرّائے ہوئے لہجے میں کہا اور کانسٹیبل سے بولا

"اس کے ہاتھ پشت پر کس دو۔

"نہیں انسپکٹر۔ اس کی ضرورت نہیں ہے۔" میں نے بھاری لہجے میں کہا۔

"جس چیز کی ضرورت ہے اس کے بارے میں میں جانتا ہوں تم نہیں۔ چلو۔ جلدی کرو۔"

دونوں کانسٹیبلوں نے میرے بازو چھوڑ دیئے اور بس یہی موقع مجھے درکار تھا۔ جونہی انہوں نے میرے بازو چھوڑے میں دفعتاً تھوڑا سا پیچھے ہٹا اور پھر میرا پاؤں پوری قوت سے انسپکٹر کے پستول پر پڑا۔۔ پستول تقریباً چھ سات فٹ اوپر اچھلا اور جب وہ نیچے گرا تو میں ایک چھلانگ لگا کر اسے اپنی گرفت میں لے چکا تھا۔ انسپکٹر بھونچکا رہ گیا۔ میں نے کڑک دار لہجے میں کہا۔

"سنو۔ دوسری طرف منہ کر کے کھڑے ہو جاؤ۔"

"تم ۔۔ تم پولیس کے ساتھ یہ سب کچھ کر رہے ہو۔ اس کا نتیجہ اچھا نہیں ہوگا۔۔"

"جو کچھ میں کہہ رہا ہوں وہ کرو انسپکٹر، ورنہ اس کا نتیجہ بھی اچھا نہیں ہوگا۔" میں نے کہا اور پولیس انسپکٹر نے منہ دوسری طرف کر لیا۔

"ہاں اب تم نے انسپکٹر کے ہاتھ کس کر باندھ دو۔

"وہ ۔۔ وہ ۔۔"

"بکواس کرنے کی ضرورت نہیں۔ جلدی کرو۔" میں نے کہا۔

لیکن ان لوگوں کے پاس انسپکٹر کے ہاتھ باندھنے کے لیے کوئی چیز نہیں تھی۔ غالباً پولیس انسپکٹر نے بھی مجھے باندھنے کے لیے ان سے جو کہا تھا اس کا کوئی خاص مقصد نہیں تھا۔ سوائے اس کے کہ وہ گھر ہی میں کوئی چیز تلاش کر کے مجھے کستے۔ جب میں نے اطراف میں کوئی چیز نہ دیکھی تو ان سے کہا۔

"انسپکٹر کی ٹائی اُتار و اور اس کے ہاتھ اس میں کس دو۔"

"یہ کام کانسٹیبلوں کے لیے بڑا مشکل تھا۔ لیکن پستول کی جنبش پر انہوں نے یہی سب کچھ کیا۔ انسپکٹر کے ہاتھ اس کی ٹائی سے کس دیئے گئے۔ میں نے کڑک کر پولیس والوں کو یہ حکم دیا تھا کہ اگر ہاتھ ذرا بھی ڈھیلے ہوئے تو وہ اپنی جانوں سے ہاتھ دھو بیٹھیں گے۔ اپنی زندگی کے خوف سے انہوں نے میری ہدایت پر عمل کیا تھا اور پولیس انسپکٹر کے ہاتھ کس کر باندھ دیئے۔"

انسپکٹر خونخوار انداز میں مجھے گھور رہا تھا، لیکن تاریکی کی وجہ سے مجھے اس کی آنکھوں کی چمک نظر نہیں آ رہی تھی۔ پھر میں نے کانسٹیبلوں سے کہا۔

"تم دونوں بھی دیوار کی طرف رُخ کر کے کھڑے ہو جاؤ۔ خبردار۔ ہاتھ اپنے اوپر رکھو۔" وہ دونوں دیوار سے چپک کر کھڑے ہو گئے لیکن میرے ذہن میں کچھ اور ہی منصوبہ تھا۔ میں نے ان کے قریب پہنچ کر ان کی تلاشی لینے کی بجائے پستول کے دستے سے ان کے سر پر چوٹیں لگائیں کانسٹیبلوں کی کراہیں گونجیں اور اس کے بعد وہ نیچے لڑھک گئے۔ میں نے ضربیں ایسی ہی جچی تلی لگائی تھیں کہ اس کے بعد وہ ہوش میں نہیں رہ سکتے تھے۔ پھر میں انسپکٹر کی طرف مڑا۔

"انسپکٹر، تم سے کچھ سوالات کرنا چاہتا ہوں۔"

"بکواس مت کرو۔ جو کچھ تم کر رہے ہو اس کا نتیجہ اچھا نہیں ہوگا"

دوسرے لمحے میری ٹھوکر انسپکٹر کی پنڈلی پر پڑی۔

"میں تمہیں قتل نہیں کرنا چاہتا انسپکٹر، کیونکہ بلاوجہ قتل و غارتگری سے مجھے نفرت ہے۔ میں یہ جاننا چاہتا ہوں کہ تم اس مکان کی نگرانی کیوں کر رہے تھے ۔۔ ؟"

"تم کون ہو یہ سوال کرنے والے ؟" انسپکٹر نے کہا۔

"میں بتاتا ہوں۔" میں نے کہا اور دوسری ٹھوکر اس کی پنڈلی پر رسید کر دی۔ انسپکٹر پہلی ٹھوکر تو برداشت کر گیا تھا لیکن دوسری ٹھوکر وہ برداشت نہیں کر سکا اور بری طرح چیخنے چلانے لگا۔ دوسرے لمحے وہ کراہتا ہوا زمین پر بیٹھ گیا۔ لیکن دونوں ہاتھ بندھے ہونے کی وجہ سے وہ بیٹھ تو نہیں سکا البتہ زمین پر لڑھک گیا

میں اس کے قریب پہنچا اور اس کی گردن پر پاؤں رکھتے ہوئے

بولا۔

"مجھے صرف جواب چاہیے انسپکٹر، صرف جواب چاہیے۔"

"میں تمہیں کوئی جواب نہیں دوں گا۔۔"

"میں آخری بار کہہ رہا ہوں تم سے کہ مجھے میری بات کا جواب دو۔"

"میں بھی تم سے یہی کہہ رہا ہوں کہ میں تمہاری بات کا جواب نہیں دوں گا۔"

میں نے اندازہ لگا لیا کہ انسپکٹر ضدی آدمی ہے۔ یوں بھی ان بے چاروں کو مارنے سے کوئی فائدہ نہیں تھا۔ ظاہر ہے یہ میرے لیے ہی ڈیوٹی انجام دے رہے ہوں گے ۔۔ اچانک میرے ذہن میں ایک اور خیال آیا۔

انسپکٹر کا یہ پستول اور فالتو ایمونیشن میری ضرورت پوری کر سکتا ہے۔ واقعی مجھے پستول کی شدید ضرورت تھی لیکن اس کے ساتھ ساتھ ہی جو نیا خیال میرے ذہن میں آیا تھا وہ یہ تھا کہ انسپکٹر کی جسامت میری جسامت سے مطابقت رکھتی ہے۔ کیا پولیس کی یہ وردی میرے کام نہیں آ سکتی ؟ یقیناً آ سکتی ہے لیکن اس بات کے اظہار کے لیے میں نے پولیس انسپکٹر سے کوئی بات نہیں کہی اور اس کے نزدیک پہنچ گیا۔ پھر میں نے اس کا گریبان پکڑ کر اُٹھایا اور دوسرے لمحے میرا گھونسہ انسپکٹر کی کنپٹی پر پڑا۔ یہیں پر میں نے بس نہیں کیا بلکہ پستول کے دستے سے اس کی کھوپڑی بھی سہلا دی۔ انسپکٹر کے حلق سے ایک کربناک چیخ نکلی اور دوسرے لمحے وہ ساکت ہو گیا۔

میں نے پھرتی سے اس کا لباس اُتار لیا۔ کارتوسوں کی بیلٹ کھول کر اپنے بدن پر باندھ لی اور لباس مکمل طور پر تہہ کر کے اسے پیک کر لیا۔ پھر میں اس لباس کو ہاتھ میں لیے ہوئے باہر نکل آیا۔

مکان سے نکل کر میں کافی دور تک پیدل چلتا رہا۔ پولیس انسپکٹر کا یہ لباس میں نے ایک خاص مقصد کے لیے حاصل کیا تھا۔ تھوڑے ہی فاصلے پر پہنچنے کے بعد مجھے ٹیکسی مل گئی اور میں اس ٹیکسی میں بیٹھ کر مختلف راستوں سے ہوتا ہوا بالآخر فیری کے فلیٹ تک پہنچ گیا۔

وہ دونوں میری وجہ سے جاگ رہے تھے۔ حالانکہ خاصا وقت گزر چکا تھا۔ میں پہنچا تو انہوں نے میرا پُرجوش استقبال کیا۔

"کہاں گئے تھے تم ۔۔ ؟" گولیور نے سوال کیا۔

"ان سوالات کے جوابات مجھ سے مت مانگا کرو گولیور۔" میں نے پولیس انسپکٹر کا لباس ایک طرف ڈالتے ہوئے کہا اور جیبوں سے نوٹوں کی گڈیاں نکال کر ایک طرف ڈھیر کر دیں۔

"اوہ اوہ ۔۔ نوٹ تو یوں لگتا ہے جیسے تمہیں سڑکوں پر پڑے مل جاتے ہیں۔"

"تم جانتے ہو، اس لیے اس بارے میں بار بار سوال کرنا بے سود ہے۔" میں نے پھیکی سی مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔

"یہ کیا ہے ؟"

"میری ضرورت کی ایک چیز۔" میں نے جواب دیا۔

"ارے ارے یہ پستول یہ کارتوس۔" گولیور نے ہکلائے ہوئے لہجے میں کہا۔

"پولیس کا سروس پستول ہے، لیکن اب میری سروس میں آ گیا ہے۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"تو گویا تم نے کسی پولیس والے کو ۔"

"نہیں، میں بلاوجہ کسی کو قتل نہیں کرتا۔ البتہ یہ حاصل کرنے کے لیے مجھے تھوڑا سا انہیں زخمی کرنا پڑا ہے۔" میں نے جواب دیا۔

فیری خوف زدہ نگاہوں سے مجھے دیکھ رہی تھی۔ تھوڑی دیر کے بعد میں لباس وغیرہ تبدیل کر کے ان کے پاس آ بیٹھا۔

"تم لوگ جاگ کیوں رہے ہو ؟"

"بس تمہارا انتظار کر رہے تھے۔"

"ٹھیک ہے کب تک انتظار کرو گے۔ تھوڑے ہی دن کی بات ہے۔ اچھا یہ بتاؤ گولیور آج تم نے کیا کیا ؟"

"مجھے پرسوں تک دونوں پاسپورٹ مل جائیں گے اور ہالینڈ کے لیے ٹکٹ بھی۔ اس کے لیے میں نے ایک ٹریول ایجنسی سے بات کر لی ہے۔"

"کسی کو کوئی شبہ تو نہیں ہو سکا ؟"

"نہیں بھائی ۔۔ میں نے تم سے کہا نا کہ ہاتھ پاؤں کا ماہر میں نہیں ہوں لیکن ذہن کی کارکردگی میری بہت اچھی ہے۔" گولیور نے جواب دیا۔

"کاش حالات اس کی اجازت دیتے۔ میں تم دونوں کے ساتھ کچھ وقت گزار سکتا، لیکن سُنو، زندگی میں اگر کبھی موقع ملا تو بعد میں ملاقات ضرور کریں گے، لیکن اس وقت جب زیبی میرے ساتھ ہوگی اگر وہ مجھے نہ ملی تو پھر میری زندگی بھی ناممکن ہے۔" فیری دُکھ بھری نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگی تھی۔ میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"سو جاؤ ڈیئر فیری، میں تمہیں ایک نئے مستقبل کی مبارکباد دیتا ہوں۔ مجھے انتہائی مسرت ہے کہ میں تمہارے لیے کچھ کر سکا۔"

اور ہمیں نہایت دُکھ ہے کہ ہم آپ کے لیے کچھ نہیں کر سکے۔" فیری نے افسردگی سے کہا۔

"کوئی بات نہیں فیری۔ یہ سب تقدیر کے کھیل ہیں۔" میں ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔

"مسٹر نواز۔ یہ آپ کے دوست سردار ے کس قسم کے انسان ہیں۔ کیا ان سے مل کر میں انہیں آپ کی پریشانی کے بارے میں بتا دوں ؟"

"بتا دینا۔ لیکن اس سے یہ بھی کہہ دینا کہ اپنا وقت ضائع کرنے کی کوشش نہ کرے۔ اس بار کا کھیل مختلف ہے۔ میں اسے دستیاب نہ ہو سکوں گا۔" میں نے کہا۔

کافی دیر تک ہم لوگ گفتگو کرتے رہے اور اس کے بعد وہ دونوں سونے کے لیے چلے گئے۔

گولیور اور ہنری تیسرے دن ہالینڈ کے لیے روانہ ہو گئے۔ گولیور نے نہایت پھرتی سے سارا کام کرالیا تھا۔ ایرپورٹ سے جب میں نے انہیں ہوائی جہاز میں سوار کرادیا تو سکون کی گہری سانس لی۔ گولیور خواہ مخواہ میری زندگی میں شامل ہو گیا تھا۔ فیری سے میں متاثر ہو گیا تھا اس لیے کہ یہ میری فطرت کی خاصیت رہی تھی۔ میں کچھ نیک کام بھی کرنا چاہتا تھا تاکہ کسی نیک کام کے عوض ہی مجھے میری زیب واپس مل جائے۔ ہر وہ کام کر لینا چاہتا تھا میں جس سے زیبی کا حصول میرے لیے ممکن ہو سکے۔

ان دونوں کو روانہ کرنے کے بعد دل کچھ خالی خالی سا محسوس ہو رہا تھا۔ ویسے بھی یہاں میرے لیے اب مشکلات پیدا ہو گئی تھیں۔ فیری کا فلیٹ اس طرح مل گیا تھا کہ اسے اپنی مرضی کے مطابق استعمال کر لیا تھا۔ دولت کا حصول میرے لیے مشکل کام نہیں تھا۔ ویسے بھی اگر کاشف یا زیبی کارینٹس سے رابطہ قائم کرتا تو دولت میرے لیے مشکل نہ ہوتی لیکن اس طرح پولیس کو اپنے راستے پر ڈالنا پڑ جاتا اور میں ابھی پولیس سے بچنا چاہتا تھا۔ بلاوجہ قتل و غارتگری سے گریز کرنا چاہتا تھا حالانکہ دل کی حالت کچھ اور رہی تھی۔

بہرطور اب میں کسی حد تک ٹھہراؤ محسوس کر رہا تھا اور سوچنے سمجھنے کی قوتیں واپس آتی جا رہی تھیں۔ زیبی سے بچھڑے ہوئے بہت دن ہو چکے تھے اور اس کا ابھی تک کوئی سراغ نہیں لگا تھا۔ میں جانتا تھا کہ یہ سراغ آسانی سے نہیں لگ سکتا تھا۔ نیو یارک جیسے شہر میں بہت سے ایسے سرمُنڈے موجود ہوں گے جو اگر میرے انتقام کا نشانہ بن جائیں تو پھر بعد میں مجھے ہی افسوس ہو گا۔ ان میں صحیح آدمی کی تلاش کرنا مشکل تھا۔ بار بار میرا ذہن مسٹر بیکن کی طرف جاتا تھا۔ بہرحال میں نے اپنے قیام کے لیے کسی مناسب جگہ کی تلاش شروع کر دی۔ فیری کا فلیٹ اب میرے کسی کام نہیں آسکتا تھا۔ چونکہ وہ ایسی جگہ تھی جہاں پر لوگ میری جانب متوجہ ہو سکتے تھے اور چونکہ وہاں فیری رہتی تھی اس لیے میرا وہاں موجود ہونا کسی حد تک تعجب خیز ہوتا۔ میں میک اپ کی وجہ سے خاصا مطمئن تھا، چنانچہ اسی میک اپ میں، میں ایک ایسے شخص سے ملا جو مکان دلانے کا کام کرتا تھا اور اس کے ذریعے میں نے ایک معمولی سی جگہ ایک چھوٹا سا فلیٹ حاصل کر لیا۔ یہ میرا پہلا کام تھا جو میں نے ایک ہی دن میں مکمل کر لیا تھا۔ کم از کم یہ جگہ میرے لیے پرسکون ہو گئی تھی اور اس وقت تک میں اپنی نئی شکل میں پولیس کی نگاہوں میں یا کسی اور کی نگاہوں میں مشتبہ نہ ہو جاؤں میں یہاں سے اپنا کام بآسانی انجام دے سکتا تھا۔ فلیٹ ایک ایسی جگہ تھا جہاں زیادہ گہما گہمی نہیں تھی۔ یہ عمارت نئی نئی ہی تھی اور بہت سے فلیٹ ابھی اس میں غیر آباد تھے۔ یہاں رہنے والے بھی ابھی تک ایک دوسرے کے شناسا نہیں ہو سکے تھے۔ اور ویسے بھی نیو یارک کی زندگی میں شناسائی بہت معمولی حیثیت رکھتی ہے۔ آپ اپنے کام میں مصروف رہیں۔ کوئی دوسرا آپ کو ڈسٹرب نہیں کرے گا۔

چنانچہ اب میں نے مسٹر بیکن سے ملنے کا فیصلہ کر لیا۔ اس دن میں نے علی الصبح اٹھ کر ضروریات سے فراغت حاصل کی اور پھر پولیس انسپکٹر کی وہ وردی پہن لی جسے میں چرا کر لایا تھا۔ میں نے حتی الامکان اس پر سے ایسے نشانات مٹا دیے تھے جن سے اس کی شناخت ہو سکے۔ اور اس کے بعد میں نیچے اتر آیا۔ میں نے سفر کے لیے ٹیکسی ہی استعمال کی تھی۔ حالانکہ ایک پولیس آفیسر کی وردی میں ٹیکسی میں سفر کرنا ذرا معیوب سا تھا لیکن بہرطور یہ خطرہ مول لیے بغیر چارہ کار نہیں تھا۔ ریوالور میری پیٹی میں لگا ہوا تھا۔ بظاہر میں ایک پولیس انسپکٹر ہی معلوم ہو رہا تھا۔ اب صرف شرط یہی تھی کہ خیریت کے ساتھ مسٹر بیکن کے پاس پہنچ جاؤں۔

راستے بھر میرا دل خدشات میں ڈوبا رہا تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد میں مسٹر بیکن کے دفتر میں پہنچ گیا۔ ایک پولیس انسپکٹر آفیسر کی اس چھوٹے سے دفتر میں آمد کوئی خاص بات نہیں تھی۔ ممکن ہے مسٹر بیکن سے اور بھی پولیس والے ملنے کے لیے آتے رہتے ہوں۔ چنانچہ کسی نے میری طرف توجہ نہیں دی البتہ میں نے جس شخص سے مسٹر بیکن کے بارے میں پوچھا اس نے بغور مجھے دیکھا تھا۔ پھر اس شخص نے آہستہ سے کہا۔

"براہ کرم مسٹر بیکن کے سیکریٹری سے ملاقات کر لیجیے۔ کیا آپ کا پہلے سے اپائنٹمنٹ ہے؟"

"نہیں۔ بس ایک اتفاقیہ ضرورت کے تحت ان سے ملنا چاہتا ہوں"، میں نے سیکریٹری کا پتہ پوچھا اور ایک چھوٹے سے کیبن میں پہنچ گیا۔ درمیانی عمر کی ایک خاتون نے سادہ سی نگاہوں سے مجھے دیکھا۔

"انسپکٹر فرنینڈس، میں مسٹر بیکن سے ملنا چاہتا ہوں۔" میں نے کہا۔

"میں ان سے معلومات کر لوں جناب۔ اگر آپ اجازت دیں تو۔" اس نے کہا۔

"ہاں۔ ضرور۔ ضرور۔" سیکریٹری نے انٹرکام پر مسٹر بیکن سے رابطہ قائم کیا اور میرا نام انہیں بتایا۔ مسٹر بیکن نے مجھے فوراً ہی طلب کر لیا تھا۔ چنانچہ میں مسٹر بیکن کے شاندار آفس میں داخل ہو گیا۔ خاصا کشادہ اور وسیع آفس تھا۔

مسٹر بیکن درمیانی عمر کے آدمی تھے۔ بال سفید تھے لیکن صحت ٹھیک ٹھاک تھی۔ انہوں نے پُراخلاق انداز میں میرا استقبال کیا اور میں نے ان سے کہا۔

"مسٹر بیکن، میں ایک خاص سلسلے میں آپ سے بات چیت کرنا چاہتا ہوں۔ براہ کرم ہماری اس گفتگو میں کسی اور کی مداخلت نہ ہونے پائے۔"

"نہیں ہو گی۔" مسٹر بیکن نے کہا اور ایک بٹن دبا دیا۔ اس بٹن سے دروازے پر ایک سرخ بلب روشن ہو گیا جس کا مطلب یہ تھا کہ اب کسی کو اندر آنے کی اجازت نہیں ہے۔

"فرمائیے۔" مسٹر بیکن نے مجھے بغور دیکھتے ہوئے کہا۔

"مجھے نہایت افسوس کے ساتھ کہنا پڑ رہا ہے مسٹر بیکن کہ میں کسی اچھے ارادے سے یہاں نہیں آیا۔" میں نے کہا

"کیا مطلب ۔۔۔؟"

"مطلب یہ کہ میری آمد آپ کے لیے خوشگوار نہیں ہو گی۔"

"پولیس کی آمد کو کسی کے لیے بھی خوشگوار نہیں ہوتی مسٹر فرنینڈس بہرطور یہ بھی ممکن ہے کہ آپ جو نظریہ اپنے ذہن میں لے کر آئے ہوں وہ غلط ہو۔ مجھے کوئی تردد نہیں ہے۔" مسٹر بیکن نے حتی الامکان اپنی آواز کو پُرسکون رکھتے ہوئے کہا لیکن میں نے ان کی آواز کی گہرائیوں میں ایک ہلکا سا خوف محسوس کر لیا تھا۔ میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"آپ کے بارے میں ایک خاص طریقے سے تحقیقات ہو رہی ہے مسٹر بیکن۔ سُنا گیا ہے کہ آپ کسی طرح منشیات کی اسمگلنگ میں ملوّث ہیں۔" مسٹر بیکن اپنے چہرے پر چھانے والی تاریکی کو نہ روک سکے تھے۔ ایک لمحے کے لیے وہ بوکھلا سے گئے۔ انہوں نے دونوں کہنیاں میز کی سطح پر رکھیں اور میری طرف جُھک کر کہنے لگے۔

"یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں مسٹر فرنینڈس ۔۔۔؟"

"جی ہاں مسٹر بیکن۔ ہمیں اس سلسلے میں خاص اور اہم معلومات حاصل ہوئی ہیں۔"

"کسی نے غلط اطلاع دی ہے آپ کو۔ میں ایک شریف شہری ہوں۔ بہرطور تفتیش کرنا آپ کا کام ہے۔ آپ ضرور تفتیش کیجیے۔ مجھے بتائیے میں اس سلسلے میں اپنی پوزیشن صاف کرنے کے لیے آپ کی کیا مدد کر سکتا ہوں؟"

"مسٹر بیکن، میں جاننا چاہتا ہوں کہ آپ اس کاروبار میں کہاں تک ملوّث ہیں؟"

"کیسی باتیں کر رہے ہیں انسپکٹر۔ میرا پورا ریکارڈ صاف ستھرا ہے میں نے آج تک کوئی کام ایسا نہیں کیا جو قابلِ دست اندازی پولیس ہو آپ اپنا اطمینان ہر طرح سے کر سکتے ہیں۔" مسٹر بیکن نے کہا۔

"اگر میں آپ سے یہ کہوں مسٹر بیکن کہ اس عمارت میں اس دفتر میں ناجائز منشیات کا ذخیرہ موجود ہے تو کیا آپ اس بات کو تسلیم کر لیں گے؟"

"ظاہر ہے یہ بات غلط ہے اس لیے تسلیم کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔"

"دروازہ بند ہے مسٹر بیکن۔ بلکہ ٹھہریئے میں اسے اندر سے بند کیے دیتا ہوں۔" میں اپنی جگہ سے اٹھا اور میں نے دروازہ اندر سے بند کر دیا۔ اس دوران میں نے پستول نکال کر ہاتھ میں لے لیا تھا تاکہ مسٹر بیکن کوئی غلط حرکت نہ کر پائیں۔ لیکن جب واپس پلٹا تو میں نے مسٹر بیکن کو کانپتے ہوئے دیکھا۔

"آفیسر۔ میں دل کا مریض ہوں۔ کوئی ایسا صدمہ برداشت نہیں کر سکتا۔ براہِ کرم احتیاط کیجیے۔ براہ کرم احتیاط کیجیے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ آپ ایک بے گناہ کے قتل کا سبب بن جائیں۔" وہ بولا۔

"نہیں مسٹر بیکن۔ میں بغیر ثبوت کے ایسی کوئی بات نہیں کہتا۔ میں آپ سے جو کچھ کہنا چاہتا ہوں آپ کو چاہیئے کہ اسے صبر و سکون سے سُنیں اور بہتر یہ ہو گا کہ میرے ساتھ مکمل تعاون کریں۔ ممکن ہے میں آپ کی مدد کرنے میں کامیاب ہو جاؤں۔" میں واپس مسٹر بیکن کے سامنے والی کرسی پر آبیٹھا۔ مسٹر بیکن کی آنکھوں میں اب خوف نمایاں تھا جس سے میں نے اندازہ لگایا کہ وہ جو کچھ کر رہے ہیں وہ بلاشبہ مجبوری کی وجہ سے کر رہے ہیں ورنہ فطرتاً وہ مجرمانہ ذہنیت کے حامل نہیں ہیں۔ مسٹر بیکن خشک ہونٹوں پر بار بار زبان پھیر کر مجھے دیکھ رہے تھے۔

"ہاں مسٹر بیکن اب آپ فرمایئے۔ میرے سوال کے جواب میں آپ کیا کہتے ہیں ۔۔؟"

"اس کے سوا اور کچھ نہیں کہہ سکتا آفیسر کہ آپ کو غلط فہمی ہوئی ہے۔"

"ہوں مسٹر بیکن آپ کے پاس کوئی ہتھیار وغیرہ ہے۔ میرا مطلب ہے اسلحہ ۔۔؟"

"نہیں۔ ایسی کوئی چیز نہیں ہے میرے پاس۔"

"کیا میں آپ کی میز کی دراز کی تلاشی لے سکتا ہوں مسٹر بیکن ۔۔؟"

"ضرور لے سکتے ہیں آفیسر۔ میں چاہتا ہوں آپ کی غلط فہمی دور ہو جائے۔"

"چلیے ٹھیک ہے۔ میں آپ پر اعتماد کرتا ہوں۔ اپنے دونوں ہاتھ میز کی سطح پر رکھ دیجیے۔" اور مسٹر بیکن نے بے اختیار میرے حکم کی تعمیل کی۔

"اب سُنیے مسٹر بیکن۔ آپ کے اس آفس کی پچھلی دیوار میں ایک دروازہ ہے۔ اس دروازے سے چند سیڑھیاں نیچے اترتی ہیں اور ایک چھوٹے سے ایسے کمرے میں جاتی ہیں جسے ہم تہہ خانہ کہہ سکتے ہیں اور اس تہہ خانے میں ناجائز منشیات کے ذخائر موجود ہیں غالباً خوبصورت کھلونوں کی شکل میں۔ آپ ان کھلونوں میں منشیات بھر کر یہاں سے باہر بھیجتے ہیں۔ کیا آپ چاہتے ہیں کہ میں اسی وقت آپ کا یہ ذخیرہ دریافت کر لوں اور آپ کو یہیں سے گرفتار کر کے لے جاؤں؟" مسٹر بیکن کی گردن لٹک گئی۔ وہ لرزتے ہوئے کرسی کی پُشت سے جا لگے تھے۔ میں پُراطمینان نگاہوں سے ان کی صورت دیکھ رہا تھا۔ مسٹر بیکن کی حالت غیر سے غیر تر ہوتی جا رہی تھی۔

"کیا میں آپ کو برانڈی پیش کروں؟" میں نے کہا اور میرے اس سوال کے ساتھ ہی مسٹر بیکن کی نگاہیں اپنی بائیں سمت اُٹھ گئیں جہاں ایک ایک چھوٹی سی الماری بنی ہوئی تھی۔ میں سمجھ گیا کہ اس الماری میں برانڈی

موجود ہے۔ میں اپنی جگہ سے اُٹھا۔ پستول ہاتھ میں لیے الماری کے نزدیک پہنچا خطرہ یہ تھا کہ مسٹر بیکن کوئی جلد بازی نہ کر بیٹھیں اور کسی مصیبت کا شکار نہ ہو جائیں۔ لیکن مسٹر بیکن میں اب اتنی سکت نہیں تھی کہ وہ کوئی ایسی حرکت کرتے۔ میں نے الماری سے برانڈی کی بوتل اور گلاس نکالا اور گلاس ان کے سامنے رکھ کر اس میں برانڈی اُنڈیل دی۔ مسٹر بیکن نے جلدی سے گلاس ہونٹوں سے لگا کر خالی کر دیا تھا۔

"جی مسٹر بیکن۔ کیا فرماتے ہیں آپ ۔۔؟"

"میں ڈوب گیا ہوں آفیسر۔ مجھے یقین تھا کہ کسی نہ کسی دن یہ سب کچھ ہو جائے گا۔ میں تمہاری معلومات کی داد دیتا ہوں مگر ایک بات میری سمجھ میں نہیں آئی کہ اس کی نشاندہی تمہیں کس نے کی ہے ۔۔؟"

"یہ پولیس کا اپنا کام ہے مسٹر بیکن، لیکن ابھی آپ ڈوبے نہیں ہیں"

"آہ۔ اب کیا ہو سکتا ہے ۔۔؟"

"کیا جو کچھ میں نے کہا وہ درست ہے؟"

"انسپکٹر۔ تم نے بلاوجہ ہی یہ سب کچھ نہ کہا ہوگا۔ یقیناً تمہاری معلومات کے ذرائع اتنے ہی مضبوط ہوں گے۔ کیا باہر پولیس موجود ہے ۔۔؟"

"اس سوال کو جانے دیجیے مسٹر بیکن۔ پولیس اگر موجود ہے تو واپس بھی جا سکتی ہے۔" میں نے ان کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا۔

"مم۔ مطلب۔ کیا چاہتے ہو۔؟" انہوں نے پوچھا۔

"رشوت۔" میں نے جواب دیا اور مسٹر بیکن کے چہرے پر ایک لمحے کے لیے تازگی دوڑ گئی۔

"میں تمہیں تمہاری منہ مانگی رقم ادا کرنے کو تیار ہوں انسپکٹر۔"

"گویا آپ اس بات کا اعتراف کر رہے ہیں کہ جو کچھ میں نے کہا ہے بالکل درست کہا ہے ۔۔؟"

"اس کا اعتراف تو میں پہلے ہی کر چکا ہوں۔ جو شخص اتنی بڑی بات بتا سکتا ہے اس کے ذرائع لامحدود ہوں گے۔"

"ٹھیک کہا آپ نے واقعی میرے ذرائع لامحدود ہیں لیکن میں بھی اپنی ذات میں محدود ہوں مسٹر بیکن۔۔!"

"کیا مطلب ۔۔؟"

"میں آپ کو چھوڑ سکتا ہوں لیکن ایک شرط پر۔"

"کیا ۔۔؟"

"مجھے وہ تمام تفصیل بتا دیجیے جو آپ کو معلوم ہے۔"

"کیا مطلب ۔ میں اب بھی نہیں سمجھا۔"

"میں یہ بھی جانتا ہوں مسٹر بیکن۔ کہ منشیات کی یہ تجارت آپ اپنے طور پر نہیں کر رہے۔ بلکہ کسی کے ہاتھوں میں کھیل رہے ہیں آپ۔"

"آہ ۔ تم کون ہو۔ کیا واقعی ایک معمولی انسپکٹر ہو؟"

"نہیں۔ میں معمولی انسپکٹر نہیں ہوں۔ اگر معمولی ہوتا تو اتنے وثوق سے آپ کو یہ تمام باتیں نہ بتاتا۔"

"میں محسوس کر رہا ہوں تم وہ کہہ رہے ہو جو میرے اور چند لوگوں کے علاوہ کسی کو نہیں معلوم۔ آہ۔ کیا تم ۔ کیا تم وکٹر ویلی کے آدمی ہو؟"

"کس کا آدمی ۔۔؟"

"جھوٹ مت بولو۔ پولیس کو اس درجہ معلومات نہیں حاصل ہو سکتیں یقیناً تم وکٹر ویل بی کے آدمی ہو۔ اور میرا امتحان لینے آئے ہو۔۔"

"یہ نام میرے لیے کافی دلچسپ ہے مسٹر بیکن۔ یہ وکٹر ویل بی کون ہے؟"

"تم ۔ تم ۔ ایکٹنگ کر رہے ہو میرے سامنے۔ تمہارا تعلق پولیس سے نہیں معلوم ہوتا۔"

اگر نہیں ہے تو آپ کے سامنے ٹیلیفون رکھا ہے۔ پولیس ہیڈ کوارٹر سے رابطہ قائم کیجیے اور میری شناخت کے لیے کسی کو بھی طلب کر لیجیے۔" میں نے کہا لیکن مسٹر بیکن نے ایسی کوئی حرکت نہیں کی تھی۔ وہ خاموشی سے مجھے دیکھتے رہے۔ پھر بولے۔

"اگر تم پولیس آفیسر ہو تو میں کہتا ہوں کہ تمہیں ایک معمولی انسپکٹر نہیں ہونا چاہیے تھا۔ بہرحال وکٹر ویل بی کا نام میں تمہارے سامنے لے چکا ہوں اور یقیناً تم اس نام کے سلسلے میں متجسس ہو گے۔"

"میں نے یہ بھی کہا ہے مسٹر بیکن کہ آپ براہِ راست یہ سب کچھ نہیں کر رہے بلکہ کسی کے ہاتھوں میں کھیل رہے ہیں۔ کیا یہ غلط ہے؟"

"نہیں۔ تم نے بالکل سچ کہا۔ مجھے تعجب ہے تمہاری معلومات کے ذرائع کیا ہیں ۔۔؟"

"وہ کون ہے جس کے ہاتھوں آپ کھیل رہے ہیں مسٹر بیکن؟ کیا وکٹر ویل بی ۔۔؟"

"ہاں ۔ یہی وہ شخص ہے جس نے میری ساری زندگی تباہ کر ڈالی ہے۔ میں تو سکون سے اپنی اس چھوٹی سی دنیا میں مست تھا۔ آرام سے اپنا کام کر رہا تھا لیکن بدقسمتی میرے آڑے آئی۔"

"ہوں ۔ اب ذرا اس وکٹر ویل بی کے بارے میں بھی تفصیلات بتا دیجیے۔"

"کیا کرو گے یہ سب مجھ سے معلوم کر کے۔ میں اپنی عزت، اپنا وقار تو کھو ہی چکا ہوں۔ اپنی زندگی بھی کھو بیٹھوں گا۔" وہ بولا۔

"اگر میں آپ سے یہ کہوں مسٹر بیکن کہ نہ تو مجھے آپ کے اس منشیات کے اڈے سے دلچسپی ہے جو آپ کی اس عمارت میں موجود ہے اور نہ ہی میں آپ کو اس بات سے روکوں گا کہ آپ وکٹر ویل بی کے لیے کام کرتے رہیے تو کیا آپ اس بات پر یقین کر لیں گے؟"

"تم کہو گے تو یقین کر لوں گا لیکن بات میری سمجھ میں نہیں آئے گی۔" مسٹر بیکن نے صاف لہجے میں کہا۔

"ٹھیک ہے میں جانتا ہوں یہ بات آپ کی سمجھ میں کیوں نہیں

آئے گی۔ لیکن مسٹر بیکن میں آپ کو ایک پیشکش بھی کر سکتا ہوں۔ آپ یہ جاننے کے تجسس کا شکار نہ ہوں کہ میں کون ہوں اور ان تمام باتوں سے میرا مقصد کیا ہے۔ میں صرف آپ سے تعاون چاہتا ہوں اور اس تعاون کے صلے میں آپ سے وعدہ کرتا ہوں کہ آپ کا یہ راز افشا نہیں ہوگا۔"

۔"کمال کی بات ہے۔ اس کا مقصد ہے تم پولیس آفیسر نہیں ہو۔"

"چلیے، یہی سمجھ لیجئے۔ میں پولیس آفیسر نہیں ہوں۔"

"پھر کون ہو تم؟"

"میں ۔۔ میں وکٹر ویل بی کا دشمن ہوں۔ میں اسے فنا کرنا چاہتا ہوں۔"

"آہ۔ کیا یہ ممکن ہے۔ کیا ۔ کیا ایسا ہو سکتا ہے؟"

"ہاں۔ ہو سکتا ہے۔ بشرطیکہ آپ مجھ سے تعاون کریں۔"

"وکٹر ویل بی معمولی شخصیت نہیں ہے۔ بہت بڑے گروہ کا سرغنہ ہے وہ، اور سچی بات یہ ہے کہ سرغنہ تو وہ بھی نہیں ہے۔ سرغنہ تو کوئی اور ہے۔"

"کون ہے؟" میں نے سوال کیا۔

"اس کے بارے میں میں نے صرف سنا ہے۔ میں اسے جانتا نہیں ہوں۔ اس کا نام بہت محدود ہے۔"

"کون ہے وہ ۔۔؟" میں نے مسٹر بیکن کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا۔

"ایک ایشیائی ہے۔ غالباً ہرے کرشنا تحریک کا بانی۔" اس نے جواب دیا اور میرے بدن کے سارے رونگٹے کھڑے ہو گئے۔

کیا نام ہے اس کا؟"

"شاید ترلوکا۔" مسٹر بیکن نے جواب دیا اور میری آنکھیں بند ہونے لگیں۔ گویا ۔ گویا میرے خیال کی تصدیق ہو رہی تھی۔ مسٹر بیکن نے ایک ایسا نام لے دیا تھا جو میرے رگ و پے میں ہیجان بن کر دوڑنے لگا تھا میں چند لمحات تک سنسناہٹ محسوس کرتا رہا۔ پھر میں نے خود کو سنبھال کر کہا۔

"یہ بات آپ کو کیسے معلوم ہوئی مسٹر بیکن؟"

"بس مختلف ذرائع سے۔ میں تقریباً آٹھ سال سے مسٹر ویل بی کے لیے کام کر رہا ہوں۔ وکٹر ویل بی آوارہ گرد ہپیوں میں منشیات کے سب سے بڑے ڈیلر سمجھے جاتے ہیں اور ان سے بڑا منشیات کا کاروباری اس وقت کوئی نہیں ہے۔ وہ اپنے چھوٹے سے گروہ کو کنٹرول کر رہے ہیں لیکن امریکہ کی بے شمار ریاستوں میں پھیلے ہوئے گروہ کے مختلف سربراہان ہیں جنہیں صرف برانچ کا چیف کہا جاتا ہے۔ اصل حیثیت ایک اور شخص کی ہے اور اس کے بارے میں اُڑتی اُڑتی خبریں ملی ہیں کہ وہ ایک ایشیائی ہے۔ ہرے کرشنا ہرے رام تحریک کا بانی ترلوکا۔"

"وکٹر ویل بی کے آدمیوں کی کوئی خاص شناخت ہے مسٹر بیکن؟" میں نے غرائے ہوئے لہجے میں سوال کیا۔

"ہاں۔ وہ سب سر منڈے ہوتے ہیں۔ سر منڈوں کا گروہ بنایا ہوا ہے انہوں نے اور یہ ان کی پہچان ہے۔"

"کیا ہرے کرشنا تحریک کے جتنے ارکان ہیں وہ سب سر منڈے ہی ہوتے ہیں؟"

"ہاں۔ یہ اس تحریک کا نشان ہے۔"

"گڈ۔ اب یہ بتائیے کہ وکٹر ویل بی کے علاوہ اور کسی شخص کو آپ جانتے ہیں ۔؟"

"میرا تعلق صرف وکٹر ویل بی سے ہی رہا ہے۔ یہ لوگ بہت ہی شاطر ہیں۔ مختلف طریقوں سے بلیک میلنگ کے ذریعے بڑے بڑے کاروباری لوگوں کو پھانستے ہیں اور ان کے ذریعے منشیات کا کام کراتے ہیں تاکہ ان کی اپنی پوزیشن محفوظ رہے اور انہیں آگے بڑھ کر کام نہ کرنا پڑے۔"

"مسٹر وکٹر ویل بی سے کہاں ملاقات ہو سکتی ہے۔ کون سی برانچ کے سربراہ ہیں وہ ۔؟"

"لاس اینجلیس میں ۔ وہ لاس اینجلیس میں رہتا ہے اور وہاں کی مقتدر شخصیات میں سے ایک ہے۔"

"مثلاً امریکن ہیں۔"

"نہیں، اس کا تعلق افریقہ سے ہے دوغلی نسل کا آدمی ہے۔ ماں امریکن اور باپ افریقی ہے۔"

"ہوں۔ اس کی کوئی تصویر وغیرہ ہے آپ کے پاس؟"

"نہیں ۔ لیکن لاس اینجلیس میں وکٹر ویل بی کو بآسانی شناخت کیا جا سکتا ہے۔"

"گروہ کے کتنے افراد وہاں کام کر رہے ہوں گے۔؟"

"میں نہیں بتا سکتا ۔"

"اچھا نیویارک میں اس گروہ کا سربراہ کون ہے؟"

"نیویارک میں اس گروہ کا سربراہ ٹام گریس تھا لیکن وہ پولیس کے ہاتھوں مارا جا چکا ہے اور فی الحال یہاں کوئی نیا سربراہ مقرر نہیں کیا گیا۔ یہاں کی پولیس ان لوگوں کے سلسلے میں خاصی مستعد ہو چکی ہے۔ لیکن لاس میں ایک ہنگامہ ہوا تھا وہیں پر دراصل اس تحریک کا ہیڈ کوارٹر تھا۔ وہاں سے ہیڈ کوارٹر ختم ہونے کے بعد یہ تحریک کافی عرصے تک منتشر رہی اور اس کے بعد دوبارہ یہ لوگ جمع ہو گئے۔ ٹام گریس کو نیویارک میں سربراہ بنا دیا گیا تھا لیکن وہ ذہنی طور پر زیادہ بلند آدمی نہیں تھا چنانچہ وہ پولیس کی زد میں آ گیا۔ اور اس کے بعد سے مقامی طور پر یہ گروہ ختم کر دیا گیا ہے۔ اب یہاں پر لاس اینجلیس ہی سے معاملات کو کنٹرول کیا جاتا ہے۔ اور یہاں کا علاقہ بھی مسٹر ویل بی ہی دیکھ رہے ہیں۔"

"یہاں ان کے چھوٹے چھوٹے برانچ آفس تو ضرور ہوں گے میرا مقصد ہے یہاں وہ غنڈے ضرور کام کر رہے ہوں گے؟"

"باقاعدہ نہیں۔ ان سب کا رابطہ مسٹر ویل بی سے ہی رہتا ہے اور مسٹر ویل بی ہی اس سلسلے میں ان سب کو ہدایت جاری کرتے ہیں۔ جب ضرورت ہوتی ہے وہ لوگ یہاں بھی آجاتے ہیں۔ لیکن فی الحال ان کا تعلق لاس اینجلیس ہی سے ہے۔"

"اچھا امریکہ کی دوسری ریاستوں میں اور جو لوگ ہیں ان میں سے کسی کے بارے میں آپ کو نہیں معلوم ۔؟"

"نہیں۔ تم یقین کرو میرا تعلق صرف وکٹر ویل بی سے ہی رہا ہے۔" بیکن نے جواب دیا۔

"مسٹر بیکن آپ کی ان معلومات کا بہت بہت شکریہ۔ میں آپ کو ایک چیز دکھاؤں۔" میں نے کہا اور جیب میں ہاتھ ڈال کر ایک ننھا سا ٹیپ ریکارڈر نکال لیا۔ یہ الیکٹرونک ٹیپ ریکارڈر تھا اور ایک چھوٹے سے سیل سے چلتا تھا۔ میں نے ٹیپ ریکارڈر میں لگے ہوئے کیسٹ کو ریوائنڈ کیا اور پھر اسے آن کر دیا۔ مسٹر بیکن کے اور میرے درمیان ہونے والی تمام گفتگو انتہائی صاف آواز میں مسٹر بیکن نے سنی اور ایک لمحے کے لیے ان کا چہرہ پھر دھواں دھواں ہو گیا۔

"یہ ۔ یہ ۔ ایسا تم نے کیوں کیا ۔؟" انہوں نے پوچھا۔

"ایک ضرورت کے تحت مسٹر بیکن۔ وکٹر ویل بی آپ کو بلیک میل کر کے منشیات کی تجارت کر رہا ہے لیکن میں اس ٹیپ ریکارڈر کے ذریعے آپ کو بلیک میل کر کے اس تجارت کے خاتمے کی کوششیں کرنا چاہتا ہوں۔"

"یہ بات میری سمجھ میں نہیں آئی۔"

"میں مسٹر ویل بی کے گروہ کو ختم کرنے کا خواہشمند ہوں۔ میں چاہتا ہوں کہ منشیات کی یہ تجارت منظرِ عام پر لے آئی جائے۔"

"اگر تم ایسا چاہتے ہو تو میں تمہارا بھرپور ساتھ دینے کو تیار ہوں بشرطیکہ تم میری زندگی کی ضمانت دو۔"

"میری زبان سے کبھی آپ کا نام ادا نہیں ہو گا مسٹر بیکن۔ مگر شرط یہی ہے کہ آپ بھی کسی کو میرے بارے میں کچھ نہیں بتائیں گے۔"

"دماغ خراب ہو گیا ہے میرا۔ میں وعدہ کرتا ہوں کہ کسی کو اس بارے میں کچھ نہیں بتاؤں گا۔ تم اگر لاس اینجلیس جا کر وکٹر ویل بی کے بارے میں معلومات حاصل کرنا چاہتے ہو تو میں اس سلسلے میں تمہاری مدد بھی کر سکتا ہوں۔"

"وہ کیا ۔؟"

"لاس اینجلیس میں، میں نے ایک شخص کو ان لوگوں کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کے لیے متعین کیا ہوا ہے جو دراصل ایک پرائیوٹ جاسوس ہے۔ وہ نیویارک ہی میں رہتا تھا۔ میں نے اسے اپنے اخراجات پر لاس اینجلیس روانہ کیا ہے۔ میری خواہش ہے کہ انتہائی محتاط انداز میں اس گروہ کو پولیس کی نگاہوں میں لے آؤں اور ایلن کاربٹ وہاں اپنی کارروائیوں میں مصروف ہے۔ وہ بہت ذہین نوجوان ہے لیکن ظاہر ہے جن لوگوں کے خلاف کام کر رہا ہے وہ اس سے کہیں زیادہ صاحبِ اقتدار ہیں اور بڑے منظم پیمانے پر اپنا کام کرتے ہیں۔"

"منشیات کی تجارت انہی کھلونوں کے ذریعے ہوتی ہے ۔؟"

"ہاں۔"

"کیا آپ مجھے ان کھلونوں کی زیارت کرا سکتے ہیں ۔؟"

"جب تم یہ جانتے ہو کہ یہاں منشیات کا ذخیرہ موجود ہے تو پھر بھلا مجھے کیا اعتراض ہو سکتا ہے؟" مسٹر بیکن نے کہا اور پھر چونک کر بولے۔

"لیکن میں اب بھی تمہارے خلوص پر یقین نہیں کر سکتا۔ کیا تم جو کچھ کہہ رہے ہو سچ کہہ رہے ہو یا مجھے بے وقوف بنا کر یہ ساری معلومات حاصل کر رہے ہو؟"

"نہیں مسٹر بیکن۔ جو کچھ میں کہہ رہا ہوں بالکل سچ کہہ رہا ہوں۔"

"تو پھر ٹھیک ہے۔ اٹھو۔ میں تمہیں اپنے تہہ خانے کی سیر کرا دوں۔" مسٹر بیکن نے کہا۔ میں نے پستول ہاتھ میں لیے رکھا تھا تاکہ مسٹر بیکن کوئی حرکت نہ کرنے پائیں۔ یہ بھی ہو سکتا تھا کہ وہ مجھے تہہ خانے میں لے جا کر کسی ایسے جنجال میں پھانس دیتے جس سے میرا نکلنا مشکل ہو جاتا۔ کسی کے بارے میں کچھ نہیں کہا جا سکتا تھا۔ احتیاط رکھنا ضروری تھی۔ تاہم میں مسٹر بیکن کے اس تہہ خانے کو دیکھنے چل پڑا لیکن مسٹر بیکن بہت زیادہ شاطر آدمی نہیں تھے۔ انہوں نے حالات کے ہاتھوں مجبور ہو کر مجھ سے تعاون کیا تھا۔

تھوڑی دیر کے بعد میں اس تہہ خانے میں موجود کھلونوں کو دیکھ رہا تھا۔ ان کی شناخت، ان کی بناوٹ کا بخوبی اندازہ کرنے کے بعد میں ان کے ساتھ باہر نکل آیا۔ پھر میں نے ان سے کہا ۔

"میں لاس اینجلیس جانا چاہتا ہوں۔"

"خدا کی قسم میں خلوصِ دل سے تمہاری مدد کرنے کو تیار ہوں جیسا تم کہو۔ میں اپنے طور پر تمہارے لیے سب کچھ کر سکتا ہوں۔ اگر تم چاہو تو وہاں پہنچ کر ایلن کاربٹ سے بھی مل سکتے ہو۔ میں اسے اطلاع دے دوں گا۔ وہ تمہارا شایانِ شان استقبال کرے گا۔"

"آپ میرے لیے بہت متعاون شخصیت ثابت ہو سکتے ہیں۔"

"اگر اس گروہ کے خاتمے کے لیے تم کمربستہ ہو تو میری اس بات سے اندازہ لگا لو کہ میں نے ایک پرائیوٹ جاسوس کی خدمات اس سلسلے میں حاصل کی ہوئی ہیں۔ اس سے تم یہ اندازہ لگا سکتے ہو کہ میں خود بھی اس گروہ کے خاتمے کا خواہشمند ہوں۔"

"تو پھر ٹھیک ہے مسٹر بیکن۔ میں آج رات کو آپ سے آپ کی

رہائش گاہ پر ملاقات کروں گا۔"

"یہ میرا کارڈ رکھ لو۔ تمہارے پاس میرے خلاف ایک ایسا ثبوت موجود ہے جو مجھے موت کی سیڑھی تک پہنچا سکتا ہے اس لیے اس بات کا بھی اندازہ کر لو کہ میں تمہارے خلاف کوئی سازش نہیں کروں گا۔ رات کو ساڑھے دس بجے میں اپنی خواب گاہ میں تمہارا انتظار کروں گا۔"

"میں پہنچ جاؤں گا۔" میں نے کہا اور پھر میں نے بڑے پرجوش انداز میں مسٹر بیکن سے مصافحہ کیا تھا۔ ان سے مصافحہ کرنے کے بعد میں باہر نکل آیا۔ مسٹر بیکن سے مجھے جو معلومات حاصل ہوئی تھیں وہ خاصی اہمیت کی حامل تھیں۔

ایک ٹیکسی روک کر میں اپنی رہائش گاہ پر واپس لوٹ آیا۔ اب اس بات میں کوئی شبہ نہیں رہا تھا کہ زیبی کو اغوا کرنے والے ترلوکا کے آدمی ہی تھے۔ ترلوکا کو میرے ہاتھوں ناقابلِ تلافی نقصان پہنچا تھا۔ اس نے میرے ہاتھوں تباہ ہونے کے بعد اپنے آپ کو دوبارہ منظم کیا۔ اور پھر سارے امریکہ میں اپنا جال پھیلا دیا۔ اور اس کے بعد اس نے مجھ سے انتقامی کارروائی کا آغاز کر دیا لیکن اس نے پہلا ہی وار ایسا کیا تھا کہ میں تلملا کر رہ گیا۔ اس نے میری شہ رگ پر انگلی رکھ دی تھی۔

لیکن ایک بات پر مجھے حیرت تھی۔ اس نے اتنا سطحی قدم کیسے اٹھایا۔ وہ اگر چاہتا تو اپنی طاقت حاصل کرنے کے بعد مجھے اور زیبی کو بآسانی ختم کر سکتا تھا لیکن اس نے صرف زیبی کو اغوا کرنے پر اکتفا کیا تھا اور شاید اس کے بعد میری کارروائیوں پر بھرپور نگاہ رکھنے کی کوشش بھی نہیں کی تھی۔

کیا وہ لوگ زیبی کو اغوا کر کے لاس اینجلیس لے گئے ہیں جیسا کہ مسٹر بیکن نے بتایا کہ نیویارک میں اس وقت ان کی کوئی باقاعدہ برانچ نہیں ہے۔ تو پھر اس کے علاوہ اور کچھ نہیں سوچا جا سکتا تھا کہ وہ لاس اینجلیس میں کام کر رہے ہیں۔ بہرحال میں نے فیصلہ کیا کہ ان لوگوں کے کسی اہم چہرے پر ہاتھ ڈالے بغیر میرا کام بننا مشکل ہے اور اس کے لیے مسٹر وکٹر ویل بی ہی سامنے آئے تھے۔ اس لیے میرے لیے بے حد ضروری ہے کہ میں لاس اینجلیس جاؤں۔

مسٹر بیکن کیا اس سلسلے میں مخلص ہیں ۔؟ یہ دوسرا سوال تھا۔ بظاہر اس کی باتوں سے یہی اندازہ ہوتا تھا کہ اس نے اس بارے میں سچ بولا ہے لیکن جھوٹ اور سچ کی پرکھ کے لیے میرے پاس اور کوئی ذریعہ نہیں تھا اور اس کے سوا کوئی چارہ کار نہیں تھا کہ مسٹر بیکن کی بات پر یقین کر لوں ۔

بہت کچھ سوچتا رہا تھا اس سلسلے میں۔ آخری خیال زیبی کا آتا تھا اب جب حواس کسی حد تک درست ہو گئے تھے اور زیبی کی یاد ایک یاس بن گئی تھی تو میں غور کرنے کے قابل بھی ہو گیا تھا۔ ترلوکا نے اس بار خود کو پوشیدہ رکھنے کے لیے معقول انتظامات کیے ہوں گے اور وہ جس حیثیت کا انسان تھا اس کے تحت عام لوگ یا پولیس آسانی سے اس تک پہنچ بھی نہیں سکتی تھی۔ اس لیے اصولی بات تھی کہ ترلوکا زیبی کو ختم نہیں کرے گا۔

زیبی کو قتل کرنے سے کوئی فائدہ نہیں تھا۔ اگر وہ مجھ سے انتقام لینا چاہتا ہے تو اس کے لیے زیبی کو زندہ رکھنا ضروری ہے۔ اس نے مجھے تڑپانے کے لیے زیبی کو ضرور زندہ رکھا ہو گا۔ میرے دل نے اس کی گواہی دی۔

بہرطور اب لاس اینجلیس سر پر سوار ہو گیا تھا۔ دفعتاً میرے ذہن میں ایک اور نام آیا ۔ اینی ڈمپل ۔ ڈمپل اسٹورز کی منیجر ۔ لیکن منیجر ہی کیوں ۔ جب یہ اسٹورز اس کے نام سے منسوب ہے تو وہی اس کی مالک بھی ہو گی۔ اس لڑکی نے میری شناخت کر کے مجھے قاتل قرار دیا تھا۔ اوہ ۔ ہاں ۔ واقعی وہ بھی ایک اہم شخصیت ہے اور اس سلسلے میں میری مدد کر سکتی ہے۔ اسے نظر انداز نہیں کرنا چاہیے ۔ اس نے بلاوجہ ہی تو مجھ پر جھوٹا الزام نہ لگایا ہو گا۔ اس کے پسِ پشت کوئی نہ کوئی شخصیت ضرور ہو گی۔"

لیکن اینی ڈمپل کے بارے میں سوچتے ہوئے کچھ دوسرے عوامل پر بھی نگاہ ڈالنا ضروری تھا۔ اول تو یہ کہ اس بات کے امکانات موجود تھے کہ اینی ڈمپل اس وقت نیویارک میں موجود نہ ہو۔ اس نے میرے خلاف گواہی دی تھی۔ اور اسی کی گواہی سے مجھ پر فردِ جرم عائد ہوئی تھی ۔ اور میں جیل سے فرار ہو گیا تھا ۔ کیا یہ خبر اینی ڈمپل کے کانوں تک نہ پہنچی ہو گی اور کیا اس کے بعد اس کے تحفظ کا بندوبست نہ کیا گیا ہو گا۔ ممکن ہے اسے نیویارک سے نکال دیا گیا ہو۔ ممکن ہے اس کے اردگرد جال بچھا دیئے گئے ہوں۔ اس کے علاوہ مسٹر پاؤل بھی معمولی انسان نہیں تھے۔ انہوں نے مجھ پر ریسرچ کی ہو گی اور اس بات کے امکانات بھی تھے کہ انہوں نے خود ڈمپل پر نگاہ رکھی ہو۔

لیکن اس کے باوجود میں ڈمپل کو نظر انداز نہیں کر سکتا تھا۔ پہلے تو یہ معلوم کرنا تھا کہ ڈمپل یہاں موجود بھی ہے یا نہیں۔ یہ کام مشکل نہیں تھا۔ میں نے دوسرے دن اس سلسلے میں کام کرنے کا فیصلہ کر لیا۔

دوسری صبح ضروریات سے فارغ ہو کر کچھ دیر وقت گزاری کرتا رہا پھر ٹیلیفون ڈائریکٹری میں ڈمپل اسٹورز کے نمبر تلاش کیے۔ نمبر مل جانے کے بعد میں باہر نکل آیا۔ گھر کے ٹیلیفون پر میں ایسی کوئی کارروائی نہیں کر سکتا تھا۔ کافی فاصلے پر ایک پبلک کال بوتھ سے میں نے ڈمپل اسٹورز کے نمبر ڈائل کیے اور دوسری طرف سے رابطہ قائم ہو گیا۔

"یس پلیز۔" ایک نسوانی آواز سنائی دی۔

"ڈمپل اسٹورز۔"

"جی ہاں۔ فرمایئے۔"

"دیکھیئے میرا نام ڈک مارے ہے۔ میں میڈم اینی ڈمپل سے گفتگو کرنا چاہتا ہوں۔"

"سوری۔ وہ موجود نہیں ہیں۔"

"وہ کہاں گئیں؟"

"وہ ساڑھے گیارہ بجے آئیں گی۔"

"کیا میں ساڑھے گیارہ بجے فون کروں؟"

"ضرور۔ اس وقت وہ آپ کو مل جائیں گی۔"

"بہت شکریہ — ویسے مجھے جلدی تھی۔ کیا آپ مجھے ان کے گھر کا فون نمبر دے سکتی ہیں؟"

"جی ہاں۔ ضرور —"

"تو بتایئے —" میں نے کہا اور دوسری طرف سے بولنے والی نے مجھے ایک فون نمبر بتا دیا۔

"شکریہ —" میں نے کہا

"ان کے لیے کوئی پیغام ہے جناب — ؟"

"نہیں۔ اب میں ان سے گھر پر بات کرلوں گا۔"

"اوکے۔ دوسری طرف سے آواز آئی اور میں نے فون بند کر دیا۔ پھر میں کچھ سوچنے لگا۔ ایک بار پھر میں اپنے گھر واپس آگیا۔ اور میں نے دوبارہ ڈائریکٹری میں اینی ڈمپل کے گھر کا پتہ دیکھا۔ میرا خیال درست تھا۔ وہ ڈمپل اسٹورز کی مالک تھی۔ میں نے یہ پتہ ذہن نشین کرلیا۔ اب ذرا میک اپ تبدیل کرنا تھا۔ میک اپ کا سامان موجود تھا اس لیے مجھے دقت نہیں ہوئی۔ اور میں نے میک اپ تبدیل کرلیا۔ یہ میک اپ ایک بوڑھے آدمی کا تھا جس کی آنکھوں سے کیچڑ بہہ رہے تھے۔ اس شکل پر بہت مظلومیت تھی۔ اپنے میک اپ سے مطمئن ہو کر میں نے ایک مسلے ہوئے بوسیدہ لباس کا انتخاب کیا اور پھر اپنی جگہ سے نکل آیا۔ کافی دور تک پیدل چلتا رہا۔ اس کے بعد ایک بس میں سوار ہو کر راون رنگ کے علاقے میں پہنچ گیا۔ یہیں ڈمپل اسٹورز تھا۔

ڈمپل اسٹورز ایک خوبصورت عمارت میں پھیلا ہوا تھا۔ میں نے اسے باہر سے دیکھنے پر اکتفا کی۔ میں اس کے اطراف میں پولیس کی موجودگی کا اندازہ کرتا رہا تھا۔

لیکن ایسی کوئی بات نظر نہ آئی۔ ممکن ہے میرا اندازہ غلط ہو۔ ممکن ہے پولیس نے اس طرف توجہ ہی نہ دی ہو۔ اس کے باوجود محتاط رہنا ضروری تھا۔ البتہ میں نے یہ اندازہ لگا لیا تھا کہ ڈمپل یہیں موجود ہے۔ اس کام سے فارغ ہو کر میں اس پتے پر چل پڑا جہاں اینی ڈمپل رہتی تھی۔ میں ایک مجہول سے بوڑھے آدمی کی اداکاری بخوبی کر رہا تھا۔ اس کی رہائش گاہ بھی عمدہ تھی۔

میں اس رہائش گاہ سے تھوڑے فاصلے پر ایک جگہ اس طرح بیٹھ گیا جیسے سستانے کے لیے بیٹھا ہوں۔ کسی نے میری طرف توجہ نہیں دی تھی۔ تھوڑی دیر کے بعد میں نے اس عمارت سے ایک کار نکلتی دیکھی اس کی ڈرائیونگ سیٹ پر دو گنجے آدمی بیٹھے ہوئے تھے۔ میں گہری سانس لے کر رہ گیا۔ کاش میرے پاس ان کے تعاقب کا کوئی ذریعہ ہوتا لیکن مجبوری تھی۔ باقی دن میں نے اسی جگہ گزار دیا۔ البتہ میں نے اس عمارت کے گرد ایک دو بار چکر لگائے تھے اور ایک ایسی جگہ تلاش کرلی تھی۔ جہاں سے اندر داخل ہونے میں زیادہ دشواری پیش نہیں آسکتی تھی۔ اس کے ساتھ ساتھ میں یہ بھی جائزہ لیتا رہا تھا کہ اس عمارت میں کتنے افراد رہتے ہیں۔ مجھے اندازہ ہوا کہ عمارت میں زیادہ لوگ نہیں ہیں صرف ایک دو ملازم قسم کے لوگ نظر آئے تھے اور بس۔ اس کا مقصد ہے اینی ڈمپل یہاں تنہا رہتی ہے۔ یہ بات میرے حق میں جاتی تھی۔ میں نے آج رات مسٹر بیکن کے بجائے اینی ڈمپل کے سلسلے میں کام کرنے کا فیصلہ کرلیا۔ مسٹر بیکن سے پھر کسی وقت ملاقات کی جاسکتی تھی۔ چنانچہ اب میں اس نئے کام کی طرف متوجہ ہو گیا۔ شام کو تقریباً سات بجے مجھے ایک سرخ رنگ کی اسپورٹس جیگوار عمارت کے سامنے رکتی نظر آئی۔ ملازم نے گیٹ کھول دیا اور جیگوار اندر داخل ہو گئی۔ میں نے اس میں اینی ڈمپل کی جھلک دیکھ لی تھی۔ میری آنکھوں میں خون کی سرخی لہرا گئی۔ اینی ڈمپل نے کس صفائی سے میرے خلاف جھوٹ بولا تھا اور جھوٹی گواہی کے ذریعے وہ مجھے پھانسی کے پھندے تک لے آئی تھی۔ بہر طور میں اس سے انتقام لینے کی قسم کھا چکا تھا۔ اور پھر اس کا تعلق ان لوگوں سے تھا جو میری زیبی کے اغوا کے ذمے دار تھے۔ اس لیے میں اسے معاف نہیں کر سکتا تھا۔ میں انتظار کرتا رہا۔ انتظار کے یہ لمحات کتنے صبر آزما تھے۔ اس کا اندازہ مجھ سے زیادہ کس کو ہو سکتا تھا۔ مجھے خدشہ تھا کہ اینی ڈمپل شام کی تفریحات کے لیے کہیں باہر نہ نکل جائے، لیکن وہ شاید محتاط قسم کی لڑکی تھی۔ تقریباً ساڑھے آٹھ بجے وہی کار واپس آئی جس میں میں نے دو گنجوں کو پہلے باہر نکلتے ہوئے دیکھا تھا اور میری پیشانی پر مایوسی کی لکیر پھیل گئی۔ اگر یہ رات کو یہاں رہے تو پھر مجھے میرے کام میں دشواری پیش آسکتی ہے۔ لیکن کچھ بھی ہو جائے اگر یہ یہاں موجود بھی ہوں تو کوئی حرج نہیں ہے۔ میں ان سے بھی نمٹ لوں گا۔ یہ سوچنے کے بعد میں کسی حد تک مطمئن ہو گیا۔ میرے دوست پولیس آفیسر کا پستول میرے پاس موجود تھا اور میرے اس گندے لباس کے نیچے کارتوس کی پیٹی بھی موجود تھی۔ گویا اگر ضرورت پیش آتی میرے لیے اسلحے کی کمی نہیں تھی۔ تو — ساڑھے نو — دس بج گئے۔ اب اس علاقے میں مکمل سناٹا طاری ہو چکا تھا۔ رہائشی علاقہ تھا۔ بس اکا دکا گاڑیاں کسی بنگلے کی طرف دوڑتی نظر آجاتی تھیں۔ ورنہ اس کے علاوہ مکمل خاموشی تھی۔ سڑکوں پر روشنیاں جل اٹھی تھیں اس لیے یہاں زیادہ تاریکی نہیں تھی۔ میں نے اپنے کام کے لیے ساڑھے دس بجے کا وقت مقرر کیا تھا۔

چنانچہ وقت مقررہ پر میں اپنی جگہ سے اٹھ کر اس جگہ پہنچ گیا جہاں سے اندر داخل ہونے کا راستہ تھا۔ بنگلے کے احاطے میں داخل ہونے میں مجھے کوئی دقت نہیں پیش آئی۔ چند کمروں میں روشنی ہو رہی تھی۔ موسیقی کے ریکارڈ بج رہے تھے۔ اس کا مطلب ہے کہ اینی ڈمپل گھر ہی میں اپنی تفریحات میں مشغول ہے۔ پتا نہیں اس کی تفریحات کیا ہوں گی۔ میں نے انتہائی احتیاط سے قدم آگے بڑھا دیئے۔ اب میں ایک چاق و چوبند درندہ نظر آرہا تھا وہ مجہول پن جو دن بھر مجھ پر طاری رہا تھا یک لخت ختم ہو گیا تھا اور میں عمل کرنے کے لیے تیار تھا۔ میں نے اندازہ لگا لیا کہ وہ دونوں نیچے اسی عمارت میں موجود رہتے ہوں گے۔ سامنے کے حصے میں اینی ڈمپل کی کار بھی موجود تھی۔ اس کے علاوہ دوسری کار بھی جس میں میں نے دونوں گنجوں کو پہلے باہر نکلتے اور پھر اندر آتے دیکھا تھا۔ پھر ایک محفوظ جگہ رک کر میں نے عمارت کے سامنے کے حصے پر نگاہ ڈالی۔ برآمدے میں کوئی موجود تھا غور سے دیکھا تو وہی دونوں گنجے تھے۔ وہ کرسیاں ڈالے بیٹھے ہوئے تھے اور ان کے سامنے بوتل رکھی ہوئی تھی۔ اس کا مقصد ہے رات کو وہ یہیں رہتے ہیں۔ غالباً اینی ڈمپل کے پہرے دار ہیں وہ لوگ۔ تو پھر پہلے پہرے داروں سے نمٹ لیا جائے یا ملازموں سے۔ میں اپنے طور پر کام اطمینان بخش طور پر انجام دینا چاہتا تھا چنانچہ میں نے سرونٹ کوارٹرز کی تلاش شروع کر دی جو احاطے کے بائیں سمت دیوار کے ساتھ ساتھ بنے ہوئے تھے۔ اچھے خاصے کوارٹرز تھے۔ میں آہستہ آہستہ مہندی کی باڑھ سے ہوتا ہوا ان کوارٹروں کے عقب میں پہنچ گیا۔ پیچھے کھڑکیاں بنی ہوئی تھیں اور ان کھڑکیوں سے جھانک کر اندر کا ماحول دیکھا جاسکتا تھا۔ دو ملازم تھے۔ وہ صوفے پر بیٹھے ہوئے تھے۔ غالباً دونوں ایک ہی کوارٹر میں رہتے تھے اور دوسرا کوارٹر خالی پڑا ہوا تھا۔ میں چند لمحات سوچتا رہا۔ پھر آہستہ سے رینگ کر بغلی سمت سے دروازے کے سامنے آگیا۔ میں نے دروازے پر دستک دی اور دروازے کی چابی کے سوراخ سے آنکھ لگا دی۔ دونوں ملازم چونک پڑے۔ پھر ان میں سے ایک جلدی سے اٹھا اور دروازے کے سامنے پہنچ کر اس نے دروازہ کھول دیا۔ جونہی اس نے دروازہ کھولا میرا آہنی گھونسہ اس کی پیشانی پر پڑا اور وہ کسی مردہ چھپکلی کی طرح الٹ کر جا گرا۔ دوسرا ملازم ایک دم سے اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ اس نے خوف زدہ نگاہوں سے میری طرف دیکھا۔ لیکن اب میں نے پستول نکال لیا تھا۔

"اگر تم دونوں میں سے کسی کے منہ سے کوئی آواز نکلی تو سمجھ لو تمہاری زندگی ممکن نہیں ہوگی۔" میں نے غرائی ہوئی آواز میں کہا اور گرے ہوئے ملازم کو گریبان سے پکڑ کر کھڑا کر دیا۔ ہلکا پھلکا سا آدمی تھا۔ ملازم ٹائپ ہی کا تھا۔ اس لیے زیادہ دیر بھی نہیں تھا۔ میں نے پلٹ کر دروازہ بند کر دیا اور پھر ان دونوں کو گھورتا ہوا بولا۔

"تم ملازم ہو؟"

"جی ہاں جناب!"

"تمہارے علاوہ اور کتنے ملازم یہاں موجود ہیں؟"

"اور کوئی نہیں ہے۔"

"کوئی خادمہ بھی تو ہے یہاں۔"

"نہیں جناب۔ ہماری مالک کسی عورت کو رکھنا پسند نہیں کرتیں۔"

"تم لوگ کیا کام کرتے ہو یہاں؟"

"بنگلے کی صفائی ستھرائی اور یہ میرا ساتھی بٹلر ہے۔ کھانا وغیرہ یہی پکاتا ہے۔"

"تم لوگوں کے علاوہ یہاں اور کوئی نہیں ہے؟"

"ملازم کوئی نہیں ہے۔ وہ مسٹر جوزف اور مسٹر ٹمپر البتہ یہاں رہتے ہیں۔"

"یہ کون ہیں؟"

"میڈم کے ملازم ہیں یہ بھی۔ میڈم کے بیرونی کام کرتے ہیں۔"

"رات کو وہ نہیں رہتے ہیں؟"

"جی ہاں۔"

"اچھا۔ اور اینی ڈمپل کے علاوہ یہاں کوئی اور نہیں ہے؟"

"نہیں جناب۔ بس ہم پانچ آدمی ہیں جو رات کو یہاں رہتے ہیں مسٹر جوزف اور مسٹر ٹمپر دن میں کہیں چلے جاتے ہیں۔ مگر۔ مگر آپ کون ہیں؟"

"میں جو کوئی بھی ہوں تمہیں اس بارے میں ضرور بتاؤں گا۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا اور پھر میں نے ان سے کہا۔

"تم دونوں اپنے ہاتھ دیوار پر رکھ کر کھڑے ہو جاؤ۔"

"جناب۔ ہم ہم ہم۔" ملازم ہکلانے لگے۔ لیکن پستول کے اشارے نے انہیں کھڑا ہونے پر مجبور کر دیا۔ پھر وہ دیوار کے سہارے کھڑے ہو گئے۔ لیکن مجھے ان کے اس طرح کھڑے ہونے سے کوئی دلچسپی نہیں تھی۔ میں انہیں ہوش میں نہیں رہنے دینا چاہتا تھا چنانچہ ان کے قریب پہنچ کر میں نے ان دونوں کے سر دیوار سے ٹکرائے اور پھر ان کی کھوپڑی کے پچھلے حصوں کو ترخا دیا۔ پستول کے دستے نے یہ کام بآسانی کر دیا۔ انہوں نے چیخنے کی کوشش کی لیکن میں نے پھرتی سے ان کے منہ بھینچ لیے تھے۔ ملازم دوسرے وار کی تاب نہ لاسکے اور دونوں بے ہوش ہو گئے۔ تاہم میں نے انہیں نیچے گرا کر ان کا منہ باندھ دیا تھا۔ اور پھر میں ان کے دونوں ہاتھ پشت پر کرکے انہیں کے لباس سے کس دیئے تاکہ ہوش میں آنے کے بعد بھی وہ چیخ پکار نہ مچا سکیں۔ پھر ان کی پتلونوں سے ان کی ٹانگیں بھی کس دیں۔ اب ان کے بدن پر صرف انڈر ویئر رہ گئے تھے۔

اس کام سے مطمئن ہونے کے بعد میں باہر نکلا اور میں نے کوارٹر کا دروازہ باہر سے بند کر دیا تاکہ فوری طور پر کوئی کارروائی عمل میں نہ آسکے۔ اس کے بعد میں آہستہ سے باہر نکل آیا۔ اب ان دونوں گنجوں کو

دیکھنا تھا۔ ان کے سلسلے میں کوئی صحیح فیصلہ نہیں کر پایا تھا۔ ان سے بھڑے بغیر ہی اندر داخل ہونے کی کوشش کروں یا پہلے ان سے نمٹ لیا جائے چند لمحات کے بعد میں نے فیصلہ کر لیا۔ پھر اِدھر اُدھر دیکھا۔ قریب ہی لوہے کی ایک سلاخ پڑی ہوئی تھی۔ پتہ نہیں کس کام آتی تھی۔ میں نے اسے اُٹھایا اور پوری قوت سے گیٹ کی جانب اُچھال دیا۔ گیٹ پر سلاخ لگنے سے خاصی آواز ہوئی تھی۔ دونوں گنجے چونک کر اِدھر دیکھنے لگا۔ انہوں نے ایک دوسرے کی شکلیں دیکھیں اور پھر اپنی جگہ سے اٹھ کر گیٹ کی طرف بڑھ گئے۔ غالباً انہیں شبہ ہوا تھا کہ گیٹ پر کوئی موجود ہے۔ میں نے ان کے اس طرح آگے بڑھنے سے فائدہ اُٹھایا اور پھرتی سے اپنی جگہ سے نکل کر پورچ میں آگیا۔ جہاں دونوں کاریں کھڑی ہوئی تھیں۔ کاروں کے پیچھے کھڑے ہو کر میں ان کی واپسی کا انتظار کرنے لگا۔ میں اپنے کام کے لیے تیار تھا۔ ویسے گنجوں کے تن و توش سے میں نے اندازہ لگا لیا تھا کہ اچھے خاصے طاقتور لوگ ہیں اور ذرا احتیاط سے انہیں قابو میں کرنا ہوگا۔ اندر سے میوزک کی آوازیں بدستور اُبھر رہی تھیں۔ یقیناً یہ ریکارڈ اینی ڈمپل کی خواب گاہ میں بج رہا تھا دونوں گنجے گیٹ پر پہنچے۔ گیٹ کھول کر باہر جھانکا۔ پھر وہ سلاخ اُٹھا کر دیکھنے لگے جو میں نے پھینکی تھی۔ وہ پریشان انداز میں ایک دوسرے کی شکلیں دیکھ رہے تھے اور اس کے بعد وہ وہاں سے واپس پلٹ پڑے۔ سلاخ ان میں سے ایک کے ہاتھ میں تھی لیکن وہ اسے لاپرواہی سے پکڑے ہوئے تھا۔ میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ میں نے دل ہی دل میں سوچا۔

"دوست یہ سلاخ تمہارے ہی کام آئے گی۔ اچھا ہوا تم اُٹھالائے۔"

میں ان کا انتظار کرنے لگا۔ پورچ سے برآمدے تک پہنچنے کے لیے انہیں سرخ جیگوار کے قریب سے گزرنا تھا۔ اور یہیں سے میری کارروائی کا آغاز ہونا تھا۔ چنانچہ میں سرخ جیگوار کے نیچے رینگ گیا اور اس طرف آگیا جس طرف سے ان کے گزرنے کا امکان تھا۔ سلاخ ایک گنجے کے ہاتھ میں لٹکی ہوئی تھی۔ جونہی وہ میرے قریب پہنچا۔ دفعتاً میں نے اپنی جگہ سے باہر رینگ کر سلاخ اس کے ہاتھ سے چھین لی۔ گنجے کو اس طرح جھٹکے سے سلاخ چھیننے کا احساس ہو گیا تھا۔ لیکن اس دوران میں کھڑا ہو چکا تھا۔ میں نے سلاخ بلند کی اور ان میں سے ایک کی کھوپڑی پر دے ماری۔ اس کے حلق سے ایک کراہ نکلی اور وہ نیچے بیٹھ گیا۔ دوسرے نے پستول نکال لیا تھا۔ لیکن سلاخ کا اس سے بہتر مصرف اور کون سا ہو سکتا تھا کہ وہ اس شخص کے پستول والے ہاتھ پر پڑے۔ میں نے پوری قوت سے سلاخ پستول والے کے ہاتھ پر دے ماری اور اس کی کلائی کی ہڈی ٹوٹ گئی۔ اس کی چیخ بھی بڑی ہولناک تھی اور افسوس میں اس چیخ کو اس کے ہونٹوں میں دبا نہیں سکا لیکن میں فوراً ہی اس پر حملہ آور ہو گیا تھا۔ وہ جس کے سر پر سلاخ پڑی تھی اب اس قابل نہیں رہا تھا کہ اُٹھ کر کھڑا ہو سکے۔ میں نے اس کے سر سے خون بلبل بہتے دیکھا۔ بہرطور مجھے اس سے کوئی دلچسپی نہیں تھی۔ مجھے تو صرف یہ خطرہ تھا کہ کہیں ان چیخوں کی آواز اندر نہ سن لی گئی ہو۔ لیکن میری قسمت ساتھ دے رہی تھی۔ اندر اگر ریکارڈ نہ بج رہا ہوتا تو یہ آواز ضرور اینی ڈمپل کے کانوں تک پہنچ جاتی لیکن تیز ریکارڈنگ کی آواز جو یہاں تک آ رہی تھی اینی ڈمپل اور ان چیخوں کے درمیان حائل ہو گئی تھی۔ میں چند لمحے انتظار کرتا رہا۔ وہ شخص جس کا سر سلاخ کی ضرب سے پھٹ گیا تھا دونوں ہاتھ سر پر رکھے خون روکنے کی کوشش کر رہا تھا۔ جاندار آدمی تھا اس لئے ابھی تک بے ہوش نہیں ہوا تھا۔ اور وہ جس کی کلائی ٹوٹی ہوئی تھی کلائی کو سنبھال کر اُٹھنے کی کوشش کر رہا تھا۔ میں نے پیچھے ہٹ کر پوری قوت سے ایک لات اس شخص کی پیشانی پر ماری جو اُٹھنے کی کوشش کر رہا تھا۔ اور وہ ایک دہاڑ کے ساتھ نیچے گر پڑا۔ میں نے اُچھل کر پوری قوت سے اپنا جوتا اس کے منہ پر رکھ دیا۔ اس کے دانتوں کی اگلی لائن صاف ہو گئی۔ میرے دانت بھنچ گئے تھے اور اب میرے سر پر خون سوار ہو گیا تھا۔ چنانچہ پیچھے ہٹ کر میں نے اس طرح ٹھوکر ماری جس طرح فٹ بال پر کک لگائی جاتی ہے۔ وہ اپنی جگہ سے اُچھلا اور کئی فٹ دور جا گرا اور اس کے بعد وہ ساکت ہو گیا تھا۔ پھٹے ہوئے سر والے نے آنکھوں پر خون صاف کر کے اپنے ساتھی کی یہ حالت دیکھی تو لڑکھڑاتے انداز میں اُٹھ کر بھاگنے کی کوشش کی لیکن اب بھلا میں اسے کہاں چھوڑ سکتا تھا۔ میں نے اُچھل کر ایک لات اس کی ریڑھ کی ہڈی پر ماری اور وہ ڈکرا کر اپنے ساتھی پر گر گیا۔ اس کے بعد میں نے لگاتار ٹھوکروں سے ان کے سروں پر ضربیں لگانا شروع کر دیں اور میرا خیال تھا وہ ابتدائی ضربوں ہی سے بے ہوش ہو گئے تھے لیکن اس کے باوجود میں نے کوئی کسر نہیں چھوڑی اور ان کو اچھی طرح ٹھوکریں مار مار کر زخمی کر دیا۔ پھر میں نے ان کے نیم مردہ بدن گھسیٹ کر ان گاڑیوں کے نیچے ڈال دیئے جو یہاں کھڑی ہوئی تھیں۔ اس کام سے فارغ ہونے کے بعد میں نے اپنے آپ کو سنبھالا اور برآمدے کی جانب بڑھ گیا۔ برآمدے کے آگے ایک دروازہ تھا۔ دروازے سے گزرنے کے بعد ایک چھوٹا سا ہال ملتا تھا۔ ہال کے دوسرے سرے پر ایک اور دروازہ تھا جو ایک راہداری میں کھلتا تھا۔ راہداری کے پہلے ہی کمرے سے موسیقی کی آواز اُبھر رہی تھی۔ اور یہاں مدھم نیلی روشنی جل رہی تھی۔ اس کا مقصد ہے اینی ڈمپل موسیقی سے محظوظ ہو رہی ہے میں نے دروازے کو تھوڑا سا دھکیل کر دیکھا تو وہ کھلا ہوا تھا۔ موسیقی کی آواز خاصی تیز تھی۔ کھلے دروازے سے میں نے اندر جھانکا تو اینی ڈمپل نظر آئی۔ اس کے نزدیک ہی ٹیپ ریکارڈر بج رہا تھا اور موسیقی کی دھنیں کمرے میں پھیل رہی تھیں۔ اور وہ ایک کتاب ہاتھ میں لیے صوفے پر نیم دراز تھی۔ میں نے اطراف کا جائزہ لیا اور پھر پھرتی سے

دروازہ کھول کر اندر داخل ہو گیا۔ میرے قدموں کی چاپ اینی ڈمپل نے سنی ہو یا نہ سنی ہو لیکن اس نے میرے سائے کو ضرور محسوس کر لیا اور دوسرے لمحے وہ گردن گھما کر دیکھنے لگی۔ پھر دفعتاً اچھل کر کھڑی ہو گئی میں نے اپنا پستول اس کے سامنے کر دیا تھا۔ اور اینی ڈمپل نے پستول کی نال اپنی طرف اُٹھی ہوئی دیکھ لی تھی۔ چنانچہ وہ ایک دم ساکت ہو گئی۔ کتاب اس کے ہاتھ سے نیچے گر پڑی۔ ویسے میں نے محسوس کیا کہ اس کے اس پاس پستول یا کوئی دوسرا ہتھیار موجود نہیں ہے۔ وہ ہکا بکا سی منہ پھاڑے مجھے دیکھ رہی تھی۔ تب میں نے پاؤں کی ٹھوکر سے دروازہ بند کیا اور پلٹ کر اس کی چٹخنی چڑھا دی۔ اینی ڈمپل اسی طرح کھڑی ہوئی تھی۔ میں نے مسکرا کر پستول اپنی جیب میں رکھ لیا اور گردن خم کر کے بولا۔

"میڈم ڈمپل کی خدمت میں سلام۔"

"کون ہو تم؟"

"افسوس اپنے چہرے سے میک اپ نہیں اُتار سکتا۔ ورنہ تمہیں اپنے دوست کی شکل یاد آجاتی۔"

"کون دوست ۔۔؟" اس نے پوچھا۔

"نام بتاؤں اپنا؟"

"بتاؤ۔" وہ بولی۔

"تو پھر مجھے راجہ نواز اصغر کہتے ہیں۔" میرا یہ نام شاید اس کے لیے اجنبی نہیں تھا۔ وہ بہت زیادہ اس نام کو سن چکی تھی اور اس سے واقف تھی۔ اس لیے ایک دم میں نے اس کے چہرے پر خوف کے آثار دیکھے اس نے تھوک نگلتے ہوئے ادھر ادھر دیکھا اور میں ایک قدم آگے بڑھ کر بولا۔

"اینی ڈیئر اپنی معلومات کے لیے تم سے ملاقات کرنے آیا ہوں اُمید ہے تم میرے ساتھ تعاون کرو گی۔"

"کیا بکواس ہے۔ کون راجہ نواز اصغر۔ میں کسی نواز اصغر کو نہیں جانتی۔"

"کمال ہے۔ تم تو مجھے بخوبی پہچانتی تھیں۔ اینی ڈارلنگ تم نے تو مجھے ان دونوں گنجوں کو قتل کرتے ہوئے دیکھا تھا۔ یعنی گواہ تھیں تم ان کی۔" میں نے کہا اور اینی نے دونوں ہاتھ سینے پر رکھ لیے۔ وہ بری طرح ہانپنے لگی تھی۔

"مجھے کچھ نہیں معلوم۔ بس میں تو ۔۔ میں تو۔"

"ہاں ہاں تم تو۔ آگے کہو۔" میں نے کہا۔

"مجھے ان تمام باتوں کے بارے میں کچھ نہیں پتا۔

"کمال کی معصومیت ہے اینی ڈمپل۔ تم نے ایک بے گناہ انسان کو موت کی کرسی تک پہنچانے کے لیے عدالت میں گواہی دی تھی اور اس کے بارے میں کچھ نہیں جانتیں؟"

"میں کیسے یقین کرلوں کہ تم وہی ہو؟"

"یقین کرنے کی کوئی خاص ضرورت نہیں ہے۔ بس میں نے تم سے کہا کہ میں، میں ہوں۔ تم یقین کرلو کہ میں ہوں۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"تم یہاں کیوں آئے ہو اور کیا چاہتے ہو۔ اور وہ ۔ وہ۔"

"جوزف اور پیٹر کی بات کر رہی ہو؟" میں نے کہا اور ایک بار پھر وہ چونک پڑی۔

"تم انہیں جانتے ہو؟" کہاں مر گئے وہ دونوں۔ انہوں نے تمہیں روکنے کی کوشش نہیں کی۔"

"وہ واقعی مر چکے ہیں۔ اینی ڈمپل ان کی زندگی تم تک پہنچنے کے لیے میری راہ میں رکاوٹ بن رہی تھی۔"

"اوہ تو تم نے انہیں قتل کر دیا۔؟"

"ہاں ۔۔! نہایت آسانی سے۔"

"لیکن میں نے گولی کی آواز نہیں سنی۔" وہ بولی۔

"میرے ہاتھ ان دونوں کے لیے کافی تھے۔ پستول کو تکلیف دینا میں نے مناسب نہیں سمجھا۔"

"یہاں کیوں آئے ہو؟" وہ سنبھل کر بولی

"تم سے کچھ گفتگو کرنے۔"

"کہو۔ کیا بات ہے؟" وہ پلٹی اور صوفے پر جا کر بیٹھ گئی۔ میں چند قدم آگے بڑھ کر اس کے بالکل قریب پہنچ گیا تھا۔ صوفے پر اس کا بیٹھنا خطرناک بھی ہو سکتا تھا۔ ممکن ہے صوفے کے آس پاس کوئی پستول وغیرہ موجود ہو۔ میں اس پر پوری طرح نگاہ رکھے ہوئے تھا۔

"ہوں۔ اینی ڈمپل۔ تمہیں کس نے یہ گواہی دینے پر مجبور کیا تھا۔ تمہیں مجھ سے کیا دشمنی تھی ۔۔؟"

"میں کہہ چکی ہوں اس بارے میں کچھ نہیں معلوم۔"

"دیکھو ڈیئر۔ تم اچھی خاصی شکل و صورت کی مالک ہو۔ اگر میں تمہارے سر کے بال اپنی مٹھیوں میں جکڑ کر اکھاڑ لوں تو تمہاری شکل کیسی لگے گی؟"

"کیا بکواس کرتے ہو، تم میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔"

"ہاں ہاں ہو سکتا ہے میں تمہارا کچھ نہ بگاڑ سکوں۔ لیکن یہ کام جو میں تم سے کہہ چکا ہوں ضرور کر سکتا ہوں۔ واہ کیا لطف آئے گا۔ تم بھی گنجوں کی اس کمپنی میں گنجی ہو کر شامل ہو جاؤ گی۔" میں نے ہنستے ہوئے کہا اور اس کے بال آگے بڑھ کر مٹھی میں جکڑ لیے۔ خاصے ریشمی اور چمکدار بال تھے۔ اینی کے چہرے پر دہشت کے آثار نظر آنے لگے۔ اس نے اپنے دونوں ہاتھوں سے میری کلائی پکڑ کر اپنے بال چھڑانے کی کوشش کی لیکن مجھ پر درندگی سوار تھی۔ میں نے پوری قوت سے ایک جھٹکا مارا اور بالوں کی ایک پوری لٹ میرے ہاتھ میں آگئی۔ اینی کی چیخ فضا میں

بلند ہو گئی تھی۔ یقیناً جہاں سے بال اکھڑے تھے وہاں سے آہستہ آہستہ خون بہنا چاہیے تھا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ ایبی نے اپنے ہاتھ کی ہتھیلی سر پر رکھ لی لیکن دوسرے لمحے میں نے اس کے بال دوبارہ مٹھیوں میں جکڑ لیے تھے۔

"ہاں ایبی ڈیر۔ میں جو کچھ کہتا ہوں وہ ضرور کر دیتا ہوں۔ تمہیں بالوں سے محروم کر کے مجھے بڑی مسرت حاصل ہو گی کیونکہ تم نے میری موت کا بندوبست کیا تھا۔"

"رک جاؤ۔ خدا کے لیے رک جاؤ۔" اس نے گڑگڑاتے ہوئے کہا

"چلو ٹھیک ہے رک گیا۔ اب بتاؤ تمہیں کس نے اس کے لیے مجبور کیا تھا؟"

"میں میں کچھ نہیں جانتی۔ مجھے ٹیلی فون پر یہ حکم ملا تھا

"کس نے دیا تھا یہ حکم؟"

"میں اس کا نام نہیں جانتی۔"

"ایبی، میں اس بات پر یقین نہیں کر سکتا۔ تم ایک بہت بڑے اسٹور کی مالک ہو۔ اسے بہت اچھی طرح چلاتی ہو اور یہ دو گنجے یہاں تمہاری حفاظت کے لیے موجود تھے۔ اس کا مقصد ہے تم کوئی معمولی شخصیت نہیں ہو۔ مجھے بتاؤ ڈیر کہ تم کس کے لیے کام کر رہی ہو۔ اگر ٹام زندہ ہوتا تو میں سمجھ لیتا کہ تم ٹام کی آلۂ کار ہو لیکن ٹام تو مر چکا ہے۔

"تم۔ تم ٹام کو کیا جانو۔؟"

"میں کیسے کیسے جانتا ہوں۔ اس کی اطلاع تمہیں کبھی نہیں ہو سکتی۔ البتہ تم وقت ضائع کر رہی ہو۔ یہ تمہارا گھر ہے۔ ممکن ہے یہاں تم نے ایسے انتظامات کر رکھے ہوں جن کی وجہ سے تم ان لوگوں تک یہ موجودہ صورت حال پہنچا سکو۔ میں تمہیں کبھی اس کا موقع نہیں دوں گا اس صوفے سے اٹھنے کی تمہیں اجازت نہیں ہے اور صوفے پر جو کچھ موجود ہے اگر وہ میرے لئے مشکل ثابت ہو سکتا ہے تو میں تمہیں کبھی اس کا موقع نہیں دوں گا۔ میں تمہیں صرف چار منٹ دیتا ہوں۔ ان چار منٹ کے اندر اندر مجھے تفصیل بتا دو تو میں یہاں سے چلا جاؤں گا ورنہ اس کے بعد جو کچھ ہو گا وہ تمہاری اپنی ذمہ داری ہو گی۔"

"میں نے تم سے کہہ دیا میں کچھ نہیں جانتی۔" وہ اپنی ہتھیلی پر لگنے والے خون کو دیکھ کر بولی اور ایک بار پھر میں نے اس کے بال مٹھیوں میں جکڑ لیے۔ اس بار میں نے ایبی کی خوشامد پر کان نہیں دھرے تھے بلکہ میں نے اس کے بالوں کی ایک اور لٹ اکھاڑ دی اور ایبی اوندھے منہ فرش پر آ گری۔ لیکن میں نے اسے نیچے گرنے نہیں دیا۔ دوبارہ بال پکڑ کر اسے اٹھایا اور بالوں کی ہی قوت سے اسے زمین سے اٹھا کر صوفے پر دھکیل دیا۔ ایبی کے چہرے پر اب وحشت نظر آ رہی تھی۔

"خدا کے لیے مجھے معاف کر دو چھوڑ دو۔ میں بھی تو مجبور تھی کچھ نہیں کر سکتی تھی۔"

"ایبی، بس میں یہ جاننا چاہتا ہوں کہ تم کس کے لیے کام کر رہی ہو۔؟"

"جس کے لیے کام کر رہی ہوں اس کا تم کچھ نہیں بگاڑ سکو گے۔"

"یہ بعد کی بات ہے۔ تمہارا جواب دینا ضروری ہے۔"

"تو پھر سنو۔ میں وکٹر ویلبی کی ملازم ہوں۔"

"یہ وکٹر ویلبی کون ہے؟"

"لاس اینجلس کا بہت بڑا آدمی ہے۔"

"وہاں وہ کیا کرتا ہے؟"

"میرے گروہ کو کنٹرول کرتا ہے۔"

"تمہارا گروہ۔"

"ہاں گنجوں کا گروہ۔"

اور گنجوں کے اس گروہ کا شجرۂ نسب کیا ہے؟" میں نے دلچسپی سے پوچھا۔

"کیا مطلب؟"

"میرا مطلب ہے کہ وکٹر ویلبی سے اوپر کون ہے؟"

"جو کوئی بھی ہے تم اس کی گرد کو بھی نہیں پا سکتے۔" اس نے پہلے کے سے انداز میں کہا۔

"کیا اس کا نام ترلوکا نہیں ہے؟" میں نے کہا اور ایبی ڈمیل اپنی تمام تر تکلیف کے باوجود ایک بار پھر متحیر ہو گئی۔ اس نے آنکھیں پھاڑ کر مجھے دیکھا اور بولی۔

"تو تو تم اسے بھی جانتے ہو۔؟"

"میں کیسے نہیں جانتا ڈیئر ایبی اب یہ بتاؤ تمہارے ساتھ کیا سلوک کیا جائے؟"

"مجھے معاف کر دو۔ دیکھو اگر تم ان لوگوں سے کوئی براہ راست دشمنی رکھتے ہو تو یقین کرو۔ مجھے اس کا علم نہیں۔ میں تو ایک چھوٹی سی کارکن ہوں۔

"چلو ٹھیک ہے یہ بتاؤ تم ڈمپل اسٹور میں کیا کرتی ہو؟" میں نے بھاری لہجے میں پوچھا۔

"خدا کے لیے یہ سب مت پوچھو۔ مت پوچھو۔"

"کمال ہے ایبی تم مجھے خدا کا واسطہ دے رہی ہو۔ تم جو مجھے موت تک پہنچانے کا باعث بنی تھیں۔ اگر میں فرار نہ ہو جاتا تو یقینی طور پر موت کا شکار ہو جاتا تو پھر بتاؤ میں تمہارے ساتھ کیسے رحم اور انصاف کر سکتا ہوں۔؟"

"تو کیا تم مجھے قتل کر دو گے۔؟"

"ممکن ہے نہ کروں۔ بشرطیکہ تم مجھے صحیح صحیح جواب دے دو۔"

"ڈمپل اسٹور میں میں کچھ نہیں کرتی۔ لیکن یہاں میں ان کے مفادات کی تھوڑی بہت نگرانی کرتی ہوں۔"

"کس کے مفادات کی؟"

"وکٹر ویلبی کے گروہ کے مفادات کی۔"

"وہ گروہ یہاں کیا کرتا ہے؟"

"منشیات کی تجارت۔"

"اچھا ٹھیک ہے۔ یہ بتاؤ۔ تم مجھ سے کب روشناس ہوئی تھیں؟"

"میں تمہیں نہیں جانتی تھی۔ بس مجھے تمہاری تصویریں دکھائی گئیں مجھ سے کہا گیا کہ میں عدالت میں بیان دوں گی کہ تم نے ان دونوں کو قتل کیا ہے۔"

"جھوٹ بولتی ہو۔ اس سے پہلے تم میرے اسٹور میں گئی تھیں میرا مقصد ہے زیبی کار پٹس میں۔ وہاں سے تمہیں معلومات حاصل کرنی تھیں سو تم نے کیں اور اس کے بعد تم نے مجھے مجرم قرار دیا۔ ان دونوں کو کس نے قتل کیا تھا؟"

"یہ بھی میں نہیں جانتی۔"

"اچھا، چلو، ٹھیک ہے۔ اسٹور میں کچھ نہیں ہوتا لیکن ناجائز منشیات کی تجارت کہاں سے ہوتی ہے؟"

"اس کے تو مختلف پوائنٹ ہیں۔ کسی ایک جگہ سے نہیں ہوتی۔"

"تم براہ راست مسٹر ویلبی کو جواب دہ ہو۔"

"نہیں، وکٹر ویلبی براہ راست مجھ سے بات نہیں کرتے۔ ان کے بے شمار نمائندے یہاں نیویارک میں موجود ہیں۔" اس نے جواب دیا۔

"اچھا چلو ٹھیک ہے۔ اب میرے بارے میں کسے اطلاع دو گی؟"

"م۔ میں کسی کو اطلاع نہیں دوں گی۔"

"دیکھو ایبی تم نے پھر جھوٹ بولنے کی کوشش کی۔" میں نے سفاک نگاہوں سے اسے گھورتے ہوئے کہا۔

"میں ایک ٹیلی فون پر ان واقعات کی اطلاع دوں گی۔ فون کون ریسیو کرے گا مجھے نہیں معلوم۔"

"ٹیلی فون نمبر؟" میں نے سوال کیا اور اس نے ٹیلی فون نمبر دہرا دیا۔

"خیر۔ اب میں اس کی تصدیق تو نہیں کر سکتا کہ تم نے جو نمبر بتایا ہے درست بتایا ہے۔ بہرطور ایبی میں تم سے آخری سوال پوچھ رہا ہوں۔ اسی سوال پر تمہاری زندگی کا دارومدار ہے۔ سنو، اگر تمہارا جواب ہاں میں ہوا تو تمہاری زندگی بچ جائے گی۔ اور اگر تمہارا جواب نفی میں ہوا تو پھر میں تمہاری زندگی کی ضمانت نہیں دے سکتا۔" ایبی متوحش نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگی۔ اس کے سر کے بالوں سے خون بہہ رہا تھا اور اس کی پیشانی پر آ گیا تھا۔ قطرے قطرے جمع ہو کر اچھی خاصی لکیروں کی شکل اختیار کر لیا تھا۔ وہ بار بار خون پونچھ رہی تھی۔ پھر اس نے آنکھیں پھاڑ کر کہا

"پوچھو۔ کیا سوال ہے وہ؟"

"تمہیں علم ہے ایبی کہ میری بیوی کو اغوا کیا گیا ہے۔ کس نے اسے اغوا کرایا ہے اور وہ کہاں موجود ہے۔؟" ایبی خاموشی سے میری شکل دیکھتی رہی۔ اس کے چہرے پر خوف کے آثار ابھر آئے تھے۔

"جواب دو ایبی۔" میں نے کہا ہے کہ اسی جواب پر تمہاری زندگی کا دارومدار ہے۔"

"تم مجھے قتل ہی کرنا چاہتے ہو تو یہ دوسری بات ہے ورنہ یقین کرو مجھے اس بارے میں کچھ نہیں معلوم۔"

"میں نے تم سے کہا تھا ایبی کہ مجھے اگر تم سے اس سلسلے میں معلومات حاصل نہ ہوئیں تو تمہاری زندگی میرے لیے بے مقصد ہو جائے گی۔ اگر تمہیں نہیں معلوم تو پھر تمہیں زندہ بھی نہیں رہنا چاہیے۔" میں نے پستول نکال کر دوبارہ ہاتھ میں لے لیا۔

"نہیں نہیں۔ تم یقین کرو میں مجبور ہوں۔ مجھے کچھ نہیں معلوم مجھے کچھ نہیں معلوم۔ میں کچھ بھی نہیں جانتی۔" لیکن میرے پاس اس کے الفاظ سننے کے لیے کان نہیں تھے۔ زیبی کے انتقام کا لاوا میرے ذہن میں کھول رہا تھا۔ ایبی اگر زیبی کے اغوا کنندگان میں سے نہیں تھی تو کم از کم ان کی مددگار ضرور تھی۔ مجھے پھانسی کے پھندے تک پہنچانے میں ان کی معاون تھی وہ۔ اسی کے ذریعے وہ لوگ مجھے اپنے راستے سے ہٹانا چاہتے تھے۔ چنانچہ میں نے پستول کا ٹریگر دبا دیا اور ایبی کی پیشانی میں سوراخ ہو گیا۔ دوسرا سوراخ اس کی گردن میں ہوا اور تیسرا سوراخ اس کے دل میں۔ تین فائر ہوئے تھے۔ موسیقی کا ریکارڈ اب بھی بج رہا تھا لیکن بہرطور فائرنگ کی آواز ایسی نہیں تھی جو دور تک نہ پھیلی ہو ہرچند کہ کمرہ بند تھا۔ تاہم میں اس احساس کو نظرانداز نہیں کر سکتا تھا۔ اور اب میرے لیے یہاں رکنا بے کار تھا۔ میں چاہتا تو ایبی کے کمرے اور عمارت کے دوسرے کمروں کی تلاشی لے سکتا تھا لیکن ان ساری باتوں سے مجھے کچھ حاصل نہیں تھا۔ میں وکٹر ویلبی کا نام سن چکا تھا۔ ایبی صرف ایک ایسی چیز تھی جس کے لیے میرے دل میں انتقام کی آگ سلگ رہی تھی۔ اس لیے میں اسے راستے سے ہٹانے کا منصوبہ بنا کر ہی یہاں آیا تھا۔ البتہ میں نے ایک کام ضرور کیا۔ ایبی کے پھڑپھڑاتے ہوئے بدن کے بہتے ہوئے خون میں اپنی انگلی ڈبوئی اور سامنے کی دیوار پر ایک چھوٹی سی تحریر لکھ دی۔

"مسٹر پاول۔ تم جانتے ہو۔ اسے کیوں قتل کیا گیا۔"

یہ تحریر لکھنے کے بعد میں وہاں سے واپس چل پڑا۔ پستول میرے ہاتھ میں تھا اور میں باہر کسی بھی پیش آنے والے واقعے کے لیے مکمل تیار

تھا۔ لیکن باہر خاموشی تھی۔ میں برآمدے سے ہوتا ہوا ان دونوں کاروں تک پہنچا۔ کاروں کے نیچے ان دونوں کے بدن اب بھی پڑے ہوئے تھے اب یہاں زندہ رہنے والوں میں صرف وہ ملازم تھے جو اپنے کمروں میں بند پڑے تھے۔ بہرطور جہنم میں جائیں سارے کے سارے۔ میرے سینے میں آگ سلگ رہی ہے تو پھر میں کسی کی پرواکیوں کروں۔ چنانچہ میں خاموشی سے باہر نکل آیا اور تاریکی میں اپنی رہائش گاہ کی جانب چل پڑا۔ کافی دور جانے کے بعد میں نے ایک ٹیکسی لی اور اس ٹیکسی کو بھی میں نے اس جگہ سے کافی فاصلے پر روکا جہاں سے مجھے پیدل چل کر اپنے مکان تک پہنچنا تھا۔ میرے سینے میں انتقام کا لاوا اور بھی بہہ رہا تھا۔ پورے بدن میں ایک کھولن تھی۔ تین افراد اس وقت میرے ہاتھوں قتل ہوئے تھے لیکن مجھے ذرا بھی اس کی پروا نہیں تھی۔ انہوں نے خود ہی مجھے اس راستے پر ڈالا ہے تو اب خود ہی انہیں بھگتنا بھی پڑے گا۔ میں تو زندگی سے بیزار تھا۔ زیبی کے بغیر زندگی گزارنے کا ہر تصور میرے ذہن سے ختم ہو چکا تھا۔ اپنے گھر واپس آنے کے بعد میں نے یہ میک اپ اتار دیا اور دوسرا میک اپ کر لیا۔ یہ میک اپ پہلی دو شکلوں سے بالکل مختلف تھا۔ میں کسی کی نگاہ میں نہیں آنا چاہتا تھا۔ میں چاہتا تھا اس نئے میک اپ میں مسٹر بیکن بھی مجھے نہیں پہچان سکیں گے۔ لیکن بہرطور کوئی حرج نہیں تھا۔ مسٹر بیکن سے بھی محتاط رہنا ضروری تھا۔ کسی بھی شخص پر اس دور میں بھروسہ نہیں کیا جا سکتا۔ مسٹر بیکن اگر اچھے انسان بھی ہیں، تب بھی اپنی جان بچانے کے لیے وہ میرے خلاف کچھ کر سکتے ہیں۔ ممکن ہے انہوں نے جو کچھ کہا ہو وہ صرف جان بچانے کی ایک کوشش ہو۔ ہر شخص سے ہی محتاط رہ کر کام کرنے میں فائدہ تھا۔ چنانچہ میں اپنے طور پر احتیاط رکھنا چاہتا تھا۔

دوسرا دن میں نے اپنی اس رہائش گاہ میں گزارا۔ مسٹر بیکن سے رابطہ قائم کرنے کی کوشش نہیں کی تھی لیکن تیسرے دن میں ان سے صبح ان کی رہائش گاہ پر ملا۔ مسٹر بیکن اپنی رہائش گاہ پر موجود تھے۔ میں نے ایک ملازم سے کہلوایا کہ ان کا ایک دیرینہ دوست ان سے ملاقات کرنا چاہتا ہے مسٹر بیکن نے مجھے اپنے ڈرائینگ روم میں بلا لیا تھا۔ جب وہ ڈرائینگ روم میں داخل ہوئے تو میں بڑے پرتپاک اور پُراخلاق انداز میں کھڑا ہو گیا۔ مسٹر بیکن کے چہرے پر اجنبیت کے آثار تھے۔

"آپ مجھے نہیں پہچانتے ہوں گے مسٹر بیکن لیکن میں آپ کا دیرینہ شناسا ہوں۔ بہت عرصے سے آپ کو جانتا ہوں اور آپ سے ملاقات کرنے کا خواہشمند تھا۔"

"کہیے، میں آپ کی کیا خدمت کر سکتا ہوں؟"

"مسٹر بیکن، میں آپ سے ایک ایسے معاملے میں مدد چاہتا ہوں جس کا علم میرے اور آپ کے علاوہ کسی اور کو نہیں ہونا چاہیے۔" میں آواز بدل کر بات کر رہا تھا۔ مسٹر بیکن کو ذرا بھی شبہ نہ ہو سکا کہ میں کون ہوں۔

"فرمائیے، فرمائیے۔ یہاں میرے اور آپ کے علاوہ اور کوئی نہیں ہے اور یہاں ہماری گفتگو کوئی نہیں سن سکتا۔"

"اگر یہ بات ہے مسٹر بیکن تو پھر میں آپ سے اپنا تعارف کرانے میں کوئی عار محسوس نہیں کرتا۔ میرا نام نواز اصغر ہے۔"

"کیا۔؟" مسٹر بیکن اچھل پڑے۔

"جی ہاں۔ میں نواز اصغر ہوں اور آپ سے آپ کے اسٹور میں مل چکا ہوں۔"

"لیکن۔ لیکن آپ کی یہ شکل؟"

"میری تو پہلی شکل بھی میری شکل نہیں تھی۔" میں نے گہری سانس لے کر کہا۔

"اوہ۔" مسٹر بیکن نے پُرخیال انداز میں گردن ہلائی۔ پھر بولے "میں نے پرسوں رات پروگرام کے مطابق تمہارا انتظار کیا تھا لیکن تم شاید مجھ پر یقین نہیں کر سکے تھے۔ تم نے سوچا ہو گا کہ میں تمہارے خلاف کوئی قدم نہ اٹھاؤں۔"

"مسٹر بیکن! میں آپ کے خلوص کا اندازہ لگانے کا خواہش مند تھا۔ اس دوران میں آپ کے بارے میں بہت کچھ معلومات حاصل کرتا رہا ہوں۔ اور ان معلومات میں سے کچھ باتیں میرے لیے مشتبہ ہیں۔"

"دیکھو دوست۔ انسان کی شخصیت کے بہت سے پہلو ہوتے ہیں یہ حقیقت ہے کہ میں ناکردہ گناہوں کے جال میں پھنس گیا اور ان لوگوں کے لیے کام کرنے لگا۔ جرائم کی زندگی میرے لیے ناپسندیدہ تھی۔ لیکن جب مجھے اس جنجال میں پھنسا ہی دیا گیا تو میں نے کچھ ایسے ضروری کام کیے جو تمہاری نگاہ میں مشتبہ ہوں گے۔ لیکن میں قسم کھانے کو تیار ہوں کہ وہ صرف میری مجبوری تھی۔ اور اسی مجبوری نے مجھے خود میری نگاہوں سے گرا دیا۔ آج میری سماجی حیثیت ہے۔ نیویارک میں مجھے لوگ ایک شریف شہری کی حیثیت سے جانتے ہیں۔ اگر کسی کو میری اصلیت پتہ چل جائے تو۔۔" مسٹر بیکن نے ایک سسکی سی لی۔

"ہاں مسٹر بیکن اس میں کوئی شک نہیں ہے۔ آپ کی عزت خاک میں مل جائے گی۔۔"

"مجھے خودکشی ہی کرنا پڑے گی۔ بات صرف میری ذات کی نہیں ہو گی بلکہ میرا پورا خاندان اس نحوست کا شکار ہو جائے گا۔ تم میری پوزیشن کا اندازہ کر سکتے ہو میرے دوست کہ میں کتنا پریشان ہوں۔" مسٹر بیکن کا لہجہ واقعی متاثر کن تھا۔ میں نے اسے محسوس کیا۔

"لاس اینجلیس میں تمہارا آدمی ان لوگوں کے خلاف کام کر رہا ہے؟" میں نے سوال کیا۔

"ہاں۔ میں نے یہ بات صرف تمہیں بتائی ہے اور جو کچھ میں نے کہا ہے اس میں ایک بات بھی غلط نہیں ہے۔"

"اگر یہ بات غلط نکلی تو۔؟"

"تم جو سلوک چاہو میرے ساتھ کر سکتے ہو۔ میں خود اس زندگی سے عاجز ہوں۔ انہوں نے مجھے تباہ کر کے رکھ دیا ہے۔ میں ان سے چھٹکارا حاصل کرنے کا خواہشمند ہوں۔"

"تب مسٹر بیکن۔ میں لاس اینجلیس جانا چاہتا ہوں۔"

"اگر تم پوری سنجیدگی سے ان کے خلاف کچھ کرنا چاہتے ہو تو میں تمہاری ہر مدد کرنے کے لیے تیار ہوں۔ وہاں میرا جاسوس ایلن کاربٹ تمہاری پوری پوری مدد کرے گا۔ اگر تم مجھے اپنی روانگی کے بارے میں بتا دو تو میں اسے لکھ دوں۔ اور اگر تم وہاں کی پولیس کی مدد بھی چاہو تو میں مخصوص ذرائع سے تمہاری مدد کر سکتا ہوں۔ میں نے ایلن کاربٹ کو بھی وہاں آسانیاں دے رکھی ہیں۔"

"ایک بات سمجھ میں نہیں آتی مسٹر بیکن جب آپ اس قدر بااختیار آدمی ہیں تو آپ نے پولیس کی مدد سے یہ سب کچھ کیوں نہیں کیا؟"

"میں گردن تک اس دلدل میں غرق ہوں۔ کبھی کھل کر ان کے خلاف کچھ نہیں کر سکتا۔ بس چوری چھپے اپنے ذرائع استعمال کر رہا ہوں۔ لاس اینجلیس میں انہوں نے موت کا کاروبار شروع کر رکھا ہے۔ نشہ آور ادویات کا استعمال معصوم لوگوں کو کرا کے وہ انہیں موت کی سمت دھکیل رہے ہیں۔ اگر تم ان لوگوں کے خلاف کام کر کے اس گروہ کو توڑ دو تو یہ انسانیت کے لیے ایک بڑا کام ہو گا۔"

"بشرطیکہ آپ اس سلسلے میں میرے ساتھ پرخلوص تعاون کرنا چاہتے ہوں۔"

"اس کے لیے تمہیں مجھ پر یقین کرنا پڑے گا۔ میں اور کوئی ثبوت تمہیں فراہم نہیں کر سکتا۔ یا پھر ٹھہرو۔ تمہاری تسلی کے لیے میں کچھ اور بھی کرنے کو تیار ہوں۔"

"کہو۔" میں نے کہا

"میں تمہارے لیے ایک خصوصی اجازت نامہ پولیس ڈیپارٹمنٹ سے حاصل کر سکتا ہوں جس کی مدد سے تم لاس اینجلیس میں بہ آسانی ان لوگوں کے خلاف کام کر سکتے ہو۔ ضمانت کے طور پر میں اپنی بیٹی اور بھتیجی کو تمہارے ساتھ کر دوں گا۔ دونوں لڑکیاں وہاں تمہارے ساتھ تعاون کریں گی۔ دونوں بے حد ذہین ہیں اور ایڈونچر پسند ہیں۔ تم سمجھتے ہو کہ میرے عدم تعاون کی شکل میں مجھے کیا نقصان پہنچ سکتا ہے۔"

اس گفتگو کے بعد مسٹر بیکن پر شک کرنا گناہ تھا۔ اس سے زیادہ وہ شخص اور کیا کر سکتا تھا۔

"کیا آپ میرے لیے یہ خصوصی اجازت نامہ حاصل کر سکتے ہیں؟"

"ہاں۔ ایسا ہی ایک اجازت نامہ میں نے کاربٹ کے لیے بھی حاصل کیا تھا۔ جس سے اسے وہاں بہت سی آسانیاں حاصل ہیں۔"

"اب مجھے آپ پر مکمل اعتماد ہے مسٹر بیکن۔ لیکن کیا آپ کی بیٹی اور بھتیجی اس کے لیے تیار ہو جائیں گی؟"

"خلوص دل سے۔ وہ بہت پرجوش لڑکیاں ہیں اور تم دیکھو گے وہ کس طرح تمہاری معاون ثابت ہوتی ہیں۔"

"میں ان سے ایک ملاقات کر سکتا ہوں؟"

"آج ہی رات کو دونوں کام ہو جائیں گے۔ تم ڈنر میرے ساتھ کرو۔ اور اس آخری شکل میں جس میں تم لاس اینجلیس کا سفر کرنا چاہتے ہو۔" مسٹر بیکن نے کہا۔

"میں بھی زندگی کا یہ آخری کھیل کھیلنا چاہتا ہوں اور اس کے لیے اپنا سب کچھ نچھاور کرنے کو تیار رہوں۔"

"تو پھر رات کو آٹھ بجے۔"

"ہاں۔ میں تمہارا تعارف کس نام سے کراؤں ان لڑکیوں سے۔" بیکن نے پوچھا۔

"یہ آپ کی مرضی پر منحصر ہے۔ آپ چاہیں تو نواز کی حیثیت سے یا پھر کوئی بھی نام بتا دیں۔ اب مجھے آپ کی کسی بات پر اعتراض نہیں ہے۔"

"بہت بہت شکریہ۔ میں بھی یہی چاہتا ہوں کہ اب ہمارے درمیان جو بھی گفتگو ہو مکمل اعتماد کے ساتھ ہو اور اس میں ہم لوگ ایک دوسرے پر کسی قسم کا شک و شبہ نہ کریں۔" مسٹر بیکن نے کہا

"جی ہاں۔ میں آپ سے کہہ چکا ہوں کہ اب میں آپ پر مکمل اعتماد کرتا ہوں، تو پھر اس سلسلے میں تمام باتیں ختم ہو جاتی ہیں۔"

"ٹھیک ہے تو پھر رات کو تم میرے پاس پہنچ رہے ہو؟"

"یقیناً۔ میں آٹھ بجے آپ کے پاس پہنچ جاؤں گا۔" میں نے جواب دیا۔ اور پھر میں نے چونک کر کہا "لیکن ایک منٹ۔"

"ہاں، ہاں کہو۔ ابھی تمام باتیں طے کیے لیتے ہیں تاکہ بعد میں ہمیں کسی قسم کی کوئی دقت نہ اٹھانی پڑے۔"

"اپنی لڑکی اور اپنی بھتیجی سے آپ اس سلسلے میں کیا کہیں گے؟"

"ہاں۔ یہ ایک انتہائی ضروری سوال تھا۔ میں تم سے کہہ چکا ہوں کہ وہ دونوں لڑکیاں ایڈونچر پسند ہیں اور اس قسم کے ہنگاموں میں بڑی دلچسپی لیتی ہیں۔ اور میں نے اندازہ لگایا ہے کہ وہ بے حد ذہین ہیں۔ لیکن ظاہر ہے لڑکیاں ہیں اس لیے میں ان کے اس شوق کی تکمیل نہیں کر سکتا۔ اپنے طور پر ہی جو کچھ کر سکتی ہیں، کر لیتی ہیں۔"

"بالکل بالکل، کیا نام ہیں ان کے۔"

"میری بیٹی کا نام ٹریسا بیکن ہے اور میرے بھائی کی بیٹی

سوئیٹا مورگن ہے یہ دونوں لڑکیاں جوان العمر ہیں۔ بہرطور ہم ان سے یہی کہیں گے کہ منشیات فروشوں کے خلاف ہم ایک مہم سرانجام دے رہے ہیں اور یہ مہم صرف انسانیت کی خدمت اور بھلائی کے لیے ہے۔ چنانچہ تم تینوں کو اس سلسلے میں لاس اینجلیس میں کام کرنا ہوگا

"نہایت موزوں بات ہے۔ ایلین کاربٹ کے بارے میں کیا خیال ہے؟"

"میں تمہیں ایلین کاربٹ کی تصویر مہیا کردوں گا اور اس کے بارے میں تھوڑی بہت تفصیل بتادوں گا۔ ویسے جب تم روانہ ہوگے تو میں ایلین کاربٹ کو اپنے ذرائع سے اطلاع دے دوں گا کہ تم وہاں آئے ہو۔ وہ تمہیں بھی میرے ایک ساتھی اور دوست کی حیثیت سے خوش آمدید کہے گا۔ اس سے زیادہ اسے کچھ بتانے کی ضرورت نہیں کیونکہ بہرطور میں نے اس پر بھی اتنی ہی حقیقتوں کا انکشاف کیا ہے جتنی مناسب ہوسکتی تھیں۔" مسٹر بیکن نے کہا اور میں نے پُرخیال انداز میں گردن ہلادی۔

میرے خیال میں نرلوکا کے خلاف مجھے اس مہم کے سلسلے میں لاس اینجلیس تو جانا ہی تھا چونکہ اس کے بارے میں مجھے خاصی معلومات ہوچکی تھیں۔ میں یہ تو نہیں کہہ سکتا تھا کہ میں لاس اینجلیس جانے کے بعد سیدھا نرلوکا کی گردن پر جا پہنچوں گا لیکن بہرطور مسٹر وکٹر ویلیی سے مجھے اس بارے میں کچھ نہ کچھ معلومات تو حاصل ہو ہی جائیں گی اور میں اس سلسلے میں بہت پُرجوش تھا۔ اگر مسٹر ویلیی میرے ہاتھ آجائیں تو کم از کم زیبی کا معاملہ تو حل ہو ہی جاتا کیونکہ زیبی کو نیویارک سے اغوا کیا گیا ہے۔ اور نیویارک میں کوئی کنٹرولر موجود نہیں ہے۔ چنانچہ یقینی طور پر لاس اینجلیس ہی سے یہ کام کرایا گیا ہوگا۔ چونکہ مسٹر ویلیی بقول مسٹر بیکن کے نیویارک کے معاملات بھی کنٹرول کرتا ہے چنانچہ اس کے علم میں ضرور ہوگا کہ نرلوکا کے ایماء پر زیبی کو اغوا کرکے کہاں پہنچایا گیا ہے۔ یا پھر ممکن ہے زیبی مجھے لاس اینجلیس میں ہی مل جائے۔

یہ تمام احساسات دل میں ایک حسرت بن کر اُبھر رہے تھے۔ بہرطور میں مسٹر بیکن سے رخصت ہوکر باہر نکل آیا۔ کوئی خاص کام نہیں تھا۔ اب تو تمام معاملات مسٹر بیکن کے اوپر جا پڑے تھے۔ مجھے تو صرف پولیس کی نگاہوں سے محفوظ رہنا تھا اور یہ کام میں نہایت خوش اسلوبی سے انجام دے رہا تھا۔ میں جانتا تھا کہ امریکن پولیس بڑی ذہانت سے میری راہوں پر دوڑ رہی ہوگی۔ لیکن بہرطور میں بھی معمولی شخصیت کا مالک نہیں تھا۔ زندگی جس انداز میں گزری تھی اس میں مجھے یہ سب کچھ سمجھ میں آچکا تھا کہ کس طرح اپنے آپ کو محفوظ رکھا جاسکتا ہے۔ مشتبہ جگہوں سے بچا جائے اور ایسی تمام حرکتوں سے بچا جائے جو پولیس کو میری طرف متوجہ کرسکتی تھیں۔ اور میں یہی سب کچھ کر رہا تھا۔

وقت مقررہ پر میں مسٹر بیکن کی کوٹھی میں جا پہنچا۔ کوٹھی کے پائیں باغ میں نیم تاریکی سی چھائی ہوئی تھی۔ پورچ میں چند کاریں کھڑی ہوئی تھیں۔ قرب و جوار میں کوئی موجود نہیں تھا۔ مسٹر بیکن کے بارے میں اب دل میں کوئی شک و شبہ نہیں رہا تھا۔ لیکن اس احتیاط کا کیا کرتا جو میری فطرت میں رچی بسی تھی۔

میں نہایت محتاط انداز میں آگے بڑھا اور اس برآمدے سے اندر جانے کے بجائے بغلی سمت کے دروازے سے اندر داخل ہوگیا، جس میں مجھے ایک راہداری سے گزر کر برآمدے کی عقبی راہداری میں پہنچ جانا تھا۔ اگر کوئی مشتبہ بات ہوگی تو مسٹر بیکن سامنے ہی کی سمت سے کچھ کریں گے اور اگر نہیں ہے تو پھر میرے لیے یہی راستہ مناسب تھا۔

چنانچہ میں عقبی راستے سے ہوتا ہوا بیچ والی راہداری میں پہنچا۔ اور وہاں سے مسٹر بیکن کی خواب گاہ کے دروازے پر۔ میں نے ڈرائینگ روم میں روشنی دیکھی۔ اندر سے باتیں کرنے کی آوازیں آرہی تھیں۔ مسٹر بیکن اندر ہی موجود تھے اور ان کے ساتھ ہی وہ دونوں لڑکیاں بھی جن کا انہوں نے تذکرہ کیا تھا۔ میں نے دروازے پر آہستہ سے دستک دی اور وہ لوگ چونک پڑے۔

"ہاں۔ کیا بات ہے، آجاؤ۔" مسٹر بیکن کی آواز اُبھری اور میں اندر داخل ہوگیا۔ مجھے دیکھ کر وہ لوگ چونک پڑے تھے۔

"اوہو۔ آؤ آؤ مسٹر نواز۔ لیکن ملازمین نے مجھے تمہارے بارے میں اطلاع نہیں دی۔ حالانکہ میں نے انہیں سامنے کی سمت متعین کردیا تھا۔ میں نے ان سے کہا تھا کہ مجھے تمہارے آنے کی اطلاع دی جائے۔"

"کوئی بات نہیں ہے مسٹر بیکن۔"

"ان سے ملو۔ یہ میری بیٹی ٹریسا ہے اور یہ سوئیٹا ہے۔ دونوں لڑکیاں جب سے میں نے اس مہم کے بارے میں بتایا ہے جوشِ مسرت سے بے قابو ہوئی جارہی ہیں۔ تم سے ملنے کے لیے نہایت بے چین تھیں ویسے میں نے انہیں بتادیا ہے کہ مسٹر نواز ایشیائی ہیں لیکن بہت ہی ذہین ہیں۔ بہت سے ایسے کارنامے سرانجام دے چکے ہیں جو سننے کے قابل ہیں۔ منشیات فروشوں کے گروہ ختم کرنے میں انہیں خاص مہارت حاصل رہی ہے۔" مسٹر بیکن نے یہ بات ان لڑکیوں کو بے وقوف بنانے کے لیے کہی تھی لیکن یہ سو فیصدی حقیقت تھی۔ میں نے اس سلسلے میں واقعی بہت کچھ کیا تھا۔ لیکن اس کا اظہار غیر مناسب تھا۔

لڑکیوں نے بے تکلفی سے مجھ سے مصافحہ کیا۔ دونوں لڑکیاں خاصی خوش شکل تھیں۔ ٹریسا کے بال گہرے سیاہ تھے اور سوئیٹا کے بالوں کی رنگت اخروٹی تھی۔ مزاجاً بھی دونوں خوش مزاج تھیں۔ انہوں

نے پُرمسرت نگاہوں سے مجھے دیکھا اور مسٹر بیکن نے مجھے بیٹھنے کی پیشکش کی۔ تھوڑی ہی دیر کے بعد سلسلۂ گفتگو کا آغاز ہوگیا۔ مسٹر بیکن نے کہا۔

"جب سے میں نے ان دونوں لڑکیوں کو اس مہم کے بارے میں بتایا ہے یہ اس سلسلے میں بہت ہی پرجوش ہیں۔ میں نے انہیں تمام تفصیلات بتادی ہیں کہ کس طرح ہمیں لاس اینجلیس پہنچنے کے بعد اس گروہ کے خلاف کارروائیاں کرنی ہیں جو منشیات کی تجارت کرتا ہے اور بے شمار انسانوں کو موت کی نیند سُلا چکا ہے۔ موت کے یہ سوداگر لاس اینجلیس میں ایک بہت بڑا گروہ قائم کیے ہوئے ہیں اور تم لوگوں کو اسی گروہ کو فنا کرنا ہے۔ بلاشبہ یہ کام حکومت کے تعاون سے براہ راست نہیں ہو رہا۔ لیکن حکومت کے چند محکموں کو اس سلسلے میں اطلاع دی جائے گی اور وہ سب لوگوں سے تعاون کریں گے۔ اب اس سلسلے میں تم طریقہ کار کا تعین کرو۔ کیوں کہ ان معاملات میں زیادہ ذہین آدمی نہیں ہوں۔ مسٹر بیکن نے کہا اور میں لڑکیوں سے گفتگو کرتا رہا۔

ٹریسا اور سوئیٹا مجھ سے مختلف سوالات کرتی رہیں اور میں انہیں جواب دیتا رہا۔ وہ میرے جوابات سے خاصی مطمئن نظر آرہی تھیں۔ پھر ان میں سے ایک نے مسٹر بیکن سے پوچھا۔

"ہم لوگ یہاں سے کب روانہ ہوں گے؟"

"بہتر تو یہ ہوگا کہ کل ہی — زیادہ دیر کرنے کی کیا ضرورت ہے کیوں مسٹر نواز آپ اس سلسلے میں کچھ زیادہ وقت تو طلب نہیں کرتے؟"

"نہیں جناب، میں بالکل تیار ہوں۔" میں نے جواب دیا۔

"تو پھر ٹھیک ہے، تمام ضروری معاملات طے کرلو۔ اس کے بعد کل تمہیں روانہ ہوجانا ہے — ویسے میرا خیال ہے مسٹر نواز کہ دونوں لڑکیاں اجنبی حیثیت سے تمہارے ساتھ جائیں، یعنی تم ایک دوسرے سے ربط کا اظہار مت کرو بلکہ الگ اپنا اپنا کام انجام دو لیکن ایک دوسرے سے رابطہ بھی قائم رکھو۔"

"میں بھی یہی چاہتی تھی ڈیڈی، اس طرح ہم کم از کم بیک وقت کسی کی نگاہ میں آنے سے بچ جائیں گے۔" ٹریسا بولی۔

"کیوں سوئیٹا تمہارا کیا خیال ہے—؟" میں نے پوچھا۔

"ہاں۔ اس میں کوئی حرج نہیں ہے، بلکہ مصلحت کے لحاظ سے یہ کارروائی بہتر ہے۔" سوئیٹا بولی

"تو پھر ٹھیک ہے۔ میں تیاریاں کیے لیتا ہوں۔"

"رات کے کھانے کے بعد میں نے ان سے اجازت طلب کی اور وہاں سے واپس چل پڑا۔ میرے دل میں ٹھنڈک سی اُتر رہی تھی، نیویارک مگر مجھے اندازہ ہوگیا تھا کہ میرے لیے خطرات زیادہ ہیں اور زیبی کے ملنے کی امید ہیں ہے۔ ۔۔۔ اب میری نگاہوں میں لاس اینجلیس ناچ رہا تھا۔

دوسرے دن تمام تیاریاں کرنے کے بعد میں ایرپورٹ پہنچ گیا۔ مسٹر بیکن لڑکیوں کو چھوڑنے نہیں آئے تھے۔ بلکہ وہ اپنے طور پر سفر کے لیے تیار تھیں۔ البتہ ان میں سے ایک نے چالاکی سے مجھے ایک چھوٹا سا چرمی بیگ تھمادیا جس میں میری ضروریات کی چیزیں موجود تھیں یعنی اس میں وہ اجازت نامہ بھی تھا جو مقامی پولیس کے لیے تھا اور اس اجازت نامے کی رو سے ایرپورٹ کسٹم ہاؤس سے لے کر تقریباً تمام جگہوں پر میرے لیے تیاریاں کردی گئی تھیں اور مجھے کسی بھی جگہ دقت کا سامنا نہیں کرنا پڑا۔

مسٹر بیکن کچھ ذاتی اثر و رسوخ بھی رکھتے تھے۔ یہ دوسری بات ہے کہ وہ اس طرح دلدل میں پھنسے تھے کہ ان اثر و رسوخ سے کام لے کر بھی اپنی گلوخلاصی نہیں کرا سکتے تھے لیکن بہرطور انہوں نے میرے لیے جو آسانیاں فراہم کی تھیں میں انھیں نظر انداز نہیں کرسکتا تھا۔ انھوں نے مجھے پہلے ہی بتادیا تھا کہ ایرپورٹ کسٹم پر بھی مجھے کوئی دقت پیش نہیں آئے گی، چنانچہ اگر میں اپنے ساتھ کچھ ایسا سامان لے جانا چاہوں جو کسی خاص نوعیت کا ہو اور ان لوگوں کے خلاف کام آسکے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ بہرطور میں نے اپنے طور پر تیاریاں کرلی تھیں۔

لڑکیاں ایک طرف لاؤنج میں جا بیٹھیں۔ میں بھی ان کی طرف متوجہ نہیں ہوا تھا۔ پھر ہمیں اس طیارے میں بیٹھنے کا حکم ملا جو ہمیں لے کر لاس اینجلس کی طرف پرواز کرنے والا تھا۔ اور ہم طیارے میں پہنچ گئے میں نے اپنی آرام دہ نشست سنبھال لی تھی اور اس کے بعد میں خیالات کی دنیا میں کھو گیا۔

میرے ذہن میں زیبی کا چہرہ رقصاں تھا۔ میری زیبی نہ جانے کس حال میں ہوگی۔ حیرت کی بات تھی میری زندگی کا پچھلا دور جس طرح گزرا اس کا ایک ایک لمحہ میں نے اپنے دوستوں سے پوشیدہ نہیں رکھا تھا۔ لیکن زیبی میری زندگی میں کچھ اس طرح داخل ہوئی تھی کہ اس کے بعد اس ساری کائنات میں کچھ نہ رہا۔ میں نے اس سے اتنی محبت کی تھی کہ محبت کا اس کے آگے تصور ہی ختم ہوجائے اور اب اس کی جدائی کے بعد یہ ساری دنیا مجھے خالی خالی محسوس ہو رہی تھی۔ مجھے احساس بھی نہ ہوا طیارہ کب فضا میں اُڑا اور کب اس نے اپنا یہ سفر طے کیا۔ نیویارک سے لاس اینجلس تک کا سفر بس انہی خیالات میں ڈوبے ڈوبے کٹا اور اس کے بعد جب ہمیں حکم ملا کہ طیارہ لاس اینجلس کے ہوائی اڈے پر اُترنے والا ہے تب میں چونکا۔ میں نے دوسرے مسافروں کی طرح حفاظتی بیلٹ باندھ لی اور گردن موڑ کر پچھلی سیٹوں پر نظر ڈالی۔ ٹریسا اور سوئیٹا اُترنے کی تیاریاں کر رہی تھیں۔ نہ جانے کس فطرت کی مالک تھیں۔ ابھی تک میری ان سے کوئی خاص نشست نہیں رہی تھی، جو میں ان کے بارے میں کچھ جان سکتا۔ ویسے دونوں لڑکیاں اپنی کشادہ پیشانی

اور ذہین آنکھوں سے ہوشیار سمجھدار اور چالاک معلوم ہوتی تھیں اور میرا خیال تھا کہ شاید وہ میری مہم میں مکمل طور پر معاون ثابت ہوں گی۔

طیارے کے پہیئے رن وے سے ٹکرائے تو میں نے ایلن کاربٹ کے بارے میں سوچا۔ اگر میرا اندازہ غلط نہیں تھا تو ایلن کاربٹ ہوائی اڈّے پر میرا انتظار کر رہا ہوگا۔ مجھے اس کی تصویر دکھا دی گئی تھی اور میں نے اس کا حلیہ اچھی طرح ذہن نشین کر لیا تھا۔ بقول مسٹر بکین کے اُس کے پاس نہایت اہم اور ضروری معلومات موجود تھیں جن کے لیے اسے ہدایت کر دی گئی تھی کہ وہ مجھ سے ملاقات کر کے مجھے ان کی تفصیل بتا دے۔

طیارہ رُکنے کو تھا۔ میں حفاظتی پیٹی کھول کر اُٹھ کھڑا ہوا اور تیز تیز قدم اُٹھاتا ہوا دروازے کے نزدیک پہنچ گیا۔ دوسرے مسافر قطار میں کھڑے اپنی باری کا انتظار کر رہے تھے۔ میں ان سب کو پیچھے ہٹاتا ہوا آگے بڑھا۔ میری اس حرکت پر بہت سے مسافروں نے ناک بھوں چڑھائی تھی لیکن کسی نے خاص طور سے کچھ نہ کہا۔

جہاز کا دروازہ کھلا۔ میں نے جہاز سے نکل کر متحرک پلیٹ فارم پر قدم رکھا۔ سامنے ہی ایک شخص کالے اوورکوٹ میں ملبوس ایک فضائی کمپنی کا بیگ اٹھائے نظر آیا۔ اس کا داہنا گال کنپٹی سے ٹھوڑی تک دوہرا تھا یعنی اس پر گہرے زخم کا نشان موجود تھا۔ میں نے اس پر ایک اُچٹتی سی نگاہ ڈالی اور دوسری طرف متوجہ ہو گیا۔ پلیٹ فارم کے آخری سرے پر چار آدمی کھڑے ہوئے تھے۔ ان میں سے ایک کو میں نے پہچان لیا۔ یہ ایلن کاربٹ تھا۔ درمیانی جسامت کا ذہین اور پھرتیلا شخص جس کو میں نے پہلی نگاہ میں پہچان لیا۔ لیکن میں نے اسے اپنی طرف متوجہ نہیں کیا تھا اور دوسرے معاملات سے نمٹنے کے بعد اب اس تک پہنچنا چاہتا تھا۔

میں اس پر نگاہیں جمائے آگے بڑھتا رہا۔ لیکن دفعتاً میں نے ایک عجیب بات محسوس کی۔ وہ شخص جس کے گال پر زخم کا نشان موجود تھا، ایلن کاربٹ کی جانب بڑھ رہا تھا۔ اس نے بیگ نیچے لٹکانے کے بجائے سینے تک اوپر اُٹھا رکھا تھا اور یہی بات میری توجہ کا باعث بنی تھی۔ میں پریشان نگاہوں سے ایلن کاربٹ کی طرف دیکھا اور میں نے محسوس کیا کہ اس کے چہرے کے تاثرات بھی بدل گئے ہیں۔ میں نے اندازہ لگا لیا کہ دال میں کچھ کالا ضرور ہے۔ یہ سوچ کر میں تیزی سے آگے بڑھنے لگا اور پھرتی سے اس شخص کے نزدیک پہنچ گیا۔ لیکن جیسے ہی اس خطرناک آدمی کے نزدیک پہنچا، وہ پھرتی سے مڑا اور بیگ پوری قوت سے میرے پیٹ پر دے مارا۔ فضائی بیگ عموماً نرم و نازک ہوتے ہیں، لیکن یہ بیگ تو جیسے لوہے کا تھا۔ ضرب پڑتے ہی میری آنکھوں کے سامنے تارے سے ناچ اُٹھے۔ میں شدّتِ تکلیف سے دوہرا ہو کر فرش پر گر پڑا۔

ایلن کاربٹ نے گھبرا کر اِدھر اُدھر نگاہ ڈالی مگر کوئی راہِ فرار دکھائی نہ دی۔ پیچھے ہٹنا چاہا تو چند لمحے پہلے جو تین آدمی اس کے آس پاس کھڑے ہوئے تھے انہوں نے راستہ روک لیا۔ وہ تینوں یقینی طور پر اس بیگ والے شخص کے ساتھی تھے۔

میں نے سر اُٹھا کر دیکھا۔ وہ شخص اب ایلن کاربٹ کے نزدیک پہنچ چکا تھا اور بیگ کی آڑ سے پستول کی نال باہر نکلی ہوئی صاف نظر آ رہی تھی۔ اسے دیکھ کر میں بے بسی سے ہونٹ کاٹنے لگا۔ ان حالات میں میرے لیے کاربٹ کی جان بچانا بے حد مشکل تھا۔ کاربٹ نے بھی بیگ کی آڑ میں چھپے ہوئے پستول کو دیکھ لیا تھا۔ اس کے چہرے پر موت کے سائے رقص کر رہے تھے۔ دفعتاً اس نے اپنے کوٹ کی جیب میں ہاتھ ڈال کر اپنا ریوالور نکالنا چاہا لیکن اجنبی نے اسے مہلت نہ دی اور فوراً ہی فائر کر دیا۔ ٹھس کی ہلکی سی آواز سنائی دی اور اگلے ہی لمحے کاربٹ کے سینے سے خون کی سرخ دھار پھوٹ نکلی۔ وہ ڈگمگایا۔ پھر جھکا اور لہراتا ہوا منہ کے بل زمین پر گر پڑا۔ یہ سارا واقعہ اس قدر برق رفتاری سے رونما ہوا تھا کہ مجھے کچھ کرنے یا سوچنے کا وقت ہی نہیں مل سکا تھا۔

چند لمحات کے بعد میں اُٹھ کھڑا ہوا — کاربٹ کے گرد اب بھیڑ لگ چکی تھی۔ اس کے نزدیک جانا اب بالکل بے مقصد تھا۔ وہ میری مدد سے بے نیاز ہو چکا تھا۔ میری سمجھ میں کچھ نہیں آتا تھا کہ یہ سارا واقعہ کس طرح پیش آیا۔ کاربٹ کی طرف سے ان لوگوں کو شبہ کیسے ہوا۔ ایئر پورٹ پر ہی اسے کیوں ہلاک کرنے کا فیصلہ کیا گیا—؟ اور یہ بھی اندازہ نہیں ہو سکا تھا کہ وہ لوگ میرے بارے میں جانتے ہیں یا نہیں۔ سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ میں کیا کروں — میں نے باہر جانے والے راستے پر نظر ڈالی۔ قاتل اطمینان سے ٹہلتا ہوا جا رہا تھا۔ جیسے قتل اس نے نہیں کسی اور نے کیا ہو— اور اسے اس حادثے کے بارے میں کچھ معلوم ہی نہ ہو۔ یوں بھی اس پر کوئی شک نہیں کر سکتا تھا۔ یعنی شاہدوں میں صرف چار آدمی تھے— ایک میں اور تین اس کے ساتھی جو قتل کے بعد فوراً بھیڑ میں شامل ہو گئے تھے۔

میرے متعلق شاید ان لوگوں کو ابھی کوئی فکر نہیں تھی اور ممکن ہے وہ یہ سوچ رہے ہوں کہ میں انہیں روک کر خواہ مخواہ کوئی مصیبت مول نہیں لوں گا۔ میں لڑکھڑاتا ہوا قاتل کے پیچھے لپکا۔ وہ دروازے کے نزدیک پہنچ چکا تھا۔ میری آہٹ پا کر وہ تیزی سے مڑا اور اپنی خونخوار آنکھیں میرے چہرے پر گاڑ دیں۔ پھر اچانک اس نے ہاتھ بلند کیا۔ بیگ کی آڑ سے ریوالور دکھائی دیا۔ اس پر اب بھی سائلینسر چڑھا ہوا تھا۔ مجھے اپنی موت یقینی نظر آنے لگی۔

میرا بھی حشر وہی ہونے والا تھا جو ایلن کاربٹ کا ہوا تھا۔ اپنے ہولناک انجام کے تصور سے میرے بدن میں جھرجھری سی آ گئی۔ میرا ریوالور سوٹ کیس میں تھا اور میں عجلت میں اس سے بہت [illegible] پڑا تھا۔

دفعتاً وہ گھبرا سا گیا۔ اس کی نگاہیں میرے [illegible] سے میں کہیں اور سے

ہوئی تھیں۔ میں نے گردن گھمائی۔ ایلن کاربٹ کے گرد اکٹھے ہونے والے کچھ لوگ ہماری طرف دیکھ رہے تھے۔ اتنے سارے لوگوں کی موجودگی میں اسے مجھ پر گولی چلانے کی ہمت نہیں ہوئی۔ اس نے ریوالور والا ہاتھ نیچے کر لیا اور مڑ کر تیزی سے باہر نکل گیا۔

میں نے بھی اس کا پیچھا نہیں چھوڑا تھا۔ اگلی راہداری پاسپورٹ اور دیگر کاغذات کی چیکنگ کے لیے مخصوص تھی۔

میں لڑکھڑاتا ہوا پہلے کاؤنٹر کے پاس سے گزرا تو کسٹم حکام چونکے۔ انہوں نے بھانپ لیا کہ کوئی گڑبڑ ضرور ہے۔ اس اثنا میں قاتل دسترس سے باہر جا چکا تھا۔ چنانچہ دو سپاہی مجھے روکنے کے لیے آگے بڑھے۔ قاتل کو پکڑنا ضروری تھا۔ میں نے سپاہیوں کو اپنے راستے سے ہٹایا اور لپکتا ہوا دروازے تک جا پہنچا۔ ٹھیک اسی لمحے ایک نوجوان لڑکی اندر داخل ہوئی اور بدحواسی میں میرے راستے میں حائل ہو گئی۔ میں نے اسے ہاتھ سے ہٹانا چاہا۔ لیکن لڑکی مجھ پر اس طرح پل پڑی تھی جیسے وہ جان بوجھ کر میرا راستہ روکنے کی کوشش کر رہی ہو۔ میں پھر چونک کر رہ گیا تھا۔ میں نے اسے دھکا دیا اور زور سے چیخا۔

"ہٹو۔ راستے سے ہٹ جاؤ۔" لڑکی ایک بار پھر گر پڑی اور میں پروا کیے بغیر باہر نکل گیا۔

مگر اس عرصے میں قاتل لوگوں کے ہجوم میں غائب ہو چکا تھا۔ اس کا پیچھا ناممکن تھا۔ لاچار میں منہ لٹکائے واپس ہو گیا۔

دروازے پر مٹے کٹے سپاہی میرے منتظر تھے۔ انہوں نے مجھے پکڑ لیا۔ جھنجھلائے ہوئے لہجے میں کہا۔

"ہٹ جاؤ۔ اصل آدمی تم نے بھگا دیا۔ اب میرے نزدیک کیوں آ رہے ہو؟" میرا لہجہ خاصا تحکمانہ تھا۔ دونوں سپاہی ایک دوسرے کو دیکھنے لگے۔ پھر جھجک کر انہوں نے مجھے چھوڑ دیا۔

وہ لڑکی جس نے میرا راستہ روکنے کی کوشش کی تھی۔ کاؤنٹر کے پاس کھڑی اپنی کنپٹی سہلا رہی تھی۔ اس نے ایک خوبصورت اسکرٹ پہن رکھا تھا۔ عمر کوئی بیس سال کے قریب ہو گی۔ میں نے اس کے قریب جا کر معذرت کی۔

"خاتون! میں شرمندہ ہوں۔ میری وجہ سے آپ کو چوٹ لگ گئی۔ دراصل ایک قاتل کا پیچھا کر رہا تھا۔ افسوس وہ میرے ہاتھ سے نکل گیا۔" دفعتاً ایک کسٹم آفیسر نے میرے شانے پر ہاتھ رکھ کر اکھڑے ہوئے لہجے میں کہا۔

"میں یہاں کا انچارج ہوں۔ ہمیں قتل کی اطلاع مل چکی ہے۔ کیا تم مقتول کو جانتے ہو—؟"

"نہیں۔ مقتول میرے لیے بالکل اجنبی ہے۔" میں نے جواب دیا۔

"پھر کسی مسلح قاتل کا پیچھا کرنا دانشمندی تو نہیں مسٹر—؟"

"نواز۔" میں نے اپنا تعارف کرایا۔

"ہوں۔ تمہارے پاس ریوالور ہے؟" میں نے جلدی سے اپنے کوٹ کا بٹن کھول دیا۔ اس نے اطمینان کرنے کے بعد دوبارہ پوچھا۔

"قاتل اگر پکڑا جائے تو تم اُسے پہچان لو گے—؟"

"افسوس نہیں۔ میں اس کی شکل اچھی طرح نہیں دیکھ سکا۔" پھر میں نے لڑکی کی طرف منہ کرتے ہوئے کہا۔

"آپ نے بھی اس قاتل کو بھاگتے ہوئے ضرور دیکھا ہوگا۔ اگر آپ کا سامنا اس سے ہوا تو کیا آپ اسے پہچان لیں گی—؟"

"کیسے پہچان لوں گی میں— آپ نے مجھے دھکا دے کر نیچے گرا دیا تھا۔" وہ تنک کر بولی۔

"ممکن ہے آپ نے اسے دیکھا ہو۔" میں نے آہستہ سے کہا۔

"جی نہیں، سوری۔ میں اس سلسلے میں کوئی قدم نہیں اُٹھانا چاہتی۔" اس نے منہ بنا کر جواب دیا۔ غالباً اس کے جو چوٹ لگی تھی وہ اسے اب بھی تکلیف دے رہی تھی اور وہ تکلیف سے بُرے بُرے منہ بنا رہی تھی

"میں ایک بار پھر معذرت خواہ ہوں کہ آپ کو میری وجہ سے چوٹ لگ گئی۔ لیکن آپ دیکھیے نا میں بھی تو مجبور تھا ایک قاتل میری نگاہوں کے سامنے قتل کر کے فرار ہو رہا تھا۔ میں نے اسے پکڑنے کی کوشش کی لیکن کامیاب نہ ہو سکا۔ ویسے اگر آپ میری مدد کریں تو پولیس آفیسرز کا کام بن سکتا ہے۔"

"میں کہہ چکی ہوں مجھے اس کی ضرورت نہیں۔" لڑکی نے کہا

"ویسے میں آپ سے پوچھ سکتا ہوں آپ یہاں کس سے ملنے آئی تھیں یا کسی کا استقبال کرنے۔" میں نے کہا۔ وہ جھنجھلا کر بولی

"نہ جانے تم کیا اوٹ پٹانگ باتیں کر رہے ہو۔ یہ سوال پوچھنے سے تمہارا مقصد—؟"

"مقصد—" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "مقصد میرا یہی ہے خاتون کہ اگر آپ میرا راستہ نہ روک لیتیں تو شاید میں اس قاتل پر ہاتھ ڈالنے میں کامیاب ہو جاتا۔"

"گویا آپ یہ کہنا چاہتے ہیں کہ میں نے جان بوجھ کر اس قاتل کو آپ کی دسترس سے بچانے کی کوشش کی ہے۔" وہ بگڑے ہوئے لہجے میں بولی۔

"نہیں۔ میں یہ تو نہیں کہہ سکتا لیکن جو کچھ ہوا ہے اس سے آپ انکار بھی نہیں کر سکتیں۔"

"آپ دیکھ رہے ہیں جناب۔ یہ شخص کس طرح سے گفتگو کر رہا ہے۔" وہ تیز ہو کر قریب کھڑے ہوئے کسٹم آفیسر سے بولی اور کسٹم آفیسر نے میری طرف متوجہ ہو کر کہا۔

"یہ مناسب نہیں ہے جناب، یہ اتفاقاً بھی ہو سکتا ہے کہ یہ خاتون

اسی وقت دروازے سے داخل ہوئی ہوں جب آپ باہر نکل رہے تھے۔ اور پھر یہ تمام معاملات پولیس سے تعلق رکھتے ہیں۔ آپ نے چونکہ قاتل کو قتل کرتے ہوئے دیکھا ہے اس لیے بہتر ہوگا کہ آپ پولیس سے اپنی معلومات بیان کر دیں۔۔۔"

"ٹھیک ہے آفیسر۔ مجھے اس پر اعتراض نہیں ہے لیکن جس طرح تم مجھے یہ مشورہ دے رہے ہو، بہتر یہ ہوگا کہ ان خاتون کو بھی اس میں شامل کر لو۔ اس سے یہ فائدہ ہوگا کہ دو آدمی اس قتل کے گواہ ہو جائیں گے۔"

"میں قتل کی گواہ کب ہوں۔ نہ میں نے قتل ہوتے ہوئے دیکھا ہے نہ قاتل کو۔ یہ تو صرف ایک اتفاقیہ بات تھی۔" لڑکی بولی۔

"اس کے باوجود خاتون، چونکہ میں اس بات پر شبے کا اظہار کر رہا ہوں کہ آپ نے میرے اور قاتل کے درمیان جان بوجھ کر حائل ہونے کی کوشش کی تھی اس لیے آپ کو اخلاقاً بھی اور قانوناً بھی میرے ساتھ پولیس آفیسر تک پہنچنا ہوگا۔" کسٹم آفیسر نے یہ صورت حال دیکھی تو پُرخیال انداز میں گردن ہلا کر بولا۔

"میرا خیال ہے یہ صاحب ٹھیک کہتے ہیں۔ اگر آپ اپنا تھوڑا سا قیمتی وقت اس کام کے لیے صرف کر دیں تو کوئی حرج نہیں ہوگا۔" لڑکی بے بسی سے اِدھر اُدھر دیکھنے لگی۔ پھر اس نے شانے ہلاتے ہوئے کہا۔

"ٹھیک ہے۔ مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے۔" اسی دوران ثریا اور سونیا وہاں پہنچ گئیں۔ وہ کسٹم آفیسر سے اپنے کاغذات وغیرہ چیک کرانے لگیں۔ میری طرف انہوں نے صرف ایک نگاہ دیکھا تھا۔ ذہین اور سمجھدار لڑکیاں تھیں۔ شاید صورت حال کا انہیں کسی حد تک اندازہ ہو چکا تھا۔ اس لیے وہ بے تعلق سی آگے بڑھ گئیں۔ چند لمحات کے بعد میں ایئرپورٹ کی پولیس برانچ کے آفس میں موجود تھا۔ میرے ساتھ وہ لڑکی بھی یہاں تک آئی تھی۔ لڑکی کو ایک طرف بٹھا دیا گیا تھا۔ آفیسر شاید لاش وغیرہ میں مصروف ہو گئے تھے۔ چنانچہ ہمیں چند لمحات ان کا انتظار کرنا پڑا۔ کسٹم آفیسر نے میرے بارے میں انہیں اطلاع دے دی تھی۔ چنانچہ ایک پولیس آفیسر اندر پہنچ گیا۔ اس کے ساتھ دو تین ماتحت بھی تھے۔ اس نے بغور میری طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"تو آپ نے قاتل کو قتل کرتے ہوئے دیکھا ہے۔۔؟"

"جی ہاں۔ بس اتفاقیہ طور پر میری نگاہ اس طرف اُٹھ گئی تھی۔"

"کیا آپ مقتول کو جانتے ہیں؟"

"کمال کی بات ہے میں اس طیارے سے اُترا ہوں۔ بھلا مقتول سے میری کیسے واقفیت ہو سکتی ہے۔ میں نے یہ اتفاقیہ حادثہ دیکھا۔ قاتل نے چونکہ مقتول پر حملہ کرنے کی تیاریاں کر لی تھیں اور میں نے اسے دیکھ لیا تھا اس لیے اس نے اپنا وہ بیگ میرے پیٹ پر بھی مارا جس گواہ دوسرے بہت سے لوگ ہوں گے۔ میں پیٹ کی تکلیف سے اگر رُک نہ جاتا تو شاید قاتل کو قتل کرنے سے روک سکتا تھا۔"

"خیر۔ یہ تو ناممکن تھا۔ اس کے ہاتھ میں پستول تھا۔ دوسری گولی وہ آپ پر بھی چلا سکتا تھا۔۔۔"

"تاہم میں نے اپنا یہ قانونی فرض سمجھا۔" میں نے جواب دیا۔

"آپ مجھے اپنے بارے میں کچھ بتا سکتے ہیں؟"

"جی ہاں۔ یہ میرے اپنے کچھ کاغذات ہیں۔" میں نے ہاتھ کی آڑ میں وہ خصوصی اجازت نامہ پولیس کے سامنے پیش کر دیا جو مسٹر بیکن نے فراہم کیا تھا۔ پولیس آفیسر کی نگاہ اس اجازت نامے پر پڑی تو وہ ایک لمحے کے لیے چونک سا پڑا۔ اس نے اپنے چہرے کے تاثرات چھپانے کی کوشش نہیں کی تھی اور پھر جب میری اس سے نگاہ ملی تو میں نے اسے آنکھ مار دی۔ پولیس آفیسر اس طرح میرے آنکھ مارنے سے مستعد ہو گیا تھا۔

"ٹھیک ہے۔ میرا خیال ہے آپ کے کاغذات درست ہیں۔ ہاں تو خاتون۔ اب میں آپ سے اس سلسلے میں کچھ سوالات کر سکتا ہوں؟"

"میرے ساتھ تو یہ زیادتی ہو رہی ہے جناب۔۔؟"

"ممکن ہے ایسا ہو۔ ویسے کیا آپ مجھے اپنا نام بتا سکتی ہیں؟"

"میرا نام گرین ہاؤچ۔" لڑکی نے جواب دیا۔

"شکریہ مس ہاؤچ۔ براہِ کرم آپ اپنا نام اور پتہ ہمیں نوٹ کرا دیجیے ممکن ہے دوبارہ ملاقات کی ضرورت پیش آئے۔" لڑکی نے تنک مزاجی سے ٹیڑھے میڑھے انداز میں اپنا نام اور پتہ پولیس آفیسر کو لکھوا دیا اور پولیس آفیسر نے اس کا شکریہ ادا کرنے کے بعد اسے جانے کی اجازت دے دی۔ میں البتہ چند لمحات کے لیے وہیں رُک گیا تھا۔ تب پولیس آفیسر نے مجھ سے کہا

"اس سلسلے میں ہمارے لیے کوئی اور خاص ہدایت جناب؟"

"نہیں آفیسر، شکریہ۔ بس اب مجھے بھی اجازت دیجیے۔۔!"

"اگر کسی بھی سلسلے میں آپ کو ہماری مدد کی ضرورت پیش آئے تو ہم حاضر ہیں۔ میں آپ سے یہ سوال تو نہیں کروں گا کہ یہ خصوصی اجازت نامہ کس سلسلے میں ہے تاہم اس کی موجودگی میں ہم آپ سے ہر طرح کا تعاون کرنے کے لیے حاضر ہیں۔"

"بہت بہت شکریہ۔ اگر مجھے ضرورت پیش آئی تو میں آپ سے رابطہ قائم کروں گا۔" میں نے کہا اور پولیس آفیسر نے جیب سے اپنا وزیٹنگ کارڈ نکال کر میرے حوالے کر دیا۔ میں نے وزیٹنگ کارڈ پر نگاہ ڈالے بغیر اسے اپنی جیب میں رکھ لیا اور پھر وہاں سے باہر نکل آیا۔ مجھے ثریا اور سونیا کا خیال تھا۔ ممکن ہے وہ باہر میرا انتظار کر رہی ہوں۔ لیکن باہر نکل کر میں نے دیکھا تو ان دونوں کا کہیں پتہ نہیں تھا۔ پتہ نہیں یہ لڑکیاں کہاں

گئی تھیں۔ کہیں وہ بھی کسی مصیبت کا شکار نہ ہو گئی ہوں۔ چند لمحات کے لیے میرا ذہن اُلجھ کر رہ گیا تھا۔ لاس اینجلس میں میرا یہ استقبال نہایت شاندار تھا جس کا مجھے پورا پورا احساس تھا اور یہ استقبال مجھے اس بات کا احساس بھی دلا رہا تھا کہ یہاں میری آمد پوشیدہ نہیں رہی ہے۔ اب کس نقطۂ نگاہ سے مجھے دیکھا گیا ہے اور ان لوگوں نے میرے بارے میں کیا معلومات حاصل کی ہیں اس کا اندازہ تو بعد میں ہی ہوگا۔ ممکن ہے اس کی وجہ صرف اور صرف ایلن کاربٹ ہو جس پر وہ لوگ سختی سے نگاہ رکھ رہے ہوں بہرطور ایلن کاربٹ ان کے خلاف کام کر رہا تھا۔ انہوں نے یہ اندازہ لگانے کی ضرور کوشش کی ہوگی کہ وہ ایئرپورٹ کس لیے آیا ہے۔ اور ممکن ہے اس قاتل نے یہ اندازہ لگا لیا ہو۔ کیونکہ میں واحد شخص تھا جو ایلن کاربٹ کی مدد کے لیے اس کی جانب دوڑا تھا۔ تاہم اب جو کچھ بھی ہوگا دیکھا جائے گا۔ میں اس سلسلے میں فی الحال کچھ نہیں کر سکتا تھا۔

○

ایئرپورٹ سے باہر کا ماحول بادلوں سے ڈھکا ہوا تھا۔ ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا چل رہی تھی۔ ہوائی اڈے سے نکل کر میں سیدھا ٹیکسی اسٹینڈ تک پہنچا۔ اور پھر وہاں سے ایک ٹیکسی میں بیٹھ کر چل پڑا۔ میں نے ٹیکسی ڈرائیور سے کہا کہ مجھے کسی اچھے سے ہوٹل تک پہنچا دیا جائے چنانچہ ٹیکسی ڈرائیور نے ہوٹل انڈریو کا انتخاب کیا اور میں اس کے انتخاب سے مطمئن ہو گیا۔

اینڈریو اعلیٰ اور پُرتکلف ہوٹل تھا۔ یہ لاس اینجلس کے پرانے شہر میں نہر کے کنارے واقع تھا۔ میں نے اپنا سوٹ کیس اُٹھایا اور کاؤنٹر پر پہنچ گیا۔ پھر میں نے کاؤنٹر پر بیٹھے ہوئے اسسٹنٹ منیجر کو اپنا پتا نام بتایا اور اسسٹنٹ منیجر نے خوش آمدید کہتے ہوئے چند رسمی جملے ادا کیے اور ایک رجسٹر میں ضروری اندراجات کے بعد ویٹر کو بلایا اور کہا۔

"ان صاحب کو ساتھ لے جاؤ چھٹی منزل۔ کمرہ نمبر چھ سو بارہ۔"

ویٹر نے ہاتھ بڑھا کر میرا سوٹ کیس اُٹھا لیا اور میں شکریہ ادا کر کے اس کے ساتھ آگے بڑھ گیا۔ ویٹر میرے ساتھ ساتھ چل رہا تھا۔ اسسٹنٹ منیجر نے ازراہِ اخلاق دوبارہ کہا۔

"اگر کسی قسم کی کوئی تکلیف ہو جناب تو براہِ کرم ہمیں اطلاع دیجیے۔"

"ٹھیک ہے منیجر۔ شکریہ۔" میں نے کہا اور آگے بڑھ گیا لیکن چند قدم کے فاصلے پر۔۔۔ پتہ نہیں میں نے کس خیال کے تحت پلٹ کر دیکھا تو اسسٹنٹ منیجر کو اپنی جانب متوجہ پایا۔ مجھ سے نگاہ ملتے ہی وہ ایک دم سنبھل گیا تھا۔ پتا نہیں کیوں میری چھٹی حس نے مجھے یہ احساس دلایا کہ اسسٹنٹ منیجر عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھ رہا ہے۔

بہرطور کچھ نہیں کہا جا سکتا تھا کہ صورتِ حال کیا ہے۔ لاس اینجلس میں جس انداز میں یہ کارروائیاں ہوئی تھیں وہ میرے لیے بہت ہی حیرتناک بات تھی۔

لفٹ میں داخل ہو کر میں نے دروازہ بند کیا اور لفٹ کے اوپر اُٹھنے سے پہلے ایک بار پھر کاؤنٹر منیجر پر نظر ڈالی تو اس کی پیشانی شکن آلود پائی وہ بڑی سنجیدگی سے ٹیلی فون اُٹھا کر کسی کا نمبر ڈائل کر رہا تھا لیکن اسی دوران لفٹ اوپر اُٹھ گئی۔ چھٹی منزل پر پہنچ کر میں لفٹ سے باہر نکلا۔ چند قدم کے فاصلے پر ایک محراب سی بنی ہوئی تھی جس میں ایک چھوٹی سی میز پر فون رکھا تھا۔ قریب ہی کرسی پر ہوٹل کی وردی پہنے ایک نوجوان ملازم بیٹھا ہوا تھا۔

ویٹر نے میری رہنمائی میرے کمرے تک کی اور میں اس کمرے کے سامنے پہنچ گیا۔ ویٹر نے اس چابیوں کے گچھے سے ایک چابی نکالی اور کمرے کا دروازہ کھول دیا۔ بہرطور میں اندر داخل ہو گیا۔ ویٹر میرے پیچھے پیچھے ہی میرا سوٹ کیس اٹھائے ہوئے اندر آیا تھا۔ سوٹ کیس اندر رکھنے کے بعد اس نے پوچھا۔

"میرے لائق اور کوئی خدمت جناب؟" میں نے جیب سے ایک نوٹ نکال کر اس کے ہاتھ پر رکھا اور اس نے مجھے سلام کیا۔

"تھوڑی دیر کے بعد آنا۔ اگر کوئی ضرورت ہوئی تو میں تمہیں بتا دوں گا۔" میں نے کہا۔ کمرے میں داخل ہو کر میں نے کمرے کا جائزہ لیا۔ عام حالات میں تو کوئی خاص بات نہیں تھی۔ لیکن جن حالات سے گزر کر یہاں تک پہنچا تھا اس کے تحت یہ بات ضروری تھی کہ میں صورتِ حال پر پوری پوری نگاہ رکھوں۔ میں نے کمرے کی پوری تلاشی لی اور ایسی جگہیں تلاش کرنے لگا جہاں میرے لیے کوئی ایسی چیز ہو سکتی تھی جس سے میری گفتگو کہیں اور سُنی جا سکے لیکن پورے کمرے میں ایسی کوئی چیز نہیں تھی۔ حالانکہ اس ہوٹل میں، میں ٹیکسی ڈرائیور کے ایما پر آیا تھا۔ لیکن کیا کہا جا سکتا ہے۔ ممکن ہے ٹیکسی ڈرائیور ہی گڑبڑ ہو۔ اب تو ہر شخص پر شک کی نگاہ ڈالنا ضروری تھا۔ بہرطور میں تھوڑی دیر تک کمرے کی تلاشی لیتا رہا۔ پھر لباس تبدیل کرنے کے لیے میں نے سوٹ کیس کھول لیا سوٹ کیس سے ضروری سامان نکال کر میں نے مناسب جگہوں پر رکھ دیا اور نیا لباس پہن لیا جو آرام دہ تھا۔

یہ لباس پہننے کے بعد میں نے کچھ سوچا اور پھر دروازہ کھول کر باہر نکل آیا۔ میں ٹہلتا ہوا راہداری کے اس سرے تک پہنچا جہاں محراب موجود تھی۔ محراب کے نیچے ہوٹل کا ملازم کرسی پر مزے سے بیٹھا ٹانگیں ہلا رہا تھا۔ میں اس کے قریب پہنچا تو وہ جلدی سے اُٹھ کھڑا ہوا۔

"جناب والا۔ میں کوئی خدمت کر سکتا ہوں؟"

"نہیں۔ بس ایسے ہی۔ میں ہوٹل کا جائزہ لے رہا تھا۔" میں نے جواب دیا۔

"لاس اینجلس میں پہلی بار آئے ہیں جناب!" اس نے پوچھا۔

ہاں۔ پہلی بار ہی سمجھ لو۔ کیونکہ اس سے پہلے میں جب یہاں آیا تھا تو اس بات کو دس سال گزر چکے ہیں۔"

"اوہ۔ دس سال میں تو لاس اینجلس کی کایا ہی پلٹ گئی ہے۔ میرے لائق کوئی خدمت۔"

"اگر تم عمدہ سی کافی پلوا سکو تو میں تمہارا شکر گزار ہوں گا۔" میں نے کہا۔

"ابھی لے کر حاضر ہوا جناب۔" اس نے کہا اور تیزی سے اُٹھ کھڑا ہوا۔ وہ میری نگاہوں سے اوجھل ہوا تو میں نے جلدی سے اس میز کی درازیں ٹٹولنا شروع کر دیں جس کے پاس وہ بیٹھا ہوا تھا اور میرا مقصد پورا ہو گیا۔ میں نے دراز میں سے چابیوں ایک گچھا نکالا اور پھر یکے بعد دیگرے بیرونی دراز کے تالے پر آزمانے لگا۔ ان میں سے ایک چابی تالے پر لگ گئی۔ تب میں نے اسے گچھے سے علیحدہ کر کے اپنی جیب میں ڈال لیا اور گچھا اس کی جگہ واپس رکھ دیا۔ پھر میں اپنے کمرے میں واپس آ گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد میرے کمرے کا ویٹر کافی لے کر اندر داخل ہو گیا۔ اس نے معذرت خواہ انداز میں کہا۔

"جناب عالی! میں حاضر ہونے ہی والا تھا کہ مجھے اطلاع ملی کہ آپ کو کافی کی ضرورت ہے۔"

"کوئی بات نہیں۔" میں نے نرم لہجے میں کہا اور ویٹر کافی کے برتن رکھ کر چلا گیا۔ میں نے کافی بنائی اور دو پیالیاں پینے کے بعد تازہ دم ہو گیا۔ پھر میں نے احتیاط سے اپنا ریوالور نکال کر کوٹ کی خفیہ جیب میں ڈالا اور دبے پاؤں اس دروازے تک جا پہنچا۔ چابی کے سوراخ سے جھانک کر میں نے راہداری کا جائزہ لیا۔ وہاں کوئی موجود نہیں تھا۔ میں نے اطمینان سے دروازے کو اندر سے تالا لگایا۔ ہوٹل کی چابی جیب میں ڈالی۔ بالکونی کا دروازہ کھول کر باہر نکلا۔ باہر گہری تاریکی پھیلی ہوئی تھی۔ بالکونی کے جنگلے کا سہارا لے کر پھرتی سے اوپر پہنچ گیا اور بلی کی طرح دبے پاؤں قدم اُٹھاتا ہوا اس دوسری راہداری کے سرے پر آ گیا۔ جھانک کر نیچے دیکھا تو ایک سنسان و تاریک گلی نظر آئی۔ چند گز کے فاصلے پر آہنی زینہ موجود تھا جو آتشزدگی کی صورت میں آگ سے بچاؤ کے لیے بنایا گیا تھا۔ اس سے زینے کے ذریعے دوسری منزل پر پہنچنا مشکل کام نہیں تھا۔ چنانچہ میں زینے کا دروازہ کھول کر نیچے اُتر گیا۔

تالا کھول کر میں سیڑھیوں کے راستے اس ہال میں جا پہنچا۔ چوروں کی طرح یوں باہر جانے کا یہ طریقہ بہت عجیب تھا لیکن میں احتیاطاً اپنا ہر طرح کا بچاؤ کر لینا چاہتا تھا۔ اگر یہ صورت حال پیش نہ آتی تو ان تمام چیزوں کی ضرورت نہ ہوتی۔ لیکن اب جب کہ مجھے یہ اندازہ ہو گیا تھا کہ لاس اینجلس میں میری آمد کچھ لوگوں کی نگاہ میں آ چکی ہے تو پھر ہر قسم کی احتیاط ضروری تھی۔ ہال گاہکوں سے کھچا کھچ بھرا ہوا تھا۔ اسسٹنٹ منیجر دکھائی نہ دیا۔ میں نے کمرے کی چابی کاؤنٹر کلرک کے حوالے کی اور تیزی سے باہر نکل آیا۔ باہر نکلا تو بوندا باندی ہو رہی تھی۔ سڑکیں گیلی ہوتی جا رہی تھیں۔ موسم بے حد خوشگوار تھا۔ میں ٹہلنے کے سے انداز میں آگے بڑھنے لگا۔ کوئی خاص مقصد نہیں تھا۔ بس ایسے ہی حالات کا جائزہ لینا چاہتا تھا۔ بے فکرے اس بوندا باندی کے موسم میں بھی سڑکوں پر گشت کر رہے تھے۔ لاس اینجلس کا ماحول نہایت شاندار تھا۔ ہالی ووڈ بہت ہی قریب تھا اس لیے اکثر یہاں فلمی ستارے بھی نظر آ جاتے تھے۔ ذہن میں ہالی ووڈ کے بارے میں ایک خاص احساس تھا لیکن جن حالات میں یہاں پہنچا تھا ان کے تحت اب کسی بھی چیز میں دلچسپی لینا میرے لیے ممکن نہیں تھا۔

ان تمام چیزوں کو دیکھ کر زیبی کی یاد کچھ اور شدت پکڑ جاتی۔ پتہ نہیں یہاں میری آمد کو کس انداز میں دیکھا گیا تھا۔ ویسے اس بات کو حیرت انگیز ہی کہا جا سکتا ہے کہ میری آمد کے چند لمحات کے اندر اندر ہی یہاں میرے بارے میں ان لوگوں کو معلومات حاصل ہو گئیں۔ نہیں اس کا ذریعہ کیا تھا۔ یہ بات ابھی تک میرے ذہن میں نہیں آ سکی تھی کہ وہ مجھے کس انداز میں دیکھ رہے ہیں۔ کیا انہیں مجھ پر شبہ ہو گیا ہے۔ کیا انہیں یہ اندازہ ہو گیا ہے کہ راجہ نواز اصغر ان کی راہ پر لگ گیا ہے۔ پتا نہیں کیا مقصد تھا۔ بہرطور جو کچھ بھی تھا اس وقت تو میں اپنی شخصیت ہی بدل لی تھی۔ راجہ نواز اصغر کے بجائے میں مسٹر ... نمائندہ تھا جو منشیات کی ناجائز تجارت کو روکنے کے لیے مصروف تھے اور مختلف جگہوں پر ان کے مختلف معاون کام کر رہے تھے

سڑکیں گیلی ہوتی جا رہی تھیں اور بوندیں اور موٹی ہو گئی تھیں لیکن میں بے فکروں کے سے انداز میں سیٹی بجاتا ہوا ایک طرف جا رہا تھا۔ کافی دیر تک میں بلا مقصد اِدھر اُدھر گھومتا رہا۔ پھر ایک بھرے پُرے بازار سے گزر رہا تھا کہ اچانک میری چھٹی حس نے مجھے خبردار کیا کہ میرا تعاقب ہو رہا ہے۔ یہ معمولی بات نہیں تھی۔ دراصل ... اطراف سے پوری طرح باخبر تھا۔ اس لیے مجھے یہ بھی اندازہ تھا کہ یہاں کوئی بھی ایسی حرکت ہو سکتی ہے جو میرے لیے خطرناک ہو۔ بہرحال تعاقب کا احساس ہوتے ہی میں نے اپنا رُخ بدل لیا اور ایک ایسی سمت چل پڑا جس طرف زیادہ رونق نہیں تھی۔ سڑکوں کے کنارے درخت لگے ہوئے تھے اور تیز ہوا سے جھول رہے تھے۔ بوندوں کی رفتار تیز سے تیز تر ہوتی جا رہی تھی اور محسوس ہو رہا تھا کہ تھوڑی دیر کے بعد باقاعدہ بارش شروع ہو جائے گی۔ لوگوں کی رفتار میں تیزی آ گئی تھی۔ میں ایک درخت کے نیچے جا کھڑا ہوا۔

میں نے کن انکھیوں سے دیکھا۔ تھوڑے ہی فاصلے پر خاکستری

بالوں والا ایک شخص بھورے رنگ کے سوٹ میں ملبوس ایک دوسرے درخت کے نیچے کھڑا تھا۔ لیکن درخت کا تنا پتلا ہونے کی وجہ سے وہ صاف نظر آ رہا تھا۔ میں نے ایسے اوقات کے لیے اپنی جیب میں سگریٹ کا پیکٹ رکھ چھوڑا تھا۔ حالانکہ میں سگریٹ کا قطعی عادی نہیں تھا۔ لیکن اپنے آپ کو تبدیل کرنے کے لیے میں نے ایک مخصوص برانڈ کا سگریٹ بھی خرید لیا تھا۔ تاکہ میری فطرت کے بارے میں بہت کچھ جاننے والے میری طرف سے غلط فہمی کا شکار ہو جائیں اور اس بدلے ہوئے میک اپ میں مجھے کم از کم راجہ نواز اصغر کی حیثیت سے نہ پہچان سکیں۔ میں نے سگریٹ سُلگائی اور چند منٹ وہیں کھڑا سگریٹ کے کش لیتا رہا۔

دوسرا آدمی اس طرح اس درخت کے نیچے کھڑا ہوا تھا۔ انداز ایسا تھا جیسے بارش سے بچنے کے لیے درخت کے نیچے کھڑا ہو لیکن وہ درخت جس کے نیچے وہ کھڑا ہوا تھا ایک تو چھوٹا تھا اور پھر اس کا اوپری حصہ اتنا زیادہ گھنا بھی نہیں تھا کہ بارش کو روک سکتا۔ چند ہی لمحات کے بعد بارش پھر ہلکی ہو گئی اور اب صورتِ حال ایسی تھی کہ یہاں زیادہ رُکنا مناسب نہیں تھا۔ میرا تعاقب کرنے والا خاموش کھڑا تھا۔ وہ شاید ابھی مجھ سے اُلجھنا نہیں چاہتا تھا۔ چنانچہ چند لمحے انتظار کے بعد میں لمبے لمبے ڈگ بھرتا ہوا ایک جانب چل پڑا۔ ایک لمبا راستہ گھوم کر میں پھر اسی بازار میں آ گیا جس سے گزر کر میں یہاں تک پہنچا تھا۔ دو کانیں کھلی ہوئی تھیں اور ان میں لوگ موجود تھے۔ بارش کم ہو جانے کی وجہ سے سڑکوں پر پھر رش ہونے لگا تھا۔ میں دو کانوں میں جھانکتا اور کھڑکیوں میں سجی ہوئی اشیاء کو دیکھتا ہوا ایک اور سڑک پر جا نکلا۔

پھر کتابوں کی ایک دُکان میں گھُس کر میں رسائل کی ورق گردانی کرتا رہا۔ چند لمحات اسی طرح ورق گردانی کرتا رہا۔ پھر باہر نکلا اور چند قدم چل کر ایک اور جگہ رُک گیا۔ خاکستری بالوں والا بدستور میرا پیچھا کر رہا تھا۔ جب میں کسی دکان کے سامنے رُکتا تو وہ بھی رُک جاتا۔ ہمارا درمیانی فاصلہ بیس گز سے زیادہ نہیں تھا۔ پھر ایک نہر کا پُل عبور کرنے کے بعد میں نے اپنی رفتار اچانک تیز کر دی اور دو تین جگہوں میں سے گزر کر ایک انڈونیشی ہوٹل کے لان میں جا گھُسا۔ ہوٹل کا دربان ایک بوڑھا ریٹائرڈ فوجی تھا۔ اس نے بڑی خوش اخلاقی سے مسکراتے ہوئے مجھے خوش آمدید کہا لیکن اپنے اسٹول پر جم کر بیٹھا رہا۔ میں دروازے کی اوٹ میں کھڑا تھا۔ جلد ہی خاکستری بالوں والا دروازے کے سامنے سے گزرا۔ میں نے اس کی عمر کا اندازہ لگایا۔ اچھی خاصی عمر کا آدمی تھا لیکن حیرت انگیز طور پر چاق و چوبند تھا۔

جب وہ آگے نکل گیا تو میں پھر واپس آ گیا۔ لیکن اب میں خود اس کا پیچھا کرنا چاہتا تھا۔ اس کام کے لیے میں نے پھرتی سے اپنا کوٹ اُلٹ کر پہنا۔ پہلے میرا کوٹ گہرے سُرمئی رنگ کا تھا لیکن جب میں نے پلٹ کر اسے پہنا تو وہ نیلے اور سفید چیک کا کوٹ بن گیا۔ جو دور سے نمایاں نظر آتا تھا۔ اس کے ساتھ ہی میں نے ایک مخصوص قسم کی ٹوپی نکالی جو کوٹ کی اس اندرونی تہہ کی جیب میں رکھی ہوئی تھی۔ یہ ٹوپی اپنے سر پر جمانے کے بعد میں نے ایک چشمہ نکالا اور اسے آنکھوں پر فٹ کر لیا۔ اب ایک نگاہ میں مجھے دیکھنے والا کم از کم یہ اندازہ نہیں لگا سکتا تھا کہ میں وہی شخص ہوں جو ابھی کچھ دیر پہلے سڑکوں پر چہل قدمی کر رہا تھا۔ اس فوری تبدیلی نے کم از کم میرا چہرہ اس کی نگاہوں سے اوجھل کر دیا تھا۔ میں پھرتی سے باہر نکل آیا اور اب میں اس شخص کی تلاش میں نگاہیں دوڑا رہا تھا۔

چند لمحات کے بعد وہ مجھے نظر آ گیا۔ وہ مجھ سے تیس چالیس گز دور جا چکا تھا۔ میرے غائب ہو جانے سے وہ کافی بدحواس نظر آتا تھا۔ پھر وہ پلٹ پڑا۔ میں اس کی پریشانی محسوس کر کے لُطف اندوز ہو رہا تھا۔ پھر وہ ایک ٹیلی فون بوتھ میں داخل ہو گیا۔ اس وقت اگر میں چاہتا تو اسے بآسانی چھاپ سکتا تھا لیکن میں تو اب اُلٹا اس کا تعاقب کر کے اس کے بارے میں جاننے کا خواہشمند تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ بوتھ سے باہر نکل آیا اور تیز تیز قدموں سے تھوڑے فاصلے پر بنے ہوئے بس اسٹاپ پر پہنچ گیا۔ میں حتی الامکان اس کی نظروں سے بچتا ہوا اس کا تعاقب کر رہا تھا۔ پھر جب وہ ایک بس میں سوار ہوا تو اس کے علاوہ کوئی چارہ کار نہیں تھا کہ میں بھی اس کے ساتھ سفر کروں لیکن وقتی طور پر میں نے جو حُلیہ تبدیل کیا تھا اس کی وجہ سے وہ میری طرف متوجہ نہیں ہوا تھا۔

پھر میں اس کے ساتھ ہی نیچے اُترا تھا۔ وہ خیالات میں اتنا اُلجھا ہوا تھا کہ ایک بار بھی اس نے پلٹ کر نہیں دیکھا۔ پھر وہ ایک گلی میں داخل ہو گیا۔ گلی تاریک تھی اور اس میں بوسیدہ اور پرانے طرز کی عمارتیں نظر آ رہی تھیں۔ جب وہ ایک عمارت کے فلیٹ میں داخل ہوا تو میں اس سے زیادہ دور نہیں تھا۔ لیکن جب میں اس سلسلے میں ایک فیصلہ کر کے واپس مُڑا تو ٹھٹھک گیا۔ کوئی اور بھی تھا جو مجھ پر نگاہ رکھے ہوئے تھا۔ یہ چار آدمی تھے جو ہاتھوں میں اسٹکیں تھامے مجھے گھُور رہے تھے۔ ان کی آنکھیں شیشے کی گولیوں کی طرح چمک رہی تھیں۔ سب سے خاص بات یہ تھی کہ ان کے سر گنجے تھے۔ خطرے کا شدید احساس میرے ذہن میں جاگ اُٹھا۔ مجھے بُری طرح اس عمارت میں گھیر لیا گیا تھا۔ لیکن دفعتاً میرے اندر ایک طوفان اُٹھا اور میری آنکھوں میں خون کی چادر رینگ آئی۔ یہ گنجے تھے اور ان کا تعلق میری زیبی کو اغوا کرنے والوں سے تھا۔ خون۔ خون۔ چاروں طرف خون۔ میرے جبڑے بھنچ گئے۔ میں نے وحشتناک نگاہوں سے انہیں دیکھا۔

❋



راجہ نواز اصغر جو کچھ بن گیا تھا اب وہ نہیں تھا۔ حالات نے اسے پہلے سے کہیں زیادہ خطرناک بنا دیا تھا۔ بظاہر میں مسٹر بیکن کے مقصد کو پورا کرنے آیا تھا لیکن میرے دل کی گہرائیوں میں جو لاوا کھول رہا تھا اس کی وجہ کچھ اور تھی۔

میری خونی نگاہیں ان غنڈوں پر جمی ہوئی تھیں۔ وہ سب مجھ پر حملہ کرنے کے لیے پینترے بدل رہے تھے۔ دفعتاً ان میں سے ایک نے ابتدا کر ڈالی۔ اس کے ہاتھ میں دبی ہوئی اسٹک گھومی اور سنسناہٹ کی آواز بلند کرتی ہوئی میرے شانے کی طرف لپکی۔ میں نے بھی اس کے شانے کا خیال رکھا تھا۔ شانے کی ذرا سی جنبش نے اسٹک کا وار ناکام بنا دیا لیکن اس کے ساتھ ہی سر منڈا غنڈا میرے نزدیک آ گیا تھا۔ کوئی اور ہوتا تو اس موقع سے فائدہ اٹھا کر فوراً اس کی اسٹک پر ہاتھ ڈالتا لیکن میں نے ایسا نہیں کیا۔ بلکہ ایک خاص انداز میں میرے دونوں ہاتھوں کی انگلیاں اٹھیں اور میں نے دو نوکیلی چھریوں کی طرح انہیں گنجے کی دونوں آنکھوں میں بھونک دیا۔ میری سخت اور تربیت یافتہ انگلیوں کا نشانہ بالکل درست تھا۔ چھپاک کی ہلکی سی آواز کے ساتھ اس کی دونوں آنکھیں پھوٹ گئیں۔ میری انگلیوں کے دو دو پورے اس کی آنکھوں کے حلقوں میں اتر گئے تھے۔

گنجا اس طرح چیخا جیسے اس کے منہ کے آگے مائیکروفون لگے ہوں۔ ہاکی اس نے خود پھینک دی اور اپنی آنکھوں پر ہاتھ رکھ لیے لیکن اس دوران وہ تینوں بھی ہاکیاں لے کر لپکے اور انھوں نے اپنی دانست میں مجھ پر وار کر دیا۔ میں اس کے لیے پوری طرح تیار تھا۔ چنانچہ میں نے پھرتی سے اپنے پہلے شکار کو ان کے سامنے کر دیا۔ ان میں سے ایک کی ہاکی گنجے کے سر پر تڑ تڑاخ سے ٹوٹ گئی دوسرے کی اس کے شانے پر تیسرے کا وار البتہ خالی گیا تھا گنجے کی کھوپڑی سے خون کا فوارہ بلند ہو گیا تھا۔ اور اس کے شانے کی ہڈی ٹوٹ گئی تھی۔ لیکن اس دوران میں نے اپنے دوسرے شکار کو منتخب کر لیا تھا اور میرا دوسرا شکار وہ تھا جو اپنی ہاکی گنجے کے سر پر توڑ چکا تھا۔ میں نے دونوں ہاتھ پھیلا کر اس کی کنپٹیوں پر مارے اور پھر حلق سے ایک غراہٹ کی آواز نکلی کر میں نے اس کے دونوں کان پوری قوت سے کھینچ لیے۔ اس کے دونوں کان پرچے کی طرح چہرے سے ادھڑ گئے تھے۔ میں نے ایک زوردار لات مار کر اسے ان دونوں پر اچھال دیا جو پینترہ بدل کر میرے عقب میں آ گئے تھے۔ دونوں اپنے ساتھی کی لپیٹ میں آ گئے تھے۔

اس دوران مجھے موقع مل گیا اور میں نے قریب پڑی ہوئی ٹوٹی اسٹک اٹھالی۔ جونہی ان میں سے ایک اٹھا ٹوٹی ہوئی نوکیلی اسٹک اس کے کلیجے میں اتر گئی۔ چوتھے پر میں نے خود چھلانگ لگا دی تھی اور اسے گھسیٹتا ہوا نیچے جا گرا تھا۔ اگرچہ وہ بھی نہیں تھا۔ لیکن اب یہ اس کی بدبختی تھی کہ گرتے ہوئے اس کا سر زمین سے ٹکرایا تھا۔ اس لیے وہ ہوش و حواس پر قابو نہیں رکھ سکا تھا۔ میں نے اس کی اسٹک اٹھائی اور پوری قوت سے اس کی پنڈلیوں پر ماری بے ہوش ہونے کے باوجود وہ مچھلی کی طرح تڑپنے لگا تھا۔ باقی پہلے ہی مصیبت کا شکار تھے۔ ایک آنکھوں سے محروم ہو گیا تھا ایک کانوں سے۔ میں نے اس شخص کو دیکھا جس کے پیٹ میں ہاکی گھسی ہوئی تھی وہ تقریباً دم توڑ چکا تھا چنانچہ میں اُن دونوں پر پل پڑا جو ابھی تک زندہ تھے لیکن جانکنی کی کیفیت کا شکار۔ میں نے ہاکی مار مار کر اُن کی پنڈلیوں کی ہڈیاں بھی توڑ دیں اور پھر ان میں سے ایک کو گریبان سے پکڑ کر اپنے قریب کرتا ہوا بولا۔

"اپنے سرغنہ کو بتا دینا کہ میرا نام راجہ نواز اصغر ہے۔" میں نے اسے زمین پر پٹخ دیا اور پھر وہاں سے واپس پلٹ پڑا۔ میں نے البتہ اس عمارت کو نگاہ میں رکھ لیا تھا جس میں میرا تعاقب کرنے والا داخل ہوا تھا اس وقت موقع نہیں تھا کہ میں اس عمارت کے بارے میں کچھ معلومات حاصل کر سکوں لیکن اب یہ عمارت میری نگاہوں سے اوجھل نہیں تھی اور عمارت کے مکین بھی میری شناخت سے اچھی طرح واقف ہو گئے۔ کام کرنے کا مزا اسی شکل میں تھا کہ دشمنوں کے سینوں پر خوف کا سانپ بن کر لوٹتا رہوں وہاں سے واپس چل پڑا۔ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اب کیا کروں۔

پھر ان دونوں لڑکیوں کا خیال آیا یعنی ٹریسا بیگن اور سوئیٹا مارگن ہمارے درمیان کچھ خاص قسم کی گفتگو پہلے ہی ہو گئی تھی اور ہم نے یہ فیصلہ کر لیا تھا کہ ہم ایک دوسرے کے شناسا ہونے کے باوجود اجنبی بنے رہیں گے ویسے بھی لڑکیوں سے میں کوئی خاص فائدہ نہیں اٹھا سکتا تھا بس چونکہ یہ مسٹر بیکن کی خواہش تھی اور انھوں نے اپنے خلوص کا ثبوت دینے کے لیے یہ پیشکش کی تھی اس لیے میں نے بھی اسے اس خیال کے تحت قبول کر لیا تھا کہ اگر مسٹر بیکن کے دل کی گہرائیوں میں کوئی سازش ہو تو انہیں اس سازش کا بھرپور مزا چکھاؤں۔

یہ تصدیق میں کر چکا تھا کہ ٹریسا مسٹر بیکن کی بیٹی ہے اور سوئیٹا اس کی بھتیجی، چنانچہ ان دونوں کی موجودگی میں مسٹر بیکن کے خلوص پر پوری طرح یقین کیا جا سکتا تھا تاہم اگر مسٹر بیکن کوئی چالاکی کرنے کی کوشش کریں گے تو کم از کم ان دو لڑکیوں کو زندہ نہیں پا سکیں گے لڑکیاں بہت خوش اخلاق تھیں میری ان سے مختصر ہی ملاقات ہوئی تھیں لیکن میں نے اندازہ لگا لیا تھا کہ وہ شوخ و شنگ ہونے کے ساتھ ساتھ ذہین بھی ہیں۔ میں انہیں کسی خاص ہی موقع پر استعمال کرنا چاہتا تھا اس لیے ابھی اُن سے کوئی واسطہ نہیں رکھ سکتا تھا۔

تاہم اتنا میں نے ضرور سوچا کہ ان سے ملاقات کر لوں۔ یہ وقت ایسا تھا کہ میں چاروں طرف سے مطمئن تھا یعنی وہ شخص جو میرا تعاقب

کر رہا تھا اب میرے تعاقب سے مایوس ہو کر اپنی آرام گاہ میں پہنچ چکا تھا اور یہ جو باقی لوگ مجھ سے ملاقات کرنے کے لیے آئے تھے میری لطف اندوز ہونے کے بعد اپنے انجام کو پہنچ گئے تھے مجھے اس بات کی قطعی پرواہ نہیں تھی کہ ان میں سے کتنے مر جائیں گے اور کتنے زندہ رہیں گے ویسے کم از کم میں اتنا تو کر چکا تھا کہ اب ساری زندگی وہ اپنے پیروں پر کھڑے نہیں ہو سکیں گے میں نے ان کے پیروں کی ہڈیاں چور چور کر ڈالی تھیں ممکن ہے صبح کو ان کی لاشیں ہی دستیاب ہوں۔ بہر طور وہاں سے میں ہوٹل پام گروو پہنچ گیا جہاں وہ دونوں لڑکیاں ٹھہری ہوئی تھیں دونوں نے ہی ایک کمرے میں قیام کیا تھا چنانچہ ان کا کمرہ نمبر معلوم کرنے کی ضرورت بھی نہیں پیش آئی اور میں پر اطمینان قدموں سے چلتا ہوا سیڑھیوں پر پہنچ گیا لفٹ میں نے جان بوجھ کر استعمال نہیں کی تھی کیونکہ لفٹ کا مسئلہ ذرا خطرناک ہو جاتا ہے۔

لڑکیوں کے کمرے کے دروازے پر پہنچ کر میں نے آہستہ سے دستک دی دوسری دستک پر اندر سے آواز ابھری۔

"آ جاؤ" اور میں خاموشی سے دروازہ کھول کر اندر داخل ہو گیا، دونوں لڑکیاں آرام کرسی پر دراز تھیں مجھے دیکھ کر پھرتی سے اُٹھ کھڑی ہوئیں ان کے چہروں پر تجسس کے آثار نمایاں طور پر دیکھے جا سکتے تھے۔ ٹرلیسا نے جلدی سے آگے بڑھ کر میرے بدن کو ٹٹولتے ہوئے کہا۔

"آپ کے اندر کوئی ٹوٹ پھوٹ تو نہیں ہوئی مسٹر نواز۔؟"

"کیوں۔ آپ کو اس کا شبہ کیسے ہوا۔؟"

"اوہ۔ ہمارے دل میں تو پتہ نہیں کیا کیا خیالات تھے یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے ہم تو چند لمحات بھی یہاں کام نہیں کر سکیں گے۔"

"اس سے قبل کبھی اس قسم کے کاموں میں حصہ لیا ہے مس ٹرلیسا" میں نے سوال کیا۔

"بیٹھ جائیے مسٹر نواز براہ کرم بیٹھ جائیے آپ ہمیں تھوڑا سا وقت تو ضرور دیں گے۔"

"ہاں اس وقت میرے پاس تمھارے لیے کافی وقت ہے جتنا دل چاہے۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ سونیٹا ذرا خاموش طبع تھی۔

"ہاں مس ٹرلیسا۔" میں نے سوال کیا تھا آپ سے کہ اس سے قبل آپ نے ایسے کسی کام میں حصہ لیا ہے۔"

"دیکھئے ہم براہِ راست تو کبھی اس قسم کے معاملات میں ملوث نہیں ہوئے ایک مرتبہ اتفاقیہ طور پر ایک ایسے گروہ کے چکر میں جا پھنسی تھی جو لڑکیوں اور بچیوں کو اغوا کر کے ان کے عوض رقومات وصول کرتا تھا۔ میں نے اس گروہ کا قلع قمع کیا تھا اور یہ جو سونیٹا ہے یہ ایک ایسے کلب کی ممبر رہ چکی ہے جو مہم جوئی کی تربیت دیتا ہے چنانچہ یہ بہت سی مہمات سر انجام دے چکی ہے تاہم مجرموں کے مقابلے پر آنے کا یہ ہمارا پہلا ہی موقعہ ہے وہ شخص جو ہوائی اڈے پر مارا گیا تھا۔ کون تھا؟ مسٹر نواز۔؟"

"تمھارے ڈیڈی کا کارکن ایلن کارٹ۔" میں نے جواب دیا۔

"خدا کی پناہ ہم دونوں کا بھی یہی خیال تھا۔ کس بے دردی سے اسے قتل کر دیا گیا۔

"ہاں۔ اور قاتل اس لڑکی کی وجہ سے میری گرفت سے نکل گیا جس نے آگے بڑھ کر میرا راستہ روک لیا تھا۔"

"ہم نے سب کچھ اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا آپ کا کیا خیال ہے کیا وہ لڑکی ان لوگوں کی ساتھی نہیں تھی۔"

"ہو سکتا ہے ایسی بات ہو۔"؟

"کیا آپ اس کا پتہ جاننا چاہتے ہیں۔" سونیٹا پہلی بار مسکرا کر بولی اور میں واقعی چونک پڑا۔

"کیا مطلب۔"؟

"ہم لوگوں نے اس کا تعاقب کیا تھا۔ وہ ایک خوبصورت علاقے کے ایک چھوٹے سے بنگلے میں رہتی ہے بنگلے کا نام گرین وِلا ہے۔"

"گڈ، گڈ۔ لڑکی کا نام تھا۔"

"آپ کو کیسے معلوم۔"؟

"تھوڑا بہت میں نے بھی اس سے معلومات حاصل کر لی تھیں ویسے تمھاری اس کارکردگی پر میں تمھیں مبارکباد دیتا ہوں۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"آپ ہمیں کوئی کام سونپ کر دیکھئے آپ کو مایوسی نہیں ہوگی مسٹر نواز۔" ٹرلیسا نے کہا۔

"ویری گڈ۔ واقعی اب تو ایسا ہی احساس ہو رہا ہے جیسے آپ لوگ کام کر رہے ہیں۔ آپ نے بہترین انتخاب کیا اور لڑکی کا پیچھا کر کے اس کے بارے میں جو معلومات حاصل کی ہیں وہ میرے لیے قابلِ قدر ہیں ویسے ہوائی اڈے سے آپ کا کسی نے پیچھا تو نہیں کیا۔"

"نہیں۔ دلچسپ بات یہی ہے کہ ہم نے اس کا بھی خیال رکھا تھا یعنی لڑکی کا تعاقب کرنے کے لیے میں نے ایک ٹیکسی استعمال کی تھی اور ٹرلیسا دوسری ٹیکسی میں میرے پیچھے تھی تاکہ اگر کوئی شبہ ہو تو وہ مجھے آگاہ کر سکے۔"

"گڈ ویری گڈ... ویسے آپ لوگ وہاں سے سیدھی ہوٹل ہی آئی تھیں۔"

"ہاں۔"

"اس کمرے میں آپ نے اچھی طرح جائزہ لے لیا ایسے آلات تو نصب نہیں ہیں جن پر ہماری گفتگو سنی جا سکے۔"

"نہیں۔ ہم لوگوں نے یہاں آتے ہی اس بات کا اندازہ لگا لیا تھا۔"

"ویری گڈ۔ یوں لگتا ہے جیسے آپ لوگ بہت زیادہ محتاط ہوں ویسے محتاط رہنا ہمارے لیے بے حد ضروری ہے۔ آپ نے دیکھ لیا کہ ہوائی اڈے پر اُترتے ہی ہمارے ساتھ کیا ہوا میرا خیال تھا کہ ایلن کارٹ سے مجھے کافی معلومات حاصل ہو سکیں گی لیکن ہمارے دشمن ہمارے پروگرام سے واقف تھے اور انھوں نے کارٹ کو مجھ تک پہنچنے سے پہلے ہی موت کے گھاٹ اُتار دیا۔ مجھے اندیشہ ہے کہ جو دشمن اتنے خبردار اور چوکس ہوں وہ تم دونوں کے وجود سے باخبر نہیں ہوں گے بہر طور تمھیں محتاط رہنا چاہیئے۔"

"آپ مطمئن رہیں اگر ایسی کوئی نوبت آئی تو ہم بوجھ ثابت نہیں ہوں گے۔" ٹرلیسا نے جواب دیا۔

"ٹھیک۔ ویسے میں بھی اپنے کام کا آغاز کر چکا ہوں۔"

"کیا مطلب؟"

"ایک چھوٹا سا واقعہ مجھے بھی پیش آ گیا ہے۔" میں نے کہا اور اس کے بعد اس واقعے کی تمام تفصیل ان لڑکیوں کو بتا دی، دونوں لڑکیوں کے چہرے پر دبے دبے جوش کے آثار نظر آنے لگے تھے۔ پھر ٹرلیسا نے آگے بڑھ کر میرا بازو پکڑتے ہوئے کہا۔

"مسٹر نواز ہم آپ کے ساتھ کام کر کے بے پناہ خوشی محسوس کریں گے آپ کی شخصیت بے نظیر ہے اور میں اور سونیٹا مسلسل آپ کے بارے میں گفتگو کرتے رہے ہیں۔"

"میرے بارے میں گفتگو کرنے کے بجائے اس سلسلے میں کوئی بہتر ترکیب سوچئے مس ٹرلیسا۔ ہم کل شام سے اپنی باقاعدہ مہم کا آغاز کریں گے۔"

"آپ کے لیے کچھ منگواؤں۔"

"نہیں۔ میں نہیں چاہتا کہ مجھے تمھارے کمرے میں دیکھا جائے محتاط رہنا بے حد ضروری ہے۔"

"لیکن آپ کو کسی نے یہاں آتے نہیں دیکھا۔"

"میرا خیال ہے نہیں ویسے بھی میں لفٹ کے ذریعے نہیں سیڑھیوں کے ذریعے یہاں پہنچا ہوں اور اس طرح کمروں کو تلاش کرتا یہاں تک آیا ہوں جیسے مجھے کسی خاص جگہ کی تلاش ہو۔"

"گڈ ویری گڈ۔ ہمیں تو بہت لطف آ رہا ہے اس کام میں۔"

"گڈ۔ لطف تو آنا ہی چاہیئے لیکن اس کے ساتھ ساتھ ہی اپنی احتیاط رکھنا بھی ضروری ہے۔ اچھا اب میں چلتا ہوں۔" ان دونوں سے رخصت ہونے کے بعد میں ایک ٹیکسی میں بیٹھ کر اپنے ہوٹل کی جانب چل پڑا۔ پیٹ میں چوہے دوڑ رہے تھے خاصی بھوک محسوس ہو رہی تھی مرکزی ہال سے گزرنے کے بعد میں پہلے کی طرح عقبی زینے کے خفیہ راستے سے ہو کر چھت پر پہنچ گیا اور وہاں سے بالکونی کا چھجا پکڑ کر پاؤں نیچے لٹکائے اور چھلانگ لگانا چاہتا تھا کہ نتھنوں میں عجیب سی بو محسوس ہوئی۔

کوئی قرب و جوار میں چرس پی رہا تھا۔ میں نے چھجے کا سہارا لے کر اندر جھانکا کمرے کے وسط میں کسی کے پاؤں کی دو لنگلیاں اور سُلگتے ہوئے سگریٹ کی نوک دکھائی دی، میں نے اپنا ارادہ بدل دیا اور چھت سے اُتر کر راہداری میں پہنچا۔ ہوٹل کی چابی تو کاؤنٹر کلرک کے پاس تھی۔ میں نے جیب سے اپنی چابی نکالی آہستہ سے دروازہ کھولا اور اندر داخل ہو گیا۔

میرے کمرے میں محراب کے نیچے ڈیوٹی دینے والا ویٹر کرسی پر بیٹھا نشے اور سگریٹ کے ہلکے ہلکے کش لگا رہا تھا۔ نشے کے عالم میں اس کی آنکھیں بند تھیں۔ داھنا ہاتھ ڈھیلے ڈھالے انداز میں گھٹنے پر رکھا تھا اور اس میں ایک پستول دبا ہوا تھا میں دروازہ بند کر کے دبے پاؤں اس کی پشت پر پہنچا۔ ویٹر اپنی دنیا میں مست تھا اسے میرے آنے کی خبر تک نہ ہوئی۔ میں نے قریب پہنچ کر اس کا کندھا ہلایا اور وہ تڑپ کر جلدی سے اُٹھ گیا۔ اس کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا کہ میں اس طرح اس کے سر پر پہنچ جاؤں گا۔ جونہی اس نے ریوالور سیدھا کیا میں نے اس کے ریوالور پر ایک سیدھا ہاتھ مارا اور ریوالور اس کے ہاتھ سے چھوٹ گیا لیکن میں نے اسے زمین پر نہیں گرنے دیا تھا ریوالور اپنے ہاتھ میں سنبھال کر میں ایک قدم پیچھے ہٹ گیا اور اس کے سامنے کھڑا ہو گیا۔ وہ متوحش انداز میں میری شکل دیکھ رہا تھا۔ ایک لمحے کے لیے غالباً اس کے حواس گم ہو گئے تھے بیوقوف اگر چرس کی سگریٹ نہ پیتا تو محتاط ہوتا لیکن اس نے میرا انتظار کرنے کے لیے یہ وقت اس طرح گزارنا مناسب سمجھا تھا تاہم اس نے پھرتی سے آگے بڑھ کر مجھ پر حملہ کرنے کی کوشش کی لیکن میرا اٹھا ہاتھ اس کے منہ پر پڑا اور اس کے حلق سے ایک بے اختیار چیخ سی نکل گئی۔ اس نے اپنا ہاتھ منہ پر رکھ لیا تھا میں نے اسے دونوں بازوؤں سے پکڑ کر موڑا اور پھر میری زوردار لات اس کی ریڑھ کی ہڈی پر پڑی وہ قلابازیاں کھا کر فرش پر جا گرا تھا۔ تھوڑی دیر تک وہ اسی طرح فرش پر پڑا رہا پھر کہنی کا سہارا لے کر اُٹھ کھڑا ہوا اس کے چہرے پر شدید غصے کے آثار نظر آ رہے تھے پھر اس کے ہونٹوں سے غراہٹ نکلی۔

"تم۔ تم میرے ہاتھوں سے زندہ نہیں بچ سکو گے۔"

"ہوں۔ تم مجھے قتل کرنے کے لیے یہاں بیٹھے ہوئے تھے۔"

"بکواس مت کرو لاؤ میرا پستول مجھے واپس کر دو۔"

"اوہو واقعی۔" میں نے دلچسپ انداز میں مسکراتے ہوئے

کہا۔ اور اس کے پستول کی نال کھول کر چیمبر خالی کر دیئے پھر اس کا پستول اس کی طرف بڑھاتا ہوا بولا۔

"مجھے خود تمہارے اس پستول سے کوئی دلچسپی نہیں ہے لیکن تمہاری یہاں موجودگی اور میرے قتل کی وجہ پوچھنا میرا حق ہے کیا خیال ہے جواب دینا پسند کرو گے۔"

"بکواس مت کرو۔ تم۔" وہ غصے سے دہاڑا اور پھر بولا۔

"لاؤ پستول کے کارتوس واپس کر دو۔"

"ارے ہاں۔ ہاں واقعی یہ کارتوس میں اپنے پاس نہیں رکھ سکتا۔ ظاہر ہے تمہاری ملکیت ہیں میں نے اس کی پستول کے کارتوس مٹھی میں پکڑے اور مٹھی اس کی جانب بڑھا دی وہ بے اختیار کارتوس لینے کے لیے آگے بڑھا لیکن میرے دوسرے ہاتھ کا گھونسہ اس کے جبڑے پر پڑا تھا۔ ایک بار پھر وہ نیچے جا گرا اب میں اس کے قریب پہنچ گیا تھا میں نے اس کا گریبان پکڑ کر اس کی پیشانی پہ پاؤں رکھتے ہوئے کہا۔

"ہاں دوست اب جواب دو۔ یہاں میرے کمرے میں کیا کر رہے تھے؟ کسی نے تمہیں مجھے قتل کرنے کے لیے بھیجا۔"

"میں کسی بات کا جواب نہیں دوں گا۔" وہ غراتی ہوئی آواز میں بولا۔

"اگر تم جواب نہیں دو گے تو میں تمہیں جان سے مار دوں گا سمجھے تم۔"

"تم مجھے نہیں مار سکتے یہاں۔ یہاں میرے بہت سے ساتھی موجود ہیں۔"

"گڈ ویری گڈ۔ اس طرح جواب دیتے رہو میرے معصوم دوست کون کون ہیں تمہارے ساتھی۔" میں نے سوال کیا لیکن وہ محتاط تھا میں ایک لمحے کے لیے چونکا تھا کہ اس نے میرا پاؤں پکڑ کر پوری قوت سے موڑ دیا۔ میں سنبھل نہیں پایا تھا چنانچہ دوسرے لمحے میں نیچے گر پڑا۔ البتہ میں نے اپنا چہرہ زمین سے ٹکرانے سے روکا تھا اور پھر لیٹے لیٹے میں نے اپنا پاؤں گھما کر اس کی پیشانی پہ مارا اس کا منہ بڑی زور سے زمین سے ٹکرایا تھا وہ کراہنے لگا لیکن اس کے فوراً ہی بعد اس نے پلٹ کر دوبارہ میری ٹانگ کھینچ لی۔ میں جو اٹھنے کی کوشش کر رہا تھا اپنا توازن برقرار نہ رکھ سکا اور زمین پہ آ رہا وہ بری طرح مجھ سے گتھم گتھا ہو گیا تھا خاصے جاندار بدن کا مالک ہو گا کسی وقت لیکن چرس بھری سگریٹوں نے اس کے بدن میں کچھ نہیں رہنے دیا تھا میں نے ایک لمحے میں اس پر قابو پا لیا اور اس کا دایاں بازو موڑ کر پشت سے لگا دیا پھر میں نے اسے اس طرح دھکیلا اور بالکونی تک لے آیا اور دوسرے ہاتھ سے اس کی گردن پکڑ کر میں نے بالکونی کے کٹہرے پر رکھ دی پھر نیچے جھک کر میں نے اس کے دونوں پاؤں پکڑے اور اسے کٹہرے سے آدھا باہر نکال دیا۔

"بولو۔ میری باتوں کا جواب دینا پسند کرو گے یا تمہیں یہاں سے نیچے پھینک دوں ذرا نیچے کی گہرائی تو دیکھو۔ بالکونی سڑک سے بہت بلند تھی۔ وہ خوفزدہ آواز میں بولا۔

"نہیں۔ نہیں تم یہ نہیں کر سکتے۔"

"میں کر سکتا ہوں میرے دوست۔ اس وقت کسی کو یہ اندازہ نہیں ہے کہ تم میرے کمرے میں ہو تم چرس پی چکے ہو تمہارے منہ سے چرس کی بو آ رہی ہے لوگ یہی سمجھیں گے کہ نشے کی ترنگ میں تم نے ہوا میں پرواز کرنے کی کوشش کی ہو گی اور بڑے اطمینان سے نیچے جا رہے ہو گے سمجھے۔ میں نے اسے کچھ اور آگے دھکیلا اور وہ نیچے کا منظر دیکھ کر خوفزدہ ہو گیا۔ اس نے خوف سے آنکھیں بند کر لی تھیں پھر وہ آہستہ سے بولا۔

"مم۔ میں۔ تم یقین کرو میں نشے میں ہی یہاں آ گیا تھا۔"

"ارے ارے اتنا سچ مت بولو کہ مجھے ہنسی آنے لگے نشے کے عالم میں تم مجھے قتل کر دینے آئے تھے۔"

"اچھا۔ ایک منٹ۔ مجھے موقعہ دو۔ میں تمہیں سچ بتاتا ہوں۔" اس نے کہا اور میں نے اسے پیچھے کھینچ لیا۔

"اب آئے راہِ راست پر۔ چلو آ جاؤ اور بتاؤ تمہیں یہاں کس نے بھیجا تھا میرا خیال تھا کہ اب شدتِ خوف سے اس کی قوتِ مزاحمت ختم ہو چکی ہو گی لیکن خلافِ توقع وہ بڑا ہی سخت جان نکلا دفعتاً اس نے زور لگایا اور میری گرفت سے نکل گیا۔ اس کے ساتھ ہی اس نے نیچے جھک کر اپنی پنڈلی پر بندھا ہوا چاقو نکال لیا تھا۔

دوسرے لمحے وہ انتہائی پھرتی سے مجھ پر ٹوٹ پڑا لیکن اب ظاہر ہے کہ میں اس جیسے عام لوگوں کے بس کی بات بھی نہیں تھا میں نے پھرتی سے اس کا ہاتھ پکڑ لیا اور پوری قوت سے لات اس کے پیٹ پر رسید کر دی پھر سنبھلنے کی مہلت دیئے بغیر میں نے دو چار گھونسے اس کی پیشانی اور کنپٹی پر جڑ دیئے۔

وہ کراہتے ہوئے فرش پہ گر پڑا میں نے جھک کر اسے کالر سے پکڑا اور زور سے جھٹکا دیا وہ سیدھا ہو گیا تھا لیکن اس عالم میں اس نے میری پیشانی پہ ٹکر مارنے کی کوشش کی اور اب میرے اندر وہی وحشت و درندگی جاگ اٹھی تھی جو ایسے حالات میں جاگ جانی چاہیئے تھی۔ میں نے اس کی گردن دونوں ہاتھوں سے پکڑی اور اسے ایک جھٹکے سے موڑ دیا۔ چٹاخ کی آواز ہوئی اس کی گردن کا منکا ٹوٹ گیا تھا اس نے دونوں ہاتھ فضا میں پھیلائے اور پھر نیچے گر پڑا۔ میں نے جھک کر اس کی نبض ٹٹولی۔ نبضیں ڈوبتی جا رہی تھیں غصے میں معلومات کے ایک ذریعے کو کھو بیٹھا تھا اسے مرنا تو تھا ہی لیکن

مجھے چاہیئے تھا کہ میں اسے اس وقت تک زندہ رکھتا جب تک وہ میرے سوالات کا جواب نہ دے دیتا۔

بہرطور جو کچھ ہونا تھا وہ تو ہو ہی چکا تھا میں نے اس کی جیبوں کی تلاشی لی اس سے بہت سی چیزیں برآمد ہوئیں لیکن میری دلچسپی کا باعث صرف کاغذ کا ایک پرزہ تھا جس پر ایک خاص قسم کے اعداد ٹائپ کیے ہوئے تھے میں نے کاغذ کا یہ پرزہ احتیاط سے اپنی پتلون کی جیب میں رکھ لیا اور پھر اپنے کمرے میں نگاہیں دوڑانے لگا اس دھینگا مشتی میں کچھ چیزیں اپنی جگہ سے گر پڑی تھیں اور کچھ ایسے نشانات پیدا ہو گئے تھے جن پر اگر غور کیا جاتا تو میرے لیے مشکل کا باعث بن سکتے تھے۔

میں کمرہ ٹھیک کرنے میں مصروف ہو گیا ویٹر کا پستول میں نے اٹھا لیا اور اس میں کارتوس جما کر اس کی جیب میں رکھ دیا نشہ آور سگریٹ کے جو ٹکڑے یہاں پڑے ہوئے تھے انھیں میں نے اٹھایا اور واش بیسن میں ڈال کر پانی کھول دیا۔

کمرہ نشہ آور سگریٹ سے بالکل پاک ہو گیا تو میں نے ویٹر کی لاش دونوں ہاتھوں پر اٹھائی اور دروازے کے پاس لے آیا دروازہ کھول کر میں نے آہستہ سے باہر جھانکا راہداری سنسان پڑی تھی میں اس کی لاش کو لیے باہر نکل آیا اور خودکار لفٹ کے پاس پہنچ گیا بٹن دباتے سے لفٹ اوپر آئی تو میں نے اس کا دروازہ کھول کر اسے ہی پاؤں اڑا لیا اور پھر ویٹر کی لاش لفٹ میں ٹھونس دی لاش کو لفٹ میں ٹھونسنے کے بعد میں چند لمحات وہیں کھڑا رہا لفٹ اس منزل پر رکی ہوئی تھی میں نے اس کا دروازہ بند کیا اور پھر اس کے بعد پیچھے ہٹ آیا اب جو کوئی لفٹ کا بٹن دبائے گا وہ خود ہی لاش کو پالے گا مجھے کیا ضرورت تھی کہ میں اس کے بارے میں کسی کو اطلاع دوں۔ اپنے کمرے کا دروازہ اس مخصوص چابی سے مقفل کر کے میں بالکونی کے راستے چھت پر چڑھا اور وہاں سے عقبی زینے سے اتر کر چپ چاپ ہال میں پہنچ گیا۔ کاؤنٹر منیجر کاؤنٹر پر موجود تھا میں نے اس کے نزدیک بیٹھے ہوئے کلرک سے اپنے کمرے کی چابی مانگی اور منیجر تیزی سے میری طرف پلٹ پڑا۔ وہ پریشان نگاہوں سے میری طرف دیکھ رہا تھا لیکن پھر اس نے جلد ہی اپنے آپ پر قابو پا لیا اور کاؤنٹر کلرک سے بولا۔

"صاحب کو چابی دو۔" کاؤنٹر کلرک نے جلدی سے چابی میرے حوالے کر دی۔ میں چابی لے کر پلٹا ہی تھا کہ دفعتاً کسی عورت کی تیز چیخ میرے کانوں سے ٹکرائی یہاں موجود دوسرے لوگوں نے بھی چیخ کی یہ آواز سن لی تھی چنانچہ بے اختیار بہت سے لوگ کھڑے ہو گئے میرے قدم رک گئے تھے ایک لمحے میں، میں نے صورتحال کا اندازہ لگا لیا تھا، یقیناً کسی بدقسمت عورت نے ویٹر کی لاش والی لفٹ کا بٹن دبا دیا تھا اور اب لاش اس کے سامنے ہو گی، کاؤنٹر منیجر بھی بھاگتا ہوا میرے قریب سے گزر گیا تھا دوسرے بہت سے لوگ لفٹ کے قریب پہنچ گئے تھے۔ میں بھی آہستہ آہستہ چابی گھماتا ہوا وہیں چل پڑا۔

لوگ ایک دوسرے کو دھکیلتے ہوئے صورتِ حال معلوم کرنے کی کوشش کر رہے تھے جو عورت لفٹ میں داخل ہونا چاہتی تھی وہ عورت بیہوش ہو کر وہیں لفٹ کے قریب ہی گر پڑی تھی۔ کاؤنٹر منیجر نے چند ویٹروں کو طلب کر کے بیہوش عورت کو وہاں سے اٹھوایا اور گھبرائے ہوئے لہجے میں لوگوں کو پیچھے ہٹنے کی ہدایت کرنے لگا۔

"کیا بات ہے کیا بات ہے۔؟" کسی نے سوال کیا۔

"لاش۔ لفٹ میں لاش موجود ہے۔ لاش کا نام سن کر بہت سی سراسیمہ آوازیں ابھری تھیں۔

"کون ہے۔؟ کس کی لاش ہے۔"؟

"ویٹر ہے۔" منیجر نے خوفزدہ لہجے میں کہا۔ میں نے ایک بار صرف ایک بار منیجر کا چہرہ اپنی طرف گھومتے ہوئے محسوس کیا تھا۔ اس کی آنکھوں میں عجیب سی کیفیت تھی میں نے اندازہ لگا لیا کہ منیجر صورتِ حال سے واقف تھا اور اب ویٹر کی لاش دیکھ کر اس کا ذہن یقیناً میری ہی جانب گیا تھا۔ دل ہی دل میں، میں نے سوچا۔

دوستوں۔ تم لوگوں سے نمٹ لوں گا ایک ایک کر کے بے فکر رہو۔ اس کے بعد میں نے کمرے میں جانا مناسب نہیں سمجھا بھوک کی شدت اب بھی اسی طرح تھی چنانچہ میں ڈائننگ ہال کی طرف چل پڑا، ایک میز پر بیٹھنے کے بعد میں نے اپنے لیے کھانا طلب کیا اور تھوڑی دیر کے بعد ویٹر نے میرا مطلوبہ آرڈر میرے سامنے سپلائی کر دیا۔ اب ہر سلسلے میں محتاط تو نہیں رہا جا سکتا تھا۔ قدم قدم پر خطرات کا سامنا تھا لیکن اس وقت تک جب تک یہ لوگ پوری طرح میری طرف متوجہ نہیں ہوتے بلاوجہ کی حماقتیں کرنے سے کوئی فائدہ نہیں تھا۔ چنانچہ میں نے اطمینان سے کھانا شروع کیا۔ کھانا کھانے کے بعد میں نے کافی طلب کر لی اور ابھی کافی کے سپ لے ہی رہا تھا کہ دفعتاً میری نگاہ ایک شخص کی جانب اٹھ گئی جو ایک میز پر بیٹھا ہوا تھا اس نے بھی مجھے دیکھا اور متحیرانہ انداز میں اٹھ کھڑا ہوا دوسرے لمحے وہ اپنی میز سے اٹھ کر میرے پاس آ گیا۔

ابتداء میں تو میں اسے نہیں پہچان سکا لیکن جب وہ میرے قریب پہنچا تو میں نے بخوبی اسے پہچان لیا یہ وہی پولیس آفیسر تھا جسے میں نے اپنا وہ خصوصی اجازت نامہ دکھایا تھا اور جس سے میری ایئرپورٹ پر ملاقات ہوئی تھی اس نے میرے نزدیک پہنچ کر پرمسرت انداز میں کہا۔

"آہا۔ آپ سے خوب ملاقات ہوئی مسٹر نواز میں آپ کے بارے

میں بہت کچھ سوچتا رہا ہوں مجھے علم نہیں تھا کہ آپ کا قیام اس ہوٹل میں ہے۔"

"شکریہ آفیسر، میں بھی آپ کو پہچان گیا ہوں تشریف رکھیے کیا پئیں گے آپ؟"

"بھئی یہ جو کچھ آپ پی رہے ہیں اس وقت میں بالکل اس کے موڈ میں نہیں ہوں آپ دیکھ رہے ہیں میرے جسم پر سرکاری وردی بھی نہیں ہے۔"

"تو پھر میں آپ کے لیے اسکاچ منگاتا ہوں۔" میں نے کہا۔

"شکریہ۔ شکریہ۔" اس نے خوش اخلاقی سے گردن ہلاتے ہوئے کہا اور میں نے چٹکی بجا کر ویٹر کو اپنے قریب بلایا چند لمحات کے بعد ویٹر نے میرے آرڈر پر اسکاچ کی بوتل، سائفن اور گلاس وغیرہ اس کے سامنے رکھ دیئے۔

"تعجب ہے آپ کافی پی رہے ہیں مسٹر نواز۔"

"میرے لیے کافی ہی کافی ہے۔" میں نے مسکراتے ہوئے جواب دیا اور وہ ہنس پڑا پھر اس نے اپنے لیے اسکاچ کا گلاس بنایا اور چھوٹے چھوٹے سپ لیتا ہوا بولا۔

"ابھی یہاں تھوڑی دیر قبل ایک حادثہ ہو چکا ہے آپ اس حادثہ سے واقف ہیں۔"

"ہاں۔ شاید کسی ویٹر کی لاش لفٹ میں ملی تھی۔"

"اور یہ ویٹر آپ ہی کی منزل پر متعین تھا۔"

"شاید۔ مجھے یہاں کے ویٹروں کے بارے میں زیادہ معلومات نہیں ہے۔" میں نے انسپکٹر کا چہرہ بغور دیکھتے ہوئے کہا۔ میں اندازہ لگانے کی کوشش کر رہا تھا کہ کیا انسپکٹر اس سلسلے میں مجھ پر کوئی شبہ رکھتا ہے لیکن وہ اطمینان سے اسکاچ کے سپ لینے میں مصروف تھا اس کے چہرے سے کوئی اندازہ نہیں ہوتا تھا کہ وہ کس شبہ کی بنا پر یہ بات کہہ رہا ہے، بہرطور میں محتاط ضرور ہو گیا تھا تب میں نے اس سے پوچھا۔

"کیا آپ یہاں اس ویٹر کی لاش کے سلسلے میں ہی تشریف لائے تھے مسٹر؟" میں نے سوالیہ انداز میں اسے دیکھا۔

"اوہ مجھے آپ مائیکل ہنیٹر کہہ سکتے ہیں، ویسے میرے دوست مجھے ہنیٹر کے نام سے جانتے ہیں۔"

"شکریہ مسٹر ہنیٹر۔ میرا نام چونکہ آپ لے ہی چکے ہیں اس لیے میں آپ کو اپنا نام بتانا ضروری نہیں سمجھتا۔"

"ہاں۔ میں آپ کو جانتا ہوں مسٹر نواز۔ خاص طور سے وہ خصوصی اجازت نامہ دیکھنے کے بعد تو میں نے مسلسل آپ کے بارے میں سوچا ہے۔ بہرطور میں ڈیوٹی پر نہیں تھا بلکہ میں اکثر اس ہوٹل میں آتا رہتا ہوں۔ اس وقت بھی میں ڈائننگ ہال ہی میں موجود تھا جب باہر شور و غوغا کی آوازیں سنی گئیں بعض لاش میں نے بھی دیکھی لیکن اس سے زیادہ میں نے اس کے سلسلے میں دلچسپی نہیں لی کیونکہ ہمارا واسطہ تو دن رات ایسی چیزوں سے پڑتا ہی رہتا ہے اب اس وقت جب میری ڈیوٹی نہیں تھی تو اس موقع سے فائدہ کیوں نہ اٹھاتا اگر میرے بدن پر پولیس کی وردی ہوتی تو پھر یہ میرا فرض بن جاتا تھا کہ میں اس لاش کے بارے میں چھان بین کروں ویسے بھی یہ میرا علاقہ نہیں ہے۔" میں نے مسکراتے ہوئے گردن ہلا دی۔ تب ہنیٹر میری جانب دیکھ کر بولا۔

"ایئرپورٹ پر جو شخص قتل ہوا تھا کیا اس سے آپ کا کوئی تعلق تھا۔"

"ہرگز نہیں۔ میرا اس سے بس اتنا تعلق تھا کہ اس کو میری ہی نگاہوں کے سامنے قتل کیا گیا تھا۔ ویسے آپ نے تو یقیناً اس کے بارے میں چھان بین مکمل کر لی ہوگی۔"

"حیرت انگیز بات یہ ہے کہ اس کے بارے میں ہمیں کوئی تفصیل موصول نہیں ہو سکی، وہ کون تھا، کہاں سے آیا تھا، کہاں رہتا تھا اس کے لباس سے بھی کوئی ایسی چیز برآمد نہیں ہوئی جو اس کی شخصیت پر روشنی ڈال سکتی۔"

"پتا نہیں کیا سلسلہ ہو۔" میں نے لاپرواہی سے کہا۔

"ویسے میں ذاتی طور پر آپ سے ایک بات پوچھ سکتا ہوں مسٹر نواز۔"

"ضرور کہیے۔" میں نے سوال کیا۔

"آپ کا خصوصی اجازت نامہ مختلف تصورات کا حامل ہے یہ اجازت نامہ عام لوگوں کو نہیں ملتا صرف وہی لوگ اسے اپنے پاس رکھنے کے حق دار ہوتے ہیں جو حکومت کے کسی اہم معاملے میں کام کر رہے ہوں، میں آپ کے بارے میں زیادہ چھان بین نہیں کرنا چاہتا چونکہ انتظامیہ کے لوگ مختلف انداز میں کام کرتے ہیں لیکن اتنا آپ سے ضرور پوچھنا پسند کروں گا کہ کیا آپ منشیات کے سلسلے میں کوئی کام کر رہے ہیں۔"

"یہ سوال آپ کے ذہن میں کیوں ابھرا مسٹر ہنیٹر۔"

"اس لیے کہ آپ کے اجازت نامے پر جو خصوصی نکون بنا ہوا ہے وہ اس بات کی نشاندہی کرتا ہے کہ آپ منشیات ہی کے اہم سلسلے میں یہاں پہنچے ہیں۔"

"شاید۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"پرلطف بات یہ ہے کہ میرے سپرد بھی یہی خصوصی کام کیا گیا ہے ایئرپورٹ پر میری ڈیوٹی وہاں سے آنے والے مسافروں کو چیک کرنے کی تھی یعنی ایسے مسافروں کو جو منشیات کی اسمگلنگ میں

ملوث ہوتے ہیں آپ نہیں جانتے مسٹر نواز کہ امریکہ کیسے حالات کا شکار ہے۔ ہماری نوجوان نسل تباہ ہوئی جا رہی ہے موت کے سوداگر موت فروخت کر رہے ہیں اور نوجوانوں کو نشہ آور ادویات کا عادی بنا کر زندگی سے محروم کر رہے ہیں آپ دیکھیے نا اتنا ترقی یافتہ ملک اور اتنی بڑی لعنت کا شکار۔ بیشک بہت ساری چیزیں ایسی ہیں جو انسانی زندگی کے لیے ضروری ہوتی ہیں لیکن نشہ آور ادویات کا استعمال ایک اتنی بڑی سازش ہے آپ جس کا تصور نہیں کر سکتے میں ذاتی طور پر ان لوگوں کے اتنا خلاف ہوں کہ دل چاہتا ہے جو بھی مجھے مل جائے اسے تباہ و برباد کر کے رکھ دوں۔" پولیس آفیسر کی مٹھیاں جوش سے بھنچ گئیں۔ پھر وہ بولا۔

"میں نے ایسے ایسے واقعات دیکھے ہیں کہ آپ کو بتا نہیں سکتا بلکہ میں آپ کو دعوت دیتا ہوں کہ اگر موقع ملے کل میرے دفتر تشریف لائیے میں آپ کو منشیات کے شکار نوجوانوں کی شخصیت سے متعارف کراؤں گا۔"

"ضرور حاضر ہوں گا کل کس وقت؟" میں نے سوال کیا۔

"دس بجے صبح میں آپ کا انتظار کروں گا۔ ویسے اگر آپ اس سلسلے میں کوئی کارروائی کرنے کے لیے یہاں تشریف لائے ہیں مسٹر نواز تو براہ کرم ہنیٹر کی یہ پیش کش قبول فرمائیے کہ میں ہر طرح آپ کے ساتھ تعاون کرنے کو تیار ہوں خواہ وہ سرکاری نوعیت کا ہو یا غیر سرکاری نوعیت کا۔" میں نے کافی کا آخری گھونٹ لے کر پیالی نیچے رکھتے ہوئے کہا۔

"اگر اس سلسلے میں مجھے آپ کی ضرورت پڑی مسٹر ہنیٹر تو آپ یقین کیجئے کہ میں آپ کو ترجیح دوں گا۔"

"بہت بہت شکریہ۔ میں اس بات کے لیے خلوص دل سے مشکور ہوں۔"

"ویسے ہوائی اڈے پر جس لڑکی سے میری مڈبھیڑ ہوئی تھی کیا آپ کے پاس اس کا کوئی ریکارڈ موجود ہے۔"

"اوہ۔ وہ لڑکی جو۔ میرا مطلب ہے جو آپ سے ٹکرائی تھی اور جس کے بارے میں آپ کا خیال تھا کہ اس نے جان بوجھ کر آپ کا راستہ روکا تھا تاکہ قاتل کو بھاگنے میں مدد ملے۔"

"ہاں۔ میں اس کی بات کر رہا ہوں۔"

"ہمارے پاس اس کا کوئی ریکارڈ نہیں ہے لیکن اگر آپ چاہیں تو میں پتا کر کے بتا دوں۔" اس نے کہا۔

"میں آپ کو اس کا پتا بتا سکتا ہوں آپ صرف اس کے بارے میں خفیہ طور پر چھان بین کر لیجیے۔"

"اوہ۔ اوہو۔ گویا آپ کو۔ آپ کو اس کا پتا بھی معلوم ہو گیا۔" ہنیٹر نے متحیرانہ انداز میں کہا۔

"گرین کا بیچ مارلا برو کے علاقے میں ہے اور وہیں وہ لڑکی گرین ہاربر کے نام سے رہتی ہے۔"

"میرے خدا اس کا مقصد ہے یقیناً یقیناً میں تسلیم کرتا ہوں ظاہر ہے آپ نیویارک سے آئے ہیں کوئی معمولی شخصیت تو نہیں ہوں گے۔" اس نے مسکراتے ہوئے کہا اور گلاس میں بڑی شراب حلق میں انڈیل لی پھر اس نے دوسرا گلاس بنایا اور ہم لوگ کافی دیر تک باتیں کرتے رہے۔ اس کے بعد وہ کرسی سے اٹھتا ہوا بولا۔

"تو پھر میں کل صبح دس بجے اپنے دفتر میں آپ کا انتظار کروں گا۔"

"ہاں یقیناً، میں پہنچوں گا۔" میں نے جواب دیا۔ ہنگامہ خیزیاں کسی قدر کم ہو گئی تھیں خاصی رات گئے میں اپنی جگہ سے اٹھا اور پھر اپنے کمرے میں آ گیا یہ کمرہ میرے لیے بارود کا ڈھیر تھا لیکن میں بھی اپنے آپ کو آزمانا چاہتا تھا چنانچہ کسی قسم کی پرواہ کیے بغیر میں نے دروازے کھڑکیاں لاک کیں اور اپنے بستر پر جا لیٹا لیکن رات سکون سے گزر گئی تھی۔

اگلے دن صبح ناشتہ وغیرہ سے فارغ ہو کر میں نے اپنے پروگرام پر غور کیا اور پھر تیار ہو کر باہر نکل آیا۔ تھوڑی دیر کے بعد میں ہنیٹر کے بتائے ہوئے پتہ پر پہنچ گیا۔ اس کے بارے میں معلومات حاصل کرنے میں کوئی دقت نہیں ہوئی تھی۔ ہنیٹر اپنے آفس میں میرا منتظر تھا اس وقت اپنی وردی میں ملبوس تھا اور بہت شاندار نظر آ رہا تھا۔ ایئرپورٹ پر تو میں نے اس پر غور نہیں کیا تھا لیکن اب اس کی شکل و صورت دیکھ کر اندازہ ہوا کہ ذہین اور تجربہ کار آفیسر ہے بشرطیکہ میں اس کی نگاہوں سے محفوظ رہ سکوں، بہرطور اس نے آگے بڑھ کر گرمجوشی سے مجھ سے ہاتھ ملایا اور پھر کلائی پر بندھی ہوئی گھڑی میں دیکھ کر بولا۔

"خدا کا شکر ہے کہ میں صحیح وقت پر واپس پہنچ گیا۔"

"واپس۔" میں نے سوالیہ انداز میں اسے دیکھا اور وہ ہنستا ہوا مجھے کرسی پر بیٹھنے کا اشارہ کر کے خود بھی کرسی پر بیٹھ گیا۔

"ہاں۔ ایک واردات ہوئی ہے میرے علاقے میں بڑی بھیانک واردات ہے میں اس وقت بھی اُن چاروں لاشوں کا تصور کرتا ہوں تو کانپ جاتا ہوں پتہ نہیں انہیں کسی ایک آدمی نے ہلاک کیا ہے یا بہت سے آدمیوں نے۔ چار لاشوں کا تذکرہ سن کر میں چونکا تھا میں نے سوالیہ انداز میں ہنیٹر کی طرف دیکھا تو وہ مجھے اُن چاروں گنجوں کے بارے میں تفصیلات بتانے لگا جو میرا ہی شکار تھے۔ مجھے اس بات پر حیرت تھی کہ اُن چاروں کو بہت بُرے طریقے سے قتل کیا گیا ہے پھر وہ رازدارانہ انداز میں بولا۔

"میں تمہیں وہ بات بتا رہا ہوں مسٹر نواز جو میں نے ابھی تک پولیس کے ریکارڈ میں بھی شامل نہیں کی۔"

"کیا؟" میں نے دلچسپی سے پوچھا۔

"کیمفرائن ویل پر جو چاروں لاشیں ملی ہیں ان کا تعلق کسی نہ کسی طور منشیات کی تجارت کرنے والے گروہ سے ضرور تھا۔ دراصل میں ان دنوں اس گروہ کے بارے میں شواہد جمع کر رہا ہوں۔ میں نے خاص طور سے اس بات کا جائزہ لیا ہے کہ جن لوگوں کے سر منڈھے ہوئے ہوتے ہیں ان کا تعلق کسی نہ کسی طور منشیات کی تجارت سے ضرور ہوتا ہے اور اب تک کی تمام رپورٹوں سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ یہ ان لوگوں کی شناخت ہے یعنی منڈھا ہوا سر۔ میں یہ بھی جانتا ہوں کہ بے شمار ایسے افراد ہیں جن کے اپنے عزیز و اقارب منشیات کا شکار ہو چکے ہیں۔ وہ خود بھی ان لوگوں کے بدترین دشمن ہیں چنانچہ ان چاروں کا قتل کسی ایسے ہی جنونی کا کارنامہ ہے جو ان لوگوں سے بری طرح نفرت کرتا ہو ورنہ قتل کرنے کے مختلف انداز ہوتے ہیں، آپ یقین کریں کہ ان لوگوں کو اتنے وحشیانہ انداز میں قتل کیا گیا ہے کہ شاید لاس اینجلس کی تاریخ میں یہ واقعہ چند ہی واقعات میں سے ایک کہا جا سکتا ہے۔ میں نے شانے ہلائے اور مصنوعی انداز میں بولا۔

"تو آپ وہیں گئے تھے مسٹر ہینیز۔"

"ہاں۔ وہ لاشیں پولیس کے ہسپتال پہنچانے کے بعد یہاں پہنچا ہوں، صبح ہی صبح اس سلسلے میں مصروف ہو جانا پڑا تھا۔"

"ہوں۔ اس کا مقصد ہے کہ یہاں منشیات کی اسمگلنگ کی انسداد کے سلسلے میں خاصا زور دار کام ہو رہا ہے۔"

"ایسا ویسا زوردار۔ یوں سمجھیں کہ ہماری تمام تر کوششیں یہی ہیں کہ ہم اس کاروبار کو کسی طرح ختم کر دیں پورا امریکہ ہی آج کل منشیات کے ناجائز کاروبار کا مرکز بنا ہوا ہے۔ اتنی بھاری مقدار میں یہ منشیات یہاں پہنچ رہی ہیں کہ بیان نہیں کیا جا سکتا میں اتنا پریشان ہوں کہ آپ کو بتا نہیں سکتا۔"

"کیا منشیات کی اسمگلنگ کا یہ سلسلہ کسی طرح روکا جا سکتا ہے؟" میں نے سوال کیا۔

"کیوں نہیں۔ ہم کوشش کر رہے ہیں اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ منشیات درآمد کرنے والی تنظیمیں بلاشبہ بڑی منظم ہیں اور ان کے وسائل لامحدود ہیں ہم کسی ایک تنظیم کے ذمہ یہ الزام نہیں لگا سکتے کیونکہ کوئی ایک تنظیم اتنے منظم پیمانے پر یہ کام نہیں کر سکتی۔ چھوٹی چھوٹی بہت سی تنظیمیں ہیں اور پھر سچی بات یہ ہے کہ منشیات کی اسمگلنگ ہی آجکل راتوں رات کروڑ پتی بنانے کا واحد ذریعہ ہے۔ بہرطور ہم مختلف تنظیموں کے بیشتر کارندوں کو اپنی نگاہوں میں لا چکے ہیں لیکن الجھن یہ ہے کہ ابھی تک ان کی سپلائی طریقۂ کار کا پتا نہیں چل سکا۔ مسلسل کوششیں کی جا رہی ہیں اور ہم ہر طرح سے ان کے بارے میں معلومات حاصل کر رہے ہیں لیکن کوئی ٹھوس اور جامع ثبوت ہمیں ابھی تک نہیں مل سکا اگر آپ منشیات کے استحصال کا شکار چند افراد کی لاشیں دیکھنا چاہیں تو میں آپ کو ان کی زیارت ضرور کراؤں گا۔ براہ کرم میرے ساتھ تشریف لائیے۔"

"ٹھیک ہے۔" میں نے شانے ہلاتے ہوئے کہا اور ہینیز کے ساتھ چل پڑا۔ پولیس ہیڈکوارٹر میں ایک مردہ خانہ موجود تھا جو اس دفتر کی عمارت سے الگ ہٹ کر ایک عمارت میں تھا لیکن وہاں سے یہاں تک جانے کا راستہ براہ راست تھا چنانچہ ہم اس وسیع ہال پر مشتمل ایک دوسری عمارت میں پہنچ گئے۔ اور پھر وہاں سے ایک مخصوص کمرے میں جس کی دیواروں کے ساتھ ساتھ چاروں طرف پتھر کی بڑی بڑی سلیں لگی ہوئی تھیں اور ان پر شٹر ڈھکے ہوئے تھے۔ ہینیز نے آگے بڑھ کر ایک سل کا شٹر ہٹا دیا اندر سفید چادر سے ڈھکی ہوئی ایک لاش رکھی ہوئی تھی اس نے لاش کے پورے بدن سے کپڑا ہٹا دیا۔ لاش غالباً پانی میں ملی تھی کیونکہ اس کے اثرات اس کے چہرے سے نمایاں ہو رہے تھے چہرہ مسخ ہو چکا تھا اور بدن پر جگہ جگہ نشانات بنے ہوئے تھے ہینیز نے بھاری لہجے میں کہا۔

"اگر آپ اس کے بدن میں انگلی گڑائیں گے تو آپ کی انگلی سیدھی اس کے گوشت میں اتر جائے گی۔"

"اوہو۔ اس کی وجہ؟"

"اس کا پورا بدن گل چکا ہے۔"

"منشیات کے استعمال سے یا پانی سے اندازہ تو یہ ہو رہا ہے جیسے یہ لاش پانی میں پڑی رہی ہے۔"

"نہیں یہ منشیات کے استعمال کا شاہکار ہے۔" ہینیز بھاری لہجے میں بولا۔

"آئیے۔" اس نے شٹر بند کر کے ایک دوسرا شٹر کھولا۔ اس میں بھی ایک لاش رکھی ہوئی تھی کسی نوجوان لڑکے کی لاش جس کی عمر اٹھارہ انیس سال سے زیادہ نہیں ہوگی ہینیز ڈبڈبائی آنکھوں سے اسے دیکھتا رہا پھر اس نے تیسری اور چوتھی لاش دکھائی۔

پانچویں لاش ایک ایسی خوبصورت لڑکی کی تھی کہ اسے دیکھ کر میرا بھی دل لرز گیا عمر سترہ اٹھارہ سال سے کم نہیں ہوگی ہاتھ پاؤں ٹوٹے ہوئے تھے۔

"یہ نشہ کے عالم میں آٹھ منزلہ عمارت سے نیچے کود پڑی تھی لیکن دیکھیے چہرہ کس طرح بچ گیا ہے البتہ ہاتھ پاؤں بالکل اپنی جگہ سے الگ ہو گئے تھے انہیں بمشکل تمام سی کر رکھا گیا ہے۔ یہ سب لڑکے اور لڑکیاں

کا شکار ہیں اور مختلف حادثوں کا شکار ہوتے رہتے ہیں۔ یہ ہماری نوجوان نسل ہے جس پر مستقبل کا دارومدار ہوتا ہے لیکن اس نسل کی جو حالت بنائی جا رہی ہے اس کا اندازہ بس آپ خود ہی لگا لیجیے مردہ خانہ میں اس طرح کی بے شمار لاشیں رونما آتی ہیں ہر روز بے شمار لوگ ہلاک ہوتے ہیں اور ان کی موت کے پیچھے یہی نشہ آور مواد کار فرما ہوتی ہیں۔ ان کے قاتل بے دھڑک لوگوں میں زہر بانٹتے پھرتے ہیں لیکن افسوس ہم ابھی تک ان پر ہاتھ نہیں ڈال سکے ہیں ہمیں بے حد ظالم اور سفاک لوگوں سے واسطہ پڑا ہے اور مسٹر نواز اب بھی اگر آپ اپنے آپ کو مجھ سے چھپانا پسند کریں تو میں آپ کو مجبور نہیں کروں گا لیکن اتنا ضرور عرض کروں گا کہ اگر منشیات کا انسداد کرنے کے سلسلے میں آپ عمل کر رہے ہیں اور کوئی بہتر سی صورت حال آپ کے علم میں آ جاتی ہے تو براہ کرم ہینیز کو اس سے ضرور آگاہ کیجیے میں نہ صرف اپنے فرائض کی بجا آوری کرتے ہوئے بلکہ اپنی انسانی ذمہ داریاں پوری کرتے ہوئے ان کے خلاف جان کی بازی لگا دینے کو تیار ہوں۔" میں خاموشی سے ہینیز کی شکل دیکھتا رہا ظاہر ہے اسے بالسر میں، میں کبھی تفصیل سے نہیں بتا سکتا تھا کیونکہ ان لوگوں کی سرکوبی کے ساتھ ساتھ میرا مشن کچھ اور بھی تھا سب سے بڑی بات یہ تھی کہ میں خود امریکی پولیس کو مطلوب تھا ہر چند کہ میں نے یہاں نواز کے نام سے ہی اپنے آپ کو روشناس کرایا تھا لیکن ضروری نہیں تھا کہ پوری دنیا میں صرف ایک راجہ نواز اصغر ہی ہو اور پھر میں نے اپنا پورا نام راجہ اصغر نواز لکھوایا بھی نہیں تھا نہ ہی میں نے مسٹر بیکن سے یہ بات کہی تھی کہ وہ مجھے پورے نام سے روشناس کرائیں۔

نواز نام کے بے شمار افراد یہاں موجود ہوں گے اس لیے مجھے اس بات کی امید تھی کہ کسی کا شبہ مجھ پر نہیں جائے گا لیکن بہرطور میں خود بھی ان لاشوں کو دیکھ کر بے حد متاثر ہوا تھا اور میرا فرض کچھ اور زیادہ ہو گیا تھا میں کسی قیمت پر کمبخت ترلوکا کو نہیں چھوڑ سکتا تھا جس نے دنیا کو ایک عجیب سی مصیبت میں گرفتار کر رکھا تھا۔ اس نے ایک مذہبی تحریک کے نام پر جو بدعنوانیاں پھیلا رکھی تھیں ان کا سدباب ضروری تھا اور اگر کسی مناسب موقع پر مجھے ہینیز کی ضرورت پیش بھی آتی تو میں اس سے دریغ نہیں کر سکتا تھا۔ میں نے ہینیز کو ہر طرح کے تعاون کا یقین دلایا اور اس سے کہا کہ جس طرح بھی ممکن ہو سکا خواہ میں اس سلسلے میں یہاں آیا ہوں یا نہ آیا ہوں لیکن اب یہ میرا فرض بن گیا ہے کہ ان لوگوں کی سرکوبی کے لیے کام کروں اور جہاں بھی اس کی ضرورت پیش آئی میں آپ کو تکلیف ضرور دوں گا۔ ہینیز نے مجھ سے پر خلوص انداز میں ہاتھ ملاتے ہوئے کہا۔

"نہیں مسٹر نواز۔ آپ اس بات کو تکلیف نہ کہیں یہ تو میرے لیے خوشی کا مقام ہوگا کہ کچھ ذہین لوگ میرے کام میں میرے معاون ہیں۔" خاصی دیر تک ہم لوگ گفتگو کرتے رہے ہینیز نے میری خاطر مدارات کی اور اس کے بعد میں وہاں سے اٹھ گیا میرے ذہن پر ایک بوجھ سا طاری تھا ایک لمحے کے لیے یہ خیال ذہن میں آیا تھا کہ جو لوگ اتنے اعلیٰ پیمانے پر یہ سارے کام کر رہے ہیں کیا میں ان کے خلاف تن تنہا ریسہ کشی کر سکتا ہوں کیا مجھے اس میں کامیابی نصیب ہوگی لیکن پھر زیبی کا چہرہ خلاء میں دوڑتا نظر آیا اس کے ہونٹوں پر ایک مسکراہٹ تھی جیسے وہ مجھے یقین دلا رہی ہو کہ نواز تم اپنے مقصد میں ضرور کامیاب ہو گے اور پھر تمہاری انتہا میری ذات بھی تو ہے میں زندہ ہوں نواز اور تمہارا انتظار کر رہی ہوں۔ یہ ایک ایسا احساس تھا جس نے میرے بدن میں انگارے بھر دیئے ایک بار پھر میں جنونی ہو گیا۔

اگر میں چاہتا تو ہینیز سے ڈکرٹ ویل بی کے بارے میں معلومات حاصل کر سکتا تھا لیکن اب اتنی بے احتیاطی بھی نہیں کر سکتا تھا کہ فوراً ہی ایک ایسا نام لے دوں جو میرے لیے سو فیصدی قابل توجہ ہے لیکن لاس اینجلس میں رہنے والے لوگوں کے لیے وہ نام کسی بڑی اہمیت کا حامل ہے اور یقیناً ڈکرٹ ویل بی نے اپنے آپ کو اس طرح چھپا رکھا ہوگا کہ پولیس اور یہاں کے محکمۂ انتظامیہ کی توجہ اس کی طرف نہ جاتی ہو ورنہ ہینیز جیسا آدمی جس انداز میں اور جن خیالات کے تحت منشیات کے انسداد کے سلسلے میں کام کر رہا تھا اس کا ڈکرٹ ویل بی تک پہنچ جانا زیادہ مشکل کام نہ ہوتا۔

بہرطور اس میں کوئی حرج نہیں تھا کہ میں ہینیز کا ساتھ رکھوں اس شخص سے مجھے کام کی بات ہی معلوم ہو سکتی تھی میں وہاں سے نکل کر پیدل ایک جانب چل پڑا۔ ان حالات میں اگر میں چاہتا تو پولیس سے اور مراعات بھی حاصل کر سکتا تھا لیکن سوال وہی تھا یعنی یہ کہ اگر کسی کو یہ شبہ ہو گا کہ میں درحقیقت کون ہوں تو پھر میری ساری حیثیت ختم ہو جائے گی اور اس کے بعد مجھے دوہرے دشمنوں میں گھر جانا پڑے گا مسٹر بیکن سے جو کچھ معلوم ہو گا اس کے تحت اب اس بات میں شک و شبہ نہیں رہا تھا کہ ڈکرٹ ویل بھی ترلوکا کا آدمی ہے خود مسٹر بیکن کی زبانی میں نے ترلوکا کا نام سنا تھا اور یہی نام مجھ سے اپنی ڈمیل نے بھی دہرایا تھا۔ چنانچہ ترلوکا تک پہنچنے کے لیے میں ڈکرٹ ویل بی کو پہلی سیڑھی سمجھتا تھا اس کے علاوہ بھی بہت کچھ تھا کیونکہ میں جانتا تھا کہ ترلوکا معمولی شخصیت کا مالک نہیں ہے بس حالات میں گھر کر وہ میرے ہاتھوں اپنا وقار کھو چکا تھا لیکن خود اس کی اتنی بڑی پوزیشن تھی کہ وہ امریکی پولیس کے ہاتھ بھی نہیں لگا اور وہاں سے فرار ہو گیا۔

اگر اس کی جگہ کوئی اور ہوتا تو ان حالات میں گھرنے کے بعد پہلی کوشش یہی کرتا کہ کم از کم امریکہ سے نکل جائے لیکن وہ اتنی مضبوط سی شخصیت کا مالک تھا اور اس کے ہیرو کار اس طرح ساری دنیا میں پھیلے ہوئے تھے کہ اسے اس خطرے کا کوئی احساس بھی نہیں ہوا اور اس نے امریکہ ہی میں دوبارہ اپنا کام شروع کر دیا۔

ہرے کرشنا تحریک کے سلسلے میں ان دنوں کوئی خاص کارروائی دیکھنے میں نہیں آئی تھی لیکن میں جانتا تھا کہ یہ تحریک فنا نہیں ہوئی اور اسے فنا کرنے کا کوئی جواز بھی نہیں ہے بے شک اس کا بانی ترلوکا تھا لیکن یہ تحریک تو اب منشیات کے عادی لوگوں کے ذہنوں میں بیٹھ چکی تھی اور وہ صرف اس جگہ محدود نہیں تھی۔ خود لندن میں میں اس کے مظاہرے دیکھ چکا تھا اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ مجھے اپنے کام کس طرح شروع کرنا چاہیے وہ ہوٹل تو میرے لیے بری طرح مشکوک ہو چکا تھا جس میں میرا قیام تھا کم از کم وہ لوگ میری رہائش گاہ کے بارے میں جانتے تھے اس لیے یہ ضروری تھا کہ پہلے میں اپنے لیے ایسے مختلف ٹھکانے بناؤں جہاں میں خطرات کے وقت پناہ لے سکوں لاس اینجلس میں آنے کے بعد میرے ہاتھوں قتل ہو چکے تھے۔ وہ ویٹر جو میرے کمرے میں میرا انتظار کر رہا تھا اور اتفاقیہ طور پر ہی مجھے کچھ بتائے بغیر مر گیا تھا اور وہ چاروں گنجے، وہ عمارت بھی میرے ذہن میں آئی جسے میں رات کو دیکھ چکا تھا۔ لاشیں اس عمارت کے پاس پڑی تھیں اور ہنیٹر نے اس کا نام کیمبرائن ول بتایا تھا گویا اگر میں اس عمارت کو تلاش کرنا چاہوں تو کیمبرائن ول کے حوالے سے کر سکتا ہوں۔

ویسے وہ چاروں مر گئے تھے حالانکہ مجھے امید تھی کہ ان میں سے ایک آدھ ضرور زندہ بچ جائے گا لیکن بہر طور مجھے ان کی موت سے کوئی خطرہ بھی نہیں ہوا تھا بلکہ یہ اچھا تھا کہ کم از کم وکٹر ویل بی کو اس طرح چونکنے کا موقع ملے گا اور میرا دشمن بھی باخبر ہو جائے گا۔

ایک باخبر دشمن گمشدہ دشمن کی نسبت زیادہ آسان ہو جاتا ہے کیونکہ وہ بھرپور طاقت کے زعم میں منظر عام پر آ جاتا ہے اور اسے تلاش کرنے کے لیے زیادہ تگ و دو نہیں کرنا پڑتی۔

تھوڑی دیر کے بعد میں ایک ٹیلیفون بوتھ کے نزدیک رک گیا اطراف کا ماحول دیکھا بظاہر تو یوں ہی محسوس ہوتا تھا جیسے کوئی میرے تعاقب میں نہیں ہے لیکن اگر کوئی ہو بھی تو پھر اب کہاں تک محتاط رہا جائے۔

اگر وہ لوگ میری شخصیت سے واقف ہو ہی گئے ہیں تو ٹھیک ہے جو کچھ وہ کرتے ہیں کرتے رہیں میں نے ٹیلیفون بوتھ میں داخل ہو کر ہوٹل پام گرو کا نمبر گھمایا اور وہاں سے وہ نمبر مانگا جو ٹریسا اور سونیتا کے کمرے کا تھا۔ دونوں لڑکیاں مجھے اپنے کمرے میں ہی مل گئی تھیں۔ پہلے سونیتا نے فون ریسیو کیا اور پھر فوراً ہی ٹریسا کو دے دیا ٹریسا کی آواز فون پر سنائی دی۔

"ہیلو تو از۔"

"ہیلو۔ کیسی ہو تم لوگ"؟

"بالکل ٹھیک سوچ رہے تھے کہ باہر نکلیں۔"

"کوئی خاص پروگرام"؟

"نہیں کمرے میں قید ہوئے کافی گھنٹے گزر گئے ہیں۔" ٹریسا نے جواب دیا۔

"اگر تم لوگوں کے ذہن میں کوئی خاص پروگرام نہیں ہے تو مصروفیت میں تمہیں بتا سکتا ہوں لیکن صورتحال ذرا مختلف ہو گی۔"

"وہ کیا"؟ ٹریسا نے پوچھا۔

"تم دونوں کو الگ الگ کام کرنا پڑے گا۔"

"ان تکلفات میں نہ پڑو دلواز ہم تمہاری ہر ہدایت پر عمل کرنے کے لیے تیار ہیں۔"

"ہاں یقیناً۔ لاس اینجلس میں تم ہی میری آرمی کی حیثیت رکھتی ہو۔" میں نے ہنستے ہوئے کہا۔

"ہم تمہیں اپنے سلیکشن پر افسوس کرنے کا موقع نہیں دیں گے۔" ٹریسا بولی۔

"تو پھر ٹریسا تم سونیتا کو گرین کاٹیج بھیج دو اس لڑکی پر نگاہ رکھنا ضروری ہے سونیتا جانتی ہے کہ کس طرح اسے ہوشیار رہ کر اس کی مصروفیات کے بارے میں معلوم کرنا ہے تمہاری ڈیوٹی میں ایک مخصوص علاقے میں لگانا چاہتا ہوں جہاں کیمبرائن ول نامی ایک عمارت موجود ہے یہ عمارت ہماری توجہ کا مرکز ہے میں اس کے بارے میں مکمل رپورٹ چاہتا ہوں۔ یہ رپورٹ خود میں تم سے وصول کروں گا جس وقت میں مناسب سمجھا ویسے تمہاری ذمہ داری یہی ہے کہ اس عمارت کی پوری طرح نگرانی کرو اور اس کے بارے میں زیادہ سے زیادہ معلومات حاصل کرو۔"

"براہ کرم مجھے اس علاقے کا پتا نوٹ کرا دو۔" ٹریسا نے کہا اور میں نے ٹریسا کو کیمبرائن ول کے علاقے کا پتہ نوٹ کرا دیا تب ٹریسا بولی۔

"کیا اب میں فون سونیتا کو دے دوں"؟

"کوئی حرج نہیں ہے۔" میں نے کہا اور چند ہی لمحات کے بعد سونیتا کی آواز سنائی دی۔

"میں نے آپ کی ہدایت ٹریسا کی زبانی سن لی ہے جناب، آپ مطمئن رہیں، میں آپ کی توقع کے مطابق ہی کام کروں گی۔"

"لیکن تم لوگوں کو ایک دقت ہو گی سونیتا۔" میں نے کہا۔

"وہ کیا جناب"؟ سونیتا نے مودب لہجے میں پوچھا۔

"تم لوگوں کے پاس کوئی اپنی ذاتی سواری نہیں ہے۔"

"اس میں کوئی مشکل نہیں پیش آئے گی جناب پام گروں کی کاریں موجود ہیں، جو یہاں رہنے والوں کو کرائے پر فراہم کی جاتی ہیں ایک ایک کار حاصل کرنے میں کوئی دقت نہیں ہو گی۔"

"گڈ، یہ زیادہ بہتر ہو گا۔ لیکن کیا ان کاروں پر پام گرو کے رہم بنے ہوئے ہیں۔"

"میں نے غور نہیں کیا۔ کیوں"؟

"نہ بنے ہوں تو زیادہ بہتر ہے، ویسے اگر بنے بھی ہوں، تب بھی یقین ہے کہ تم بہت احتیاط سے کام کرو گی اور کسی کی نگاہوں میں ن آسکو گی۔"

"آپ مطمئن رہیں، ہم حتی الامکان یہی کوشش کریں گے کہ کام نہایت ہوشیاری سے انجام دیں۔" سونیتا نے کہا۔

"اوکے سونیتا، میں رات کو کسی بھی وقت تم سے مل کر تمہاری دن کی رپورٹ طلب کر لوں گا۔" میں نے کہا اور فون بند کر دیا۔

ٹیلی فون بند کرنے کے بعد میں نے بوتھ میں لگے ہوئے شیشوں چاروں طرف جھانکا تمام لوگ اپنی اپنی مصروفیات میں لگے ہوئے، کوئی بھی شخص ایسا نظر نہیں آتا تھا جس کی توجہ میری جانب ہو اس کے بعد میں وہاں سے نکل آیا اور پیدل ہی ایک جانب پڑا۔

یہ دونوں کام کرنے کے بعد مجھے خاصا اطمینان نصیب ہوا تھا، میں نے کسی ریسٹورانٹ میں بیٹھ کر اپنے آئندہ پروگرام کے بارے غور کرنا تھا، چنانچہ میری نگاہیں کسی ریستوران کی تلاش میں ادھر بھٹکنے لگیں۔

قرب و جوار میں کسی ریستوران کا بورڈ نظر نہیں آیا، لیکن میں ل ہی چلتا رہا تھا، پھر ایک چھوٹے سے چوراہے سے بائیں سمت ا، تو مجھے وہاں پر بالٹی مور ریستوران کا بورڈ نظر آیا، میں تیز اری سے اس کی جانب چل پڑا تھا۔

بالٹی مور ایک چھوٹا سا صاف ستھرا کیفے تھا اس کا ہال زیادہ نہیں تھا تقریباً بیس میزیں پورے ہال میں جمی ہوئی تھیں۔ نٹر پر ایک دبلا پتلا منحنی سا آدمی بیٹھا ہوا تھا جس کی آنکھوں موٹے فریم کا چشمہ لگا ہوا تھا اور دور ہی سے دیکھنے پر یہ احساس جاتا تھا کہ اس کی نگاہ بہت کمزور ہے، وہ ایک رجسٹر نگاہوں لگائے ہوئے تھا اور گہری مصروفیت میں غرق تھا۔ دو ویٹر ایک بیٹھے آپس میں گفتگو کر رہے تھے۔ میں اندر داخل ہوا اور ادھر ادھر دیکھنے لگا۔

ہال میں صرف تین میزیں بھری ہوئی تھیں، جن میں سے دو میزوں پر تین تین آدمی تھے اور ایک میز پر ایک ہی شخص بیٹھا ہوا تھا۔

میں نے اپنے بیٹھنے کے لیے ایک مناسب جگہ منتخب کی اور چودہ نمبر کی میز کے قریب پہنچ گیا، یہ میز ذرا مجھے مناسب جگہ نظر آئی تھی۔

میز پر بیٹھنے کے بعد میں نے ویٹر سے ایک مشروب طلب کیا اور تھوڑی دیر کے بعد ویٹر نے نہایت نفیس برتنوں میں مشروب میرے سامنے سرو کر دیا۔ میں مشروب کے چھوٹے چھوٹے سپ لیتے ہوئے اپنے آئندہ پروگرام پر غور کرنے لگا۔

چند شخصیتیں میری نگاہ میں آئی تھیں، لیکن فی الحال ان میں کوئی بھی ایسی جامع شخصیت نہیں تھی، ہاں البتہ کیمبرائن ول سے بڑی امیدیں وابستہ تھیں، اس عمارت کے بارے میں کچھ تفصیلات معلوم ہو جائیں تو میں اسے بڑی کامیابی تصور کروں گا۔

وہ شخص بھی میری نگاہوں میں تھا جس نے میرا تعاقب کیا تھا اور جسے میں نے نہایت چالاکی سے دھوکا دے دیا تھا، اگر وہ مجھے دوبارہ نظر آیا تو میں اس کی مصروفیت پر نظر رکھوں گا اور اگر نہ بھی نظر آیا تو میں اسے تلاش کر کے اس پر نگاہ رکھوں گا اور معلومات حاصل کروں گا کہ وہ کیوں میرا تعاقب کر رہا تھا۔ ویسے گنجوں کی موت کی اطلاع مجھے ہنیٹر نے دی تھی اور میں اس بات پر بہت خوش تھا۔ یقیناً مسٹر ویل بی کو میرے بارے میں علم تو تھا ہی لیکن اب انہیں یہ بھی اندازہ ہو گیا تھا کہ وہ میرے ہی ہاتھوں ہلاک ہوئے، یا پھر ممکن ہے ان کی توجہ اس طرف نہ گئی ہو۔ لیکن یہ مسٹر ویل بی، ان کے بارے میں کسی موثر ذریعے سے معلومات حاصل کرنی چاہئیں، اگر میں نے اس سلسلے میں ہنیٹر کا سہارا لیا تو یہ کسی طور موزوں نہیں ہو گا، میں ہنیٹر کی توجہ اس طرف مبذول نہیں کرنا چاہتا تھا، بلکہ اسے اس بات کا تقریباً علم ہو چکا تھا کہ میں منشیات کے انسداد کے سلسلے میں یہاں آیا ہوں اس طرح میں اپنی اصل شخصیت کو مشکوک نہیں کر سکتا تھا۔

ابھی کوئی موثر ذریعہ سوچ بھی نہیں پایا تھا کہ دفعتاً وہ شخص جو اپنی میز پر تنہا بیٹھا ہوا تھا اٹھ کر میرے نزدیک پہنچ گیا۔

یہ بھی چھریرے بدن کا آدمی تھا، شکل سے کچھ احمق ہی سا معلوم ہوتا تھا، سر پر ایک مخصوص قسم کی ٹوپی پہنے ہوئے تھا، جو اس کے سر پر منڈھی ہوئی تھی کوٹ بھی ذرا بوسیدہ سا تھا اور اس کی نچلی جیبیں پھولی ہوئی نظر آ رہی تھیں۔ میں نے چونک کر اسے دیکھا وہ میری میز کے سامنے آ کھڑا ہوا تھا۔

"کیا میں یہاں بیٹھ سکتا ہوں؟" اس نے پوچھا۔

"بیٹھو۔" میں نے جواب دیا اور وہ کرسی گھسیٹ کر میرے سامنے بیٹھ گیا۔

"میرا خیال ہے تم وقت سے کچھ پہلے آگئے ہو۔" وہ آہستہ سے بولا اور میں چونک پڑا۔ لیکن میں نے اپنے چہرے سے کسی قسم کا اظہار نہیں ہونے دیا تھا، بلکہ میں خاموشی سے اس کی شکل دیکھتا رہا۔

"میں مال لے آیا ہوں۔" اس نے آہستہ سے کہا۔ "مگر مجھے یہ وقت نہیں دیا گیا تھا۔!"

"کیا وقت دیا گیا تھا تمھیں۔"

"دیکھو نا ابھی تو صرف پونے بارہ بجے ہیں، مجھ سے ایک بجے آنے کے لیے کہا گیا تھا۔"

"تو پھر تم وقت سے پہلے کیسے پہنچ گئے؟" میں نے سوال کیا۔

"دراصل میں اِدھر اُدھر گھومنے سے بچنا چاہتا تھا، مال لے کر سڑکوں پر گھومتے پھرنا کوئی عقلمندی کی بات تو نہیں ہے، میں نے سوچا یہیں کسی میز پر بیٹھ کر تمھارے آنے کا انتظار کروں۔"

"اوہ اچھا اچھا۔ چلو ٹھیک ہے، کوئی حرج نہیں ہے، کتنا مال ہے؟" میں نے پوچھا۔

"جتنا طلب کیا گیا تھا۔" اس نے جواب دیا اور اِدھر اُدھر دیکھنے لگا۔ پھر بولا۔

"یہیں دوں۔"؟

"نہیں یہ جگہ مناسب نہیں ہے۔" میں نے جواب دیا اور پھر بولا۔

"کچھ پیوگے تم۔"

"پلا دو۔" اس نے ندیدوں کے سے انداز میں کہا۔

"کیا منگواؤں تمھارے لیے۔"

"یہی مشروب جو تم پی رہے ہو۔" اس نے کہا اور میں نے ویٹر کو چٹکی بجا کر اشارہ کیا۔ ویٹر قریب آگیا تو میں نے اس کے لیے بھی مشروب لانے کا حکم دیا اور تھوڑی دیر کے بعد مشروب اس کے سامنے سرو ہو گیا۔

"مال کہاں ملے گا؟" اس نے پوچھا۔

"اس سے پہلے تم کہاں سے مال وصول کرتے رہے ہو؟" میں نے اس کے سوال کے جواب میں اُلٹا اس سے سوال کر دیا۔

"پچھلی دو بار تو جہاں سے رقم ملی ہے' آرچ کلائیو ہی ابھی تک میری نگاہوں میں ہے۔ لیکن آخری بار مجھ سے کہا گیا تھا کہ اب رقم آرچ کلائیو سے نہیں ملے گی۔"

"ہاں ٹھیک ہے' آرچ کلائیو سے یہ رقم نہیں ملے گی' رقم لینے کے لیے تمھیں گولڈن ونگ آنا پڑے گا۔ میں نے ایک جگہ کا نام لے دیا۔

"گولڈن ونگ میں کس جگہ۔؟"

"وہاں ایک اسٹور ہے، غالباً ریڈا اسٹورز کے نام سے ہے۔" میں نے کہا۔

"اوہ ہاں ہاں، میں نے وہ دیکھا ہے۔" وہ بولا۔

ریڈا اسٹورز کا نام میں نے ایسے ہی نہیں لے دیا تھا اور ہی گولڈن ونگ کا، چونکہ اس جگہ کو میں دیکھ چکا تھا اور ریڈا پر اتفاقیہ طور پر ہی میری نگاہ پڑ گئی تھی، چنانچہ فوری طور پر کہہ لینا تھا اور میں نے یہ نام لے دیا تھا۔

"ٹھیک ہے۔ تو رات کے ساڑھے آٹھ بجے تم ریڈا اسٹورز پہنچ جانا، وہاں تمھیں مال مل جائے گا۔"

"ٹھیک ہے' تو پھر یہاں پر یہ مال میں تمھارے حوالے نہ کروں۔"

"نہیں۔ تمھارے پاس گاڑی ہے۔"

"ہاں میری اپنی گاڑی موجود ہے۔"

"بس تو پھر گاڑی میں بیٹھ کر یہ مال میں تم سے لے لوں گا۔" میں نے جواب دیا اور اس نے گردن ہلا دی۔

ابھی بارہ بج کر بیس منٹ ہوئے تھے اس لیے مجھے کوئی خطرہ نہیں تھا، یہ مال والی بات میرے لیے ذرا دلچسپ تھی اور میں اس موقع کو ہاتھ سے گنوانا نہیں چاہتا تھا، ویسے صورت حال کا کچھ کچھ اندازہ ہو رہا تھا۔ یہ شخص جو میرے سامنے بیٹھا ہوا تھا کسی آدمی کو کسی قسم کا مال دینے آیا تھا اور غالباً اس کے لیے اسی میز کا انتخاب کیا ہوگا، یقیناً یہ اس شخص کی شکل وصورت سے واقف نہیں ہوگا بس اسے مال دینے سے غرض ہوگی۔ لیکن آرچ کلائیو کا نام بھی میرے لیے باعثِ دلچسپی تھا، بشرطیکہ یہ پتہ چل جائے کہ یہ مال کیا ہے اور کہاں سے لایا گیا ہے، اس کے لیے میں نے اپنے مشروب کے سپ لیتے ہوئے ایک چھوٹا سا مختصر پروگرام بنا لیا۔ لاس اینجلس کے کچھ مقامات کو میں اب تک دیکھ چکا تھا لیکن یہ صرف آشنائی تھا کہ کاروباری طور پر میں نے جو کچھ دیکھ لیا تھا دیکھ لیا تھا، کسی خاص مقام کے بارے میں مجھے کوئی مخصوص معلومات حاصل نہیں تھیں تاہم ایسی جگہ تلاش کی جاسکتی تھی جہاں میں اپنا مقصد پورا کرسکوں میں نے لیے ایک لائحہ عمل مرتب کر لیا کہ کس طرح مجھے عمل کرنا ہے اور اس پر میں پوری طرح کاربند ہونے کو تیار تھا۔

مشروب ختم کرنے کے بعد میں نے ویٹر کو طلب کیا اور پھر ویٹر کو بل ادا کرنے کے بعد ہم دونوں دوستانہ انداز میں اُٹھ گئے۔

"تم بڑی پابندی سے مال سپلائی کرتے ہو، تمھارے با

ری اچھی رپورٹس ہیں۔" میں نے اس کے ساتھ راستہ طے کرتے کہا۔ شخصیت کے بارے میں، میں نے اندازہ لگا لیا تھا کہ یہ کوئی سا مہرہ ہی ہو سکتا ہے، چونکہ اس کی شکل وصورت سے نہ صرف بلکہ حماقت ٹپکتی تھی۔

اس نے میری بات کا کوئی جواب نہیں دیا۔ تھوڑی دیر کے ایک کھٹارہ سی گاڑی کے قریب پہنچ گیا۔ سیاہ رنگ کی یہ فورڈ قدیم طرز کی تھی اور غالباً کافی پرانی تھی، اس نے جیب سے نکال کر فورڈ گاڑی کا لاک کھولا، جو خاصی مشکل سے کھلا۔ میں سے آہستہ سے کہا۔

"پچھلا دروازہ کھول دو۔"

"اوہ اچھا۔" اس نے کہا اور اندر ہاتھ ڈال کر پچھلا دروازہ دیا۔

میں گاڑی میں بیٹھ گیا، اطراف کے ماحول میں زیادہ گہما گہمی تھی، اکا دکا کاریں آتی جاتی نظر آ رہی تھیں، یوں بھی دوپہر ت تھا، اس لیے سڑکیں اور دوکانیں زیادہ پُر رونق نہیں تھیں۔

ہم لوگ کار میں بیٹھ گئے اور جیسے ہی وہ کار میں بیٹھا، دفعتاً ہاتھ اس کی گردن پر جا پڑا۔ اس نے چیخنے کی کوشش کی لیکن را ہاتھ میں نے اس کے منہ پر جما دیا تھا۔ گردن کی کچھ مخصوص رگوں اؤ ڈالنے سے تھوڑی ہی دیر کے بعد اس نے جدوجہد ترک کر دی کے دونوں ہاتھ پھیل گئے تھے، آہستہ آہستہ وہ نیچے گر گئے، وہ وش ہو گیا تھا۔

احتیاطاً میں نے جلدی سے اس کے گلے سے ٹائی کھولی اس کے دونوں ہاتھ پشت پر کر کے باندھ دیے اس کے بعد اس میں مزید ٹٹول کر میں نے اس میں سے رومال نکال لیا۔ یہ ال میں نے حلق تک اس کے منہ میں ٹھونس دیا تھا، اس کے میں نے اسے سیٹوں کے درمیان ڈالا اور اسٹیئرنگ پر آ بیٹھا، جس سے دروازہ کھولا گیا تھا وہی اگنیشن میں لگ گئی اور ایک ہی کے میں پرانی چھکڑا کار اسٹارٹ ہو گئی، اب مسئلہ یہ تھا کہ میں کہاں لے جاؤں، کونسی ایسی جگہ ہو، جہاں میں سکون سے ام کر سکوں۔

لیکن کار آگے بڑھانا بھی ضروری تھا، میں نے یونہی سوچے بغیر کار آگے بڑھا دی۔ کافی دور تک میں اس طرح مناسب مقام چلتا رہا، پھر بائیں سمت کو ایک سنسان سی سڑک نظر آئی اور اس کی جانب چل پڑا۔

کافی فاصلے پر جانے کے بعد میں نے ایسی فیکٹریوں کی عمارتیں ھیں جو مختلف قسم کے پرزے بنایا کرتی تھیں ان عمارتوں پر ان کے نام بھی لکھے ہوئے تھے، یہ علاقہ نسبتاً سنسان تھا، ایک جگہ سڑک گہرائی میں چلی گئی تھی، پھر کافی دور جانے کے بعد اُبھری تھی، لیکن گہرائی میں پہنچ کر بائیں سمت اس قسم کے درخت لگے ہوئے تھے، جیسے خودرو ہوں میں نے یہ جگہ غنیمت سمجھی اور فورڈ کو نیچے اُتار کر لے گیا۔ نیچے پہنچنے کے بعد میں نے اسے ان درختوں کی سمت موڑ دیا تھا جو ایسے درخت تھے اور ان درختوں کے درمیان گھنی جھاڑیں پھیلی ہوئی تھی، جگہ جگہ جھاڑ پاس بھی اُگی ہوئی تھیں، بڑا خوبصورت علاقہ تھا۔ پتہ نہیں کس مقصد کے تحت یہ درخت لگائے گئے تھے، قریب سے دیکھنے پر یہ اندازہ ہوا تھا کہ درخت خودرو نہیں ہیں لیکن بہرطور اس وقت میرے کام کے تھے۔

میں نے فورڈ ایک جھاڑی کے پاس کھڑی کر دی یہاں سے اطراف کا ماحول نگاہوں سے روپوش تھا، اس کے بعد میں نے کار میں پڑے ہوئے شخص کو کھینچ کر باہر نکالا۔ اس کے منہ سے کپڑا نکالا اور ہاتھ کھول دیئے۔

میں نے ہاتھ کھولنے کے بعد اسے سیدھا کیا اور دفعتاً میری آنکھیں شدتِ حیرت سے پھیل گئیں۔ وہ مر چکا تھا پتہ نہیں کس طرح۔ میری سمجھ میں کوئی بات نہیں آئی تھی، اس کی بے نور آنکھیں کھلی ہوئی تھیں اور اس کے سینے میں سانس کی کوئی رمق نہیں تھی۔

میں بوکھلاہٹ میں ناچ کر رہ گیا، یہاں تک آنا بے مقصد ہی رہا تھا، ویسے میں نے تو اس شخص کے ساتھ ایسی کوئی کاروائی نہیں کی تھی، جس سے اس طرح اس کی موت واقع ہو جائے لیکن چند لمحات کے بعد ہی مجھے صورتِ حال کا اندازہ ہو گیا۔

یہ شخص بھی منشیات کا عادی معلوم ہوتا تھا اور منہ میں کپڑا ٹھنسے ہونے کی وجہ سے اسے سانس لینے میں دقت پیش آئی تھی۔ اس کے پھیپھڑے اتنے کمزور ہو چکے تھے کہ ناک کے سانس کے ذریعے وہ اپنی زندگی بحال نہ رکھ سکا اور پھر یہ بھی ممکن ہے کہ جس طرح میں نے اسے سیٹوں کے درمیان ٹھونسا تھا اس سے اس کی ناک بھی کسی سیٹ کے ساتھ لگ کر بند ہو گئی تھی۔ بہت ہی افسوسناک مقام تھا یہ۔ کمبخت کچھ بتائے بغیر ہی مر گیا تھا۔

میں نے پھرتی سے اس کے لباس کی تلاشی لی، اس کی جیبوں میں جو چیز موجود تھی، وہ کوکین کے پیکٹ تھے۔ کوکین کی بہت بڑی مقدار اس کی جیب میں موجود تھی، جس کا وزن تقریباً ڈیڑھ کلو کے قریب ہوگا۔ یہ کوکین خاص قسم کی تھیلیوں میں لپٹی ہوئی تھی، میں نے اسے کھول کر دیکھا، اور پھر اس کا اندازہ کرنے کے بعد اسے واپس اس کی جیب میں رکھ دیا، اس چیز کی مجھے ضرورت نہیں تھی، باقی جیبوں کی تلاشی لینے سے چند کرنسی نوٹ اور اس کا اپنا

کارڈ ملا۔ لیکن یہ تمام چیزیں اب میرے لیے بے مقصد ہو چکی تھیں۔ میں تو اس سے بس تھوڑی سی معلومات چاہتا تھا، اب سوال یہ پیدا ہوتا تھا کہ اس لاش کا کیا کروں اور اس کے سوا مجھے کوئی چارہ کار نظر نہ آیا کہ اسے جھاڑیوں میں پھینک دوں، ویسے میں نے اسے اچھی طرح ٹٹول لیا تھا کہ کہیں یہ میرا شک تو نہیں ہے لیکن ایسی کوئی بات نہیں تھی۔

پرانی فورڈ کو واپس لاتے ہوئے، میں بڑی بددلی محسوس کر رہا تھا، اوّل تو فورڈ مشکل سے چڑھائی پر چڑھی تھی اور پھر میری ذہنی کیفیت بھی بحال نہیں تھی لیکن چڑھائی پر پہنچنے کے بعد دفعتاً میرے ذہن میں ایک خیال آیا۔

میں نے کلائی پر بندھی ہوئی گھڑی میں وقت دیکھا، ابھی صرف بارہ بج کر پینتیس منٹ ہوئے تھے، اگر اس شخص کو ایک بجے پہنچنا تھا تو اس کا مقصد تھا کہ اس بات کے امکانات ہیں کہ وہ مجھے مل جائے، اس نئے خیال کے تحت میں نے اچانک فورڈ کی رفتار بڑھا دی اور اسے پوری قوت سے چلاتا ہوا واپس اسی کیفے کے نزدیک آگیا جہاں مجھے پہنچنا تھا، تاہم اس سلسلے میں بھی کافی دیر لگ گئی تھی۔

گاڑی سے اتر کر میں کیفے میں داخل ہوا۔ چودہ نمبر کی میز پر ایک بدصورت سا آدمی بیٹھا ہوا تھا اس کا قد پانچ سوا پانچ فٹ سے زیادہ نہیں تھا۔ لباس سلیقے ہی کا تھا، آنکھوں سے نیم غنودگی کی سی کیفیت جھلکتی تھی، اس کے دونوں ہاتھ میز پر رکھے ہوئے تھے اور وہ کسی گہری سوچ میں ڈوبا ہوا تھا۔

میں نے بس تکا لگانے کے لیے اس کی جانب رخ کیا اور اس کے قریب پہنچ کر کھڑا ہو گیا۔ مجھے اپنے نزدیک دیکھ کر اس نے اپنی نیم غنودہ سی آنکھیں اٹھائی تھیں اور پھر وہ بھرائے ہوئے لہجے میں بولا۔

"کہو کیا بات ہے؟"

"مال لے آیا ہوں۔" میں نے آہستہ سے کہا اور وہ ایک دم سنبھل کر بیٹھ گیا۔

"اوہو، بیٹھو بیٹھو، کہو کوئی دقت تو نہیں ہوئی تمھیں؟"

"نہیں۔ البتہ میں دوبار تمھیں کیفے میں دیکھ کر جا چکا ہوں؟"

"مگر ایک بجے کا وقت دیا گیا تھا۔"

"ہاں، میں کیا بتاؤں، بس بے چینی تھی۔"

"کوئی بات نہیں ہے، مگر مال یہاں نہیں وصول کیا جائے گا، آؤ باہر چلتے ہیں۔" اس نے کہا۔

"کیفے سے تمھارا اس طرح اٹھ جانا مشکوک تو نہیں ہوگا؟" میں نے سوال کیا اور وہ چونک کر مجھے دیکھنے لگا۔ پھر بولا۔

"ذہین آدمی ہو، ایسی کوئی بات نہیں ہے آجاؤ، میں چلنے کے لیے بل ادا کر چکا ہوں۔ کیا باہر تمھاری گاڑی موجود ہے؟"

"ہاں۔" میں نے جواب دیا اور پھر جب میں فورڈ کے نزدیک پہنچا تو اس نے مطمئن انداز میں گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

"ٹھیک ہے ٹھیک ہے، مجھ سے یہی کہا گیا تھا کہ تم ایک فورڈ میں آؤ گے۔"

"آؤ اندر بیٹھو۔" میں نے کہا اور وہ اطمینان سے ڈرائیونگ سیٹ کے برابر والی سیٹ پر بیٹھ گیا۔ میں نے اس سے آہستہ سے کہا۔

"میں مال تمھیں یہاں نہیں دینا چاہتا، کیا کوئی ایسی محفوظ جگہ ہے تمھارے ذہن میں جہاں ہم دونوں کے علاوہ اور کوئی موجود نہ ہو۔" میں نے کہا۔

"کیوں یہاں کیا بات ہے۔" اس نے سوال کیا۔

"بس یونہی، پتہ نہیں کیوں میں شبہ کا شکار ہو گیا ہوں۔"

"اگر تم چاہو تو میرے فلیٹ پر چل سکتے ہو۔" اس نے کہا۔

"تمھارا فلیٹ یہاں سے کتنی دور ہے۔؟"

"زیادہ دور نہیں ہے، اتنی دور ہے کہ میں پیدل ہی چلتا ہوا یہاں تک پہنچا تھا، زیادہ سے زیادہ بیس منٹ کا فاصلہ ہوگا اپنی اس گاڑی میں ہم دو منٹ میں پہنچ جائیں گے۔"

"تو پھر مجھے راستہ بتاؤ۔" میں نے کہا اور وہ مجھے راستہ بتانے لگا۔ چند لمحات کے بعد میں نے پوچھا۔

"فلیٹ میں تمھارے علاوہ اور تو کوئی نہیں ہوگا۔؟"

"نہیں بھائی میں تنہا ہی رہتا ہوں۔" اس نے اکتائے ہوئے لہجے میں کہا۔ میں اس کے لہجے سے اس کی اکتاہٹ کا اندازہ لگانا چاہتا تھا کہ اس کی وجہ کیا ہے۔ لیکن کچھ نہ معلوم ہو سکا، ویسے اپنی شکل و صورت سے یہ شخص بھی نشیات کا عادی ہی معلوم ہوتا تھا کم بختوں نے آدھا امریکہ تباہ کر کے رکھ دیا تھا، ہر تیسرا نوجوان مجھے تو عادی نشہ باز نظر آتا تھا، حالانکہ اس شخص کی عمر بھی زیادہ نہیں تھی لیکن چہرے پر مدقوقیت نمایاں تھی، اور ہلکی ہلکی زردی بھی یقیناً اس کے بدن میں خون کے سرخ ذرات ختم ہو چکے تھے اور اب وہ زندگی کی گاڑی گھسیٹ ہی رہا تھا۔

بہر طور وہ مجھے ایک بوسیدہ سی عمارت کے پاس لے گیا جو قدیم طرز کی بنی ہوئی تھی۔ عمارت کی دوسری منزل کے ایک فلیٹ کا تالا کھول کر اس نے مجھ سے اندر چلنے کے لیے کہا۔ پھر چونک کر بولا۔

"مال کہاں ہے۔ کیا گاڑی میں ہے۔؟"

"نہیں نہیں، میں اسے اپنے ساتھ لایا ہوں۔" میں نے جواب دیا اور وہ شانے جھٹک کر اندر داخل ہو گیا۔ اس کی چال میں بھی ہلکی سی لڑکھڑاہٹ پائی جاتی تھی، میں نے دروازہ اندر سے بند کر دیا۔

فلیٹ سے اس کی بے ترتیبی کا احساس ہوتا تھا اور پتہ چلتا تھا کہ یہاں رہنے والا کسی اچھی اور صاف ستھری طبیعت کا مالک نہیں ہے، وہ مجھے ایک کمرے میں لے گیا تب میں نے کمرے میں پڑی ہوئی ایک کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا۔

"مال کہاں ملے گا۔؟"

"مال تو وہیں ملتا ہے جہاں سے اس سے پہلے تمھیں ملتا رہا ہے۔"

"یعنی آرچ کلائیو سے۔" میں نے سوال کیا۔

"ہاں ہماری سپلائی کا وہی اڈہ ہے اس کے علاوہ عام قسم کے لوگوں کو کہیں اور سے پے منٹ نہیں ہوتا۔"

"پستول ہے تمھارے پاس؟" میں نے یونہی روا روی میں پوچھا اور وہ چونک پڑا۔

"کیوں، کیا پستول چباؤ گے۔" اس نے سوال کیا۔

"مجھے سنجیدگی سے جواب دو۔"

"نہیں بھائی، ہم جیسے لوگوں کے پاس پستول وستول کہاں ہوتا ہے، مگر کیوں آخر مسئلہ کیا ہے، تمھیں کس قسم کا شبہ تھا آخر تم نے مال مجھے وہاں کیوں نہیں دیا؟"

"بس تم پر شبہ تھا میرے دوست، ذرا میں تمھارے لباس کی تلاشی لینا چاہتا ہوں۔"

"کیا بکواس کر رہے ہو۔ مال لاؤ، رسید لو اور جاؤ۔" اس نے کہا۔ لیکن اب وہ اس کے سر پر پہنچ چکا تھا۔ فلیٹ کا تالا چونکہ اس نے میرے سامنے ہی کھولا تھا اس لیے اس بات کے بالکل امکانات نہیں تھے کہ اس کے علاوہ فلیٹ میں کسی اور سے بھی ملاقات ہو سکتی ہے، چنانچہ میں آناً فاناً اس کے قریب پہنچ گیا۔

مجھے اندازہ تھا کہ یہ شخص میرے ایک گھونسے کی تاب بھی نہیں لا سکے گا، لیکن میں اسے ہلاک کرنا بھی نہیں چاہتا تھا، البتہ جب میں نے اس کے لباس کی تلاشی لی تو وہ اچھل کر کھڑا ہو گیا۔

"کیا بکواس ہے، تم مجھے کمزور مت سمجھو، یہ کیا حرکتیں شروع کر دیں تم نے، مال لاؤ، رسید لو اور دفعان ہو جاؤ یہاں سے۔"

میرا تھپڑ پوری قوت سے اس کے منہ پر پڑا تھا اور اس قوت سے پڑا تھا کہ اس کی گردن دوسری طرف گھوم گئی۔ لیکن اب اس کی آنکھوں میں وحشت نظر آنے لگی تھی۔

"گگ کیوں، کیوں، آخر کیوں؟" اس نے کہا۔ اسی دوران میں اس کے لباس کی تلاشی لے چکا تھا، کوئی چیز نہیں تھی اس کے لباس میں۔ ہتھیار نام کا چاقو بھی نہیں تھا، تب میں نے پُراطمینان انداز میں گردن ہلا کر کہا۔

"بیٹھ جاؤ میرے دوست، معافی چاہتا ہوں کہ تمہارے ساتھ یہ بدتمیزی کا سلوک کیا، لیکن معاف کرنا میرے دوست، یہ ضروری تھا۔"

"کمال کے آدمی ہو، گروہ سے تعلق بھی نہیں رکھتے اور اس قسم کی حرکتیں بھی کرتے ہو۔ تم جانتے ہو اگر میں نے تمہاری شکایت کر دی تو تمہارا کیا حشر ہو گا۔"

"ہاں میں جانتا ہوں۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"اس کے باوجود۔"

"ہاں اس کے باوجود۔ اس لیے کیونکہ میرا تعلق نہ تو تم لوگوں کے گروہ سے ہے اور نہ ہی ان لوگوں سے جو منشیات سپلائی کرتے ہیں۔"

"گگ... کیا مطلب؟"

"تم کوکین لینے آئے تھے نا۔"؟

"ہاں، یہی کہا گیا تھا مجھ سے کہ تم میرے پاس آؤ گے، مجھے پہچان لو گے، اور یہ کہ میں تم سے مال لے لوں اور رسید دے دوں۔"

"اب ذرا مجھے اس مال کی تفصیل بتاؤ، یعنی کوکین کی۔"

"گگ... کیا مطلب؟"

"میں وہ نہیں ہوں میرے دوست جس کا تم انتظار کر رہے تھے بلکہ وہ ہوں جسے تمہارا انتظار تھا۔" میں نے کہا اور اس کی آنکھیں خوف سے پھیل گئیں۔

"تت... تو... تم... تم۔ میرا مطلب ہے تو تم وہ نہیں ہو، تم مال نہیں لائے۔"

"نہیں، میں کوئی مال نہیں لایا، جو مال لایا تھا وہ موت کی نیند سو رہا ہے۔"

"تت تو تمہارا مطلب۔" اس نے پریشانی سے کہا۔

"میرا مطلب صرف یہ ہے کہ اب تم مجھے اپنے بارے میں، اپنے گروہ کے بارے میں اور اس مال کے بارے میں پوری تفصیل بتا دو، اگر اپنی زندگی چاہتے ہو تو۔ ورنہ تمہیں قتل کرنے میں مجھے ذرا بھی کوئی تکلیف نہیں ہو گی۔"

"مم... میں... میں۔"

"دیکھو دوست بہتر یہی ہے کہ اپنی زندگی بچاؤ۔ میں وعدہ کرتا ہوں کہ تمہیں نہیں ماروں گا، بشرطیکہ تم سچ سچ بول دو۔"

"اگر میں نے سچ بول دیا تو تم نہیں مارو گے تو کوئی اور مار دے گا۔" اس نے کہا۔

"اب اس کے لیے میں تمہاری کوئی ذمہ داری نہیں لے سکتا لیکن اگر زندگی کو کچھ اور طویل کرنا چاہتے ہو تو کم از کم اس وقت اپنی جان بچاؤ۔"

وہ کچھ سوچنے لگا تھا۔ پھر دفعتاً اس نے جیب میں ہاتھ ڈال کر کوئی چیز باہر نکال لی۔ لیکن میں نے جھپٹا مار کر اس کا ہاتھ پکڑ لیا تھا۔

"نہیں نہیں، میں خودکشی نہیں کر رہا۔ یہ۔ یہ ایک ایسی گولی ہے، جو مجھے تقویت دے گی۔" اس نے گولی میرے سامنے کرتے ہوئے کہا۔

سفید رنگ کی ایک ننھی سی گولی تھی، میں نے اس کی بو سونگھ کر محسوس کر لیا تھا کہ وہ کیا چیز ہے۔ بہرصورت میں نے اسے گولی کھانے کی اجازت دے دی۔ اس نے گولی کھائی اور چند ساعت کے بعد اس کے چہرے پر بشاشت سی نظر آنے لگی تھی۔

"ہاں۔" وہ گہری سانس لے کر بولا۔ "اب پوچھو، کیا پوچھنا چاہتے ہو۔"

"یہی کہ مال لینے اور دینے کا سلسلہ کیا ہے؟"

"اگر تم ہمارے بارے میں معلومات رکھتے ہو تو تمہیں یہ ہو گا کہ ہم یہاں منشیات کی سپلائی کرتے ہیں۔" اس نے کہا۔

"ہاں اس بات کا مجھے علم ہے اور یہ بھی علم ہے کہ تم چھوٹے موٹے لوگوں سے بھی منشیات خرید لیتے ہو۔"

"بالکل بالکل، مختلف لوگ مختلف ذرائع سے یہاں منشیات لاتے ہیں، اب بڑی بڑی کھیپ تو ہر جگہ وصول نہیں کی جا سکتی، لیکن چھوٹے چھوٹے لوگ ہمارے لیے کام کرتے رہتے ہیں۔ ہم ان سے بھی مال لے لیتے ہیں اور انہیں معقول رقم ادا کر دیتے ہیں۔"

"اس وقت جو شخص تمہارے لیے مال لے کر آنے والا تھا، وہ بھی تمہارے لیے پہلے کام کرتا رہا ہے۔"

"کئی بار ہمیں مال دے چکا ہے۔"

"تم اسے پہچانتے نہیں تھے؟"

"نہیں۔ ضروری نہیں ہے کہ ہم مال لانے والے کو پہچانیں بس ہمیں ہدایت کر دی جاتی ہے کہ فلاں جگہ سے مال لے لو اور پھر فلاں جگہ پہنچا دو۔"

"گڈ گڈ۔ میں اس فلاں جگہ کے بارے میں جاننا چاہتا ہوں۔"

"تمہیں معلوم تو ہو چکا ہے، مجھے اسی کیفے سے ایک آدمی سے منشیات وصول کرنی تھی۔ اس کے پاس غالباً ڈیڑھ کلو کے قریب کوکین تھی۔ میں اس سے منشیات وصول کرتا اور دیکھو یہ رسید اسے دے دیتا۔" اس نے جیب سے ایک پرچی نکال کر میرے سامنے رکھ دی۔

پرچی پر کچھ مخصوص الفاظ لکھے ہوئے تھے، لیکن اس پر جو ایک نام چھپا ہوا تھا اُسے دیکھ کر میری آنکھوں میں دلچسپی کی چمک پیدا ہو گئی۔

"یہ مارکوس ٹریڈرز کیا ہے۔" میں نے اس سے پوچھا اور وہ مجھے گھورنے لگا۔

"مارکوس ٹریڈرز کے بارے میں نہیں جانتے۔"؟

"نہیں۔"

"بس ایک اسٹور ہے، جہاں مال پہنچایا جاتا ہے اور جہاں سے رسید ملتی ہے۔"

"کہاں واقع ہے یہ اسٹور؟"

"کیتھرائن ول کی ایک عمارت میں۔" اس نے جواب دیا۔

"او ہو۔ وہ عمارت تو نہیں، جہاں چار لاشیں پائی گئی تھیں۔"

"ہاں، تمہیں کیسے معلوم؟"

"بس ایسے ہی۔ دراصل اس عمارت کا نام میں نے انہی لاشوں کے سلسلے میں سنا تھا۔"

"مگر تم کون ہو۔؟"

"ابھی نہیں میرے دوست، ابھی تمہارے سوالات کا وقت نہیں آیا، پہلے یہ بتاؤ کیتھرائن ول کی یہ عمارت کس کی ملکیت ہے۔" میں نے سوال کیا اور اس کی آنکھوں میں دہشت کے آثار نظر آنے لگے۔ اس نے خوفزدہ نگاہوں سے مجھے دیکھا اور بولا۔

"تم مجھے۔ تم مجھے بالکل ہی فنا کرا دو گے، جو کچھ میں تمہیں بتا چکا ہوں اس سے زیادہ ایک لفظ بھی نہیں بتا سکتا۔"

"تمہیں بتانا پڑے گا میرے دوست، اگر نہیں بتاؤ گے تو میں تمہارے بدن میں اتنے سوراخ کر دوں گا کہ تم گن بھی نہ سکو گے۔" میں نے غراتے ہوئے لہجے میں کہا اور وہ تھر تھر کانپنے لگا۔ کافی دیر تک وہ اپنے اعصاب پر قابو پانے کی کوشش کرتا رہا۔ پھر بولا۔

"دیکھو میں کمزور اعصاب کا انسان ہوں، کوئی ایسی بات برداشت نہیں کر سکتا، جو۔ جو میرے لیے تکلیف دے ہو۔ خدا کے لیے تم۔ تم۔"

"بس بس، خدا کا نام درمیان میں نہ لو، تم لوگ جو کچھ کر رہے ہو اس میں خدا کا کوئی دخل نہیں۔ مجھے جواب دو، مارکوس ٹریڈرز کس کی ملکیت ہے۔"

"میں نہیں بتا سکتا، میں نہیں بتا سکتا، وہ نام لینے سے پہلے مر جانا ضروری ہوتا ہے۔ سمجھے تم مجھے قتل ہی کر ڈالو۔"

"نہیں میں تمہیں اس طرح قتل نہیں کروں گا، تمہیں زبان کھولنا پڑے گی، سمجھے تمہیں زبان کھولنا ہی پڑے گا۔"

"آہ ایک منٹ ایک منٹ رک جاؤ، میرے اعصاب بے قابو ہو رہے ہیں۔" اس نے ایک بار پھر اپنی جیب میں ہاتھ ڈالا اور ویسی ہی ننھی سی سفید گولی نکال لی۔ اس نے گولی نکال کر منہ میں رکھی اور پھر دفعتاً قہقہہ مار کر ہنس پڑا۔ اور بولا۔

"یہ وہ گولی نہیں تھی، جو میں نے پہلے کھائی تھی، بلکہ وہ گولی تھی جو مجھے خاص طور سے اس لیے دی گئی تھی کہ اگر میں کوئی خطرہ محسوس کروں تو اسے کھا کر زندگی سے نجات حاصل کروں۔"

میرے بدن میں ایک لمحے کے لیے آگ سی دوڑ گئی تھی، دوسرے لمحے میں اس پر جھپٹا، لیکن اس نے پھرتی سے منہ بند کر لیا تھا، اور پھر وہ گولی نگل گیا۔

گولی کے اثرات انتہائی خطرناک تھے، وہ ایک لمحے تک مجھے دیکھتا رہا اور پھر دوسری طرف لڑھک گیا۔

ایک اور قتل۔ ایک اور لاش، ایک اور خودکشی۔ میں نے دل ہی دل میں سوچا۔ کمبخت سے کوئی خاص بات نہیں معلوم ہو سکی تھی، البتہ کیتھرائن ول کی اس عمارت کے بارے میں ایک انکشاف ہو گیا تھا جہاں مارکوس ٹریڈرز نامی کسی فرم کا گودام یا اسٹور تھا۔ بہرطور کچھ تو ہوا، میری یہ محنت مکمل طور پر رائیگاں نہیں گئی تھی، اب بہتر یہ تھا کہ جتنی جلد ممکن ہو سکے یہاں سے نکل لوں، ورنہ کسی بڑی مشکل میں بھی گھر سکتا تھا، چنانچہ میں برق رفتاری سے فلیٹ کا دروازہ کھول کر باہر نکل آیا۔ ذرا سی دیر میں دو زندگیاں موت کی آغوش میں چلی گئی تھیں اور مجھے اس کا تھوڑا بہت افسوس بھی تھا۔

بہرطور نیچے آ کر میں نے فورڈ کو دوبارہ استعمال کرنا مناسب نہیں سمجھا تھا، باہر آ کر میں نے ٹیکسی پکڑی اور اب اس کے سوا کوئی چارہ نہیں تھا کہ میں اپنے ہوٹل واپس چلا جاؤں، حالانکہ وہ ہوٹل بھی میرے لیے خطرات کا گڑھ تھا، لیکن اس سے پہلے کہ کچھ اور جگہوں کا بندوبست نہ ہو جائے، مجھے اسی ہوٹل میں قیام کرنا تھا، خطرات تو قدم قدم پر بکھرے ہوئے تھے اب کون کون سے خطرے کو نگاہ میں رکھوں اور پھر بہتر تھا اس طرح سے ان لوگوں سے شناسائی تو حاصل ہو رہی تھی اور کم از کم اس شناسائی کے سہارے زندگی تو متحرک رہے گی۔

ٹیکسی میں ہوٹل جاتے ہوئے میں مختلف خیالات ذہن میں لیے سفر کرتا رہا اور پھر ہوٹل پہنچ گیا، جس وقت ہال میں داخل ہوا تو میں نے اُسی کاؤنٹر منیجر کو کاؤنٹر کے نزدیک دیکھا جو میری نگاہوں میں مشکوک تھا۔ کاؤنٹر منیجر کی نگاہیں مجھ سے ملیں تو مجھے

اس کے چہرے پر ایسے آثار نظر آئے جیسے اس نے روح قبض کرنے والے فرشتہ کو دیکھ لیا ہو، بہرطور میرے قریب پہنچ کر وہ خواہ مخواہ خوش اخلاقی کا مظاہرہ کرنے لگا۔

"اوہ جناب فرمایئے۔"

"چابی۔" میں نے اس کی طرف انگلی بڑھاتے ہوئے کہا اور اس نے جلدی سے چابی نکال کر میرے حوالے کر دی۔

"اور کوئی خدمت جناب۔"

"نہیں۔ منیجر شکریہ، خدمات تو تم انجام دیتے ہی رہتے ہو۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا اور لفٹ کی جانب چل پڑا۔ تھوڑی دیر کے بعد لفٹ نے مجھے میری منزل پر چھوڑ دیا۔ میں کمرے میں داخل ہونے سے پہلے حالات کا جائزہ لینا چاہتا تھا، ایک ایک لمحہ احتیاط کا تھا کسی بھی لمحے کی غفلت موت سے ہمکنار کر سکتی تھی، لیکن کمرے کے حالات پرسکون تھے، غالباً ان لوگوں کو میرے بارے میں کوئی نئی ہدایت نہیں کی گئی تھی، اس لیے انھوں نے اب کوئی نئی کارروائی نہیں کی تھی۔

کمرے کا جائزہ لینے کے بعد میں نے دروازہ بند کیا اور آرام سے ایک کرسی پر پاؤں پھیلا کر بیٹھ گیا، جوتے اتارنے سے بڑی فرحت کا احساس ہوا تھا۔ میں سوچنے لگا کہ اب مجھے کیا کرنا چاہیئے، بالکونی کا دروازہ کھول کر باہر دیکھا تو سورج اچانک بادلوں کی اوٹ میں آ گیا تھا بالکونی سے خشک سی ہوائیں اندر آ رہی تھیں اس کا مقصد تھا کہ بارش ہونے کے امکانات تھے، دیکھتے ہی دیکھتے بادلوں نے پورے ماحول کو نگل لیا۔

اور اب فضا پر گھلاہٹوں کا راج تھا۔ لاس اینجلس کا موسم بھی بڑا عجیب ہے ذرا سی دیر میں موسم تبدیل ہو جاتا ہے۔ میں بالکونی میں کھڑا آسمان پر چھائے ہوئے بادلوں کو دیکھتا رہا اگر یہ برس گئے تو بہت زوردار بارش ہوگی ویسے میرا ذہن ٹریسا اور سونیا میں بھی الجھا ہوا تھا۔ دونوں لڑکیوں کو میں نے کام سے لگا تو دیا تھا لیکن یہ یقین نہیں تھا مجھے کہ وہ پوری دلجمی سے اپنا کام انجام دے لیں گی۔ بہرطور ان معاملات میں اجنبی تھیں اور واسطہ جن لوگوں سے تھا وہ بہت خطرناک تھے۔ کافی دیر میں اسی طرح کھڑا سوچتا رہا پھر میں نے سوچا کچھ دیر آرام کر لیا جائے چنانچہ میں اپنے بستر پر آ لیٹا۔ سہ پہر کا وقت اسی طرح گزر گیا۔ بارش نہیں ہوئی تھی۔ حالانکہ بادل بڑے زوردار تھے لیکن بارش ابھی تک نہیں ہوئی تھی البتہ شام کے تقریباً ساڑھے چھ بجے ہلکی ہلکی بارش شروع ہو گئی۔ میں اب شام کا پروگرام ترتیب دینا چاہتا تھا۔ میں نے سوچا کہ سب سے پہلے باہر نکل کر ٹریسا اور سونیا کے ہوٹل ان کو ٹیلیفون کروں اور ان سے معلوم کروں کہ ان کی کارکردگی کیا رہی، ٹیلیفون یہاں بھی موجود تھا لیکن اس ٹیلی فون کو استعمال نہیں کر سکتا تھا کیونکہ یہ نہیں کہا جا سکتا تھا کہ میرا ٹیلی فون بھی ٹیپ ہو چکا ہوگا یا نہیں، ویسے اصولاً ہر ٹیلیفون پر ہونے والی ہر بات سنی جاتی ہوگی، اس لیے یہ خطرہ مول نہیں لے سکتا تھا، بہرطور تیار ہو کر کمرے سے باہر آیا اور ہال میں پہنچا، ہال کا جائزہ لیا اور پھر ہال سے بھی باہر نکل آیا یہ دیکھنے کو کہ کہیں کوئی میرا تعاقب نہ کرے لیکن حیرت انگیز بات یہ تھی کہ کسی نے میرا تعاقب نہیں کیا۔ ہوٹل کے بائیں سمت ایک پتلی سی گلی سے گزرنے کے بعد ایک ٹیلیفون بوتھ تھا۔ میں یہاں سے گزر کر بوتھ میں داخل ہو گیا اور یہاں سے میں نے ٹریسا کے ہوٹل پام گرو ٹیلیفون کیا۔ ان کے کمرے کا نمبر مانگا تو جواب ملا کہ دونوں لڑکیاں کمرے میں موجود نہیں ہیں۔ چنانچہ میں بوتھ سے باہر نکل آیا کہیں جانے کے بجائے میں ہوٹل ہی میں واپس پہنچ گیا تھا۔ ہوٹل کے ہال میں موسم کی مناسبت سے کافی رونق تھی، چاروں طرف قہقہے اور شیشوں کی کھنک سنائی دے رہی تھی۔ میں نے اپنی سیٹ سنبھال لی اور مسکراتی نگاہوں سے ماحول کا جائزہ لینے لگا۔ دفعتاً میری نگاہ ایک طرف اٹھ گئی حالانکہ اس میز کا فاصلہ کافی تھا لیکن میں نے فوراً ہی اس کی جھلک دیکھ لی تھی وہ گرینی ہاؤرج ہی تھی۔ میری طرف سے رخ بدل کر بیٹھی ہوئی تھی لیکن میری نگاہیں جسے ایک بار دیکھ لیتی ہیں اسے کبھی نہیں بھولتیں، اور میں نے گرینی ہاؤرج کو فوراً ہی پہچان لیا تھا۔ اور پھر یہ لڑکی تو میرے لیے بڑی اہمیت کی حامل تھی اس نے جونہی مجھے اپنی طرف نگراں پایا فوراً ہی ایک اخبار اپنے چہرے کے سامنے کر لیا، میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی تھی میں ایک لمحے کے لیے سوچتا رہا کہ گرینی ہاؤرج کی یہاں موجودگی کیا معنی رکھتی ہے، کیا وہ میری نگرانی کر رہی ہے لیکن اگر وہ میری نگرانی کر رہی ہے تو پھر سونیا بھی یہیں کہیں آس پاس موجود ہوگی میں نے یونہی سرسری سی نگاہ پورے ہال پر ڈالی لیکن مجھے سونیا کہیں نظر نہیں آئی، اب مجھے فیصلہ کرنا تھا کہ کیا کرنا چاہیئے گرینی ہاؤرج کے قریب پہنچ کر اس سے ملاقات کی جائے یا پھر، یا پھر چند لمحات سوچتے رہنے کے بعد میں نے ایک فیصلہ کر لیا اور تھوڑی دیر کے بعد میں اپنی جگہ سے اٹھ گیا میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیلی ہوئی تھی۔ باہر نکل کر میں فٹ پاتھ کے کنارے ٹیکسی کے انتظار میں جا کھڑا ہوا چند لمحات کے بعد میں نے دزدیدہ نگاہوں سے دیکھا کہ گرینی ہاؤرج بھی باہر آ رہی تھی۔ وہ بہت جلدی میں معلوم ہوتی تھی۔ پھر وہ بے اختیار ہی رک گئی میں نے تھوڑے فاصلے پر گزرتی ہوئی ایک ٹیکسی کو ہاتھ کا اشارہ کیا اور ٹیکسی فٹ پاتھ سے چند گز آگے جا کے رک گئی۔ میں خراماں خراماں اس کی طرف چل پڑا۔

بالاصل گرینی کو اس کا موقع دینا چاہتا تھا کہ وہ اطمینان سے اپنی کار تک پہنچ جائے۔ ٹیکسی میں بیٹھنے کے بعد میں نے ڈرائیور سے کہا کہ مجھے یونہی سڑکوں کی سیر کراتا رہے ڈرائیور نے چونک کر میری شکل دیکھی تاہم کچھ بولا نہیں۔ ظاہر ہے کہ اس کا واسطہ مجھ جیسے سرپھروں سے پڑتا رہتا ہوگا۔ ٹیکسی چل پڑی۔ تھوڑے ہی فاصلے پر میں نے نیلے رنگ کی ایک خوبصورت کار اپنے تعاقب میں دیکھی غور سے دیکھنے پر بخوبی اندازہ ہو گیا کہ گرینی ہاؤرج کے علاوہ اور کوئی نہیں ہے بہرطور ٹیکسی سڑکوں پر گھومتی رہی گرینی ہاؤرج میرے پیچھے لگی ہوئی تھی لیکن میری نگاہیں سونیا کو تلاش کر رہی تھیں اور ایک بار میری ٹیکسی ایک چوراہے سے مڑی تو میں نے ایک خاص زاویے سے اس نیلی کار کے عقب میں دیکھ لیا وہ ہوٹل پام گرو کی کار تھی۔ سرخ رنگ کی خوبصورت اسپورٹس کار اور اس پر پام گرو کا مونوگرام بنا ہوا تھا۔ کار ڈرائیو کرنے والے کی شکل نظر نہیں آ رہی تھی لیکن اتنا اندازہ ہو گیا تھا کہ اس پر جو شخصیت موجود ہے وہ سونیا کے علاوہ اور کون ہو سکتا تھا۔ میں نے مطمئن انداز میں گردن ہلائی مسٹر بیکن کی بھیجی ہوئی لڑکیاں واقعی کارآمد ثابت ہو رہی تھیں اور میری مرضی کے مطابق کام کرنا جانتی تھیں میں لین ہاؤس کے بارے میں سوچتا رہا اور میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیلتی رہی تقریباً پینتالیس منٹ تک ٹیکسی مختلف سڑکوں پر گھومتی رہی اور پھر ایک چھوٹے سے خوبصورت ریسٹورانٹ کا بورڈ دیکھ کر میں نے ٹیکسی رکوالی۔

"بس صاحب۔" ڈرائیور نے مسکراتی نگاہوں سے مجھے دیکھا۔

"ہاں تمہارا بل کافی بن گیا ہے۔" میں نے بھی مسکراتے ہوئے کہا۔ اور جیب سے رقم نکال کر ڈرائیور کے حوالے کر دی، ڈرائیور نے شکریہ کے ساتھ بل قبول کیا اور میں ہوٹل کے دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ میں نے اب گرینی ہاؤرج سے ملاقات کرنے کا فیصلہ کر لیا تھا۔ ہوٹل میں داخل ہو کر میں دروازے پر ہی رک گیا۔ تھوڑے فاصلے پر راہداری تھی اور اس کے بعد ہال کا اصل دروازہ تھا۔ چند ہی منٹ گزرے ہوں گے کہ گرینی ہاؤرج بھی ہوٹل کے دروازے کے قریب نظر آئی۔ میں نے شیشے میں سے اسے دیکھ لیا تھا۔ وہ تیزی سے اندر کی طرف آ رہی تھی عجیب تعاقب ہے میں نے دل ہی دل میں سوچا اور جب گرینی ہاؤرج دروازہ کھول کر آگے بڑھ گئی تو میں اس کے پیچھے پیچھے چل پڑا۔ اس نے صدر ہال کے دروازے پر رک کر شیشے سے اندر نگاہیں دوڑائیں اسی وقت میں عقب سے اس کے قریب پہنچ گیا۔

"اندر چلیئے اندر چلیے میں اندر نہیں باہر ہوں۔" میں نے کہا اور وہ بری طرح اچھل پڑی، ایک لمحے کے لیے وہ مجھے اپنے پیچھے دیکھ کر نروس ہو گئی تھی لیکن پھر اس نے فوراً خود کو سنبھال لیا اور تیز لہجے میں بولی۔

"میں نہیں سمجھی آپ مجھ سے کیا کہہ رہے ہیں۔"

"پلیز۔" میں نے اسے اندر چلنے کا اشارہ کیا وہ چونکہ بوکھلائی ہوئی تھی اس لیے کوئی تردد نہیں کر سکی اور میں اس کے شانوں پر ہاتھ رکھے ہوئے اسے اندر لے آیا۔

"آیئے اس میز پر بیٹھیں گے۔" میں نے ایک میز منتخب کرتے ہوئے کہا۔ اور وہ کسی معمول کی طرح میرے پیچھے پیچھے چلی آئی پھر میں نے کرسی گھسیٹی اور بیٹھ گیا گرینی ہاؤرج بھی خشک ہونٹوں پر زبان پھیرتی ہوئی میرے سامنے بیٹھ گئی تھی۔

"کیا پینا پسند کریں گی آپ۔"

"مم... میں میں اجنبی لوگوں سے بے تکلف ہونا پسند نہیں کرتی۔" اس نے خود کو سنبھالتے ہوئے کہا۔

"مگر میں آپ کے لیے اجنبی تو نہیں ہوں مس ہاؤرج۔"

"کیا مطلب۔۔؟"

"کمال ہے بھئی تعاقب کرنے کا سلیقہ آپ کو نہیں ہے اور الزام مجھ کو دے رہی ہیں۔"

"کیسا تعاقب۔؟" وہ تیز لہجے میں بولی۔

"پہلے یہ بتایئے آپ کیا پئیں گی، ٹھہریئے میں خود ہی آپ کے لیے کوئی اچھا مشروب منگوائے لیتا ہوں۔" میں نے کہا اور ویٹر کو اشارہ کر کے ایک مشروب کا آرڈر دے دیا اس وقت تک خاموشی چھائی رہی جب تک ویٹر نے مشروب کو لاکر نہیں رکھ دیا۔ گرینی کے انداز سے اضطراب کا احساس ہو رہا تھا۔ وہ بار بار اپنے ہاتھوں کی انگلیاں چٹخانے لگتی تھی۔ پھر اس نے کہا۔

"دیکھیے شاید میں آپ کو پہچان نہیں سکی۔"

"ڈیئر گرینی ہم لوگ اتنے بیوقوف نہیں ہیں نہ تم عمر کی اس منزل میں ہو کہ بچکانہ باتیں کرو اور نہ میں اتنا بے وقوف آدمی ہوں کہ اپنا وقت فضول ضائع کروں، تم میرے ہوٹل سے میرا تعاقب کر رہی ہو اور اس سے پہلے نہ جانے کہاں سے، میں نے سوچا کہ پہلے تمہیں اس پرلطف موسم میں سڑکوں کی سیر کرا دوں اس کے بعد ہم اطمینان سے بیٹھ کر گفتگو کریں گے۔"

"مگر مگر۔"

"اجنبی ہوں نہ تمہارے لیے۔" میں نے کہا۔

"ظاہر ہے۔"

"یہ تم نہیں کہہ سکتیں ڈیئر گرینی، کیونکہ یادداشت اتنی خراب نہیں ہوئی بشرطیکہ آدمی صحیح الدماغ ہو ہماری ملاقات ایئرپورٹ پر ہو چکی ہے جہاں تم نے ایک قاتل کو راستہ دینے کے لیے میرا راستہ

روکا تھا۔ اور اس کے بعد تم یہ بھی نہیں کہہ سکتیں کہ تم تقریباً پینتالیس منٹ سے میرے پیچھے اپنی کار کا پٹرول ضائع کر رہی ہو، تمھاری کار وہی نیلے رنگ کی ہے جو باہر کھڑی ہوئی ہے۔ کہوں کیا میں نے غلط کہا۔"

"بالکل غلط، میں تمھارا تعاقب کیوں کرنے لگی۔"

"اب یہ تو تم ہی بتا سکتی ہو، ویسے اطمینان رکھو میں تمھیں مجبور نہیں کروں گا جو بات انسان خوشی سے بتانا پسند کرے وہ تو ٹھیک ہے لیکن جو اس کی مرضی کے خلاف ہو میں اس کے لیے اُسے مجبور نہیں کروں گا ہاں اتنا ضرور کہوں گا تم سے کہ ہم اگر چاہیں تو بہترین معلومات کا تبادلہ کر سکتے ہیں۔"

"کس سلسلے میں۔"

"بھئی اگر یہ اطلاع تمھارے ذریعے اُن لوگوں تک پہنچے تو وہ چار گنجے جو ایک گلی میں موت کا شکار ہوئے ہیں، میرے ہاتھوں ہلاک ہوئے تھے تو تمھاری وقعت اُن کی نظر میں بڑھ جائے گی، دوسری بات یہ کہ ایک ریسٹورنٹ میں ایک شخص کوکین کے تھیلے لے کر آیا تھا اب اگر تم چاہو تو اس کی لاش فیکٹری لوں والے کی جھاڑیوں میں تلاش کر سکتی ہو کوکین کے تھیلے بدستور اُس کی جیب میں موجود ہوں گے یقیناً وہ تمھاری ضرورت ہوں گے اور تم انھیں خریدنا چاہتی تھیں دوسری بات یہ کہ جس شخص کو یہ کوکین وصول کرنا تھی وہ بھی خودکشی کر چکا ہے۔ تو تم اس کے لیے بھی مجھے ہی ذمہ دار قرار دے سکتی ہو بات دراصل یہ ہے ٹریزر گرینی ہاؤرج کہ میں مسٹر وکٹر ویلبی کے مقابلے پر آچکا ہوں اور وکٹر ول بی کو یہ بات سوچ لینی چاہیے کہ اب اس کی خیر نہیں ہے میں نے اُن چاروں گنجوں سے بھی یہ بات کہی تھی۔ کہ وکٹر ول بی کو میرا یہ پیغام دے دیں مگر وہ بڑے بے صبر نکلے اور اتنی پھرتی سے مر گئے کہ مجھے خود تعجب ہوا، کہو میری طرف سے حاصل شدہ معلومات کیسی ہیں۔" میں نے محسوس کیا کہ گرینی ہاؤرج کے ہاتھ کانپ رہے ہیں۔ وہ شدید ہیجان کا شکار تھی۔ ابھی اُس نے مشروب کے گلاس کو ہاتھ بھی نہیں لگایا تھا۔ دفعتاً وہ اُٹھ کھڑی ہوئی۔

"میں فضول باتوں سے ہمیشہ بچتی ہوں میں نے سوچا تھا کہ اس ریسٹورانٹ میں تھوڑی دیر بیٹھ کر آرام کروں گی اس لیے میں یہاں آئی تھی لیکن تم جیسے فضول آدمی سے میری ملاقات ہو جائے گی اس کی مجھے توقع بھی نہیں تھی میں جا رہی ہوں۔" اس نے کہا اور واپس پلٹ پڑی۔ میں اطمینان سے مشروب کے گلاس کے سپ لیتا رہا۔

تقریباً ایک گھنٹہ میں اس ریسٹوران میں کاہلوں کے سے انداز میں بیٹھا رہا مشروب کے دونوں گلاس مجھے ہی پینا پڑے تھے۔

دراصل میں اپنے آئندہ پروگرام پر غور کر رہا تھا، اب تک جو کچھ تھا میں اسے قطعی نامکمل سمجھتا تھا، اس میں کوئی شک نہیں کہ ترلوکا کے ایک ساتھی کی نشاندہی ہو گئی تھی اور زیبی کو اغوا کرنے والوں کے بارے میں یہ بات پایۂ تکمیل کو پہنچ چکی تھی کہ وہ ترلوکا کے آدمی تھے اس بات کا بھی پتا چل گیا تھا کہ اُن لوگوں کا شناختی نشان گنجا ہونا سر ہے۔ اور اس بات کا بھی پتا چل گیا تھا کہ ترلوکا نے اس وقت میں اپنے بہترین اڈے بنا لیے ہیں۔ ہرے کرشنا ہرے راما تحریک پہلے بھی ایک ڈھکوسلہ تھی اور اب اس کی مزید حقیقت سامنے آگئی تھی، ممکن ہے کچھ لوگ کچھ سادہ دل اور معصوم لوگ اس تحریک سے متاثر ہو گئے ہوں اور وہ اس کے سلسلے میں مخلص ہوں لیکن اس کا بانی ترلوکا ایک جرائم پیشہ شخص تھا اور اس نے اپنی مجرمانہ کارروائیوں کے لیے یہ تحریک بنائی تھی۔ زیبی سے اتنا عرصہ ہوا تھا الگ ہوئے لیکن اس کی یاد سینے میں اسی طرح تازہ تھی کہ جب بھی اس کا تصور آتا، دل کے زخموں میں ٹیسیں اٹھنے لگتی تھیں، ہر لمحہ یہی احساس رہتا تھا کہ نجانے اس پر کیا بیتی ہو گی اور جب یہ خیال آتا کہ ممکن ہے میرے دشمنوں نے اس کے ساتھ ایسی نازیبا کارروائی کی ہو جس سے اُسے ذہنی اور جسمانی اذیت پہنچی ہو تو بدن میں انگارے بھرتے چلے جاتے تھے، جی چاہتا تھا کہ جو کچھ سامنے نظر آئے اُسے جلا کر راکھ کر دوں۔ لیکن اس سے کوئی مقصد حل نہیں ہوتا تھا اس لیے اپنے آپ پر قابو پا لیتا تھا۔ بہرطور اب اس کے سوا میرے سامنے اور کوئی چارۂ کار نہیں تھا کہ وکٹر ول بی تک پہنچوں اور اُسے اس بات کے لیے مجبور کروں کہ وہ زیبی کے اغوا کنندگان کے بارے میں بتائے یا پھر اگر خود اس نے نیویارک میں ٹام گریسی کی موت کے بعد ترلوکا کے لیے یہ کارروائی کی ہے تو زیبی کے حصول میں میری مدد کرے اگر اس نے ایسا نہ کیا تو پھر وکٹر ول بی کی موت بھی میرے ہی ہاتھوں مکمل ہوئی تھی۔ ہاں اگر وہ مجھ سے زیادہ طاقتور ہوا اور اس نے مجھے ہلاک کر دیا تو میں سمجھوں گا کہ زندگی کا یہ مقصد بھی پورا ہو گیا۔ زیبی میری تقدیر میں نہیں تھی، موت تو ہر انسان کا آخری سہارا ہے، میرے لیے بھی بس موت ہی زیبی کو بھلانے کا ذریعہ بن سکتی تھی اپنے سینے میں کھولتے ہوئے لاوے پر قابو پانا بعض اوقات میرے لیے نہایت مشکل ہو جاتا تھا، لیکن مجھے اب پرکنٹرول رکھنا ہی تھا تقریباً سوا گھنٹے کے بعد میں اپنی جگہ سے اُٹھا اور باہر نکل آیا، مجھے اس بات کی ضرورت محسوس ہو رہی تھی کہ میں اپنے لیے بھی کوئی کنوینس حاصل کر ہی لوں۔ اس سلسلے میں پولیس آفیسر پینبٹر میری مدد کر سکتا تھا، لیکن ابھی میں نے اسے بہت زیادہ زحمت دینا پسند نہیں کیا تھا۔ تاہم حالات سے یہ اندازہ ہوتا جا رہا تھا کہ مجھے

قسم کے سہارے کی ضرورت پڑے گی۔"

پینبٹر بذات خود بھی اس معاملے میں اتنا ہی پرجوش نظر آتا تھا میں، لیکن اس کا مقصد صرف یہ تھا کہ منشیات کے سوداگروں کو گرفتار کرے اور اس گروہ کو جڑ سے اکھاڑ پھینکے، بظاہر میرا مقصد بھی اس سے ملتا جلتا ہی تھا۔ وہ نہیں جانتا تھا کہ میرے سینے میں کچھ اور ہی چھپا ہوا ہے۔

اس وقت میں کوئی خاص پروگرام نہیں رکھتا تھا، موسم کی خنکی اب بھی اسی طرح تھیں، حالانکہ رات ہو چکی تھی لیکن سڑکوں پر چلنے والی روشنیاں بھی دھندلائی ہوئی تھیں، بارش ابھی نہیں ہو رہی تھی لیکن آثار تھے، موسم کی آنکھ مچولی جاری تھی۔ سڑکوں پر تک میں ادھر اُدھر ٹہلتا رہا اس کے بعد ایک ٹیکسی روک کر ہوٹل پام گرو چل پڑا۔ ہوٹل پام گرو میں جس وقت میں داخل ہوا، خاصی رات ہو چکی تھی، لیکن ہوٹل کی رونق حسب معمول شباب پر تھی، میں جانتا تھا کہ اگر ٹریسا یا سوٹیٹا واپس پہنچ گئی ہیں تو ہوٹل کی دلچسپیوں میں حصہ نہیں لے رہی ہوں گی، میں جانتا تھا کہ وہ دونوں لڑکیاں زندگی میں پہلی بار ایسا کام انجام دے رہی تھیں اس لیے انھوں نے اپنی دوسری تمام دلچسپیاں ترک کر کے صرف اسی میں دلچسپی لینا شروع کر دی ہو گی۔

میں نے کسی سے پوچھنے کی بجائے، اُن کے کمرے تک پہنچنا مناسب سمجھا اور لفٹ نے مجھے اُن کی منزل پر اتار دیا جب میں کمرے کے دروازے تک پہنچا تو یہ دیکھ کر مجھے خوشی ہوئی کہ اندر روشنی ہو رہی تھی۔ اس کا مقصد یہ ہے کہ وہ واپس آگئی ہیں۔"

میں نے آہستہ سے دستک دی تو دروازہ اندر کو دب گیا۔ سامنے اُسے تھوڑا سا کھولا۔ ٹریسا وہاں موجود تھی، مجھے دیکھ کر چونک پڑی ہو گئی، ایک لمحے کے لیے اس کے چہرے پر تجسس کے آثار ابھرے ہوئے تھے، لیکن دوسرے لمحے اس نے میری شکل دیکھی تو پرسکون ہو گئی۔

"اوہ ہیلو مسٹر نواز آیئے آیئے، ہم تو آپ کو ٹیلی فون کر رہی تھیں سکتے، بس آپ کا انتظار کرنا پڑتا ہے۔"

"بہت جلد اس کے لیے میں مناسب بندوبست کر لوں گا مس ٹریسا۔" میں نے کہا۔ ٹریسا نے دروازے کے نزدیک پہنچ کر دروازہ اندر سے بند کر لیا تھا، وہ میرے سامنے آکر بیٹھ گئی۔

سرخ رنگ کے سلیپنگ گاؤن میں وہ اس وقت بے حد خوبصورت لگ رہی تھی، لیکن کسی کے حسن و جمال پر توجہ دینا میرے لیے اب ممکن نہیں رہا تھا، حالانکہ آپ اس راجہ نواز اصغر کو نہیں بھولے ہوں گے جس نے اپنی طویل زندگی نجانے کیسے کیسے

ھنگاموں میں گزاری تھی، زندگی کی یہ تمام لطافتیں میرے قدموں میں پڑی رہتی تھیں اور میں اس دنیا سے اپنی ذات کے لیے پورا پورا خراج وصول کر رہا تھا، لیکن اب صورتِ حال دوسری تھی۔

میں خاصا تبدیل ہو چکا تھا، جس طرح میں نے خود کو پاکیزگی کی طرف مائل کیا تھا اس کے تحت میرا ضمیر اب کسی دوسری شخصیت کو قبول نہیں کر سکتا تھا۔ ٹریسا نے پُراخلاق انداز میں مجھ سے کہا۔

"کچھ پئیں گے مسٹر نواز۔"

"نہیں ٹریسا ایک ریستوران سے اُٹھ کر آ رہا ہوں جہاں میں نے بہت کچھ کھا پی لیا ہے۔"

"ٹھیک تو پھر میں آپ کو اپنی رپورٹ پیش کروں۔" وہ مسکراتے ہوئے بولی۔

"ہاں، میں اس کا منتظر ہوں۔"

"آپ نے کیھزرائن ول کے لیے میری ڈیوٹی لگائی تھی میں نے کیھزرائن ول میں مارکوس ٹریڈرز کے بارے میں اپنی معلومات مکمل کرلی ہیں۔ مارکوس ٹریڈرز مختلف اشیاء سپلائی کرنے والی ایک فرم ہے، یہ اشیاء وہ بیرونی ممالک سے امپورٹ کرتی ہے۔ ہالینڈ، بیلجیم اور اسی طرح کے دوسرے ممالک سے اس کے پاس مال آتا ہے جسے وہ مقامی طور پر دوسری فرموں میں سپلائی کر دیتی ہے، یہ لوگ ڈائریکٹ امپورٹ کرتے ہیں اور اس کے بعد اپنا مال یہاں فروخت کرتے ہیں، اس فرم کا مالک ایک شخص مسٹر وکٹر ول بی ہے۔"

میری آنکھیں چمک اُٹھیں، گویا میرا اندازہ درست تھا مسٹر وکٹر ول بی کا نام اس بات کی ضمانت تھا کہ میں صحیح راستے پر ہوں۔

"اور کچھ معلوم ہو سکا اس کے بارے میں۔"

"اور کوئی خاص بات نہیں۔ فرم صبح کو دس بجے کھلتی ہے اور پانچ بجے بند ہو جاتی ہے اس کے بعد وہاں خاموشی چھائی رہتی ہے، اوپر کی منزل پر کچھ فلیٹ ہیں جو فرم ہی کے ملازموں کی ملکیت ہیں۔"

"مسٹر وکٹر ول بی کے بارے میں یہ بات معلوم ہو سکی کہ اُن کا قیام کہاں ہے؟"

"نہیں یہ تو میں نے معلوم نہیں کیا، ویسے بہت بڑا آدمی ہے اس سلسلے میں اگر کوشش کی جائے تو ہمیں دقت نہیں ہوگی۔"

"یہ آپ کو کیسے معلوم ہوا مس ٹریسا کہ وہ بہت بڑا آدمی ہے؟"

"جن لوگوں کو میں نے اپنی معلومات کا ذریعہ بنایا تھا انہی سے" ٹریسا نے جواب دیا۔

"آپ اس عمارت کے اطراف کا جائزہ لے چکی ہیں۔"

"ہاں، زیادہ بڑی عمارت نہیں ہے، نچلی منزل میں ایک وسیع و عریض گودام ہے جس کی اندرونی کیفیت کا مجھے کوئی علم نہیں ہے، عقبی دروازہ بھی ہے اس گودام کا جسے میں بخوبی دیکھ چکی ہوں اور اسی وقت میں نے یہ سوچا تھا کہ اگر چوری چھپے اس گودام میں گھسنے کی ضرورت پیش آئے تو یہ دروازہ اس کے لیے نہایت موزوں ہے، ویسے میرا خیال ہے گودام کے مالکان نے بھی اُسے اسی نظریے کے تحت بنوایا ہے۔" میں ٹریسا کی باتوں پر غور کرتا رہا اور پھر میں نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

"ٹریسا، تمہارے اس خیال کو میں عملی جامہ ضرور پہناؤں گا۔"

"میں نہیں سمجھی مسٹر نواز۔"

"اس گودام کا جائزہ لینا ضروری ہے، ممکن ہے ہم مسٹر پینبرٹ کے کام ہی آ سکیں۔"

"یہ مسٹر پینبرٹ کون ہیں۔"

"یہ ایک مقامی پولیس آفیسر ہیں، جو ہماری ہی طرح منشیات کے گروہ کے خاتمے کے لیے مصروفِ کار ہے۔"

"آپ کی اس سے شناسائی ہو گئی ہے۔"

"ہاں، تمہارے ڈیڈی کے فراہم کیے ہوئے اجازت نامے کے تحت مجھے یہاں بہت سی مراعات حاصل ہوئی ہیں۔" میں نے کہا اور ٹریسا گردن ہلانے لگی، پھر بولی۔

"لیکن مسٹر نواز ہم گودام میں کس طرح داخل ہوں گے؟"

"عقبی دروازے کا تالا کھول کر۔ ویسے یہ دروازہ کہاں کھلتا ہے؟"

"ایک پتلی سی گلی میں، جس کے دوسری جانب ایک رہائشی بلڈنگ ہے، اور اس سمت کی پوزیشن کو مدنظر رکھتے ہوئے اس طرف صرف سینیٹری پائپ لگائے گئے ہیں، کوئی کھڑکی وغیرہ نہیں ہے، جس سے یہ خطرہ ہو کہ اُوپر کی کسی منزل سے نیچے دیکھا جا سکتا ہے۔"

"کیا گلی اتنی پتلی ہے کہ اس میں گاڑیاں وغیرہ بھی داخل نہیں ہو سکتیں؟"

"نہیں گاڑیاں اس میں باآسانی داخل ہو سکتی ہیں لیکن کوئی بھی ٹرک وغیرہ نہیں، اس کی چوڑائی زیادہ سے زیادہ دس فٹ یا ممکن ہے اس سے کچھ کم ہو۔" ٹریسا نے جواب دیا۔

"کیا خیال ہے یہ وقت مناسب رہے گا؟"

"ابھی۔ ویسے کوئی حرج بھی نہیں ہے، کیونکہ وہ جگہ تو سنسان ہی رہتی ہے۔"

"زیادہ دیر گزرنے پر ممکن ہے کچھ لوگ وہاں پہنچ جائیں۔"

"وہ کیسے؟" ٹریسا نے پوچھا۔

"مطلب یہ کہ اس وقت تو کوئی یہ سوچ بھی نہیں سکتا کہ کوئی غیر متعلق شخصیت گودام میں گھس سکتی ہے۔"

"ہاں یہ تو آپ درست کہہ رہے ہیں۔"

"تو پھر آؤ گودام چلتے ہیں۔"

"میں ذرا لباس تبدیل کر لوں۔" ٹریسا نے کہا۔

"ہاں ضرور ضرور۔ میں نیچے تمہارا انتظار کر رہا ہوں۔" میں نے جواب دیا۔

"نہیں ساتھ ہی چلتے ہیں، بس آپ ذرا چند لمحات کے لیے۔" ٹریسا بولی۔ لیکن میں نے وہاں رکنا مناسب نہیں سمجھا تھا۔ میں اپنے ذہن میں کسی ایسے تصور کو جنم نہیں دے سکتا تھا جو مجھے راستے سے بھٹکا دے، بیشک راجہ نواز اصغر کی پچھلی زندگی عیش میں گزری تھی۔ میں امن و صلح کے ماحول سے نکل چکا تھا، قتل و غارتگری کا دور چھوڑ دیا تھا اور اس کے ساتھ ساتھ ہی میں نے پاکیزگی کے مل جانے کے بعد ہر قسم کے گندے خیالات ذہن سے نکال دیے تھے، لیکن اب جب پچھلی زندگی لوٹ آئی تھی تو ممکن تھا کہ کچھ خرابیاں بھی ذہن میں پیدا ہو جاتیں اور ان سے میں مسلسل بچنا چاہتا تھا، چنانچہ میں وہاں نہیں رُکا اور باہر نکل آیا۔ تھوڑی دیر کے بعد میں نے ٹریسا کا استقبال نیچے پارکنگ لاٹ میں ہی کیا تھا۔ انگلی میں کار کی چابی جھلاتی ہوئی باہر آ رہی تھی، مجھے دیکھ کر مسکرا دی، میں اس کی مسکراہٹ کی وجہ نہیں سمجھ سکا تھا۔ کار میں بیٹھنے کے بعد بھی وہ ذرا خاموش سی تھی، لیکن بار بار اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ سی پھیل جاتی تھی، چند لمحات کے بعد اس نے کہا۔

"مسٹر نواز کچھ ذاتی گفتگو کروں، تو کوئی حرج تو نہ ہوگا، آپ کا ذہن اُلجھا ہوا تو نہیں ہے۔"

"نہیں ٹریسا، کہو کیا بات ہے؟"

"آپ شکل و صورت سے کم از کم امریکی باشندے نہیں معلوم ہوتے، اس کے علاوہ آپ کا نام جو ہے وہ بھی ذرا مختلف ہے، میں سوچتی اس سلسلے میں غور کرتی رہی ہوں، لیکن کیا کریں، ہماری معلومات دنیا کے بارے میں بہت محدود ہیں۔ آپ امریکی شہری ہیں، لیکن کیا آپ کا تعلق کہیں باہر سے ہے؟"

"ہاں۔"

"کہاں سے؟"

"ایشیا سے۔"

"ایشیا کے کون سے ملک سے۔"

"ٹریسا میرے دل میں بے پناہ زخم ہیں، تمہارے یہ الفاظ ان زخموں کو تازہ کر رہے ہیں، لیکن تم نے یہ سوال کیا ہے تو میں اپنے پیارے وطن کا نام لیے بغیر نہیں رہ سکتا، میں پاکستانی ہوں۔"

"اوہ پاکستانی۔" ٹریسا نے آہستہ سے کہا۔

"کیوں۔؟"

"نہیں نہیں، پاکستان سے متعلق بہت سی کہانیاں میرے کانوں تک پہنچ چکی ہیں، خاص طور سے میں اس پاکستانی جنگ کا تذکرہ کروں گی جو شاید ۱۹۶۵ء میں لڑی گئی تھی، ایک مثالی جنگ۔"

"میرا وطن جیالوں کا وطن ہے ٹریسا، تم میرے وطن کے بارے میں صحیح طور پر سوچ بھی نہیں سکتیں، میں پاکستان کے ایک چھوٹے سے علاقے سرائے عالمگیر کا رہنے والا ہوں، دریائے جہلم کے کنارے آباد، میری یہ بستی حسن و عشق کی بستی ہے، وہاں ایسی ایسی رنگینیاں جنم لیتی ہیں کہ میں ان کا تصور بھی کرتا ہوں تو جھوم اٹھتا ہوں، لیکن ٹریسا میں اپنا وطن بہت عرصہ ہوا چھوڑ چکا ہوں۔"

"تمہیں اپنے وطن کی یاد تو آتی ہوگی۔"

"ہاں کیوں نہیں۔ وطن کی یادیں تو میری زندگی کا سرمایہ ہے۔"

"یہاں امریکہ میں تم نے کیوں سکونت اختیار کر لی۔"

"بس حالات۔"

"یہاں شادی نہیں کی تم نے۔؟" ٹریسا نے پوچھا۔

"کی تھی۔!"

"تھی سے کیا مراد ہے تمہاری۔"

"مطلب یہ کہ جس سے شادی کی تھی جسے زندگی کا ساتھی بنایا تھا اسے ایک سانحہ پیش آ گیا۔" ٹریسا نے اس سانحے کے بارے میں تفصیلات نہیں پوچھی تھیں، چند لمحات وہ خاموش رہی اور پھر بولی۔

"مجھے ایشیائی بہت پسند ہیں اور مسٹر نواز تمہاری شخصیت میں ایک ایسی انوکھی بات ہے کہ میں اکثر تمہارے بارے میں سوچتی رہتی ہوں۔"

"میرے بارے میں نہ سوچا کرو ٹریسا، میں سوچنے کی چیز نہیں ہوں میں نے پہلے ہی مرحلے پر ٹریسا کو خبردار کر دینا ضروری سمجھا۔"

"کیا مطلب۔؟"

"مطلب یہ ٹریسا کہ تم نے زندہ مُردے دیکھے ہوں گے۔"

"نہیں صرف سنا ہے اُن کے بارے میں۔" ٹریسا مسکرا کر بولی۔

"کیا سنا ہے۔؟"

"بس ایک افسانوی سی بات ہے ورنہ زندہ انسان زندہ ہی ہوتے ہیں اور مُردے مُردے ہی ہوتے ہیں۔"

"نہیں ٹریسا، جس کی آرزوئیں مر جائیں، جس کے احساسات

مر جائیں، جس کی زندگی میں کوئی خوشی ہی نہ ہو، اسے تم زندہ نہیں کہہ سکتیں، میں انہی میں سے ایک ہوں۔"

"لیکن ہوا کیا مسٹر نواز۔ کیا کوئی خاص بات۔"

"ہاں، بس خاص ہی بات ہے، وہ شخصیت جس نے مجھے بُرائی کی عمیق گہرائیوں سے نکال کر صاف ستھرا ماحول بخشا، وہ شخصیت مجھ سے چھین لی گئی ہے ٹریسا، وہ شخصیت مجھ سے چھین گئی ہے۔"

"کون تھی وہ۔" ؟

"میری بیوی زینبی۔"

"زینبی۔ یہ بھی پاکستانی تھی۔"

"نہیں جرمن نژاد تھی ایک مثالی عورت۔"

"تو کیا ہوا اسے کیا وہ۔ میرا مطلب ہے۔" ٹریسا نے اپنے الفاظ پورے نہیں کیے۔

"شکریہ ٹریسا، براہ کرم اس کے بارے میں کوئی ایسی بات مت کہنا، وہ مری نہیں زندہ ہے لیکن کچھ لوگوں نے اسے اغواء کر لیا ہے۔"

"اوہ کون لوگ تھے وہ۔" ؟

"شاید یہی لوگ، جو منشیات کی تجارت کرتے ہیں۔"

ٹریسا غور سے میری شکل دیکھنے لگی تھی، کافی دیر تک وہ کچھ سوچتی رہی، پھر گہری سانس لے کر بولی۔

"اس کا مقصد ہے کہ تمہارے دل میں ان کے لیے انتقامی جذبہ بھی موجود ہے۔"

"ہاں، اسی جذبے کے تحت میں مسٹر بیکن کے ساتھ تعاون کرنے پر آمادہ ہوا ہوں۔"

"افسوس ڈیڈی نے مجھے اس بارے میں کچھ نہیں بتایا میں آپ سے دلی ہمدردی رکھتی ہوں مسٹر نواز، اور۔ اور ٹریسا اچانک خاموش ہو گئی۔ میں نے اس 'اور' کے آگے کے الفاظ نہیں پوچھے، یوں بھی مجھے اس سلسلے میں خاصے تجربات تھے، ٹریسا کی آنکھوں میں ایک خاص چمک پیدا ہوئی تھی جسے میں نے محسوس کر لیا تھا اور یہ احساس میرے لیے بڑا جانگسل تھا، میں اس احساس کو ہوا دینا نہیں چاہتا تھا، اچھا ہی تھا کہ میں ٹریسا کو اپنی شخصیت سے روشناس کرانے میں کامیاب ہو گیا تھا، ورنہ بے وقوف لڑکی حماقتوں کی دنیا میں بھٹکتی رہتی اور کچھ حاصل نہ کر پاتی۔

بعد کا سفر خاموشی سے ہی طے ہوا تھا، ہم نے کار کیتھرائن ول سے تھوڑے فاصلے پر فٹ پاتھ کے سہارے ایک ایسی جگہ کھڑی کر دی جہاں دوسری کاریں بھی کھڑی ہوئی تھیں پھر اسے لاک کر کے ہم نیچے اتر آئے اور ٹہلنے کے سے انداز میں آگے بڑھنے لگے، لیکن ہماری نگاہیں چاروں طرف بھٹک رہی تھیں اور کسی ایسی شخصیت کا جائزہ لے رہی تھیں جو ہماری طرف متوجہ ہو لیکن ایسی کوئی شخصیت نہیں تھی جس پر ہمیں یہ گمان گزرتا کہ وہ ہمارا جائزہ لے رہی ہے بہر طور ہم اس گلی میں گھس گئے، جس کے بارے میں ٹریسا نے تفصیلات بتائی تھیں۔

میں اپنے ساتھ ایسی چیزیں لے آیا تھا جن سے تالے با آسانی کھولے جا سکتے تھے۔ یہ چیزیں بازار میں آسانی سے مل گئی تھیں چنانچہ میں نے ایک مخصوص قسم کی چابی جسے آپ "ماسٹر کی" کہہ سکتے ہیں اور ٹریسا کو اس کی ذمہ داریاں سونپ کر اس عقبی دروازے کی جانب بڑھ گیا جو مارکوس ٹریڈرز کا تھا۔

دروازے کا قفل بہت زیادہ اُلجھا ہوا نہیں تھا، اسے کھولنے میں مجھے بہت زیادہ دقت نہیں ہوئی اور چند ہی لمحات کے بعد میں نے بے آواز دروازہ کھول دیا۔ دروازہ کھولنے کے بعد میں نے ٹریسا کو آواز دی اور وہ میرے پاس پہنچ گئی، پھر کسی قدر حیرت سے بولی۔

"خدا کی پناہ، آپ نے یہ دروازہ کتنی آسانی سے کھول لیا مسٹر نواز۔"

"ٹریسا میں تمہیں بتا چکا ہوں کہ ایک ایسی زندگی گزار چکا ہوں جس کا تم تصور بھی نہیں کر سکتیں، یہ ساری چیزیں میرے لیے معمولی نوعیت کی ہیں۔" ٹریسا نے کوئی جواب نہیں دیا۔ اندر داخل ہو کر میں نے دروازہ بند کر دیا تھا۔

ہمارے پاس ننھی منی ٹارچیں موجود تھیں، ان کی روشنی میں ارد گرد کا جائزہ لیتے ہوئے ہم آہستہ آہستہ آگے بڑھنے لگے، ٹریسا نے اپنی ٹارچ سے کمرے کے دوسرے کونے کا جائزہ لیا اور اچانک اس کی سرگوشی سنائی دی۔

"مسٹر نواز۔ مسٹر نواز۔" میں اس کی طرف پلٹا تو وہ احتیاط سے قدم اُٹھاتی ہوئی آہستہ آہستہ پیچھے ہٹ رہی تھی اور اس کی نگاہیں سامنے ٹارچ کی روشنی کے دائرے پر جمی ہوئی تھیں۔

"کیوں کیا بات ہے۔"

"ابھی ۔ ابھی میں نے اس طرف کوئی تحریک محسوس کی ہے میں نے پھرتی سے اپنی ٹارچ بجھائی اور ٹریسا نے بھی میری تقلید کی۔ تاہم تاریکی میں مجھے کچھ نظر نہیں آیا تھا۔ میں ٹریسا کی بات کو اس کا وہم بھی سمجھ سکتا تھا، چونکہ دروازہ سامنے کی سمت سے بند تھا اور یہ تالا جسے کھول کر ہم اندر داخل ہوئے تھے، اس قسم کا تھا کہ باہر ہی سے کھل سکتا تھا، یعنی کوئی شخص اندر داخل ہو کر اسے دوبارہ بند نہیں کر سکتا تھا، چنانچہ اس بات کے امکانات

ذرا کم ہی تھے کہ کوئی اندر موجود ہو۔ لیکن ٹریسا کی اس سرگوشی کے بارے میں بھی میں کوئی صحیح فیصلہ نہیں کر سکتا تھا، ہم سانس روکے اپنی جگہ کھڑے رہے۔ میں یہ اندازہ لگا رہا تھا کہ کیا واقعی وہاں کوئی موجود ہے۔ خاموشی اور سناٹے میں اگر کوئی موجود ہوتا تو اس کے سانسوں کی آواز ضرور سنائی دے جاتی لیکن چند ہی لمحات کے بعد مجھے بھی یہ احساس ہوا کہ کچھ نہ کچھ ہے ضرور ممکن ہے چوہا وغیرہ ہوں یہاں۔ میں نے دفعتاً اپنی جگہ چھوڑ دی۔ ایک بڑی حماقت کر ڈالی تھی، اگر ہماری ٹارچوں کی روشنیاں دیکھ لی گئی تھیں تو پھر جو کوئی بھی اندر موجود ہے وہ ہمیں پستول کا نشانہ بنانے کی کوشش کرے گا، چنانچہ اُسی جگہ کھڑے رہنا بڑی حماقت کی بات تھی البتہ میں ابھی اس ہال کمرے کا پوری طرح جائزہ بھی نہیں لے پایا تھا اور یہ اندازہ بھی نہیں لگا سکتا تھا کہ کون کون سی چیزیں کہاں موجود ہیں۔ ٹریسا کو نزدیک لا کر میں نے آہستہ سے سرگوشی کی۔

"تمہیں یقین تھا کہ وہ کوئی انسان ہی ہے۔"

"نہیں میں کچھ نہیں کہہ سکتی بس ایک چیز ہلتی ہوئی سی نظر آ رہی تھی۔"

"ہوں ٹھیک ہے، لیکن میرا خیال ہے ہمیں ہمت سے کام لینا چاہیے، تم یہاں رکو، میں اپنی جگہ تبدیل کر کے دوبارہ ٹارچ روشن کرتا ہوں۔" میں نے کہا اور ٹریسا نے اثبات میں گردن ہلا دی، میں نے اپنی جگہ چھوڑ دی اور ہاتھوں سے مختلف چیزوں کو ٹٹولتا ہوا ایک سمت بڑھنے لگا۔ دفعتاً میرے ہاتھ کسی قسم کی مخصوص پیٹی سے لگے اور میں اس کی آڑ میں اپنے بدن کو چھپا کر محفوظ ہو گیا۔ پھر میں نے ٹارچ کی روشنی کی اور ادھر ادھر کا جائزہ لینے لگا، لیکن مجھے کچھ نظر نہ آیا۔ اسی وقت میری پشت پر سے دو ہاتھ میری گردن پر آ جمے لیکن بڑی احمقانہ حرکت تھی یہ۔ دوسرے لمحے وہ جو کوئی بھی تھا، نیچے زمین پر آ پڑا۔ میں نے فوراً ٹارچ کی روشنی اس کے چہرے پر ڈالی اور اپنا پاؤں اس کی گردن پر رکھ دیا۔

"خبردار اگر منہ سے کوئی آواز نکالی تو زندگی سے ہاتھ دھو بیٹھو گے۔" ٹارچ کی روشنی میں مجھے ایک درمیانی جسامت کا آدمی نظر آیا، جس کی آنکھیں بُری طرح پھٹی ہوئی تھیں، دیکھتے ہی دیکھتے اس کی گردن ایک طرف ڈھلک گئی اور میرے حلق سے ایک آواز سی نکل گئی، ٹریسا پھرتی سے میرے نزدیک پہنچ گئی تھی۔

"یہی تھا سو فیصد یہی تھا، مجھے اسی کا شائبہ ہوا تھا۔" ہم اس شخص کو غور سے دیکھنے لگے۔ لیکن اس کے مرنے کی وجہ سمجھ میں نہیں آ رہی تھی، دفعتاً میں نے اس شخص کے منہ سے جھاگ نکلتے دیکھے یقیناً اس نے کوئی زہریلی چیز نگل لی تھی۔ کمبخت کچھ بتائے بغیر ہی مر گیا تھا۔ پھر میں نے اس کی تلاشی لینا شروع کر دی۔ اس کی اوپری جیب سے ایک سنہری رنگ کا سکّہ برآمد ہوا جسے سونے کا بھی کہا جا سکتا تھا اور اس کے ساتھ ہی ایک مڑا تڑا کاغذ بھی۔ میں نے اس کاغذ کو نکالا اور ٹارچ کی روشنی میں اسے دیکھنے لگا۔ کاغذ پر چند ہندسے لکھے ہوئے تھے۔ دفعتاً میرے ذہن میں ایک ہلکی سی کلک ہوئی، ایسا ہی ایک کاغذ مجھے اس ویٹر کی جیب سے بھی ملا تھا جس پر یہ ہندسے لکھے ہوئے تھے اور یہ بات وثوق سے کہی جا سکتی تھی کہ یہ وہی ہندسے ہیں جو اس کاغذ پر لکھے ہوئے تھے۔ یہ کیا چکر ہے۔ تاہم میں نے ٹریسا سے اس کا تذکرہ مناسب نہیں سمجھا اور کاغذ جیب میں رکھ لیا۔ اس کی جیبوں سے اور کوئی قابل ذکر چیز برآمد نہیں ہوئی تھی۔ پھر ٹریسا گہری سانس لے کر بولی۔

"لیکن یہ مر کیسے گیا۔ کیا تم نے اسے۔"

"نہیں ٹریسا اس نے شاید خودکشی کی ہے۔"

"مگر کیسے۔ ؟"

"ایک خاص قسم کی گولی کے ذریعے، جو فوراً ہی انسان کو ہلاک کر دیتی ہے۔"

"لیکن یہ یہاں اس بند دروازے میں۔"

"کیا کہا جا سکتا ہے، اس سلسلے میں کوئی انکشاف نہیں کیا جا سکتا۔" میں نے آہستہ سے کہا۔ ٹریسا چند لمحات گہرے گہرے سانس لیتی رہی۔ غالباً اس موت نے اسے نروس کر دیا تھا میں نے اس کے شانے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔

"ٹریسا یہ جگہ کارآمد معلوم ہوتی ہے آپ پھرتی سے اس کی تلاشی لیں اس سے قبل کہ کوئی اور یہاں پہنچ جائے۔"

"اوہ۔ کیا کسی کے پہنچنے کے امکانات ہیں۔"

"کیا کہا جا سکتا ہے ٹریسا تم اس شخص کو دیکھو دروازے بند تھے اور اس طرح بند تھے کہ انہیں اندر سے کھولے جانے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا لیکن اس کے باوجود یہ شخص یہاں موجود تھا اور اس نے خودکشی کرنے میں اتنی پھرتی دکھائی آخر کوئی جدوجہد تو کر سکتا تھا۔"

"اس کے پاس کوئی ہتھیار بھی نہیں تھا۔" ٹریسا نے جواب دیا۔

"ہاں، ہتھیار نام کی کوئی چیز اس کے پاس موجود نہیں ہے میں اس کی تلاشی لے چکا ہوں۔ ٹریسا خاموش ہو گئی، اس کے بعد میں نے اسے سہارا دے کر آگے بڑھاتے ہوئے کہا۔

"میرا خیال ہے اس کے علاوہ یہاں اور کوئی نہیں تھا اگر ہوتا تو اس کی مدد کرنے کی کوشش ضرور کرتا۔"

"کیا کہا جا سکتا ہے۔" ٹریسا نے آہستہ سے کہا اس کی آواز کی لرزش میں با آسانی محسوس کر سکتا تھا۔ میں نے اس کا شانہ تھپکتے ہوئے کہا۔

"اب تک تم جس ہمت اور دلیری سے میرے لیے کام کرتی رہی ہو ٹریسا اسے ہاتھ سے نکلنے دو سنبھلو۔ اپنے آپ کو سنبھالو۔"

"نہیں نہیں مسٹر نواز۔ میں بالکل ٹھیک ہوں۔" ٹریسا نے جواب دیا ویسے اس کے ٹھیک ہونے کا اندازہ اس کی آواز سے ہی ہو رہا تھا تاہم میں نے اس پر توجہ نہیں دی، سب سے پہلے ہم نے گھوم پھر کر اس پورے اسٹور کا جائزہ لیا اس میں پانچ بڑے بڑے کمرے تھے اور ان کمروں میں مختلف قسم کا سامان رکھا ہوا تھا اب اس سامان کی تلاشی لی جا رہی تھی ہم اسے دیکھتے رہے لکڑی کی پیٹیاں تھیں جس پر نمبر پڑے ہوئے تھے۔ میں نے ایک پیٹی کو اپنی جگہ سے اکھاڑ کر دیکھا اس میں مخصوص قسم کی مشینیں رکھی ہوئی تھیں چھوٹی ساخت کی مشینیں پتہ نہیں کس کام آتی تھیں لیکن ان میں کوئی ایسی خاص بات نہیں تھی پھر چھوٹے چھوٹے کارٹن دیکھے اور بہت سی چیزیں دیکھیں لیکن ایک جگہ جو کچھ ہمیں نظر آیا اسے دیکھ کر ہم ٹھٹک گئے، یہ چھوٹے چھوٹے چوکور پیکٹ تھے اور ان میں سے ایک پیکٹ نے اصلیت ہمارے سامنے نمایاں کر دی تھی اس پیکٹ میں سے سفید رنگ کا ایک پاؤڈر چھلک کر باہر نکل آیا میں نے اس پاؤڈر کو انگلی پر لگا یا زبان پر رکھ کر دیکھا اور مجھے فوراً ہی اندازہ ہو گیا کہ یہ کوکین ہے۔ کوکین کا اتنا بڑا ذخیرہ میرے لیے بہت ہی متحیر کن تھا اور میں نے بہت سے پیکٹ تلاش کیے تقریباً پچاس پیکٹ ایسے یہاں موجود تھے جن میں کوکین بھری ہوئی تھی یہ بڑے سنسنی خیز لمحات تھے اتنا بڑا کوکین کا ذخیرہ میری نگاہوں کے سامنے تھا۔

میں چاہتا تو اس پورے گودام کو تباہ کر دیتا لیکن میں نے سوچا کہ کچھ تھوڑی سی کارکردگی کا مظاہرہ بھی کیا جائے چنانچہ تھوڑی دیر تک وہاں کا جائزہ لینے کے بعد میں نے ٹریسا کو واپس چلنے کا اشارہ کیا، ٹریسا میرے ساتھ خاموشی سے باہر نکل آئی تھی میں نے عقبی دروازے کا تالا بند کر دیا اور پھر وہاں سے تیزی سے سامنے کی سمت چل پڑا۔

گلی کو عبور کرنے کے بعد ہم نے اپنی رفتار سست کی اور میں ادھر ادھر دیکھنے لگا۔

"کیا دیکھ رہے ہیں مسٹر نواز۔"

"کوئی ٹیلیفون بوتھ۔"

"کیوں کسی سے گفتگو کرنی ہے۔"

"ہاں۔"

"ٹیلیفون بائیں طرف والے حصے میں ہے آؤ اس طرف چلیں۔" ٹریسا بولی اور میں اس کے ساتھ تیزی سے اس طرف چل پڑا پھر اس نے اشارہ کیا تھا تھوڑی دیر کے بعد سڑک کے بیچوں بیچ ایک ٹیلیفون بوتھ لگا ہوا نظر آیا، میں بوتھ میں داخل ہو گیا اور میں نے مسٹر ہینبر کے دیئے ہوئے ٹیلی فون نمبر ڈائل کیے جو انھوں نے مجھے دے دیئے تھے، پہلی ہی کوشش میں مسٹر ہینبر سے رابطہ قائم ہو گیا تھا میں نے ان سے کہا۔ "اگر میں کوکین کے ایک بڑے ذخیرے کی نشاندہی کر دوں مسٹر ہینبر تو کیا آپ کے لیے کار آمد ہو گی۔"؟

"یقیناً مسٹر نواز، کیونکہ کوکین کا نام ہی بڑی حیثیت کا حامل ہے۔"

"تو پھر آپ کیمبرا ٹن ول کے علاقے میں پہنچ جائیے یہ بلڈنگ ساؤتھ ایونیو کے نزدیک ہے اور اس کی نچلی منزل میں مارکوس ٹریڈرز نامی فرم ہے۔"

"اوہو۔ ہاں ہے میں دیکھ چکا ہوں۔" ہینبر نے بے صبری سے کہا۔

"مارکوس ٹریڈرز میں چھوٹے چھوٹے پیکٹوں کی شکل میں کوکین کا بہت بڑا ذخیرہ موجود ہے۔ یہ پیکٹ تقریباً پچاس ہیں اس کے علاوہ یہاں کیا کچھ ہے اس کا اندازہ آپ کو خود ہی لگانا ہو گا۔"

"آپ۔ آپ کو یہ سب کچھ کیسے معلوم ہو گیا۔"؟

"مسٹر ہینبر یہ باتیں میں آپ سے بالمشافہ ملاقات کر کے بتا دوں گا فی الحال اگر آپ اس ذخیرے پر قبضہ کرنا چاہتے ہیں تو یہ آپ کے لیے موجود ہے۔"

"آپ کہاں سے بول رہے ہیں۔"

"میں اس جگہ موجود نہیں ہوں گا جہاں آپ یہ کارروائی کریں گے۔ ویسے اگر آپ مجھ پر تھوڑا بہت بھی اعتبار کرتے ہیں تو براہ کرم جلد از جلد یہ کام کر لیجیے، اندر آپ کو ایک لاش بھی ملے گی جس نے خودکشی کی ہے۔ اس کا تجزیہ آپ خود کر لیجیے کہ جو کچھ میں کہہ رہا ہوں وہ درست ہے یا نہیں۔"

"ارے نہیں مسٹر نواز آپ یقیناً درست کہہ رہے ہوں گے کیا یوں نہیں ہو سکتا کہ آپ کچھ وقت وہیں قیام کریں جب تک میں وہاں نہ پہنچ جاؤں۔"

"شاید یہ ممکن نہ ہو۔" میں نے جواب دیا۔

"کوئی ایسا خطرہ تو نہیں ہے کہ اس دوران وہ علاقہ صاف کر دیا جائے گا۔"

"میرا خیال ہے ابھی تک تو نہیں ہے لیکن آپ جس قدر جلد کام

کریں ممکن ہے۔"

"تو پھر آپ سے ملاقات۔"؟

"کل صبح دس بجے حسب معمول میں آپ کے دفتر میں حاضری دوں گا۔" میں نے جواب دیا۔

"او کے۔ اب میں زیادہ وقت نہیں لوں گا آپ کے بتائے ہوئے پتے پر کام کرتا ہوں۔" ہینبر نے جواب دیا اور میں ٹیلیفون ریسیور ہک میں لٹکا کر بوتھ سے باہر نکل آیا۔ ٹریسا میرا انتظار کر رہی تھی اس نے اسٹیرنگ سنبھال لیا اور گاڑی اسٹارٹ کر کے بولی۔

"اب۔"

"واپس پام گرو۔" میں نے جواب دیا اور اس نے بال ایک خاص انداز میں جھٹک کر کار آگے بڑھا دی۔ راستے میں اس نے پوچھا۔

"آپ نے کس کو ٹیلی فون کیا تھا؟"

"میں نے بتایا کہ اپنے ایک دوست پولیس آفیسر کو میں نے اس کو یہاں کی تمام پوزیشن بتا دی ہے۔" اس کے بعد ٹریسا نے کوئی بات نہیں کی اور تھوڑی دیر کے بعد ہم پام گرو پہنچ گئے، جب کمرے کے دروازے پر پہنچے تو اندر روشنی جل رہی تھی جس کا مقصد تھا کہ سونیا بھی واپس آ گئی ہے۔

"او شاید سونیا واپس آ گئی ہے۔" میں نے اس کی کار کی طرف توجہ نہیں دی تھی۔ ٹریسا نے آہستہ سے کہا ہم دروازہ کھول کر اندر پہنچ گئے، سونیا بستر پر دراز تھی ہم دونوں کو دیکھتے ہی اٹھ کر بیٹھ گئی اور پھر اس نے مسکراتی نگاہوں سے میری طرف دیکھا۔

"ہیلو۔ آپ دونوں کو ساتھ دیکھ کر حیرت ہوئی ہے۔"

"ہاں سونیا ہم ایک مہم پر گئے تھے۔"

"لطف آ رہا ہے واقعی۔ ان تمام معاملات میں تو۔" سونیا نے مسرور لہجے میں کہا۔

"چلیے اچھی بات ہے آپ لوگوں کو لطف تو آ رہا ہے ویسے مس ٹریسا میرے خیال میں کچھ نروس ہو گئی ہیں۔"

"ارے نہیں نہیں بس میں آپ کو بتا چکی ہوں کہ لاش دیکھ کر میں ذرا الجھ گئی تھی ایسے معاملات سے ذرا کم ہی واسطہ پڑا ہے۔"

"کس کی لاش دیکھ کر۔" سونیا حیرت سے چونک پڑی۔

"پوری کہانی ہے سناؤں گی تفصیل سے۔" ٹریسا نے جواب دیا میں نے سونیا کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"آپ سنائیے مس سونیا کہ آپ کی مہم کہاں تک کامیاب رہی۔"

"پہلے آپ یہ بتائیے کہ کیا آپ اس وقت مجھے دیکھ چکے تھے جب وہ لڑکی میرا مطلب ہے وہ آپ کا تعاقب کر رہی تھی میرا مطلب ہے آپ کے ہوٹل تک۔"

"ہاں، میں تمھیں دیکھ چکا تھا اس سے پہلے کی بات بتاؤ۔"

"میں گرین کاٹیج کا جائزہ لے رہی تھی اور بدستور اس کی نگرانی کرتی رہی تھی۔ وہ ایک مخصوص وقت پر نکلی اور سیدھی آپ کے ہوٹل پہنچی۔ پہلے وہ آپ کے کمرے کے سامنے سے گزری لیکن آپ جیسے ہی موجود نہ ملے تو پھر نیچے آ کر ڈائننگ ہال میں بیٹھ گئی۔ میں نے مسلسل اس کا تعاقب جاری رکھا تھا لیکن ہوٹل کے ڈائننگ ہال میں داخل ہونا میں نے مناسب نہیں سمجھا، میں نہیں چاہتی تھی کہ میں اس کی نگاہوں میں آ جاؤں، بہرطور پھر میں نے آپ کو اندر داخل ہوتے دیکھا اور اس کے بعد وہ لڑکی دوبارہ باہر نکل آئی تھی، میں حسب معمول اس کے پیچھے چل پڑی تھی۔"

"گڈ۔ گڈ۔ اس کے بعد کے واقعات۔"

"بس کوئی خاص نہیں۔ وہ وہاں سے ایک چرچ میں گئی۔"

"چرچ۔" میں نے چونک کر پوچھا۔

"ہاں۔ غالباً اس کا نام آرچ کلائیو ہے پرانے لاس اینجلس میں اس سڑک پر جو ہالی ووڈ جاتی ہے واقعہ ہے، آبادی سے ذرا الگ تھلگ ہٹ کر ہے تقریباً ایک گھنٹہ وہ وہاں رکی اور پھر واپس چل پڑی آرچ کلائیو کے بارے میں، میں زیادہ معلومات نہیں حاصل کر سکی کیونکہ میں اسے نگاہوں سے اوجھل نہیں ہونے دینا چاہتی تھی اس کے بعد وہ سیدھی گرین کاٹیج میں آئی تھی اور جیسے وہیں ہے، میں نے رات میں اس کی نگرانی کرنا مناسب نہیں سمجھا اور پھر یہ بھی خیال تھا کہ آپ رپورٹ طلب کریں گے۔"

"ٹھیک ہے اس سے زیادہ نگرانی کی بھی نہیں جا سکتی ویسے آرچ کلائیو کا نام میرے لیے بڑی دلکشی کا حامل ہے کیونکہ یہ نام پہلے بھی میرے کانوں میں گونج چکا ہے۔"

"میرے لیے اور کوئی ڈیوٹی جناب۔" سونیا نے پوچھا۔

"نہیں فی الحال نہیں آج کا کام بہت کافی ہے تم دونوں نے نہایت کامیابی سے اپنا اپنا کام انجام دیا ہے میں اس سے بہت خوش ہوں۔"

"ہم چاہتے ہیں کہ آپ ہمیں دن رات مصروف رکھیں کیوں ٹریسا تمھارا کام تمھاری توقع کے مطابق رہا۔"

"ہاں۔ میں بھی مطمئن ہوں۔" ٹریسا نے جواب دیا۔

"بہرطور میں جس وقت بھی آپ لوگوں کی ضرورت محسوس کروں گا آپ کو تکلیف دوں گا لیکن سب سے بڑا کام آپ کا یہی ہے کہ اپنی حفاظت کا مکمل انتظام رکھیں ممکن ہے آپ کی کارروائی کسی کی نگاہ میں آ چکی ہو یا آ جائے۔"

"اوکے۔ آپ ہماری طرف سے مطمئن رہیں ہم نے اپنے لیے بڑا معقول بندوبست کر رکھا ہے۔" ٹرلیسلے نے جواب دیا۔

"بس۔ اب مجھے اجازت۔" میں نے پوچھا اور وہ دونوں کھڑی ہو گئیں، تھوڑی دیر کے بعد میں ان سے رخصت ہو کر باہر نکل آیا تھا۔

میں اگر چاہتا تو اپنے ہوٹل جا کر آرام کر سکتا تھا یا یہ بھی ہو سکتا تھا کہ میں دوبارہ گھنرا ئی ول واپس چلا جاتا اور وہاں ہنیرڈ کی ہی کارروائیاں دیکھتا لیکن ان دونوں کاموں کو میں نے اس وقت مناسب نہیں سمجھا تھا اول تو وہ ہوٹل جس میں میرا قیام تھا میری نگاہوں میں بُری طرح مشکوک تھا اور میں سمجھتا تھا کہ زیادہ عرصہ میں وہاں اپنا کام جاری نہیں رکھ سکوں گا کسی بھی لمحہ دن یا رات کے وقت کوئی مصیبت مجھ پر نازل ہو سکتی ہے چونکہ وہ ہوٹل پوری طرح ان لوگوں کا اکھاڑا تھا لیکن ہوٹل اس وقت یوں بھی نہیں جانا چاہتا تھا۔ کہ آرچ کلائیو کا نام دوسری بار میرے علم میں آیا تھا ذرا دیکھ تو لوں کہ یہ جگہ ہے کیسی اور اس کی کیا حیثیت ہے۔

چنانچہ وہاں سے چل پڑا ٹیکسی یہاں قدم قدم پر باآسانی مل جاتی تھی کوئی دقت نہیں ہوتی تھی مجھے اس میں چنانچہ تھوڑی دیر کے بعد مجھے ایک ٹیکسی مل گئی اور میں نے ڈرائیور سے آرچ کلائیو چلنے کے لیے کہا۔ آرچ کلائیو اتنی غیر معروف جگہ بھی نہیں تھی کہ ڈرائیور مجھ سے اس کے بارے میں معلومات حاصل کرتا البتہ جس راستے پر وہ چل پڑا تھا وہ خاصا سنسان تھا تھوڑی دیر کے بعد اس نے مجھے آرچ کلائیو کے سامنے اتار دیا میں نے ڈرائیور سے آرچ کلائیو کے بارے میں جاننے کی کوشش نہیں کی تھی وہ چرچ تو مجھے دُور ہی سے نظر آ گیا تھا جس کی اُوپری منزل پر ایک بلب روشن تھا اور اطراف میں چھوٹے چھوٹے مکانات بکھرے ہوئے تھے۔

اس چرچ کے بارے میں میری معلومات ابھی کچھ بھی نہیں تھیں تاہم میں اس سلسلے کسی اُلجھن کا شکار بھی نہیں تھا، ٹہلنے کے سے انداز میں، میں آگے بڑھتا رہا! وہ تھوڑی دیر کے بعد چرچ کے بالکل قریب پہنچ گیا چاروں طرف تاریکی چھائی ہوئی تھی اور گہرا سناٹا پھیلا ہوا تھا۔ چرچ کا دروازہ بند مگر غیر مقفل تھا میں نے اسے آہستہ سے دھکیلا اور وہ کھل گیا۔ میں خاموشی سے اندر داخل ہو گیا۔ پھر میں نے ٹارچ روشن کر کے اِدھر اُدھر روشنی پھینکی کوئی شخص دکھائی نہ دیا ایک طرف کونے میں ایک دروازہ سا نظر آیا اُسے کھولا تو تہہ خانے کی سیڑھیوں پر نظر پڑی۔

سیڑھیوں سے اُتر کر نیچے پہنچا کمرہ خاصا وسیع تھا لیکن یہاں ایک تیز بو میرے نتھنوں سے ٹکرائی اور میں نے اندازہ لگا لیا کہ یہ افیون کی بو ہے۔ بجلی کا سوئچ تلاش کیا اور روشنی کر دی۔ وہاں چند ٹوٹی پھوٹی کرسیوں کے علاوہ اور کچھ نظر نہیں آیا تھا صورتِ حال کی تحقیق کے لیے میں دائیں طرف چل پڑا ویسے میں پوری طرح تیار تھا افیون کی بو لمحہ بہ لمحہ شدت اختیار کرتی جا رہی تھی مجھے یقین ہو گیا کہ میں صحیح سمت جا رہا ہوں پہلے دو کمرے خالی تھے تیسرے کمرے میں پہنچا تو کسی کو لمبے سانس لیتے سُنا میں ایک لمحے کے لیے ٹھٹک گیا پھر اندر داخل ہو گیا سامنے میز پر ایک دُبلا پتلا نوجوان بے سُدھ پڑا ہوا تھا اس کے نزدیک رکھی ہوئی ایش ٹرے ادھ جلے سگریٹوں کے ٹکڑوں سے بھری ہوئی تھی، میں اس کے قریب پہنچ کر اسے دیکھنے لگا۔ نوجوان نشے میں بُری طرح دھت تھا جو سگریٹ ایش ٹرے میں بجھے ہوئے تھے ان سے بھی چرس کی بدبو اُٹھ رہی تھی۔

بہرطور اسے اس حال میں چھوڑ کر میں اس دوسرے کمرے کی جانب بڑھ گیا جو یہاں سے قریب ہی تھا یہاں میں نے چھوٹے چھوٹے بہت سے پیکٹ دیکھے لیکن ابھی تک کسی ایسے شخص سے مڈبھیڑ نہیں ہوئی تھی جو میری راہ میں مزاحم ہوتا البتہ میں اپنی احتیاط کو ہاتھ سے نہیں جانے دینا چاہتا تھا۔

پھر مزید تھوڑی دیر چلنے کے بعد میں ایک بائیں سمت کی راہداری میں مڑ گیا، راہداری میں بھی چھوٹے چھوٹے کمرے بنے ہوئے تھے۔ جب میں ایک کمرے میں داخل ہوا تو وہاں افیون کشید کرنے کا سامان دیکھ کر میری آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔ ان کمبختوں نے عبادت گاہوں کو بھی نہیں چھوڑا تھا میں یہ ساز و سامان دیکھ کر حیران ہو رہا تھا کہ اچانک پشت پر ہلکی سی آہٹ سنائی دی، میرے علاوہ کمرے میں اور کوئی شخص بھی موجود تھا اس نگرانی کا احساس ہوتے ہی ریڑھ کی ہڈی میں ایک لہر سی دوڑ گئی تاہم میں نے اپنے اعصاب پر قابو رکھا اور اپنی کسی حرکت سے دلی پریشانی اور اضطراب کا اظہار نہ ہونے دیا بلکہ اس طرح مصروف ہو گیا جیسے کسی کی موجودگی کا احساس نہ ہوا ہو میں مختلف چیزیں اُلٹ پلٹ کر دیکھ رہا تھا۔

دراصل صورتِ حال کچھ ایسی تھی کہ اگر میں پلٹنے کی کوشش کرتا اور میرا دشمن مسلح ہوتا تو وہ باآسانی مجھ پر قابو پا سکتا تھا۔ میں جانتا تھا کہ وہ میری تمام حرکات دیکھ رہا ہے میرے چونکتے ہی وہ فوراً ہی فائر کر دے گا چنانچہ میں آہستہ آہستہ قدم اٹھاتا ہوا آگے بڑھا اور افیون کشید کرنے والی ایک مشین کے قریب پہنچ گیا۔

لیکن یہ میری چالاکی تھی مشین کو میں نے اچھی طرح تاڑ لیا تھا وہ ایسی تھی کہ اس کی آڑ میں بیٹھ کر اپنے آپ کو محفوظ کر سکتا تھا۔

میں پھرتی سے مشین کے پیچھے پہنچ گیا اور اب جو میں نے ذرا سی گردن نکال کر جھانکا تو ایک شخص ہاتھ میں ریوالور لیے میری طرف آتا

ہوا نظر آیا اس کا رُخ میری ہی جانب تھا اب پس و پیش کی گنجائش نہیں تھی میں پوری طرح اس پر حملہ کرنے کے لیے تیار ہو گیا جونہی وہ میرے قریب پہنچا دفعتاً میں نے مشین کے عقب سے اس پر چھلانگ لگا دی اور اس کے پستول والے ہاتھ کو قابو کر کے اسے رگیدتا ہوا زمین پر آ رہا۔

میرا شکار غالباً لڑنے بھڑنے کے فن سے اچھی طرح واقف تھا کیونکہ اس نے فوراً ہی پلٹ کر میری گردن میں اپنے پیروں سے قینچی ڈالی اور ایک دم سے پلٹی کھائی، میں اس کی مہارت اور پھرتی کی داد دیئے بغیر نہ رہ سکا تھا اس نے اس طرح مجھے اُچھالا کہ میں فوراً ہی دور جا گرا، دوسرے لمحے اس نے پستول سنبھال کر مجھ پر گولی چلا دی۔ میں نے فوراً ہی اپنی جگہ خالی کر دی گولی زمین پر لگی تھی لیکن اس کے ساتھ ہی مجھے ایک لمبی چھلانگ لگانی پڑی تھی میں اس مشین کی آڑ میں ہو گیا اس نے لگاتار تین فائر کیے۔

اور چوتھے فائر پر میں نے اپنے حلق سے ایک دلخراش چیخ نکالی اور اس طرح زمین پر گر پڑا جیسے مجھے گولی لگ گئی ہو۔

میں زمین پر ہاتھ پاؤں پٹخ رہا تھا اور میری اس حرکت سے وہ دھوکا کھا گیا کیونکہ فوراً ہی وہ میرے نزدیک پہنچ گیا اس نے پستول سیدھا کر رکھا تھا لیکن جیسے ہی وہ میری رینج میں آیا میں نے اس کی دونوں ٹانگوں میں ٹانگیں ڈال کر ایک دم سے اپنے دونوں پاؤں پھیلا دیئے وہ اپنے آپ کو نہ سنبھال پایا تھا لیکن گرتے گرتے بھی اس نے ایک اور فائر داغ دیا تھا لیکن اب میں اس کے قابو میں نہیں آ سکتا تھا۔

چنانچہ میں نے ایک اُلٹی قلابازی کھائی اور اس کے ہاتھ پر بڑی قوت سے ٹھوکر لگائی پستول میں اس کے ہاتھ سے نکالنے میں کامیاب ہو گیا تھا چنانچہ اب ہم دونوں گتھم گتھا ہو گئے۔

لیکن اس سلسلے میں وہ مجھ پر قابو نہیں پا سکتا تھا بلاشبہ اس نے جوڈو کراٹے کے کئی داؤ مجھ پر آزمانے کی کوشش کی، لیکن اب میں سنبھل چکا تھا میں نے اس کا ہر وار خالی کیا اور مسلسل اس سے مقابلہ کرتا رہا پھر وہ میرے قابو میں آ گیا میں نے اس کے بال پکڑے اور پوری قوت سے اس کا سر اس مشین سے ٹکرا دیا جس کے پیچھے میں چھپا ہوا تھا۔

یہ ضرب خاصی کارگر ثابت ہوئی تھی مشین کا ایک اُبھرا ہوا پُرزہ اس کی پیشانی توڑ کر اندر داخل ہو گیا مجھے اس اُبھرے ہوئے پُرزے کے نوکیلے ہونے کا احساس نہیں تھا ورنہ میں اسے ہلاک کرنے کی کوشش نہ کرتا۔

لیکن وہی بدقسمتی کام کا ہر شخص موت کا شکار ہو جاتا تھا، پُرزہ اس کے سر میں گھسا اور دماغ میں دور تک اُتر گیا وہ ایک لمحے کے لیے وہیں پھنسے پھنسے ہاتھ پاؤں مار کر تڑپا اور پھر اسی میں لٹکے لٹکے شکار ہو گیا۔

میں حیرت سے گنگ رہ گیا تھا میرا خیال تو یہ تھا کہ اگر میں اس شخص پر قابو پا لوں گا تو اس سے کچھ نہ کچھ معلومات ضرور حاصل ہو سکتی ہیں لیکن بدقسمتی نے یہاں بھی میرا پیچھا نہ چھوڑا تھا مجھے یقین ہو گیا کہ مقتول تنہا ہے اور اس کا اور کوئی ساتھی یہاں نہیں ہے مجبوری تھی اس سے زیادہ کچھ نہیں کر سکتا تھا یہ چرچ بھی انتہائی خطرناک تھا لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ گرین بائیج یہاں کس سے ملنے آئی تھی۔ کیا اس شخص سے؟ کیا یہ شخص کوئی نمایاں حیثیت رکھتا ہے اس لعنتوں کے ساتھ میں نے اس کے لباس کی تلاشی لی لیکن اتفاق کی بات تھی کہ اس کے پورے لباس میں ایک بھی چیز نہیں تھی۔

بڑی عجیب سی بات تھی کچھ سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ اب کیا کیا جائے ہر لمحہ ایک نہ ایک آدمی قتل ہو جاتا تھا قتل و غارت گری کا یہ جال نہ جانے کتنا لمبا ہے اور کہاں تک جائے گا۔ میں بے گناہ انسانوں کو قتل نہیں کرنا چاہتا تھا لیکن یہ لوگ بے گناہ نہیں تھے کسی نہ کسی طرح ان کا تعلق وکرڈ ویل پی سے تھا اور وکرڈ ویل پی وہ تھا جو ٹرلو کا ساتھی تھا اس کے تمام ساتھیوں کو اسی طرح کتے کی موت مر جانا چاہیے۔

میں نے اپنے دل میں پھر وہ احساس تازہ کیا جس سے میری طبیعت کی کوفت کسی حد تک کم ہو گئی۔

چند لمحات کے بعد میں نے یہاں کی بتیاں جلائیں اور اِدھر اُدھر دیکھنے لگا چرس کے پیکٹ یہاں بھی موجود تھے لیکن سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ یہاں اس شخص کے علاوہ بھی کوئی اور ہے یا نہیں، بہرطور چرچ کی پوری طرح تلاشی لینے کے بعد میں وہاں سے پلٹا یوں لگتا تھا جیسے اس پورے علاقے میں چرس کی تجارت ہوتی ہو اتنے اعلیٰ پیمانے پر یہ سب کچھ ہو رہا تھا لیکن لاس اینجلس کی ذہین ترین پولیس اس سلسلے میں کچھ نہیں کر سکی تھی اس کے لیے صرف یہی سوچا جا سکتا تھا کہ پولیس خود بھی ان معاملات میں کسی نہ کسی حد تک دخل رکھتی ہے یا پھر یہ بھی ممکن ہے کہ وکرڈ ویل پی کے اختیارات کام کرتے ہوں۔

اس لاش کو ٹھکانے لگانے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا میں نے اسے گھسیٹ کر ایک مشین کی آڑ میں کر دیا اور پھر وہاں سے واپسی کے راستے پر چل پڑا۔ میں اس مدہوش نوجوان کو بھی نظرانداز نہیں کر سکتا تھا جسے میں عقب میں دیکھ کر آیا تھا لیکن ابھی میں اس کمرے میں داخل ہوا ہی تھا کہ دفعتاً میں نے روشنی میں ایک عجیب منظر دیکھا ایک شخص اس نوجوان کو بازوؤں میں اُٹھائے ایک طرف بڑھ رہا تھا۔ لیکن اس نے بھی میری آہٹ محسوس کر لی اور دوسرے لمحے اس نے

نوجوان کو زمین پر رکھ دیا اور میری طرف گھوم گیا اس شخص کو روشنی میں دیکھ کر میرے ذہن کو ایک عجیب سا جھٹکا لگا تھا اس کے سینے پر داڑھی جھول رہی تھی لمبے لمبے بال بکھرے ہوئے تھے آنکھیں بہت بڑی اور بہت خوفناک تھیں قد تقریباً چھ فٹ کے قریب ہوگا اور اسی مناسبت سے اس کا تن و توش تھا۔

لیکن اس کے بدن پر ایک سیاہ لبادہ تھا جو پادریوں کا سا تھا اور سینے پر صلیب جگمگا رہی تھی وہ خونیں نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگا اس کے چہرے پر عجیب سا تاثر پھیلا ہوا تھا پھر اس نے مدہم لہجے میں کہا۔

"کیا بات ہے بیٹے۔ کون ہو تم اور یہاں کیوں آئے ہو اندر یہ دھماکے کیسے تھے مجھے تو یوں محسوس ہوا جیسے یہ آوازیں گولیاں چلنے کی ہوں۔"

"اوہ فادر۔ آپ پادری ہیں یہاں کے۔"

"ہاں بیٹے۔ یسوع کے دربار میں رہتا ہوں۔"

"مگر۔ میں نے تو آپ کو پہلے نہیں دیکھا۔"

"میں چرچ کے برابر والے مکان میں رہتا ہوں یہ دھماکے سن کر اس طرف آنکلا تھا لیکن تم کون ہو۔؟" پادری نے بدستور نرم لہجے میں کہا لیکن میں اس کے لہجے میں چھپی ہوئی بھیڑیوں کی سی غراہٹ کو بخوبی محسوس کر رہا تھا۔

"فادر، میں اس نوجوان کی تلاش میں یہاں آیا تھا آپ اسے کہاں لیے جا رہے تھے۔"

"اوہ۔ یہ راستے سے بھٹکا ہوا ہے میں اسے صحیح راستہ دکھانا چاہتا ہوں۔"

"خوب۔ ذرا صحیح راستہ مجھے بھی دکھا دیں فادر۔ کون سا ہے؟" میں نے تمسخرانہ انداز میں کہا اور پادری کی مٹھیاں بھنچ گئیں وہ چند لمحات مجھے دیکھتا رہا پھر آہستہ سے بولا۔

"صحیح راستہ دیکھنا چاہتے ہو تو آؤ میرے ساتھ۔" وہ واپس مڑ گیا لیکن میں اس کی طرف سے مشکوک ہو گیا اگر یہ پادری بھی تھا تو صحیح پادری نہیں تھا یقیناً پادری کی آڑ میں وہ کوئی اور ہی چکر چلائے ہوئے تھا کیا یہ ڈریکولا ہی ہے۔ میں نے دل ہی دل میں سوچا لیکن ڈریکولا ہی کے بارے میں ایسے کوئی شواہد نہیں ملے تھے جن سے یہ معلوم ہوتا کہ وہ پادری کے روپ میں رہتا ہے۔

وہ مڑ گیا تھا لیکن میں اپنی جگہ کھڑا ہی رہا تھا وہ مڑ کر ایک تھوڑے فاصلے پر بنے ہوئے ریک کے پاس پہنچ گیا تھا ریک پر ہاتھ رکھ کر کہا۔

"آؤ بیٹے رک کیوں گئے؟ تم صحیح راستوں کی تلاش میں ہو تو میں تمہیں یسوع تک پہنچنے کا راستہ بتاتا ہوں۔"

"بہتر یہ ہے کہ یہ راستہ آپ مجھے یہیں سے دکھا دیں۔" میں نے جواب دیا۔ اور پادری کے ہونٹوں پر ایک مسکراہٹ پھیل گئی اس کے سفید سفید دانت اس طرح جھانکنے لگے جیسے کوئی بھیڑیا غرا رہا ہو اور دوسرے لمحے ایک بجلی سی چمک گئی۔ پادری نے ریک کے عقب سے ایک کلہاڑی نکال لی۔

کلہاڑی کا تیز پھل بجلی کی روشنی میں بُری طرح چمکا تھا اور ایک لمحے کے لیے میری آنکھیں خیرہ ہو کر رہ گئی تھیں لیکن یہ چونکنا میرے لیے زیادہ سودمند ثابت نہیں ہوا تھا اگر تقدیر یاور نہ ہوتی تو ایک لمحے میں گردن شانوں سے اُڑ کر دور جا گرتی، چوڑے پھل والی کلہاڑی اس تیزی سے میری طرف لپکی تھی کہ میں حیران رہ گیا تھا، پادری نے گویا ہوا میں اُڑتے ہوئے مجھ پر چھلانگ لگائی تھی اور مجھ پر حملہ کر دیا تھا۔

لیکن قسمت ہی اچھی تھی کہ اس کا حملہ ذرا سا چوک گیا تھا۔ اور کلہاڑی میرے بالوں کو چھوتی ہوئی ایک سمت نکل گئی تھی پادری کے بدن کی ٹکر میرے بدن کو لگی اور میں اس کی زد میں آکر گر پڑا۔

لیکن پادری نے فوراً سنبھلتے ہوئے دوسرا وار کیا تھا اس بار کلہاڑی میری طرف لپکی اور میں تڑپ کر دوسری طرف ہو گیا اور کلہاڑی ایک زوردار آواز کے ساتھ زمین سے ٹکرائی، زمین سے چنگاریاں بلند ہوئی تھیں اور یقیناً کلہاڑی کا پھل کند ہو گیا تھا لیکن پادری نے اس پر اکتفا نہیں کیا کلہاڑی خاصی وزنی محسوس ہوتی تھی چونکہ اس کے ڈنڈے پر جو لوہے کا پھل لگا ہوا تھا اس کا نچلا حصہ ہی تقریباً ڈیڑھ دو سیر سے کم نہیں ہوگا اس کے چھن کی آواز فضا میں گونجی تھی۔

پادری نے اسے دوبارہ سیدھا کر کے میرے سر کی طرف بڑھایا لیکن اب میں سنبھل گیا تھا میں نے لیٹے ہی لیٹے سوپ کی اور پادری کے پیروں کو اُلجھا دے میں لینا چاہا لیکن کمبخت کسی ستون ہی کی مانند اپنی جگہ جما ہوا تھا۔

دوسرے لمحے ہی راجہ نواز اصغر جاگ گیا وہ راجہ نواز اصغر جس کی وجہ سے بہت سوں نے خودکشی کر لی میں اب اتنا چوہا بھی نہیں تھا کہ اس کے قبضہ میں آجاتا اس بار میں تن کر کھڑا ہو گیا۔ پادری نے بھی اپنے آپ کو سنبھال لیا تھا اس نے ایک ہاتھ سے کلہاڑی سنبھالی اور چند قدم پیچھے ہٹ گیا اب وہ اپنا لبادہ اُتار رہا تھا، لبادے کے چند بند کھلتے ہی لبادہ اس کے بدن سے اُتر کر نیچے زمین پر آپڑا۔

اس کے بدن پر ایک چست قسم کا لباس تھا کمر پر بیلٹ بندھی

ہوئی تھی یہ اس کا اصلی روپ تھا گو داڑھی اب بھی ہل رہی تھی لیکن مجھے تو یونہی محسوس ہو رہا تھا جیسے یہ داڑھی بھی مصنوعی ہو میں اس کی آنکھوں میں دیکھ رہا تھا اور پادری کلہاڑا ہاتھ میں پکڑے ہوئے پینترے بدل رہا تھا۔ اس کے چہرے پر ایک خوفناک سناٹا طاری تھا اور مجھے یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے میرے سامنے کوئی غیرانسانی شخصیت کھڑی ہو۔

دفعتاً اس نے کلہاڑے کو دونوں ہاتھوں میں گھمانا شروع کر دیا کبھی وہ اس کا سرا ایک ہاتھ میں لیتا کبھی دوسرے میں اس طرح جیسے جھکائی دے رہا ہو اور میں نے اس کے بارے میں جو اندازہ لگایا تھا وہ بالکل صحیح تھا۔

اس بار اس نے کلہاڑا سیدھے ہاتھ میں پکڑا اور پھر سیدھے ہاتھ کو اس طرح جنبش دی جیسے وہ کلہاڑا میرے پیروں کی طرف لانا چاہتا ہو لیکن اس کے ساتھ ہی اس نے پھرتی سے اُسے اُلٹے ہاتھ میں لے لیا اور جس طرف سے میں نے بچنے کی کوشش کی تھی اس طرف سے کلہاڑا میرے پیروں پر دے مارا القدر یہ ہی یاور تھی کہ اس بار بھی میں اُچھل گیا تھا اور کلہاڑا میرے پیروں کے نیچے سے نکل گیا تھا۔ لیکن اس نے فوراً ہی سنبھل کر ایک پینترا بدلا اور گھوم کر ایک بار پھر کلہاڑا میری کمر پر دے مارا۔

یہ کلہاڑا اس کے ہاتھ سے نکلنا چاہیئے چونکہ وہ اُسے چلانے کا ماہر معلوم ہوتا تھا چنانچہ میں نے پھرتی سے اس کی طرف چھلانگ لگائی اس بار وہ کسی قدر بوکھلا گیا تھا۔

یہ اندازہ تو اُسے بھی ہو گیا تھا کہ اس کا مدمقابل اتنا معمولی نہیں ہے جتنا وہ سمجھ رہا تھا ممکن ہے وہ لڑائی بھڑائی میں مہارت رکھتا ہو لیکن اس کے باوجود میں اس سے بہترین مقابلہ کر رہا تھا۔

چنانچہ وہ اس طرح میرے قریب آنے پر بوکھلا سا گیا تھا میں نے اس کے بالکل نزدیک پہنچ کر کم از کم کلہاڑے کی زد سے نجات حاصل کر لی تھی اس کے ساتھ ہی میں نے ایک کھڑا ہاتھ اس کی پشت پر مارا اور وہ تھوڑا سا کراہتا ہوا میری طرف پلٹا اس نے پھر کلہاڑے کو دونوں ہاتھوں سے پکڑا اور اس کے دستہ کو میری گردن میں پھنسانے کی کوشش کی لیکن میں نے کلہاڑا اپنے ہاتھوں پر روک دیا تھا۔

اس کے بعد میرے اور اس کے درمیان قوت آزمائی ہونے لگی لیکن ذرا سی دیر میں مجھے اندازہ ہو گیا کہ وہ کمبخت واقعی فولاد کا بنا ہوا ہے وہ مجھ پر دباؤ ڈالتا ہی چلا آ رہا تھا اور میرا بدن پیچھے کی جانب جھک رہا تھا لیکن اس سے نجات حاصل کرنے کا ایک طریقہ میرے ذہن میں آ گیا میں نے پھرتی سے اپنے بدن کو ڈھیلا چھوڑ دیا اور وہ دھوکا کھا گیا۔

وہ میرے اوپر اوندھا گرنے ہی والا تھا کہ میں اس کے نیچے سے نکل گیا اس بار پادری اوندھا گر گیا تھا۔ میں اب اس کی پشت پر سوار تھا، کلہاڑا اب بھی اس کے ہاتھوں میں تھا اور وہ اُسے میری زد سے نکالنے کے لیے زور لگا رہا تھا۔

آہستہ آہستہ میں اس کی پیٹھ پر بلند ہوتا چلا گیا، پادری اپنی خوفناک قوت کے بل پر اُٹھتا جا رہا تھا اور میں اس کی پیٹھ پر اس طرح بیٹھا ہوا تھا جیسے بچے کبھی گھوڑے کی پیٹھ پر سواری کرتے ہیں وہ آہستہ آہستہ اُٹھتا جا رہا تھا میں نے اس کی پیٹھ چھوڑ دی اور میں اس کے کندھوں پر پہنچ گیا، پجاری نے کھڑے ہوتے میں دیر نہیں لگائی تھی وہ مجھے اپنے کندھوں پر لادے ہوئے کھڑا ہو گیا۔

لیکن اسی وقت میری نگاہ اوپر لگے فانوس پر پڑی فانوس لوہے کی راڈ میں لٹکا ہوا تھا اور اس میں اس قسم کی چیزیں موجود تھیں کہ میں اگر چاہتا تو انہیں استعمال کر سکتا تھا۔ میں نے بھی موقعہ غنیمت سمجھا دوسرے لمحے میں نے ہاتھ بلند کیے اور فانوس کی ایک راڈ پکڑ لی، پادری کو یہ اندازہ نہیں تھا کہ میں یہ حرکت کر سکتا ہوں۔ وہ مجھے غالباً گرا کر مارنا چاہتا تھا لیکن جونہی اس نے ایک زوردار جھٹکا لیا میں نے فوراً اپنا بدن اس کے کندھوں کی گرفت سے آزاد کرا لیا اور پادری چونکہ جھٹکا دے چکا تھا اس لیے اپنے زور میں نیچے جا گرا۔ میں نے فوراً ہی اس پر چھلانگ لگا دی اس بار میں اس کی گردن پر گرا میرے دونوں پاؤں پوری قوت سے اس کی گردن سے ٹکرائے تھے جس کی وجہ سے اس کا منہ بھی زمین سے ٹکرا گیا، کلہاڑا پادری کے ہاتھوں سے نکل گیا تھا۔

میں بھی چاہتا تھا دوسرے لمحے میں نے کلہاڑے پر قبضہ کر لیا اور اس کا دستہ پکڑ کر اسے پوری قوت سے پادری کی کمر پر دے مارا۔ کلہاڑے کا پھل تو اس کے نہیں لگا تھا لیکن اس کا نچلا حصہ پوری قوت سے اس کی کمر پر پڑا۔ اور پادری کی ریڑھ کی ہڈی چٹخ گئی۔

وہ بھینسے کی طرح ڈکراتے ہوئے پلٹا اور زمین پر تڑپنے لگا۔ اس نے ہاتھ ٹکا کر اُٹھنے کی کوشش کی لیکن ریڑھ کی ہڈی چور چور ہو چکی تھی اس لیے اُٹھنا اس کے لیے ممکن نہ ہو سکا۔ تاہم اس نے اپنا آدھا بدن اُٹھا لیا تھا کہ میں نے کلہاڑا پھر پوری قوت سے اس کے سر پر دے مارا اس بار کلہاڑے کا پھل اس کے سر پر پڑا تھا اور پھل اس کی پیشانی کی ہڈی توڑ کر اندر داخل ہو گیا۔

میں نے قوت لگا کر کلہاڑے کو کھینچا اور پھر پے در پے اس کے بدن پر کئی وار کیے اس کے علاوہ اور کوئی کوشش کارگر نہیں ہو سکتی

تھی اگر میں کسی اور طریقے سے اس کو زیر کرنے کی کوشش کرتا تو پادری بلاشبہ قوت میں مجھ سے اتنا زیادہ تھا کہ وہ باآسانی مجھے مار لیتا۔

چنانچہ مجبوری تھی میں نے کئی وار کرکے اسے ٹھنڈا کر دیا اور پھر گہری گہری سانس لینے لگا۔ اس شدید جدوجہد میں میرا سانس پھول رہا تھا اور مجھے احساس ہو گیا تھا اور درحقیقت اگر یہ قدم نہ اُٹھاتا تو میری زندگی محال تھی، اب تک جو کچھ بھی واقعات پیش آ چکے تھے یہ اُن میں سب سے خطرناک واقعہ تھا اور یہ پادری بھی بلاشبہ مجھ پر حاوی ہو سکتا تھا اس کی وجہ کہا ہے۔ میں ایک لمحے اس کے بدن سے اُبلتے ہوئے خون کو دیکھتا رہا اور اس کے بعد میں نے کلہاڑا ایک طرف پھینک دیا لیکن پھر مجھے کچھ خیال آیا چنانچہ میں نے جیب سے رومال نکالا اور کلہاڑے کے دستے سے اپنے ہاتھوں کے نشانات صاف کرنے لگا۔

کوئی ایسا نشان چھوڑنا مناسب نہیں تھا چونکہ بہر طور پولیس اس قتل و غارت گری کا حساب کسی سے بھی طلب کر سکتی ہے، بڑی دیر کے بعد میں نے اپنے سانسوں پر قابو پایا۔ پادری ٹھنڈا ہو چکا تھا میں کسی اور آفت کا منتظر تھا۔

یوں لگتا تھا جیسے یہاں آفتیں ہوں تو سہی لیکن پوشیدہ ہوں اور ایک کے بعد ایک سامنے آتی ہو، دو آدمی چرچ آرچ کلائیو میں میرے ہاتھوں موت کا شکار ہو گئے تھے تیسرا یہ نوجوان تھا جو اب بھی زمین پر پڑا ہوا تھا لیکن یوں لگتا تھا جیسے یہ میرے لیے کسی طور خطرناک نہیں ثابت ہوگا، پادری اس نوجوان کو کہاں لیے جا رہا تھا میں نے اِدھر اُدھر دیکھا لیکن اب یہاں رُکنا میرے لیے بہت زیادہ سود مند نہیں تھا، چرچ آرچ کلائیو کے پُراسرار حالات سے میں واقف نہیں تھا کسی اور خوفناک واقعہ سے نمٹنے کی ہمت بھی اب مجھ میں نہیں رہی تھی۔

چنانچہ یہاں سے واپسی ہی بہتر تھی یہی غنیمت تھا کہ میں یہاں سے اپنے پیروں پر زندہ واپس جا رہا تھا لیکن اس نوجوان کا کیا کروں، کیا اسے اسی طرح اس کے حال پر چھوڑ دوں پتا نہیں پادری کیا چاہتا تھا۔ میں نوجوان کے قریب پہنچ گیا تیز روشنی میں، میں نے اس بار غور سے اس کا چہرہ دیکھا اس کے چہرے سے صاف ظاہر ہوتا تھا کہ وہ شدید قسم کی نشہ آور ادویات کا عادی تھا نجانے کس خیال کے تحت میں نے اس کا بازو کھول کر دیکھا بازو پر انجکشن کے نشانات موجود تھے وہی بات جو پہلے بھی سامنے آ چکی تھی اور جس کے لیے میں بہت پریشان تھا۔

یہ منشیات کا عادی نوجوان گہری گہری سانسیں لے رہا تھا لیکن اس کے بدن کی حالت سے یہ اندازہ ہوتا تھا کہ وہ بالکل کھوکھلا ہو چکا ہے۔

تاہم اسے یہاں نہیں رہنے دینا چاہیے کچھ بھی ہو، حالات کچھ بھی ہوں کسی خیال کے تحت میں نے اس کی جیب میں ہاتھ ڈالا چند چیزیں اس کی جیب میں موجود تھیں، کچھ چھوٹی کرنسی کے نوٹ ایک انگوٹھی جس پر ایک نگینہ جڑا ہوا تھا ایک جیبی ڈائری، ڈائری میرے لیے باعثِ دلچسپی ہوئی چنانچہ میں نے اُسے نکال کر درمیان سے کھول لیا۔

ڈائری کے پہلے ہی صفحہ پر ایک ایڈریس لکھا ہوا تھا جسے دیکھ کر میں بُری طرح چونک پڑا، اس ڈائری میں نوجوان کا نام بھی لکھا ہوا تھا۔ مائیکل ہارچ اور اس کے ساتھ ہی گرین کاٹیج کا پتہ تھا، میں انگشت بدنداں رہ گیا کیا اس نوجوان کا تعلق کسی طرح گرین ہاؤچ سے ہے، ایک لمحہ کے لیے میرے ذہن میں لاکھوں خیالات کی لہریں دوڑ گئیں۔ گرین ہاؤچ، گرین ہاؤچ یہ نام میرے ذہن میں بار بار چکرا رہا تھا۔

کیا گرین ہاؤچ کا اس نوجوان سے کوئی تعلق ہے۔ مائیکل ہاؤچ ممکن ہے یہ گرین ہاؤچ کا بھائی ہو یا وہ، اگر ایسا ہوا تو۔ تو اب میرے لیے یہ ممکن نہیں تھا کہ میں اس نوجوان کو یہیں چھوڑ دوں۔

لیکن جس قدر مشکلات کا سامنا مجھے کرنا پڑتا وہ بھی میرے سامنے تھیں اس بے سُدھ نوجوان کو لاد کر کہاں لے جاتا ٹیکسی بھی واپس جا چکی تھی اور یہ علاقہ سنسان تھا پتا نہیں واپسی کے لیے ٹیکسی مل سکے یا نہیں۔ لیکن کچھ بھی ہو جائے، خواہ کتنا ہی پیدل چلنا پڑے اس نوجوان کو یہاں سے لے جانا ضروری تھا۔

چنانچہ میں نے اُسے اُٹھا کر کندھے پر ڈالا اور پھر احتیاط سے باہر کی طرف قدم بڑھا دیئے اب صورتِ حال کچھ بھی ہو اسے یہاں چھوڑنا میرے لیے کسی طور بھی ممکن نہیں تھا، مائیکل ہاؤچ کو کندھے پر ڈالے ہوئے میں چرچ سے باہر نکل آیا اور تاریکیوں کی آڑ لیتا ہوا سڑک کی جانب چلنے لگا۔

میں نہیں کہہ سکتا تھا کہ یہاں نئے ہوئے مکانات میں کون کون لوگ رہتے ہیں یہ سب کے سب ہی ورکڑ ولی کے آدمی ہوں اس طرح میری زندگی خطرے میں پڑ سکتی تھی چنانچہ اس کا بہتر طریقہ یہی تھا کہ خاموشی سے پہلے سڑک پر پہنچ جایا جائے بلکہ یہاں سے جتنی دور نکل جایا جائے بہتر ہے اور اس کے بعد صورتِ حال کا اندازہ لگا کر کوئی کاروائی کی جائے، چنانچہ میں سڑک پر پہنچ گیا لیکن سڑک پر پہنچ کر میں رُکا نہیں تھا بلکہ آرچ کلائیو سے دور نکل جانے کے لیے میں پیدل ہی راستہ طے کرنے لگا تھا سڑک روشن تھی اور اس پر سے اکا دکا ہی گاڑیاں گزرتی ہوئی نظر آ جاتی تھیں، میری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ

میں کیا کروں۔ ایک بے ہوش انسانی بدن کو کندھے پر لادے ہوئے تاریک رات میں سفر کرنا بھی بے حد خطرناک بات تھی۔

پولیس کم از کم مجھے اس سلسلے میں پریشان کر سکتی تھی دوسری بات ہے کہ اس مصنوعی اجازت نامے کے ذریعے میں بعد میں اپنی گلوخلاصی کرا سکتا تھا لیکن اس طرح میرے راستوں میں رکاوٹ بھی پیدا ہو سکتی تھی، دفعتاً تھوڑے فاصلے پر ایک خالی ٹیکسی گزرتی نظر آئی اور میں زور زور سے سیٹیاں بجانے لگا۔

ٹیکسی ڈرائیور نے میری آواز سن لی تھی اس نے ٹیکسی ریورس کی اور میری سمت آنے لگا۔ اس لمحے تک میں صحیح فیصلہ نہیں کر پایا تھا ٹیکسی ڈرائیور میرے قریب پہنچ گیا۔ اُس نے مشتبہ نگاہوں سے مجھے دیکھا اور پھر میرے کندھے پر پڑے نوجوان کو۔

"تمھاری آنکھوں میں، میں شبہ کی جھلک دیکھ رہا ہوں دوست لیکن فکر مت کرو یہ نشے میں ہے۔" میں نے کہا اور ٹیکسی ڈرائیور نے پراطمینان انداز میں گردن ہلائی اور مسکرانے لگا۔ پھر وہ دروازہ کھول کر نیچے اُتر آیا۔

"میں آپ کی کچھ مدد کروں جناب؟"

"بہت بہت شکریہ۔" میں نے کہا اور ٹیکسی ڈرائیور کی مدد سے نوجوان مائیکل ہاؤچ کو ٹیکسی کی پچھلی سیٹ پر لٹا دیا اور اس کے فوراً ہی بعد میرے ذہن میں دفعتاً ایک خانہ روشن ہو گیا، ایک بہت ہی اچھی اسکیم ذہن میں آ گئی تھی اس طرح ایک بہت بڑا مسئلہ حل ہو گیا تھا۔

چنانچہ میں نے بڑے اطمینان سے ٹیکسی ڈرائیور کے برابر کی سیٹ پر بیٹھتے ہوئے اسے گرین کاٹیج کا پتا بتا دیا، بیشک یہ خطرہ مول لینے والی بات تھی لیکن خطرات مول لیے بغیر تو کوئی چارۂ کار ہی نہیں تھا۔

چنانچہ اس سے بہتر اور کوئی ترکیب نہیں ہو سکتی تھی کہ مائیکل ہاؤچ کو گرین ہاؤچ کے پاس پہنچا دیا جائے اور اس کے بعد اس کے تاثرات کا جائزہ لیا جائے اپنے اس فوری فیصلے پر میں بڑا مطمئن تھا، ٹیکسی سفر کرتی رہی اور تھوڑی دیر کے بعد وہ گرین کاٹیج کے پاس پہنچ گئی۔ گرین کاٹیج کا بیرونی حصہ تاریکی میں ڈوبا ہوا تھا۔ لیکن اندر سے روشنی جھلک رہی تھی گرین ہاؤچ یقیناً اس وقت اپنے گھر پر موجود تھی بہر طور میں نے نیچے اُتر کر کال بیل پش کر دی اسی دوران ٹیکسی ڈرائیور بھی دروازہ کھول کر نیچے اُتر آیا تھا۔ زیادہ دیر نہیں گزری تھی کہ برآمدے کا بلب روشن ہو گیا اور میں نے روشنی کے سائے میں گیٹ سے اوپر نگاہیں دوڑا کر گرین ہاؤچ کو دیکھا جو شب خوابی کے لباس میں ملبوس تھی وہ چند لمحات برآمدے میں کھڑی گیٹ کی طرف دیکھتی رہی اور پھر اس کی آواز اُبھری۔

"کون ہے؟"

"براہِ کرم دروازہ کھولو۔" میں نے زور سے کہا۔ اور گرینی ہاؤچ آہستہ آہستہ آگے بڑھ آئی پھر اس نے ذیلی کھڑکی کھول کر باہر جھانکا مجھے وہ ایک لمحے تک پہچان نہیں سکی تھی لیکن اس کی نگاہیں کسی قدر حیرت زدہ انداز میں ٹیکسی کو ٹیکسی ڈرائیور کو اور مجھے دیکھ رہی تھیں۔

"میڈم ہاؤچ، مائیکل ہاؤچ ٹیکسی میں موجود ہیں براہِ کرم اسے اندر لے چلنے میں میری مدد کیجیے۔" میں نے کہا۔

اور گرینی ہاؤچ بُری طرح اُچھل پڑی۔ اس نے مجھے دیکھا اور پھر شاید مجھے پہچان لیا، ایک لمحے کے لیے ٹھٹکی لیکن دوسرے لمحے گردن جھٹک کر دوڑتی ہوئی ٹیکسی کے قریب پہنچ گئی۔

ٹیکسی کی کھڑکی میں سے گردن ڈال کر اندر دیکھا۔ میں نے اس کے ہاتھ میں دبے ہوئے پستول کو صاف دیکھ لیا تھا جسے وہ اضطرار کے عالم میں چھپانا بھی بھول گئی تھی حالانکہ وہ خطرے سے نمٹنے کے لیے تیار ہو کر آئی تھی اور یقیناً اس کے پستول میں اس وقت تمام چیمبر بھرے ہوئے ہوں گے لیکن مائیکل ہاؤچ کا نام شاید اس کے لیے تعجب خیز تھا۔ چنانچہ وہ اس کی تصدیق کر لینا چاہتی تھی۔

اور پھر جب اس نے تصدیق کر لی تو متوحش نگاہوں سے مجھے دیکھا میں نے ہونٹوں پر اُنگلی رکھ کر اسے خاموش رہنے کا اشارہ کیا پھر میں نے دروازہ کھول کر ٹیکسی ڈرائیور سے کہا۔

"میرے دوست بیشک یہ تمہارے فرائض میں سے نہیں ہے لیکن کسی نشے میں ڈوبے ہوئے انسان کی مدد کرنا انسانی فرض بھی ہے براہِ کرم اسے اندر پہنچانے میں میری مدد کرو۔" ٹیکسی ڈرائیور نے اس وقت بھی خلوصِ دل کے ساتھ مائیکل ہاؤچ کو اندر لے چلنے میں میری مدد کی تھی۔

گرینی ہاؤچ پاگلوں کی طرح میرے پیچھے پیچھے چل رہی تھی برآمدے میں پہنچ کر میں نے ٹیکسی ڈرائیور کو کچھ نوٹ دیئے جو اس کے بل کی رقم سے کافی زیادہ تھے۔

"ارے نہیں نہیں جناب۔ اتنا نہیں۔"

"پلیز رکھ لو۔ میں تم سے بہت خوش ہوں۔" میں نے کہا اور ٹیکسی ڈرائیور نے سلام کرکے نوٹ رکھ لیے۔ اور واپس مڑ گیا۔

گرینی ہاؤچ ہم دونوں سے لاپرواہ زمین پر گھٹنے ٹکائے بیٹھی ہوئی مائیکل ہاؤچ کو دیکھ رہی تھی اس کے بدن پر رعشہ طاری تھا۔

میں نے ٹیکسی ڈرائیور سے فارغ ہونے کے بعد اس کی اس اضطراری کیفیت کو دیکھا اور پھر ٹیکسی ڈرائیور کے پیچھے گیٹ کی طرف

چل پڑا۔

میں نے گیٹ بند کیا اور واپس گرینی ہاڈرچ کے پاس پہنچ گیا۔ وہ اب مائیکل ہاڈرچ کے سینے سے لپٹی ہوئی سسکیاں لے رہی تھی۔ اس کے منہ سے عجیب عجیب سی آوازیں نکل رہی تھیں وہ بڑبڑا رہی تھی۔

"میرا بھائی۔ میرا بھیا۔ میرا بھیا۔" میں چند لمحات کھڑا اس کی طرف دیکھتا رہا پھر میں نے آہستہ سے کہا۔

"مس گرینی۔ اسے اندر لے چلیے۔" وہ چونک کر میری طرف دیکھنے لگی اور پھر اس کی آنکھوں میں عجیب سی کیفیت نظر آئی وہ اپنے بھائی کو اٹھانے کی کوشش کرنے لگی تھی میں نے آگے بڑھ کر مائیکل ہاڈرچ کی بغلوں میں ہاتھ دیا اور اس سے کہا۔

"تم اس کے پاؤں پکڑ لو۔" گرینی ہاڈرچ نے میری ہدایت پر عمل کیا تھا۔ ہم دونوں مائیکل ہاڈرچ کو لے کر اندر کی طرف چل پڑے۔ گرینی ہاڈرچ اب کسی قدر بہتر نظر آ رہی تھی۔ وہ مجھے راستہ بتاتی رہی اور چند لمحات کے بعد ہم نے ایک خواب گاہ میں لے جا کر اسے بستر پر لٹا دیا۔ بستر میں لٹانے کے بعد گرینی ہاڈرچ نے اچھی طرح اس کا جائزہ لیا اور پھر خشک ہونٹوں پر زبان پھیرتی ہوئی بولی۔

"یہ میں۔ میں۔"

"ذرا بھی پریشان ہونے کی ضرورت نہیں گرینی ہاڈرچ تمام باتیں اپنی جگہ لیکن انسانی ہمدردی کے بھی کچھ تقاضے ہوتے ہیں۔ تم اگر چاہو تو میں خاموشی سے واپس چلا جاؤں میں اس وقت تم سے اس بارے میں ایک بھی سوال نہیں کروں گا۔" میں نے کہا۔

"نہیں پلیز۔ پلیز بیٹھیے۔ یہ۔ یہ میرا بھائی ہے مائیکل ہاڈرچ میرا بھائی۔ چار سال کے بعد میں اس کی شکل دیکھ رہی ہوں پورے چار سال کے بعد" اس نے کہا اور اس کی آواز ایک بار پھر سسکیوں میں ڈوب گئی۔ میں لوہے کو گرم محسوس کر رہا تھا میں نے آگے بڑھ کر اس کے شانے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔

"خود کو سنبھالو گرینی، میرا خیال ہے اسے تمھاری توجہ کی ضرورت ہے۔" وہ کچھ اس طرح بے اختیار ہوئی کہ اس نے اپنا سر میرے سینے سے ٹکا دیا۔ روتی ہوئی لڑکی کو سہارا دے کر میں نے ایک صوفے پر بٹھا دیا۔ وہ بولی۔

"اس کی حالت خطرے میں ہے۔ یہ۔ یہ کس قدر لاغر نظر آ رہا ہے کیا آپ یقین کریں گے، کیا آپ یقین کریں گے یہ اپنے وقت کا صحت مند ترین نوجوان تھا، کیا آپ یقین کریں گے کہ یہ فٹبال کا بہترین کھلاڑی تھا اور ایک زمانہ میں اس کا نام فٹ بالر کی حیثیت سے امریکی نوجوانوں میں بہت مقبول تھا۔"

"ہاں گرینی ہو سکتا ہے۔ لیکن میں اس بارے میں کچھ نہیں کہوں گا جو کچھ بھی کہوں گا تم اسے غلط معنی پہنا سکتی ہو۔" اس نے نگاہیں اُٹھا کر مجھے دیکھا پھر آہستہ سے بولی۔

"نہیں کہیے۔ کچھ کہیے۔"

"اسے اس حالت میں پہنچانے والے وہ لوگ ہیں گرینی جن کی آلۂ کار تم ہو۔ تم صرف ایک مائیکل ہاڈرچ کی بات کرتی ہو امریکی نوجوانوں میں یہ وبا جس تیزی سے عام ہو رہی ہے اور جس طرح کے المیے یہاں رونما ہو چکے ہیں شاید تم نے ان کی طرف سے اپنی آنکھیں بند کر رکھی ہیں۔ دیکھ لو آج، اسی نوجوان کی تصویر دیکھ لو جس کے گال دھنسے ہوئے ہیں رخساروں کی ہڈیاں اُبھری ہوئی ہیں آنکھوں میں حلقے پڑے ہوئے ہیں تم اسے کس عمر کا نوجوان کہہ سکتی ہو گرینی ہاڈرچ لاکھوں نوجوان یہی شکل اختیار کر چکے تھے اور زندگی کا بوجھ گھسیٹ رہے ہیں موت کے انتظار میں صرف موت کے انتظار میں۔" گرینی ہاڈرچ نے دونوں ہاتھوں سے سر تھام لیا کافی دیر اسی طرح بیٹھی رہی پھر بے اختیار اٹھی اور مائیکل ہاڈرچ کے قریب پہنچ گئی۔

"یہ ہوش میں نہیں آئے گا۔ کیا یہ ہوش میں نہیں آئے گا۔" اس نے میری طرف دیکھ کر کہا آنکھوں سے پھر آنسو رواں ہو گئے تھے۔

"نہیں میرا خیال ہے ابھی یہ اتنی بُری حالت میں نہیں ہے یہ ہوش میں آ سکتا ہے بشرطیکہ اسے صحیح طبی امداد مل جائے۔" میں نے کہا۔

"گرینی میں تمھاری ہر طرح کی مدد کرنے کو تیار ہوں اگر میں تمھاری مدد نہ کرنا چاہتا تو اتنی مشکلات کا سامنا کرتے ہوئے اسے یہاں تک کیسے لاتا۔"

"مگر۔ مگر میں خطرات میں گھری ہوئی ہوں موجودہ حالات میں تو میں بے انتہا خطرات کا شکار ہو گئی ہوں۔ آہ یہ جگہ محفوظ نہیں ہے۔ میں کیا کروں۔ میں کیا کروں۔" وہ کھڑی ہو کر ہتھیلی پر گھونسے مارنے لگی۔

"میں نے تم سے کہا نا بالکل بے فکر رہو اگر پولیس کی مدد کرنا چاہتی ہو تو میں حاضر ہوں اگر پرائیویٹ کچھ کرنے کی خواہش مند ہو تو بھی میں تم سے ہر طرح تعاون کروں گا۔" میں نے کہا۔

"پلیز میری مدد کرو۔ میں ٹوٹ چکی ہوں ٹکڑے ٹکڑے ہو چکی ہوں اب میرے وجود میں کوئی ایسی چیز باقی نہیں رہ گئی جس کے ذریعے میں اپنی مدافعت کر سکوں مجھے تمھاری مدد چاہیے۔ مجھے تمھاری مدد چاہیے۔"

"ٹھیک ہے تو کیا چاہتی ہو ہم اسے اسپتال لے چلیں۔"

"نہیں اسپتال غیر محفوظ ہیں میں جانتی ہوں کہ اگر ایسے لوگ ہسپتال پہنچ جاتے ہیں تو ان کا کیا حشر ہوتا ہے ان کی زندگی مختصر ترین ہو جاتی ہے تاکہ وہ کچھ کہہ نہ سکیں۔"

"پھر بتاؤ۔"

"کیا کہا۔ تم اسے میرے ساتھ ایک جگہ چلنے میں میری مدد کر سکتے ہو۔؟"

"مجھ سے کوئی سوال نہ کرو گرینی، میں اس وقت مکمل طور پر تمھارے ساتھ ہوں میرے تمھارے درمیان جو اختلافات رہ چکے ہیں یا ہم جس طرح ایک دوسرے کی مخالف شخصیتوں کی حیثیت سے کام کر چکے ہیں میں نے اس وقت اُن سب باتوں کو نظر انداز کر دیا ہے۔ میں اس وقت ہر طرح تمھارے ساتھ ہوں۔"

"پہلے ہم اس کا لباس تبدیل کرا لیں۔"

"کیا اس کا لباس یہاں موجود ہے؟"

"اس کے سارے کپڑے یہاں موجود ہیں، میں لاتی ہوں ابھی۔" اس نے کہا اور پھر کمرے سے نکل گئی۔ میں پُرخیال انداز میں گردن ہلا رہا تھا گرینی ہاڈرچ کی پوزیشن کسی حد تک سمجھ میں آ رہی تھی ویسے یہ لڑکی اب موجودہ شکل میں میرے لیے کافی مددگار ہو سکتی تھی، لیکن اس کے لیے مجھے نہایت سمجھداری سے کام لینا تھا ورنہ جلد بازی نقصان دہ ہو سکتی تھی مائیکل ہاڈرچ کے اس طرح نکل آنے سے خود اس کی اپنی پوزیشن بھی خطرے میں پڑ گئی تھی صورت حال کافی حد تک سمجھ چکا تھا میں بہرطور میں نے خاموشی ہی اختیار کرنا مناسب سمجھا، وہ لباس لے کر پہنچ گئی اور مدد طلب نگاہوں سے مجھے دیکھا میں نے مائیکل ہاڈرچ کا لباس تبدیل کرانے میں اس کی مدد کی تھی مائیکل ہاڈرچ کو لباس وغیرہ تبدیل کرانے کے بعد اس نے کہا۔

"میں اسے اپنے ایک فلیٹ میں لے جانا چاہتی ہوں فلیٹ میں نے خود خریدا تھا ابھی تک اسے استعمال نہیں کیا وہاں ضرورت کی تمام چیزیں موجود نہیں ہیں لیکن ہم اسے وہاں باآسانی رکھ سکتے ہیں۔"

"کوئی حرج نہیں ہے گرینی ہاڈرچ۔ میں آپ کی ہر طرح سے مدد کرنے کو تیار ہوں لیکن چونکہ صورتحال صحیح طور پر میرے علم میں بھی نہیں ہے اس لیے میں اپنے طور پر کچھ نہیں کر سکتا۔ ایک بار پھر ہم مائیکل ہاڈرچ کو وہاں سے نکال کر باہر لائے اس بار گرینی ہاڈرچ نے اپنی کار استعمال کی تھی اس کو کار میں ڈالنے کے بعد میں مائیکل ہاڈرچ کے نزدیک ہی بیٹھ گیا۔ گرینی نے اسٹیئرنگ سنبھال لیا تھا اور اس کے بعد وہ باہر نکل آئی۔ پھر دفعتاً چونک کر بولی۔

"پستول ہے تمھارے پاس۔"

"ہاں کیوں۔؟"

"نہیں ممکن ہے اس کے استعمال کی ضرورت پیش آ جائے براہ کرم چاروں طرف سے محتاط رہنا۔"

"تم فکر مت کرو ڈیئر گرینی میں محتاط ہوں۔" میں نے کہا۔ دل ہی دل میں، میں مسکرا رہا تھا اب سے کچھ دیر قبل میں اس کی طرف سے محتاط تھا لیکن اب اسے احتیاط کی ضرورت پیش آ رہی تھی۔ بہرطور وہ کار ڈرائیو کرتی رہی کافی فاصلہ طے کرنا پڑا تھا بہت سی سڑکیں طے کرنا پڑی تھیں اور اس کے بعد وہ ایک ایسی عمارت کے قریب پہنچ گئی جو صرف چار منزلہ تھی خاصی کشادہ اور وسیع عمارت تھی فلیٹ شاید پوری طرح آباد بھی نہیں تھے شکر تھا کہ پہلی منزل پر اس کا فلیٹ تھا سیڑھیوں ہی کے ذریعے اوپر پہنچنا پڑا تھا یہاں لفٹ موجود نہیں تھی اس نے فلیٹ کا دروازہ کھولا اور اندر داخل ہو گئی۔ فلیٹ کافی کشادہ روشن اور ہوادار تھا لیکن رات کا وقت ہونے کی وجہ سے میں صحیح طور پر اسے دیکھ نہیں پایا تھا گرینی ہاڈرچ مائیکل ہاڈرچ کو لیے ہوئے ایک کمرے میں آ گئی یہاں ایک بستر لگا ہوا تھا ایک طرف ڈائننگ ٹیبل رکھی ہوئی تھی چند کرسیاں بھی موجود تھیں مائیکل ہاڈرچ کو ہم نے بستر پر لٹا دیا اور کرسی گھسیٹ کر مائیکل ہاڈرچ کے بالکل نزدیک بیٹھ گئی۔ پھر اس نے کہا۔

"میں کیا کروں۔ میں کیا کروں۔؟"

"حوصلہ کرو گرینی۔"

"مجھے تو اب۔ مجھے تو اب کچھ بھی نہیں سوجھ رہا مجھے بتاؤ میں کیا کروں۔؟" وہ روتے ہوئے بولی اس کی آنکھوں میں آنسو بہہ رہے تھے۔

"میرا خیال ہے گرینی ہاڈرچ۔ یہ صرف نشے میں ہے۔"

گرینی ہاڈرچ کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے اس کی نگاہیں بار بار مائیکل ہاڈرچ کی طرف اُٹھ جاتی تھیں۔ پھر میں نے کہا "اب مجھے اجازت دو گرینی، میرا خیال ہے میں اپنا فرض پورا کر چکا ہوں اس کے باوجود تمھیں میری کسی مدد کی ضرورت ہو تو بتا دو۔"

"کچھ دیر اور نہیں بیٹھو گے۔ کوئی بہت ضروری کام ہے تمھیں؟" اس نے کہا۔

"میں یہاں ساری رات رُک سکتا ہوں لیکن گرینی ہماری تمھاری شناسائی جس انداز میں ہوئی ہے اس کے تحت میں خود کو تم پر بوجھ محسوس کر رہا ہوں، اور یہ احساس میرے لیے بہت تکلیف دہ ہے۔ میں دشمن کو دشمن کی طرح مارنے کا عادی ہوں اور اس وقت تمھاری کیفیت دشمنوں کی نہیں ہے بلکہ میں سمجھتا ہوں انسانی جذبات کے تحت یہ میرا فرض تھا کہ میں مائیکل ہاڈرچ کو تم تک پہنچاؤں سو میں نے صرف اپنا فرض پورا کیا ہے۔ اور میں نہیں چاہتا کہ اس فرض کے

عوض میں تم سے کچھ رعایت حاصل کروں ۔" میں نے کہا گرینی ہاؤرچ نے شرمندہ نگاہوں سے مجھے دیکھا پھر بولی۔

"لیکن بعض اوقات دشمن دوست بھی تو بن جاتے ہیں۔"

"ہاں ایسا ہوتا ہے گرینی ہاؤرچ لیکن اس وقت تم ایک معمولی سے انداز میں میرے کسی احسان کا شکار ہو گئی ہو میرا ظرف اس بات کو قبول نہیں کرتا کہ میں فوراً ہی تم سے اس احسان کا صلہ طلب کروں۔"

"اور اگر میں تم سے ایک انسان کی حیثیت سے مدد مانگوں تو" گرینی ہاؤرچ نے کہا اور میں گہری نگاہوں سے اُسے دیکھنے لگا۔

"میری فطرت اس بات کی متقاضی ہے کہ اگر واقعی مائیکل ہاؤرچ کے سلسلے میں تمھیں میری مدد درکار ہو تو میں اس سے انحراف نہ کروں۔"

"تو پھر تھوڑا سا وقت مجھے دو پلیز۔" اس نے عاجزی سے کہا اور میں نے دونوں ہلائے۔

"ٹھیک ہے اگر تمھاری مرضی ہے تو میں تو تم سے کہہ ہی چکا ہوں کہ رات میری اپنی ہے اور کوئی ایسی اُلجھن نہیں ہے مجھے کہ میں تمھارے ساتھ رُک نہ سکوں۔"

گرینی ہاؤرچ نے ایک بار پھر نگاہیں اُٹھا کر مائیکل ہاؤرچ کی طرف دیکھا اور پھر بولی۔

"ذرا اسے قریب سے دیکھو تمھارے خیال میں یہ صرف نشے کا شکار ہے یا اور کوئی کیفیت بھی ہے اس کی۔"؟

"گرینی ہاؤرچ میں تمھیں اس کے بارے میں اطمینان دلاتا ہوں بے شک نشہ آور ادویات نے اسے اندر سے کھوکھلا کر دیا ہے اور اس کے اندر قوتِ مدافعت بالکل باقی نہیں رہی ہے۔ تاہم ہوش میں آنے کے بعد یہ نارمل ہوگا۔ اس کی حالت خطرناک نہیں ہے۔"

"گویا میں ڈاکٹر سے رجوع نہ کروں؟"

"بہتر ہوگا کہ ابھی ایسا نہ کرو یہ ہوش میں آجائے تو اس سے گفتگو کر کے اس کے بارے میں اندازہ لگانے کی کوشش کرو کہ یہ کس حد تک نشہ آور ادویات کا عادی ہوا ہے اور پھر اس حیثیت سے ڈاکٹر سے وہ دوائیں حاصل کرو جو اس کے لیے مناسب ہوں جب تم نشہ آور ادویات سپلائی کرنے والوں کی گروہ کی ایک رکن ہو تو کم از کم تمھیں یہ معلوم ہونا چاہیے کہ نشہ آور ادویات سے چھٹکارا حاصل کرنے کیا ترکیبیں ہوتی ہیں۔"

"مجھ پر ذرا بھی طنز نہ کرو میں اس وقت گرینی ہاؤرچ نہیں ایک بھائی کی بہن ہوں۔"

"ٹھیک ہے اگر ایسی کوئی بات تم نے محسوس کی ہے تو اس کے لیے میں تم سے معافی کا خواستگار ہوں۔" میں نے کہا۔

"یہ میرا اکلوتا بھائی ہے۔ چار سال پہلے اسے اغوا کر لیا گیا تھا یہ شاید خود بھی نشہ آور ادویات سپلائی کرنے لگا تھا بلکہ میری معلومات جہاں تک ہیں اُن کے تحت اس نے یہ کاروبار اپنے طور پر شروع کیا تھا۔ چونکہ ہمارے حالات بہتر نہیں تھے میں ایک سٹور میں سیلز گرل تھی اور مائیکل یہ بات پسند نہیں کرتا تھا اس کی خواہش تھی کہ میں فکرِ معاش سے آزاد ہو جاؤں لیکن بعد میں اس گروپ نے اس کے خلاف کارروائیاں شروع کر دیں ایک بار یہ شدید زخمی حالت میں گھر آیا تھا۔ مجھے تو اس نے کچھ تفصیل نہیں بتائی لیکن خود کافی دن تک روپوش رہا تھا۔ میں اسے سمجھاتی رہی کہ یہ ان جھگڑوں میں نہ پڑے لیکن میری تقدیر مجھ پر ہنس رہی تھی مجھے کیا معلوم تھا کہ جس کام کے لیے میں اپنے بھائی کو منع کرتی ہوں وہ ایک دن مجھے بھی کرنا پڑے گا۔" میں دلچسپی سے گرینی ہاؤرچ کی گفتگو سن رہا تھا چند لمحات خاموش رہنے کے بعد اس نے کہا۔

پھر ایک دن یہ روپوش ہو گیا۔ ایک ہفتہ تک تو میں اس کا خاموشی سے انتظار کرتی رہی یہی سوچ رہی تھی کہ کہیں مصروف ہو گیا ہوگا، اکثر ایسا ہوتا تھا لیکن دس دن کے بعد مجھے ٹیلیفون ملا۔ یہ اُسی گروہ کی طرف سے تھا۔ مجھ سے کہا گیا کہ مائیکل ہاؤرچ ہمارے قبضے میں ہے اور اگر میں اُن لوگوں کے لیے کام کرنے کے لیے آمادہ نہ ہوئی تو مائیکل ہاؤرچ کی لاش مجھے بھجوا دی جائے گی اپنے بھائی کے لیے میں دُنیا کا ہر کام کرنے پر تیار تھی۔ اس کے علاوہ میرا اس دُنیا میں تھا ہی کون؟ چنانچہ میں آسانی سے اُن کے جال میں پھنس گئی اور اس کے بعد انھوں نے مجھ سے ہر طرح کے کام لینا شروع کر دیے گرینی ہاؤرچ خود ہی اُن کے بارے میں شروع ہو گئی تھی۔ سمجھدار لڑکی تھی جانتی تھی کہ مجھے کس چیز سے دلچسپی ہو سکتی ہے اور وہ میرے احسانات کا پورا پورا صلہ ادا کر دینا چاہتی تھی۔ تھوڑی دیر تک خاموش رہنے کے بعد اس نے کہا۔

"یہ ہے ساری کہانی' یہ چار سال کے بعد مجھے ملا ہے میں نے ہر ممکن کوشش کی ہر طرح سے اُن کی منت سماجت کی کہ میں تو اب اُن کے لیے کام کرنے پر تیار ہو گئی ہوں میرا بھائی مجھے لوٹا دیا جائے لیکن اُن کے پاس سننے والے کان نہیں وہ صرف حکم دینا ہی جانتے ہیں۔"

"ٹھیک ہے گرینی ہاؤرچ اب تمھارا بھائی تمھیں مل چکا، جہاں تک میرا مسئلہ رہا میں تمھیں بتادوں میں اپنے طور پر کام کرنے کا عادی ہوں جھوٹے سہارے نہیں تلاش کرتا تم بلاشبہ کئی بار میرے راستے میں آئی ہو یہ بھی جانتی ہو تم کہ آج ہی تمھیں میری نگرانی پر معمور کیا گیا تھا اور تم یہ کام کر رہی تھیں لیکن اس کے باوجود میں تم

سے اُن لوگوں کے بارے میں نہیں معلوم کروں گا جس لڑکی کو یہ نہ معلوم ہو کہ اس کا بھائی کہاں تھا وہ بھلا مجھے اس سے زیادہ کیا بتا سکتی ہے۔"

"میں بیشک تمھارے سامنے شرمندہ ہوں اور نہیں جانتی میری یہ شرمندگی دور ہونے کا کوئی ذریعہ ہے بھی یا نہیں تاہم اگر اس وقت مجھ سے کچھ معلومات حاصل کرنا چاہو تو میں اس سے انکار نہیں کروں گی۔"

"نہیں گرینی میرے خیال میں یہ غیر انسانی حرکت ہے میں یہ نہیں کر سکتا۔" میں نے جواب دیا۔ اور گرینی مجھے دیکھتی رہی پھر وہ گہری سانس لے کر بولی۔

"یہاں تو میں تمھاری کچھ خاطر مدارات بھی نہیں کر سکتی۔"

"کوئی حرج نہیں ہے گرینی، اس کی ضرورت بھی محسوس نہیں کرتا میں تم اپنے بھائی کے ساتھ آرام کرو اور سنو یہاں ٹیلیفون ہے؟"

"میرے اس فلیٹ میں نہیں ہے لیکن ایک اور نمبر میں تمھیں دے سکتی ہوں جس کے ذریعہ مجھ سے رابطہ قائم ہو جائے گا۔" اس نے کہا اور پھر ایک ٹیلیفون نمبر دوہرا دیا۔ میں نے اس نمبر پر بظاہر کوئی توجہ نہیں دی تھی لیکن اُسے ذہن نشین کر لیا تھا۔ گرینی پر یہ افتاد ڈال کر میں اُسے ایک لمبے راستے پر استعمال کرنا چاہتا تھا بشرطیکہ وہ میرے ہاتھ لگی۔ میں نہیں جانتا تھا کہ مائیکل ہاؤرچ کی گمشدگی کے بعد گرینی ہاؤرچ پر کیا بیتے گی۔" اور جاننا بھی نہیں چاہتا تھا میرا مقصد کچھ اور تھا ان جھگڑوں میں پڑنے سے کوئی فائدہ نہ ہوتا مجھے چنانچہ میں نے گہری سانس لے کر کہا۔

"اب تم آرام کرو اور سنو اگر یہاں کسی کو مائیکل ہاؤرچ کی نگرانی پر مقرر کر سکتی ہو تو کرو تمھارے لیے یہی بہتر ہوگا کہ تم اپنی آرام گاہ میں چلی جاؤ اور وہیں رکو۔ اور کسی بھی طور اس بات کا اظہار مت کرنا کہ مائیکل ہاؤرچ تم تک پہنچ چکا ہے یہی تمھارے اور تمھارے بھائی کے حق میں بہتر ہے۔ بلکہ مزید بہتر یہ ہوگا کہ تم بھی اس وقت تک اسی طرح ان لوگوں کے لیے کام کرتی رہو جس طرح کرتی رہی ہو جب تک تمھارا بھائی بہتر پوزیشن میں نہ آجائے اور تم اس کے ساتھ مل کر اپنے مستقبل کے لیے کوئی پروگرام ترتیب نہ دے لو' وہ لوگ ہر ممکن کوشش کریں گے یہ جاننے کی کہ کہیں تم اپنے بھائی کی آزادی سے واقف تو نہیں ہو گئی ہو لیکن انھیں اس کا شبہ نہیں ہونا چاہیے اچھا اب میں چلتا ہوں۔" میں گرینی کو حیران و پریشان چھوڑ کر وہاں سے واپس چل پڑا۔ میں جانتا تھا کہ اس رات اس کے اثرات کیا ہوں گے۔ تھوڑی دیر کے بعد میں ایک ٹیکسی میں بیٹھا اپنے ہوٹل کی جانب جا رہا تھا۔ ہوٹل کے بارے میں مجھے یقین تھا کہ وہ بارود کا ڈھیر ہے اور میرے لیے انتہائی خطرناک لیکن یہ رات تو وہاں گزارنی ہی تھی اور شکر تھا اس رات کوئی ایسا واقعہ پیش نہیں آیا جو میرے لیے خطرناک ہوتا' وہ لوگ بھی میری شخصیت سے واقف ہو چکے تھے۔ اس لیے اب میرے خلاف کوئی سازش کرتے ہوئے انھیں سوچنا پڑتا تھا۔

دوسری صبح میں وقتِ مقررہ پر مسٹر پنیبر کے آفس پہنچ گیا۔ پولیس آفیسر مسٹر پنیبر اپنے دفتر میں بے چینی سے میرا انتظار کر رہے تھے۔ میں نے اپنی آمد کی اطلاع اندر بھجوائی تو وہ خود ہی باہر نکل آئے اور مجھے اپنے ساتھ اندر لے گئے۔ میں نے ان کے چہرے پر گہری سُرخی چھائی دیکھی تھی۔

دفتر میں بیٹھنے کے بعد انھوں نے اردلی کو بلا کر کافی لانے کے لیے کہا اور اردلی باہر نکل گیا۔

"میں آپ کا انتظار کر رہا تھا مسٹر نواز۔ اور آپ کے انتظار میں میں نے کافی نہیں پی جبکہ میں شدت سے اس کی ضرورت محسوس کر رہا تھا۔"

"رات کی کارروائی کے بارے میں مجھے بتائیے۔" میں نے گہری سانس لے کر کہا۔

"بہت کامیاب رہی' آپ کی تمام فراہم کردہ اطلاعات درست نکلیں وہاں لاش بھی دستیاب ہو گئی اور منشیات کا بہت بڑا ذخیرہ بھی میں ساری رات مصروف رہا ہوں۔"

"کچھ گرفتاریاں ہوئیں۔؟"

"ہاں چند لوگوں کو گرفتار کیا ہے لیکن۔"

"لیکن کیا۔"؟

"بڑی اُلجھنیں پیش آگئی ہیں۔"

"مثلاً۔"؟

"مسٹر وکٹر ڈیل پی کا نام سنا ہے آپ نے۔"؟

"نہیں یہ کون ہے؟"

"لاس اینجلس کا بے تاج بادشاہ۔"

"اوہ۔ تو کیا یہاں کچھ بادشاہتیں بھی قائم ہیں۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"وہ بھاری مشینری کے کئی بڑے بڑے کارخانوں کا مالک ہے کئی ہزار افراد ان کارخانوں میں کام کرتے ہیں بے شمار کاروبار ہیں اس کے اور سرکاری حکام سے اس کی خوب گاڑھی چھنتی ہے ویسے افریقی نژاد ہے۔"

"اس کا ذکر کیوں آگیا۔"؟ میں نے پوچھا۔

"مارکوس ٹریڈرز اسی کی ایک فرم کا اسٹور ہے۔"

"خوب۔ پھر۔؟"

"یہ مسئلہ ٹیڑھی کھیر بن گیا۔"

"امریکی پولیس بھی انہی حالات کا شکار ہے۔ یہ کیفیت تو پسماندہ ممالک کی ہوتی ہے۔"

"اس معاملے میں امریکہ سب سے زیادہ پسماندہ ہے تم نے یہاں موجود یہودی بزنس مینوں کے بارے میں سنا ہوگا۔ امریکہ کی معیشت کے بہت بڑے حصے پر قابض ہیں۔ یہ شخص بھی تو یقیناً یہودی ہے۔"

"خوب۔ دو آتشہ ہے بہرحال آپ نے اس سلسلے میں کیا کیا"؟ میں نے پوچھا۔

"مارکوس ٹریڈرز سے یہ سب کچھ برآمد کرنے کے بعد میں نے اس کی پوزیشن معلوم کی اور اس کے بعد وکڑ و یلی کا نام سُن کر مجھے اعلیٰ حکام سے رجوع کرنا پڑا۔

"پھر کیا ہوا"؟

"ٹائیں ٹائیں فش۔" پنیٹر نے مایوسی سے کہا۔

"کیا مطلب؟"

"رات کو چار بجے مجھے اطلاع ملی کہ مسٹر ویلی نے ان تمام واقعات کا خود سے کوئی تعلق ظاہر نہیں کیا۔

"وضاحت۔؟ اس نے کہا۔

"ان کا کہنا ہے کہ یہ سب کسی دوسرے کا کام ہے۔ وہ اس طرح کے کاروبار نہیں کرتے۔"

"کیا صرف یہ کہہ دینے سے بات ختم ہو جاتی ہے"؟

"نام مسٹر ویلی کا ہو تو ختم ہو جاتی ہے۔"

"پھر گرفتار کسے کیا گیا ہے؟" میں نے پوچھا۔

"مارکوس ٹریڈرز کے منیجر اور دوسرے چند لوگوں کو کیونکہ پولیس کی کارروائی بھی نہیں روکی جا سکتی۔" پنیٹر نے کہا اور کافی کے آجانے کی وجہ سے خاموش ہو گیا۔ پھر میں نے کافی کے سپ لیتے ہوئے کہا۔

"اور اب آپ جانتے ہیں کیا ہوگا"؟

"نہیں یہ آپ کی باتیں ہیں مسٹر پنیٹر۔ میں کیا جانوں"! میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"مارکوس ٹریڈرز کا منیجر اقرارِ جرم کرے گا اور کہے گا کہ اس نے ذاتی طور پر یہ کاروبار کر رکھا تھا۔"

"آپ کو یقین ہے"؟

"سو فیصدی۔"

منیجر کو کہاں تک سزا مل سکتی ہے؟"

"کہیں تک نہیں اسے آسانی سے آزاد کرا لیا جائے گا" پنیٹر نے غم آلود لہجے میں کہا۔

"اور اس کے باوجود آپ منشیات کی تجارت کی لعنت کو ختم کرنے کے خواب دیکھ رہے ہیں۔" میں نے طنزیہ انداز میں کہا۔ اور پنیٹر افسردگی سے مجھے دیکھنے لگا۔ پھر وہ پُرجوش لہجے میں بولا۔

"یہ میرا فرض ہے مسٹر نواز۔"

"کس طرح پورا کریں گے آپ اپنا فرض"؟

"کسی بھی طرح۔ ویسے تمہارا کیا خیال ہے وکڑ ویلی اس میں ملوث ہو سکتا ہے"؟

"میں لاس اینجلس میں اجنبی ہوں۔ آپ اس بارے میں بہتر طور پر جانتے ہوں گے۔"

"ہاں میں جانتا ہوں۔ اچھی طرح جانتا ہوں۔" پنیٹر نے میز پر گھونسہ مارتے ہوئے "کس کی مجال ہے کہ ویلی کی کسی فرم سے اس کی اجازت کے بغیر ایسا کوئی کام کر سکے لیکن ایک کام میں کر سکتا ہوں۔ اور میں نے کر لیا ہے۔"

"وہ کیا"؟

"میں کچھ ایسے اخبارات کے بارے میں جانتا ہوں جو کسی کے تسلط میں نہیں ہیں اور خاص طور سے کچھ ایسے اخبارات جن سے مسٹر ویلی کی نہیں بنتی۔"

"اوہ۔" میں نے آہستہ سے کہا۔

"وہ اخبارات ضرور میرا ساتھ دیں گے"۔

"کس طرح"؟

"چونکہ میں براہ راست مسٹر ویلی کے خلاف کوئی کارروائی نہیں کر سکتا لیکن جو واقعہ پیش آیا وہ تو اخبارات کو بتا سکتا ہوں۔ چنانچہ میں نے خاص طور سے ان اخبارات کو یہ خبر دیدی ہے جو مسٹر ویلی کے خلاف لکھتے رہتے ہیں۔"

"گڈ۔ کیا خبر ہے؟"

"مارکوس ٹریڈرز کا نام میں نے انہیں پوری تفصیل کے ساتھ دے دیا ہے اور یہ بھی بتا دیا ہے کہ مسٹر ویلی نے خود کو اس کاروبار سے بری الذمہ قرار دیا ہے۔ اس طرح کم از کم لوگوں کے علم میں تو آئے کہ ایک بڑا نام اس میں ملوث ہے۔ وہ لوگ جو اس بارے میں اپنے عزیزوں کی زندگی سے ہاتھ دھو بیٹھے ہیں۔ منشیات کی اسمگلنگ اور فراہمی سے سخت نالاں ہیں وہ تو ویلی کا نام جان جائیں گے، اور یہ بات حکومت کے تمام حکام کے کانوں تک پہنچے گی۔ تمہیں معلوم ہے مسٹر نواز کہ حکومت امریکہ منشیات کے استعمال اس کی آمدورفت اور اس کی سپلائی کے خلاف مہم میں اربوں روپیہ خرچ کر رہی ہے۔ لوگوں کو اس کا اندازہ تو ہو جائے گا

کہ اس کی ناکامی کی وجہ کیا ہے؟"

پنیٹر کا لہجہ پُرجوش ہو گیا تھا۔

"دوسرے اخبارات اس کے قبضے میں ہیں۔"

"ہاں زیادہ تر۔"

"تمہاری پوزیشن خطرے میں پڑ جائے گی مسٹر پنیٹر"۔

"میں جانتا ہوں۔ اور اس سلسلے میں اخبارات کو خبر دے کر میں اپنی پوزیشن خطرے میں ڈال چکا ہوں۔ لیکن اس کے باوجود مسٹر نواز میں یہ سب کچھ کرنا چاہتا ہوں۔ میں ان لاشوں کو اپنی آنکھوں سے دیکھ چکا ہوں۔"

میں ان واقعات سے اجنبی نہیں تھا۔ جانتا تھا کہ یہ سب کچھ ہونا ہے۔ اور اس خطرناک ماحول ہی میں یہ سب کچھ کرنا پڑتا ہے اس لیے پنیٹر کی مجبوریاں میرے علم میں تھیں۔

"ٹھیک ہے مسٹر پنیٹر۔ گویا آپ کی اجازت ہے کہ اگر میں اس بارے میں اور کچھ معلوم کر سکوں تو آپ کو اس کی اطلاع دوں"!

"میں آپ کا شکرگزار رہوں گا مسٹر نواز۔"

"لیکن مسٹر پنیٹر مجھے آپ کی امداد کی ضرورت ہے۔"

"میں آپ کے لیے سب کچھ کرنے کو تیار ہوں مسٹر نواز۔"

"مجھے کوئی مناسب رہائش درکار ہے۔ اور ایک کار بھی تاکہ میں اپنا کام۔"

"میں سمجھ گیا۔ ہوٹل چھوڑ دیں گے آپ؟"

"نہیں، اسے بھی برقرار رکھوں گا۔"

"میں آپ کو ایک شاندار فلیٹ دے سکتا ہوں۔ ایک کار بھی۔ اس طرف سے بے فکر ہو جائیں۔"

"بہت بہت شکریہ۔ اب آپ یہ دونوں کاغذ دیکھئے کیا آپ اس سلسلے میں میری کوئی مدد کر سکتے ہیں۔" میں نے کاغذ کے وہ پُرزے نکال کر پنیٹر کے حوالے کر دیئے جو مجھے دو مختلف لوگوں سے ملے تھے۔ پنیٹر اس پر مصروف ہو گیا۔ اس نے کافی اور منگوائی تھی۔ تھوڑی دیر کے بعد اس نے کہا۔

"اوہ۔ مائی گاڈ۔ یہ۔ یہ صرف اتفاق ہے۔ یہ ہندسے دیکھئے یہ ایک شپ کے نمبر ہیں۔ اور یہ شپ ہے 'دی کونا'، میں نے یہ جہاز بندرگاہ سے کچھ فاصلے پر لنگر انداز دیکھا ہے۔"

"دی کونا"؟

"ہاں۔ سو فیصدی وہی۔"

"کون سی کمپنی اور کون سے ملک کا جہاز ہے یہ"؟ میں نے پوچھا تھا۔

"غالباً بلجیم کا۔ لیکن میں تصدیق کروں گا کیوں اس میں کوئی خاص بات ہے"؟

"ہاں بہت خاص بات۔"

"کیا۔"؟ پنیٹر نے پوچھا۔

"یہ میں ابھی خود بھی نہیں جانتا۔"

"اوہ۔ بے فکر رہو، میں اس کے بارے میں تفصیل معلوم کر کے تمہیں آگاہ کر دوں گا۔ اور اب آؤ میں تمہیں تمہارا فلیٹ دکھا دوں۔" وہ اپنی جگہ سے اُٹھ گیا۔

"ارے اتنی جلدی"؟

"میں تمہارے کام کی اہمیت کو سمجھتا ہوں مسٹر نواز۔ کوئی حرج نہیں۔" ایک خوبصورت اور فیشن ایبل علاقے کی عمارت کا ایک آراستہ فلیٹ مجھے مل گیا۔ اور اس کے ساتھ ہی ایک لمبی سی کار بھی۔ میں نے خلوص دل سے پنیٹر کا شکریہ ادا کیا تھا۔

"بلجیمی جہاز کے بارے میں معلومات کر کے میں تمہیں اطلاع دوں گا۔ اب مجھے اجازت دو۔" پنیٹر مجھ سے رخصت ہو گیا۔ بڑی مشکل حل ہو گئی تھی اب میں نسبتاً زیادہ دلجمعی سے کام کر سکتا تھا۔ میں فلیٹ کا ایک ایک گوشہ دیکھا۔ یہاں دو ٹیلی فون تھے جن میں سے ایک کے بارے میں پنیٹر نے بتایا کہ یہ خفیہ ہے اور صرف پولیس کے استعمال میں رہتا ہے۔ اس لیے اس کے نمبر کہیں سے حاصل نہیں کیے جا سکتے۔"

کافی دیر میں نے فلیٹ میں گزاری شام کو پانچ بجے میں ہوٹل پہنچ گیا تھا تاکہ وہاں سے چند ضروری چیزیں لے آؤں، ساڑھے پانچ بجے میرے فلیٹ کے دروازے پر دستک ہوئی اور میں نے دستک دینے والے سے اندر آ جانے کے لیے کہا۔

آنے والا پولیس آفیسر پنیٹر تھا۔ لیکن اس کے پیچھے ہی ایک اور شخصیت داخل ہوئی جسے دیکھ کر ایک لمحے کے لیے میرا پورا وجود جھک سے اُڑ گیا۔ مجھے اپنی بصارت پر شبہ ہونے لگا۔ یہ۔ یہ بہت خطرناک لمحات تھے میرے لیے۔ میری نئی زندگی کے لیے سب سے خطرناک لمحات۔ ایک ایسی شکل میرے سامنے تھی جو میرے اس سارے پروگرام کو تباہ کر سکتی تھی۔ ہاں ایک ایسی ہی شخصیت تھی وہ۔ مجھے محسوس ہوا جیسے میں کسی اندھے کنوئیں میں گر رہا ہوں۔ نیچے اور نیچے اور نیچے۔



بمشکل تمام میں نے خود پر قابو پایا۔ اور میرے ہونٹوں پر پھیکی سی مسکراہٹ پھیل گئی۔ میرے سامنے آنے والی شخصیت انسپکٹر پاؤل کی تھی۔ اب اس بات کی گنجائش نہیں تھی کہ میں پاؤل کو پہچاننے سے انکار کردوں یا اس سے اجنبیت کا اظہار کروں یہ ساری باتیں احمقانہ تھیں۔

انسپکٹر پاؤل میرے سامنے پہنچ چکا تھا اور اب بظاہر فرار کی کوئی راہ نہیں تھی۔ میں اپنے فوری بچاؤ کے لیے کوئی ہنگامی قدم بھی اُٹھا سکتا تھا، لیکن میرے سامنے انسپکٹر پنیٹر بھی تھا۔ جس کے فلیٹ میں، میں اس وقت موجود تھا اور ہم دونوں بہت اچھا وقت ساتھ گزار چکے تھے۔ گو ہمارا تعارف زیادہ پرانا نہیں تھا، لیکن اس کے باوجود انسپکٹر پنیٹر نے جس طرح میرے ساتھ تعاون کیا تھا، میں ایک لمحے بھی اسے فراموش نہیں کرسکتا تھا، ساتھ ہی ساتھ میں یہ بھی سوچ رہا تھا کہ جلدبازی میں کیا ہوا کوئی بھی اقدام میرے سارے مشن کو ناکام بنا سکتا ہے بات اگر صرف میری ذات کی ہوتی، تو میں شاید کچھ بھی کر ڈالتا لیکن زیبی کا معاملہ بھی بڑا رِسکی تھا۔ کم از کم انسپکٹر پاؤل کو ٹٹولنے کی کوشش تو کردں۔ دیکھوں تو سہی انسپکٹر پاؤل کیا چاہتا ہے۔

انسپکٹر پاؤل نے آگے بڑھ کر مسکراتے ہوئے کہا۔

”راجہ نواز اصغر“

”انسپکٹر پاؤل۔ میں نے بھی اس کی جانب دیکھتے ہوئے کہا اور انسپکٹر پاؤل نے معانقے کے لیے ہاتھ آگے بڑھادیا۔“ میں نے کسی قدر متحیرانہ انداز میں اس کی شکل دیکھی اور پھر آہستہ سے بولا۔

”کیا ہمارے درمیان مصافحہ کرنے کی گنجائش ہے انسپکٹر پاؤل۔ میرے اس سوال پر انسپکٹر پاؤل کے چہرے پر پھیلی ہوئی مسکراہٹ کچھ اور گہری ہوگئی۔ اس نے مجھے دیکھتے ہوئے کہا۔“

”ہاں کیوں نہیں راجہ نواز اصغر، اتفاق ہے کہ ہمارے اور تمہارے درمیان اس ملاقات میں مصافحہ کرنے کی گنجائش ہے۔“

”لیکن انسپکٹر پاول بدقسمتی سے میرا تعلق ایک ایسے ملک سے ہے، جہاں مصافحہ بہت بڑی حیثیت رکھتا ہے ہم صرف دوستوں سے ہاتھ ملاتے ہیں اور جب ہاتھ ملالیتے ہیں تو پھر خواہ مخواہ ہمارے اوپر کچھ فرائض عائد ہوجاتے ہیں۔ میں نہیں سمجھ سکتا کہ آپ اتنے دُور دراز کا سفر کرکے مجھ تک پہنچے ہیں اور آپ کو میری وجہ سے یہاں تک زحمت کرنا پڑی ہے تو اس کے بعد ہمارے درمیان کوئی دوستانہ اور خوشگوار گفتگو ہو سکتی ہے۔“

”بڑی دلچسپ بات ہے راجہ نواز اصغر کہ ہماری اس ملاقات میں ہمارے درمیان دوستی کی گنجائش ہے۔ انسپکٹر پاؤل نے کہا۔

”بھئی یہ تو اور بھی دلچسپ بات ہے کہ تم دونوں نے ہی مجھے نظرانداز کردیا ہے۔ انسپکٹر پاؤل تم نے مجھے یہ نہیں بتایا تھا کہ تم راجہ نواز اصغر سے اتنی واقفیت رکھتے ہو، بلکہ سچی بات تو یہ ہے کہ میں نے تمہاری ہی زبانی نواز اصغر کا پورا نام بھی سُنا ہے۔ تم دونوں میں کہاں سے شناسائی ہے۔“

انسپکٹر پنیٹر کی یہ بات سُن کر مجھے قدرے حیرت ہوئی تھی۔ تب پاؤل نے میرے شانے پہ ہاتھ رکھ کر کہا۔

”آؤ سکون سے بیٹھ کر گفتگو کریں گے۔“

ٹھہرو میں دروازہ بند کیے لیتا ہوں۔ اس نے خود ہی مڑ کر دروازہ بند کیا۔ میں نے اپنے آپ پر مکمل طور پر قابو پالیا تھا اور میں سوچ رہا تھا کہ حالات دیکھیے اب کونسا رخ اختیار کرتے ہیں۔

ہم تینوں فلیٹ کے ڈرائنگ روم میں پہنچ گئے اور انسپکٹر پاؤل اطمینان سے صوفے پر دراز ہوگیا میرے لیے اس کا یہ اطمینان انتہائی حیرت انگیز تھا۔ کم ازکم انسپکٹر پاؤل یہ بات جانتا تھا کہ میں جیل سے بھاگا ہوا ایک قیدی ہوں اور اس کے علاوہ قاتل بھی ہوں۔ کیا وہ مجھ سے خوفزدہ نہیں ہے، یا پھر اس نے فلیٹ کے اطراف میں اتنا معقول بندوبست کر رکھا ہے کہ اسے میرے فرار کا خدشہ نہیں ہے۔ بہر طور میں خود بھی اس کے سامنے صوفے پر بیٹھ گیا تھا۔ تب پنیٹر نے کہا۔

”ہاں اب تم لوگ اپنے درمیان واقفیت کا ذریعہ بتاؤ، کہاں تمہاری ملاقات ہوئی تھی، اس کے بعد بقیہ گفتگو کا آغاز ہوگا۔“

”انسپکٹر یوں سمجھ لو، راجہ نواز اصغر سے میرے دیرینہ تعلقات ہیں۔ ان کی وجہ سے مجھے ایک اتنا بڑا فائدہ حاصل ہوچکا ہے کہ میں کبھی اُسے نظرانداز نہیں کرسکتا، لیکن ہم دونوں ہی کی بدنصیبی ہے کہ بہترین تعلقات ہونے کے باوجود کچھ ایسے نازک مراحل آئے کہ ہم دونوں کو ایک دوسرے کے سامنے صف آرا ہونا پڑا۔

”کیا مطلب۔ کیا تمہارے درمیان دشمنی موجود ہے۔“

”دشمنی تو نہیں، بس یوں سمجھو کہ فرض اور دوستی کا ٹکراؤ ہوگیا اور بہر طور فرض کو دوستی پر غالب آنا ہی تھا لیکن دل

نے کبھی یہ بات تسلیم نہیں کی کہ راجہ نواز افسر مجرم ہو سکتا ہے اور اس بات کو تم سے بہتر اور کوئی نہیں جان سکتا پنیٹر کہ جب پولیس کسی سے دوستی ہے تو اس کی دوستی میں کوئی شبہ نہیں ہوتا، لیکن بدنصیبی سے ثبوت اگر اپنے دوست کے خلاف ہی مہیا ہو جائیں تو پھر دوستی کو بالائے طاق رکھنا پڑتا ہے۔“

”مگر راجہ نواز اصغر۔“

”نواز اصغر کی کہانی اگر تم انہی کی زبانی سُن لو تو بہتر ہے۔“

”انسپکٹر پاؤل مجھے کہانیاں سنانے سے کوئی دلچسپی نہیں ہے میں صرف یہ معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ آپ میری بو سونگھتے ہوئے یہاں تک کس طرح پہنچے اور باہر کتنی پولیس موجود ہے۔“

”ارے نہیں بھئی، اگر کوئی ایسا معاملہ ہے بھی تو راجہ نواز اصغر اس وقت تم یہ سمجھ لو کہ ہم دوستوں کی طرح تمہارے پاس آئے ہیں، البتہ اگر انسپکٹر پاؤل کے سینے میں کوئی دوسرا جذبہ پنہاں ہے تو میں اس کے بارے میں کچھ نہیں کہہ سکتا لیکن اپنے بارے میں، میں تمہیں یقین دلاتا ہوں کہ میں نہایت خلوص سے یہاں آیا ہوں اور میرے وہم و گمان میں بھی یہ بات نہیں تھی کہ تم لوگ ایک دوسرے کے شناسا نکل سکتے ہو۔ البتہ اب مجھے شبہات ہو رہے ہیں، جس وقت میں نے پاؤل کے سامنے تمہارا نام لیا تھا تو ایک لمحے کے لیے یہ چونک پڑے تھے اور اس کے بعد انہوں نے خود کو پُرسکون کر لیا تھا، اور تم سے ملنے کی خواہش کا اظہار کیا تھا۔“

”تعجب کی بات ہے، بہر حال یہ بات آپ کہہ رہے ہیں انسپکٹر پنیٹر، اس لیے میں اس بات پر یقین ضرور کر لوں گا میرا خیال ہے میری کہانی اگر انسپکٹر پاؤل خود دہرانا چاہیں تو آپ کو بھی اس بارے میں بتا دیں۔ اور اگر نہیں تو میں بھی ان فضولیات میں وقت ضائع کرنا پسند نہیں کرتا۔ البتہ مسٹر پاؤل سے میں کچھ ذاتی گفتگو بھی کرنا چاہتا ہوں۔

”کہانی سننے کے بعد۔ پاؤل نے ہاتھ اُٹھا کر کہا۔ پھر بولا۔“ تمہیں معلوم ہے مسٹر پنیٹر، کہ میں نے ایک ایسے گروہ کا خاتمہ کیا تھا، جو منشیات کی تجارت کے سلسلے میں بڑے زبردست پیمانے پر کام کر رہا تھا۔ کیلی لاس کی پہاڑیوں میں تباہ ہونے والے منشیات کے ہیڈکوارٹرز کو تم نہیں بھول سکے ہو گے اس نے میری شہرت میں چار چاند لگا دیے تھے، اور میں آج بھی اس بات کا اعتراف کرتا ہوں کہ اگر راجہ نواز اصغر اس کی۔ نشان دہی نہ کرتے اور میری مدد نہ کرتے، تو کیلی لاس میں منشیات کے اس بین الاقوامی تجارتی مرکز جس کا سربراہ ترلوکا ناجی ایک ہندو سادھو تھا، جس نے ہرے کرشنا ہرے راما تحریک کی آڑ میں یہ کاروبار شروع کر رکھا تھا اور بڑے خوفناک جال پھیلا رکھے تھے، بدقسمتی سے ترلوکا ہمارے ہاتھ سے نکل گیا البتہ ہم اس کا اڈہ تباہ کرنے میں کامیاب ہو گئے تھے، لیکن اس کے بعد کچھ ایسے بدترین واقعات پیش آئے، جن پر مجھے آج بھی دلی افسوس ہے۔

راجہ نواز اصغر کی بیوی میڈم زیبی کو اغوا کر لیا گیا، حالانکہ راجہ نواز اصغر اس وقت نیویارک میں ایک معزز انسان کی حیثیت سے زندگی گزار رہے تھے۔ میں آپ کو یقین دلاتا ہوں مسٹر نواز کو میں نے آپ کے خلاف کارروائی کر کے کبھی خود کو مطمئن اور خوش نہیں محسوس کیا اور اس دوران میں مسلسل آپ کے بارے میں جہاں سے بھی حاصل ہو سکیں معلومات حاصل کرتا رہا ہوں۔ میری بدقسمتی ہے کہ ایسے بدترین حالات میں میرا آپ کا واسطہ پڑا، جن کے تحت ہم دونوں ایک دوسرے کو دشمن سمجھنے پر مجبور ہو گئے۔ انسپکٹر پنیٹر راجہ نواز اصغر کی بیوی کو اغوا کرنے والے گینگ تھے۔ میرا مطلب ہے اس گروہ کے افراد جو ناجائز منشیات کی تجارت کرتے ہیں، راجہ نواز اصغر نے ان میں سے دو افراد کو قتل کر دیا۔ یہ اپنی بیوی کی تلاش میں ذہنی طور پر مفلوج ہو گئے تھے اور تشدد پر اُتر آئے تھے۔

”ایک منٹ مسٹر پنیٹر۔ میں نے اپنی زندگی میں بہت کچھ کیا ہے۔ جس کی کہانی اگر انسپکٹر پاؤل کو معلوم ہو جائے تو یہ شاید اسے جھوٹ سمجھیں، اس پر یقین نہ کریں لیکن میں ایسے ثبوت مہیا کر سکتا ہوں، جو انہیں یقین دلانے پر مجبور ہوں گے۔ کیا آپ اس بات پر یقین کریں گے مسٹر پاؤل کہ سوئٹزرلینڈ کے بینکوں میں راجہ نواز اصغر کا اربوں روپیہ پڑا ہوا ہے۔

ہاں مسٹر پاؤل اگر آپ کو میری بات پر یقین نہ آئے تو ہمارے اور آپ کے درمیان اس وقت تک مفاہمت رہنی چاہیئے، جب تک آپ میرے بیانات کی تصدیق نہ کر لیں۔ یہ اربوں روپیہ بلکہ اس سے بھی کچھ زیادہ میری اپنی ملکیت ہے، لیکن یہ اس دور کی یادگار ہے، جب میں خود بھی منشیات کا اسمگلر تھا اور منشیات کی دنیا میں میرا نام دہشت کی علامت سمجھا جاتا تھا، یہ روپیہ اس دور کا کمایا ہوا ہے، ترلوکا کے گروہ سے میرا کوئی واسطہ نہیں تھا۔ بلکہ ہم دونوں اتفاقیہ طور پر ہی سامنے آ گئے تھے، مذہباً میں مسلمان ہوں اور تعلق میرا سرزمین پنجاب سے ہے۔ جہاں پاکستان کی زمین پر بسنے والے جیالوں کا ایک نمایاں مقام ہے۔ ہم لوگوں نے ہر طرح اپنی سرزمین کا

نام اونچا رکھا ہے، لیکن خوبصورت گلاب کی شاخوں میں کانٹے بھی اُگ آتے ہیں۔ میں ایسا ہی ایک کانٹا تھا، جسے حالات نے برائیوں کے راستوں پر لا ڈالا۔ لیکن جب ترلوکا نے میرے دین کی توہین کی، تو میرے اندر کا وہ سویا ہوا نواز جاگ اُٹھا، جس نے مولویوں سے واعظ سنا تھا اور جس کے سینے میں خدا زندہ تھا۔ میں نے صرف دین کے نام پر ترلوکا کی تباہی کا بیڑہ اٹھایا اور پھر اُسے تباہ کر دیا، جس کے نتیجے میں کیلی لاس کی پہاڑیوں میں آباد ترلوکا کی جنت اجڑ گئی۔

زیبی میری بیوی تھی۔ میری زندگی کا سب سے سنہرا ورق جسے میں نے مذہب کے نام پر اپنایا تھا۔ میں نے اور زیبی نے دن رات محنت و مشقت کر کے حلال کا رزق کمایا۔ اور اس کے بعد ہم نے اپنی تعبیر کے لیے نیویارک میں اپنے کاروبار کا آغاز کر دیا۔ اگر ہم چاہتے تو جو رقم ہمارے پاس تھی اور ہے اسے استعمال کر کے امریکہ کے متمول ترین لوگوں میں شمار ہونے لگتے لیکن جب ہمارے سینوں میں جذبہ انسانیت جاگا تو ہم نے اس ناجائز رقم کو خیرباد کہہ دیا اور اس پر لعنت بھیج دی، تو مسٹر پاؤل آپ اندازہ لگا سکتے ہیں اس نیک جذبے کا، جو میرے سینے میں موجزن تھا۔ میں نے جتنے عرصے بھی یہاں کاروبار کیا اور جب میں نے اپنی زندگی کا رخ بدلا، تو حکومت امریکہ کو اس جگہ کو جہاں ہم رہتے تھے، کسی بھی شکایت کا موقع نہیں دیا۔ اور اگر ہماری زندگی یونہی اس پُرسکون انداز میں چلتی رہتی، تو ہم اپنے آپ کو تا زندگی ایک معزز اور پُرامن شہری ثابت کرنے میں مکمل طور پر کامیاب ہو جاتے، لیکن حالات ہمارے ساتھ نہیں تھے۔ زیبی کو اغوا کر کے ان لوگوں نے سوئے ہوئے راجہ نواز اصغر کو جگا دیا، جو اپنی زندگی کے راستے بدل چکا تھا اور اس کے بعد کے حالات آپ کے علم میں ہیں۔ آپ مجھے بتائیے کہ ایک ایسا انسان جو اپنے وطن کی سرزمین چھوڑ چکا ہو، جو اپنے سینے میں صرف محبت اور انسانیت کے جذبے زندہ رکھے ہوئے ہو، اگر چھیڑا جائے تو کیا بن سکتا ہے۔ مسٹر پاؤل میں اب بھی آپ سے یہی کہتا ہوں کہ ان دو افراد کو میں نے قتل نہیں کیا تھا بلکہ یہ کارستانی میرے انہی دشمنوں کی تھی جو مجھے ایک بار پھر گھسیٹ کر انہی راستوں پر لانا چاہتے تھے اور میں آپ سے یہ کہنے میں عار محسوس نہیں کرتا کہ اس کے پیچھے ترلوکا کا ہی ہاتھ ہے، جسے آپ گرفتار نہیں کر سکے۔ میں نے اپنی زندگی کے اس نئے دور میں داخل ہونے کے بعد پوری طرح چھان بین کی ہے اور یقینی طور پر کچھ ایسی معلومات حاصل کرنے میں کامیاب ہو گیا ہوں، جن کے نتیجے میں۔ میں اس جگہ موجود ہوں۔

انسپکٹر پاؤل اور پنیٹر غور سے میری باتیں سن رہے تھے۔ جب میں چند لمحات کے لیے خاموش ہوا تو انسپکٹر پاؤل نے تعجب خیز لہجے میں پوچھا۔

”سوئٹزرلینڈ کے بینکوں میں راجہ نواز اصغر کا اربوں روپیہ موجود ہے۔

”ہاں، یہ میری تمام تر گفتگو پر یقین کرنے کے لیے ایک شرط ہے، اگر یہ ثابت ہو جائے تو آپ میری سچائی پر یقین کر لیں۔ ورنہ اس کے بعد یوں سمجھیں کہ میں نا صرف آپ سے بلکہ آپ کی حکومت سے بھی فراڈ کر رہا ہوں اور میرا مقصد کچھ اور ہی ہے۔

انسپکٹر پاؤل چٹکی سے پیشانی مسلنے لگا تھا پھر اس نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

”کیا گرینی باؤچ کو آپ نے ہی قتل کیا تھا۔؟“ مسٹر نواز

”ہاں۔ یہ وہی لڑکی تھی جس نے میرے خلاف جھوٹا بیان دے کر میرے لیے موت کی سزا تجویز کروائی تھی، چنانچہ یہی سزا میں نے اس کے لیے تجویز کی اور وہاں آپ کے لیے پیغام چھوڑ دیا۔

”ہاں تمہارا وہ پیغام مجھے مل گیا تھا، لوگ مجھ سے پوچھتے رہے کہ میں اس بارے میں کیا جانتا ہوں، لیکن میں نے زبان بند رکھی اور تمہارا نام نہیں لیا۔

”میں اس سلسلے میں شکریے کے علاوہ اور کیا کہہ سکتا ہوں مسٹر پاؤل۔“

”بہر طور راجہ نواز اصغر تم یقین کرو کہ ایک انسان کی حیثیت سے میری تمام ہمدردیاں تمہارے ساتھ ہیں اور مجھے اس بات پر خوشی ہے کہ میں یہاں تمہاری گرفتاریوں کا ناگوار فریضہ انجام دینے کے لیے نہیں آیا ہوں۔ بلکہ یہ صرف اتفاق ہے کہ مسٹر پنیٹر سے دوران گفتگو تمہارا ذکر نکل آیا۔ خاص طور سے مارکوس ٹریڈرز کے مسئلے پر مسٹر پنیٹر نے تمہارا ذکر کیا تھا۔ تمہارا نام سُن کر میں چونکا۔ اور میں نے انسپکٹر پنیٹر کو کچھ نہ بتاتے ہوئے اس بات کی خواہش ظاہر کی کہ میری ملاقات تم سے کرا دی جائے۔

”لیکن کیا آپ کی یہاں آمد میری تلاش کے سلسلے میں نہیں ہے۔“

”نہیں۔ میں یہاں کسی اور مقصد سے آیا ہوں۔“

"اوہ" میں نے ایک گہری سانس لی، پھر میں نے مسکرا کر کہا۔" لیکن میرے مل جانے کے بعد کیا اپنے فرض کے سلسلے میں کوتاہی کریں گے آپ۔؟"

پاؤل کچھ دیر سوچتا رہا پھر بولا" یہ درست ہے کہ مجھے اپنے فرض کے سلسلے میں کوتاہی نہیں برتنی چاہیئے یہ اپنے پیشے سے غداری ہے۔ لیکن ہم لوگوں کے بھی کچھ اصول ہوتے ہیں، میں اس وقت یہاں جس مقصد کی تکمیل کے لیے آیا ہوں صرف وہی انجام دوں گا۔ ویسے کچھ سوالات میرے ذہن میں اور تشنہ ہیں مسٹر انور۔"

"فرمائیے مسٹر پاؤل"۔ میں نے احترام سے کہا۔

"آپ لاس اینجلس کس طرح پہنچے اور وہ خصوصی اجازت نامہ آپ نے کہاں سے حاصل کیا۔ جس کے تحت لاس اینجلس کی انتظامیہ آپ سے تعاون کرنے پر مجبور ہو گئی۔!"

"نیویارک ہی میں میرے ایک کرم فرمانے مجھے یہ مراعات دلوائی تھیں، دراصل اس بات کا مجھے علم ہو گیا تھا مسٹر پاؤل کہ ترلوکا کے ہرکارے زبردست پوزیشن رکھتے ہیں اور امریکہ کے مختلف علاقوں میں وہ اس کے کاروبار کی نگرانی کرتے ہیں مجھے یہ بھی علم ہو چکا تھا کہ ترلوکا کے اس گروپ میں شامل لوگوں کے سر گنجے ہوتے ہیں اور یہ ان کی شناخت ہے۔ چونکہ زیبی کے اغوا کے سلسلے میں ایسے ہی گنجے سر والوں کی نشان دہی کی گئی ہے۔ میں نے کڑیاں ملائیں تو فوراً ہی ترلوکا میرے ذہن میں آگیا۔ یہاں آکر میں نے مسٹر پنیٹر سے اسی وجہ سے تعاون کیا کہ اس طرح میں مقامی سربراہ تک پہنچ سکوں۔

"کیا آپ مقامی سربراہ کے بارے میں کچھ معلومات کر چکے ہیں۔ پاؤل نے پوچھا۔؟"

"ہاں میرے علم میں مسٹر وکٹر ویلبی کا نام آیا ہے اور اس بات کے شواہد مل چکے ہیں کہ ویلبی ترلوکا کا ہی ہرکارہ ہے جو یہاں بہترین اختیارات رکھتا ہے اور جس کے تحت یہ سارے کام ہو رہے ہیں۔ یقینی طور پر ان علاقوں میں مسٹر ویلبی کا ہی عمل دخل ہے اور وہی زیبی کے اغوا کا باعث بنا ہے، چونکہ نیویارک میں جو شخص ان لوگوں کے انچارج کی حیثیت کے طور پر کام کرتا تھا وہ مارا جا چکا ہے۔

"وہ کون تھا۔" انسپکٹر پاؤل نے پوچھا۔ لیکن اسی وقت پنیٹر نے درمیان میں دخل دیتے ہوئے کہا۔ یہ تمام باتیں تم لوگ بعد میں بھی کر سکتے ہو۔ میں تو اس بات پر شدید حیران ہوں کہ راجہ نواز اصغر اتنی بڑی حیثیت کے مالک نکلے پاؤل مسکرانے لگا تھا، پھر اس نے کہا۔

"راجہ نواز" آپ کی محبت اور دوستی حاصل کرنے کے لیے فی الحال میں آپ کو یہ بتا دینا ضروری سمجھتا ہوں کہ میں آپ کی گرفتاری کا وارنٹ لے کر نہیں آیا اور نہ ہی اس سلسلے میں آپ سے کوئی تعرض کروں گا۔ ہاں اگر حکومت نے یہ اختیارات مجھے سونپے اور اس کی ضرورت محسوس ہوئی تو ممکن ہے کسی مرحلے پر مجھے یہ ناگوار فریضہ انجام دینا پڑے فی الحال ہم لوگ صرف ایک دوست کی حیثیت سے ایک دوسرے کے آمنے سامنے بیٹھے ہوئے ہیں۔

میں نے سکون کی گہری سانس لی، انسپکٹر پاؤل اس سلسلے میں جو کچھ بھی کہہ رہا تھا۔ کم از کم غلط نہیں کہہ رہا تھا۔ میں فوری طور پر ان لوگوں کے جال میں نہیں پھنسنا چاہتا تھا۔ ہاں اگر زیبی کے بارے میں کوئی معلومات حاصل ہو جاتیں اور مجھے اپنی گرفتاری کے بعد پولیس کی مدد حاصل ہو سکتی تو میں انسپکٹر پاؤل کو اپنی گرفتاری ضرور پیش کر دیتا۔ بہرصورت اس وقت تقدیر نے مجھے یہ موقع فراہم کیا تھا۔ میں نے چند لمحات سوچنے کے بعد انسپکٹر پاؤل سے کہا۔

"انسپکٹر پاؤل، آپ یہاں کس سلسلے میں تشریف لائے ہیں؟"

"میں منشیات کی روک تھام کے لیے اور ان گروہوں کا خاتمہ کرنے کے لیے یہاں بھیجا گیا ہوں، نیویارک کے ایک بہت بڑے شخص کی بیٹی منشیات فروخت کرنے والوں کے ہاتھوں موت کے گھاٹ اتر چکی ہے، مجھے بھی کچھ کڑیاں ملی تھیں، جن سے یہ پتا چلا کہ لاس اینجلس میں ایک ایسا شخص موجود ہے جو منشیات سپلائی کرنے والے اس گروہ کو کنٹرول کرتا ہے، جو نیویارک تک پھیلا ہوا ہے۔ لیکن اب یہ محسوس ہوتا ہے کہ یہ گروہ تو بہت وسیع ہے اور اس کا دائرہ کار بہت دور تک مصروف عمل ہے۔ مسٹر پنیٹر سے میری ملاقات اس سلسلے میں ہوئی تھی۔ وہ شخص کہاں ہے، یہ بات تو مجھے پتا نہیں چل سکی، لیکن اس کا کام بڑی خوش اسلوبی سے انجام دیا جا رہا ہے۔ امریکہ کے معزز ترین لوگ اس کے ساتھیوں میں شامل ہیں، مسٹر پنیٹر تم وکٹر ویلبی کو تو اچھی طرح جانتے ہو گے۔

"کیوں نہیں۔ بڑا مضبوط خول رکھتا ہے یہ شخص بھی تاہم جرائم پیشہ افراد اپنے گرد کتنا ہی خول چڑھا لیں پولیس آہستہ آہستہ یہ تمام خول توڑ دیتی ہے۔

"ہوں تو نواز اصغر یہ ہے میری آمد کی وجہ اور یہ ہے اتفاقیہ ملاقات کا مقصد، ویسے آپ اس سلسلے میں جو کارروائی کر رہے ہیں، وہ میرا خیال ہے کسی بھی طور پولیس کی کارروائی

سے کم نہیں ہے بلکہ انسپکٹر پنیٹر کا کہنا تو یہ ہے کہ آپ بہت تیزی سے عمل کر رہے ہیں اور اس سلسلے میں خاصی معلومات حاصل کر رہے ہیں چنانچہ میں فوری طور پر آپ کو اپنے تعاون کا یقین دلاتا ہوں۔

اب میں نے اٹھ کر انسپکٹر پاؤل سے مصافحہ کیا تھا، پھر میں نے کہا۔

"انسپکٹر پاؤل ہم لوگوں کے پیش نگاہ ایک ہی مقصد ہے یعنی ان لوگوں کی بیخ کنی کرنا۔ میں زیبی کا حصول چاہتا ہوں لیکن اس کے ساتھ ساتھ ہی ترلوکا کا خاتمہ بھی، جس نے میری پرسکون زندگی کو تہہ و بالا کر دیا۔ اور میں یہ بھی فیصلہ کر چکا ہوں انسپکٹر پاؤل کہ اگر زیبی کو کوئی نقصان پہنچا تو میں ان میں سے ہر شخص کو چن چن کر قتل کر دوں گا، پولیس کو ثبوت اور شواہد کی ضرورت ہوتی ہے، لیکن مجھے ان تمام چیزوں کی ضرورت نہیں۔

"لیکن اس کوشش میں کچھ ایسے لوگ بھی آپ کے ہاتھوں مارے جا سکتے ہیں مسٹر نواز جن کی موت مناسب نہ ہو۔"

"ہاں اس بات کے امکانات ہیں۔ لیکن میں آپ سے وعدہ کرتا ہوں کہ کسی کے خلاف مکمل معلومات حاصل کیے بغیر اسے ہلاک نہیں کروں گا۔

انسپکٹر پاؤل اور پنیٹر کے ہونٹ سکڑ گئے تھے پھر انسپکٹر پاؤل نے اٹھتے ہوئے کہا۔

"ٹھیک ہے راجہ نواز اصغر بہرطور جہاں آپ کو ہماری مدد کی ضرورت ہو، وہاں آپ ہمیں نظر انداز نہ کریں۔

"شکریہ مسٹر پاؤل بے حد شکریہ۔ میں نے کہا۔ انسپکٹر پاؤل کی شخصیت کے اس رخ پر مجھے بے حد حیرت ہوئی تھی اس نے بڑی فراخدلی کا ثبوت دیا تھا اور میں یہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ انسپکٹر پاؤل مجھ پر قابو پانے کے بعد اس طرح نظر انداز کر دے گا۔ ممکن ہے اس کے ذہن میں کوئی گہرا منصوبہ ہو۔ بہر حال میں نے ان خیالات کو ذہن سے جھٹک دیا اور اب میں نے سوچ لیا تھا کہ جیسا کہ پاؤل نے کہا ہے کہ وہ منشیات کے سلسلے میں کام کر رہا ہے اور اس کے لیے میرا تعاون چاہتا ہے، وہاں تک تو میں اس سے تعاون کروں گا اور جہاں مجھے اس کے ارادے میں کوئی کھوٹ محسوس ہوا، میں اس سے راہ فرار اختیار کر لوں گا۔ ظاہر ہے میں اب اپنی پرانی زندگی میں داخل ہو گیا تھا۔ تو ان لوگوں کے لیے تر نوالہ تر بھی نہیں تھا اور اپنے بچاؤ کے لیے بہت کچھ کر سکتا تھا۔ لیکن اب صورت حال مختلف ہو گئی تھی میرے ذہن میں کم از کم یہ احساس تھا کہ میں کام کرنے کے لیے آزاد ہوں بہرطور اب زیادہ دلجمعی سے اپنا کام انجام دے سکتا تھا۔ ان دونوں کے جانے کے بعد میں نے ذہن دوڑانا شروع کر دیا بلجیم کا وہ جہاز جس کا نام ویکونا تھا میرے ذہن میں تھا اور میں جاننا چاہتا تھا کہ ویکونا سے کس قسم کی کارروائیاں ہو رہی ہیں مسٹر وکٹر ویلبی کے بارے میں مفصل تفصیلات تو بعد میں معلوم کی جا سکتی تھیں پہلے میں اپنے طور پر اطراف کی خبر لے لینا چاہتا تھا اور اس کے لیے میں نے دوسرے دن بندرگاہ کا انتخاب کیا بندرگاہ بے حد شاندار تھی غیر ملکی سیاحوں کی کثرت نظر آتی تھی اور بے شمار سیاح ارد گرد کے مناظر سے محظوظ ہونے کے لیے یہاں موجود ہوتے تھے لیکن اس وقت یہاں میری موجودگی کا سبب کچھ اور تھا اور میں دوربین آنکھوں سے لگائے اس بحری جہاز کو دیکھ رہا تھا جو بندرگاہ میں تھوڑے فاصلے پر کھلے سمندر میں کھڑا تھا اس پر بلجیم کا جھنڈا لہرا رہا تھا۔ بہرطور یہ جہاز ہی میری توجہ کا مرکز تھا اور میں اس کے بارے میں یہ جاننا چاہتا تھا کہ یہ قصہ کیا ہے یہاں چونکہ دوسرے سیاح بھی میری ہی طرح سمندر کا نظارہ کرنے میں مصروف تھے اس لیے کسی نے میری جانب کوئی خاص توجہ نہ دی جہاز کا اچھی طرح جائزہ لینے کے بعد میں نیچے اترا اور ایک ریسٹورنٹ میں کھانا کھانے چلا گیا۔ ابھی تک میری شخصیت کسی خاص شبے سے بالاتر تھی، یہاں جو کچھ میں کر چکا تھا اس کے بظاہر خاص نتائج، میرے سامنے نہیں آئے تھے میں جانتا تھا کہ مجھ پر مکمل نگرانی رکھی جا رہی ہے لیکن میری اصل حیثیت ان لوگوں کے وہم و گمان میں بھی نہ ہو گی ہاں جو کچھ میں کر چکا ہوں اس کے تحت مجھے خطرناک ترین انسان قرار دے دیا۔ گیا ہو گا۔۔

دوپہر کا کھانا کھاتے ہوئے میں نے سوچا کہ اب مجھے کیا کرنا چاہیئے تب میرے ذہن میں ٹریسا اور سوئیٹا کا خیال آیا، یہ دونوں کیا کہہ رہی ہیں میں نے سوچا کہ میں ان سے ملاقات کروں اور تھوڑی دیر کے بعد میں پنیٹر کی فراہم کردہ کار میں ہوٹل پام گرو کی جانب چل پڑا۔

ٹریسا اور سوئیٹا اپنے کمرے میں موجود تھیں مجھ سے مل کر دونوں ہی مسرت سے کھل اٹھیں۔ میں نے بھی مسکراتے ہوئے ان کا خیر مقدم کیا تھا۔

"ہیلو ٹریسا۔ ہیلو سوئیٹا۔ کیسے حال ہیں تم دونوں کے۔"

"ٹھیک ہیں۔ آپ سنائیے مسٹر نواز۔"

"میں بھی ٹھیک ہوں۔"

„کیا اس سلسلے میں مزید کوئی کارروائی عمل میں آئی ہم تو بس آپ کا انتظار کرتے رہتے ہیں چونکہ آپ کے بغیر ہمیں مزہ ہی نہیں آتا۔

„میں اس کے لیے شکر گزار ہوں ویسے تم لوگوں نے جس ذہانت کا ثبوت دے کر میرے ساتھ تعاون کیا ہے میں اسے فراموش نہیں کر سکتا۔

„بہت بہت شکریہ” ہم چاہتے ہیں کہ آپ ہمارے سپرد کوئی نئی ذمہ داری کر دیں۔

„ممکن ہے بہت جلد میں تمہیں اس سلسلے میں کچھ اور تفصیلات بتاؤں۔

„مارکوس ٹریڈرز پر سُنا ہے چھاپہ پڑا ہے۔

„ہاں چھاپہ پڑا تھا لیکن اس کے خلاف کوئی موثر کارروائی نہیں ہو سکی۔

„کیوں۔؟”

„اس لیے کہ وہ ایسے صاحب اختیار لوگوں کے زیر اثر ہے کہ اس کے خلاف کوئی بڑی کارروائی کی بھی نہیں جا سکتی”

„یہ تو بہت افسوس ناک خبر ہے”

„ہاں اس میں کوئی شک نہیں ہے لیکن بہر طور یہ سب کچھ ہے۔ میں نے مسکراتے ہوئے کہا”

„تو پھر آپ اس سلسلے میں کیا کر رہے ہیں”

„جو کچھ کر سکتا ہوں ضرور کر رہا ہوں۔ میں نے ان دونوں کو اپنے بارے میں کچھ بتانا غیر مناسب سمجھا ظاہر ہے انہیں نہ صرف مسٹر ہاؤل سے دلچسپی ہو سکتی تھی اور نہ پینٹر سے اور نہ میرے معمولات سے وہ تو مجھے جس حیثیت سے جانتی تھیں بس اسی حیثیت سے ان کا جاننا مناسب تھا۔

تھوڑی دیر تک میں ان کے ساتھ رہا اور اس کے بعد وہاں سے چل پڑا۔ خیال یہ تھا کہ اگر صورتحال بہتر ہو تو ایک بار گرین ہاؤچ سے ملاقات کی جائے اور اس سے پوچھا جائے کہ اس کے اپنے حالات کیسے ہیں مائیکل کے بارے میں جاننا بھی ضروری تھا تھوڑی دیر تک مختلف سڑکوں پر چکر لگاتا رہا اپنی کار میں سفر کرتا رہا اور یہ اندازہ لگانے کی کوشش کرتا رہا کہ میرا تعاقب تو نہیں کیا جا رہا۔ کیونکہ گرین ہاؤچ کی زندگی میری زندگی سے بھی زیادہ قیمتی تھی وہ بے چاری جن حالات کا شکار ہوئی تھی اس کے تحت مجھے اس سے ہمدردی بھی ہو گئی تھی۔

پھر جب مجھے یقین ہو گیا کہ میرا تعاقب نہیں کیا جا رہا ہے تو بھی میں نے احتیاط مناسب سمجھی اپنی کار روک کر میں ایک ریستوران میں داخل ہوا اور اس کے عقبی حصے سے نکل کر پیچھے کی گلی میں آ گیا۔ اس ریستوران کو میں پہلے بھی اپنے لیے استعمال کر چکا تھا اس لیے اس کی جائے وقوع کے بارے میں مجھے تمام تفصیلات معلوم تھی میں عقبی گلی سے نکل کر سڑک پر پہنچا اور پھر وہاں سے ایک ایسی ٹیکسی روکی جس میں کچھ سواریاں ابھی ابھی نیچے اتری تھیں اس کا مقصد یہ تھا کہ یہ ٹیکسی مشکوک نہیں ہو سکتی اس میں بیٹھ کر میں گرین ہاؤچ کے اس فلیٹ کی جانب چل پڑا جہاں وہ اپنے بھائی مائیکل ہاوچ کے ساتھ مقیم تھی جب میں گرین ہاؤچ کے فلیٹ پر پہنچا اور میں نے بیل بجائی تو چند لمحات کے لیے اندر بالکل خاموشی سی طاری رہی پھر آئی ہول سے باہر جھانکا گیا اور مجھے پہچان کر فوراً ہی دروازہ کھول دیا گیا۔ گرین ہاوچ کے ہاتھ میں پستول میں دیکھ چکا تھا میں نے مسکراتے ہوئے اس سے رسمی کلمات ادا کیے اور اس نے آگے بڑھ کر دروازہ بند کر دیا۔

„میں تمہارے ہاتھوں میں پستول دیکھ چکا ہوں گرین اسے چھپانے کی کوشش بے سود ہے۔

„سوری ڈیئر۔ تم جانتے ہو کہ اب میرے لیے کتنا ضروری ہو گیا ہے”

„ہاں گرین تمہارے معاملات سے مجھے تشویش ہے”

„مائیکل کی حالت اب خاصی بہتر ہو گئی ہے آؤ اس سے ملو۔ گرین ہاؤچ نے کہا اور میں اس کے ساتھ اس کے کمرے میں داخل ہو گیا جہاں اس کا بھائی مائیکل بستر پر دراز تھا اس کی حالت کافی خراب تھی گرین ہاوچ کہنے لگی۔

„میں نے خود ہی اس کا علاج شروع کر دیا ہے کچھ ایسے انجکشن دیے ہیں اسے جس سے اس کی نشے کی طلب کم ہو گئی ہے تاہم تھوڑی تھوڑی سی نشہ آور ادویات میں اسے اب بھی دے رہی ہوں تاکہ اس کی زندگی برقرار رہے مائیکل ہاوچ اس وقت پوری طرح ہوش میں تھا اس کے چہرے پر شرمندگی کے آثار نظر آ رہے تھے پھر اس نے کہا”

„آپ مسٹر نواز ہیں”

„ہاں مائیکل۔ تمہاری کیسی طبیعت ہے۔؟

„میں ٹھیک ہوں آپ کا شکریہ ادا کرنا چاہتا ہوں”

„نہیں اس کی ضرورت نہیں ہے یہ انسانی ہمدردی بھی تھی اور میرا فرض بھی”

„میں راستے سے بھٹکا ہوا انسان ہوں جناب سمجھ میں نہیں آتا کس طرح اس کا سامنا کروں یہ جب بھی میرے سامنے آتی ہے میری نگاہیں شرم سے جھک جاتی ہیں۔

„کیا تمہیں معلوم ہے مائیکل ہاوچ کے گرین ہاوچ کو تمہاری وجہ سے کن کن مصیبتوں کا شکار ہونا پڑا۔

„یہ مجھے کچھ نہیں بتاتی میں اس سے پوچھ رہا ہوں لیکن یہ اپنے بارے میں مجھ سے کچھ نہیں کہتی”

„مجھ سے سنو تمہاری وجہ سے یہ ان لوگوں کی آلۂ کار بن گئی جو بدترین جرائم پیشہ افراد ہیں وہ اسے طرح طرح سے مجبور کرتے رہے یوں سمجھو کہ میری اور اس کی ملاقات بس دشمن کی طرح سے ہوئی تھی لیکن شکر ہے درمیان میں تم آ گئے اور ہمارے درمیان دشمنی کے تانے خود بخود ٹوٹ گئے۔

„آہ۔ کاش میں یہ سب کچھ نہ ہوتا”

„اب افسوس کرنے سے کچھ نہیں ہوگا مائیکل ہاوچ مسئلہ یہ ہے کہ تمہارے جیسے لاکھوں انسان ان کے چنگل میں دبے ہوئے سسک رہے ہیں اور گرین ہاوچ جیسی لاتعداد لڑکیاں ان کے پنجہ ستم کا شکار بنی ہوئی ہیں انہیں اس پنجہ ستم سے نکالنے کے لیے کیا بندوبست کیا جائے کیا تم اس کا کچھ حل بتا سکتے ہو۔؟

„میں ایک بے اوقات آدمی ہوں جناب بھلا میں کیا بتا سکتا ہوں البتہ ایک بات میں آپ کو ضرور بتا سکتا ہوں ممکن ہے آپ کے کام آ سکے۔

„ہاں۔ ہاں کہو”

„آپ یہ تو جانتے ہیں کہ میں صرف منشیات استعمال کرنے والا ایک شخص تھا ان کے لیے کام بس کرتا رہا ہوں یہاں سے مغربی سلسلے میں یعنی جس طرف سے ایک سڑک ہالی وڈ چلی جاتی ہے اگر داہنی جانب ایک غیر آباد سڑک پر چلے جائیے تو تھوڑی دُور چلنے کے بعد آپ کو ساحل مل جائے گا ساحل سے تھوڑے فاصلے پر ایک جزیرہ موجود ہے وہ جزیرہ ان لوگوں کا مرکز ہے اور وہاں سے یہ لوگ منشیات کی تجارت کے لیے موثر اقدامات کرتے ہیں اگر آپ اس کا جائزہ لے لیں تو ممکن ہے آپ کو کوئی کام کی بات معلوم ہو سکے۔ گرین ہاوچ غور سے یہ الفاظ سن رہی تھی اس نے متعجبانہ انداز میں کہا۔

„مجھے اس بارے میں کچھ نہیں معلوم تھا مسٹر انور”

„میں جانتا ہوں گرین وہ سب کو اپنی تمام باتیں تو نہیں بتاتے ہوں گے ممکن ہے مائیکل کو انہوں نے یہ سمجھا ہو کہ یہ تو بے کار سا آدمی ہے تھوڑے عرصے بعد مر جائے گا اس لیے انہوں نے اس سے یہ بات چھپانے کی ضرورت نہ محسوس کی ہو”

„یقیناً یہی بات ہے میں نے ان کے یہ الفاظ بھی سنے تھے۔ مائیکل نے جواب دیا”

„اب تمہارا کیا پروگرام ہے گرین ہاوچ۔؟

„دل چاہتا ہے یہاں سے نکل جاؤں کہیں اور چلی جاؤں کسی ایسی جگہ جہاں سے میں اپنے بھائی کو مکمل طور پر زندگی کی جانب واپس لے آؤں لیکن میں جانتی ہوں کہ وہ چپے چپے پر میری بو سونگھتے پھر رہے ہوں گے اس لیے مجبوری ہے تاہم میں اس کوشش میں مصروف ہوں کہ جب بھی مجھے موقعہ ملا یہاں سے نکل جاؤں گی۔

„خدا تمہیں تمہاری کوشش میں کامیاب کرے ویسے ذاتی طور پر میری امداد کی جس قدر بھی ضرورت ہو میں حاضر ہوں”

„آپ جو کچھ مجھے دے چکے ہیں وہ میرے لیے اتنا ہے کہ میں آپ کے احسان کے بوجھ سے سر نہیں اٹھا سکتی”

„نہیں گرین ہاؤچ۔ اس کے علاوہ۔ اس کے علاوہ بھی میں تمہارے لیے بہت کچھ کرنے کو تیار ہوں”

„اگر مجھے کبھی آپ کی ضرورت پیش آئی تو آپ کو ضرور تکلیف دوں گی۔ گرین ہاوچ نے آہستہ سے کہا”

„اور میں آپ کے لیے اپنی جان بھی دے سکتا ہوں مسٹر نواز میری زندگی بے مصرف ہے اس سے کہو کہ یہ اپنی زندگی بچانے کی کوشش کرے میں نہیں کہہ سکتا کہ میرا اندرونی نظام کس حد تک بگڑ چکا ہے۔ ممکن ہے میں زندہ نہ رہ سکوں۔

„میں تمہیں زندہ رکھوں گی مائیکل تمہارا علاوہ میرا اس دنیا میں ہے ہی کون۔؟

„تم دونوں ہی زندہ رہو گے بے فکر رہو مایوس کن خیالات کو ذہن و دل میں جگہ مت دو۔ میں نے انہیں تسلی دے کر کہا مائیکل ہاوچ سے جو کچھ ـــ معلوم ہوا تھا وہ میرے لیے قابل قدر تھا اور مجھے اس سلسلے میں فوری طور پر کوئی کارروائی کر لینا چاہیے تھا۔

چنانچہ ان لوگوں سے رخصت ہونے کے بعد میں اپنے فلیٹ پر واپس پہنچ گیا یہ فلیٹ میرے لیے واقعی ایک نعمت سے کم نہیں تھا یہاں سے میں اپنی تمام کارروائیاں کر سکتا تھا۔ چنانچہ سب سے پہلے میں نے اپنے چہرے پر ہلکا پھلکا سا میک اپ کیا اور تیار ہونے کے بعد وہاں سے نکل آیا میں نے اپنے ساتھ کچھ ایسا سامان بھی لے لیا تھا جس کے ذریعے میں اپنی اس کارروائی پر عمل کر سکتا تھا جو آج میرے ذہن میں تھی میری کار کا رخ اس سمت ہو گیا جدھر مائیکل ہاوچ نے مجھے اشارہ کیا تھا کار تیز رفتاری سے دوڑتی رہی میں اندازہ لگا رہا تھا کہ میرا تعاقب تو نہیں کیا گیا اس سلسلے میں ہر وقت ہی محتاط رہنا پڑتا تھا اور یہی احتیاط

میرے لیے کامیابی کی ضمانت تھی۔

پھر جب میں نے اس طرف سے اطمینان کر لیا تو میں شہر سے باہر نکل آیا۔ کافی فاصلے پر پہنچنے کے بعد داہنے ہاتھ پر ایک غیر آباد سی سڑک نظر آئی سنگِ میل پر میکلو لکھا ہوا تھا میں نے کار اس روڈ پر ڈال دی راستے میں مجھے ایک چھوٹا سا قصبہ نظر آیا اس سے کچھ آگے جاکر میں نے درختوں کے ایک جھنڈ میں کار روک دی اور پیدل چل پڑا کافی دور کا فاصلہ طے کرنے کے بعد مجھے ایک نہر نظر آئی جس کے پشتے پر پہنچ کر میں نے اِدھر اُدھر دیکھا۔

یہاں سے ایک میل کے فاصلے پر وہ چھوٹا سا جزیرہ نظر آ رہا تھا جس کا نام میکلو تھا اس جزیرے کے بارے میں مجھے مائیکل ہاورچ نے بتایا تھا واقعی جزیرہ کیا تھا انجینئروں نے سمندر میں مٹی ڈال کر ایک چھوٹا سا خطہ بنا لیا تھا یہاں کے بارے میں کوئی خاص اندازہ لگانا مشکل تھا بہر طور دور ہی سے وہاں پر وہ چھوٹی سی بندرگاہ بھی دیکھی جا سکتی تھی جس پر چھوٹی چھوٹی لانچیں لنگر انداز ہو سکتی تھیں بندرگاہ سے ہٹ کر باقی کا سارا علاقہ ویران پڑا ہوا تھا میکلو پر چھوٹے موٹے مکانات بھی بکھرے نظر آ رہے تھے۔

میں ان کے بارے میں اندازہ لگاتا رہا اگر اس تک پہنچنے کی کوشش کی جائے تو اس میں بہت زیادہ مشکل نہیں ہو گی۔ بہر طور اس وقت صرف اس کا جائزہ لینا مقصود تھا۔ چنانچہ میں اچھی طرح میکلو کا جائزہ لینے کے بعد واپس مڑا اور اپنی کار تک پہنچ گیا۔

لیکن دفعتاً میرے ذہن میں ایک خیال آیا کار اگر یہیں درختوں کے جھنڈ میں چھوڑ دی جائے تو میرے کام آ سکتی ہے۔ یہ بات میں نے اپنے منصوبے کے تحت سوچی تھی یہاں سے تھوڑے فاصلے پر پیدل چلنا پڑتا اور اس کے بعد مجھے ایک ایسی بس مل سکتی تھی جو مجھے شہر تک پہنچا دیتی۔ کار کو اسی جگہ چھوڑنا مناسب تھا کیونکہ کسی غیر مناسب وقت میں مجھے یہاں سے سواری ملنا ممکن نہیں ہوتا۔

تھوڑے فاصلے تک چلنے کے بعد مجھے وہ بس مل گئی اور اس میں بیٹھ کر میں شہر آ گیا پھر ایک ٹیکسی کر کے اپنے فلیٹ پر پہنچ گیا باقی وقت میں نے سکون سے فلیٹ ۔۔ ہی گذارا تھا شام کو ہلکا پھلکا سا ناشتہ کرنے کے بعد آرام کرنے لیٹ گیا اور پھر اس وقت اٹھا جب رات کے تقریباً پونے بارہ بج رہے تھے۔ میں نے اٹھ کر اپنا لباس پہنا مخصوص قسم کے ربر سول کے جوتے پہنے ریوالور جیب میں ڈالا اور فلیٹ سے باہر نکل آیا۔

میرا رخ اب بندرگاہ کی جانب تھا جہاں میں نے دیکونا کو دیکھا تھا۔ بندرگاہ کے مرکزی حصے میں پہنچا تو چاندنی چاروں طرف چھٹکی ہوئی تھی میں ایک جگہ رُک کر ادھر ادھر کا جائزہ لینے لگا پچاس گز پیچھے ایک تاریک سی عمارت نظر آ رہی تھی میں لوہی قدم اٹھاتا ہوا اس عمارت کی جانب چل پڑا۔ دفعتاً مجھے اس عمارت میں کچھ ہیولے سے نظر آئے تو میں چوکنا ہو گیا۔

میں نے دائیں طرف دیکھا تو ادھر سے بھی چند آدمی اپنی طرف بڑھتے ہوئے نظر آئے اور یہ اندازہ لگانے میں مجھے کوئی دقت نہ ہوئی کہ وہ مسلح تھے ابھی اتنا ہی جائزہ لے پایا تھا کہ ایک لمحے کے لیے چاند بادلوں میں چھپ گیا اور تاریکی چھا گئی اس موقع سے فائدہ اٹھا کر میں نے پھرتی سے اپنا ریوالور نکالا یہ اندازہ تو میں لگا ہی چکا تھا کہ مجھے چاروں طرف سے گھیرا جا رہا ہے بہر طور اس وقت انتہائی ہوشیاری سے کام کرنا مناسب تھا ان لوگوں کو میرے بارے میں شبہ ہو گیا تھا چنانچہ ریوالور ہاتھ میں نکال کر میں پھرتی سے ایک طرف دوڑ پڑا کچھ دور جاکر پیچھے نظر ڈالی تو تعاقب میں آنے والوں کو اپنے پیچھے دوڑتے ہوئے پایا ایک لمحے کے لیے میں ٹھٹکا تو مجھے دفعتاً پستول کے شعلے نظر آئے لیکن فائر کی آواز نہیں سنائی دی تھی اس کا مطلب تھا کہ ان کے پستولوں پر سائلنسر لگے ہوئے ہیں۔ میں فوراً زمین پر گر پڑا اور دو گولیاں میرے بالوں کو چھوتی ہوئی گزر گئیں۔ بہت معمولی سا فرق رہ گیا تھا ورنہ شاید میری کھوپڑی میں دو سوراخ ہو جاتے میں پھرتی سے اب ایک اور عمارت کے قریب پہنچ گیا تھا دوسرے لمحے عمارت کا احاطہ پھلانگ کر میں اندر پہنچ گیا اور احاطے ہی کے ساتھ دوڑتا ہوا دوسری سمت نکل آیا۔

میں ایک جگہ رک کر یہ اندازہ لگانے کی کوشش کرنے لگا کہ میرے تعاقب کرنے والوں نے مجھے دیکھا ہے یا نہیں لیکن ذرا سی ہی دیر گزری تھی کہ دوڑتے ہوئے قدموں کی چاپ سنائی دی اور پھر کچھ آوازیں بھی میرے کانوں سے ٹکرائیں۔

تاریکی کی وجہ سے وہ میرے بارے میں صحیح طور پر اندازہ تو نہیں لگا سکے تھے لیکن کم از کم یہ اندازہ انہوں نے ضرور لگا لیا تھا کہ میں اس عمارت میں داخل ہوا ہوں چاند ایک بار پھر نکل آیا تھا میں نے اوٹ سے جھانک کر دیکھا دو آدمی چوکنے انداز میں ادھر اُدھر دیکھتے ہوئے آگے بڑھ رہے تھے باقیوں کا کوئی پتا نہیں تھا کہ وہ کہاں ہیں۔

میں چند لمحات سوچتا رہا یہ دونوں آہستہ آہستہ اس سمت بڑھتے چلے آ رہے تھے اگر میں ان دونوں کو اس جگہ قابو میں کر

لوں تو میرا خیال ہے مجھے آسانی ہو سکتی ہے۔ چنانچہ میں نے پستول تو جیب میں رکھ لیا اور اپنی جگہ چپک کر ان کا انتظار کرنے لگا روشنی اس سلسلے میں خطرناک تھی اور مجھے خوف تھا کہ اگر انہوں نے مجھے دیکھ لیا تو فوراً ہی مجھ پر گولیاں چلا دیں گے لیکن چاند کی آنکھ مچولی میرے کام آ رہی تھی اس بار جب چاند چند لمحوں کے لیے بادلوں کی اوٹ میں گیا اور تاریکی پھیلی تو میں نے دیر نہیں کی میں خاموشی سے اپنی جگہ سے ہٹا اور برق رفتاری سے ان پر جا پڑا۔

گو ان کے ہاتھوں میں پستول تھے لیکن روشنی میں، میں نے اندازہ لگا لیا تھا کہ ان کی کیا پوزیشن تھی چنانچہ عقب سے جب میں نے انہیں چھاپا تو وہ اوندھے منہ گر پڑے میں نے سب سے پہلے ان کی پستولوں پر ہاتھ ڈالا تھا اور دوسرے لمحے سائلنسر لگے ہوئے دونوں پستول میں ان کے ہاتھ سے نکالنے میں کامیاب ہو گیا۔ اب دیر کرنے کا کوئی سوال ہی نہیں پیدا ہوتا تھا میں نے ان میں سے ایک کی گردن پر ایک زوردار ہاتھ مارا اور تڑاخے کی آواز سنائی دی اس شخص کی گردن کی ہڈی ٹوٹ گئی تھی لیکن دوسرے نے انتہائی پھرتی سے میری گرفت سے نکل کر بھاگنے کی کوشش کی یہ میری خوش قسمتی تھی یا اس کی بدقسمتی کہ وہ اپنے ساتھی کے بدن سے ٹکرا کر نیچے گرا اور اس زور سے گرا کہ اس کے حلق سے کراہ نکل گئی اس کے بعد میں بھلا اسے کہاں موقعہ دے سکتا تھا۔

میں نے اس کی گردن پر ہاتھ جما دیے اور اس وقت تک زور لگاتا رہا جب تک کہ یقین نہ ہو گیا کہ اب اس میں زندگی کی رمق باقی نہیں ہے اس کے ساتھ ساتھ ہی میں نے ان کے پستول اپنے کے قبضے میں لے لیے کیونکہ میرے پستول پر سائلنسر نہیں تھا۔

اب ایک سائلنسر لگا ہوا پستول میری جیب میں تھا اور دوسرا ہاتھ میں تھا اس کے بعد میں احاطے کی عقبی دیوار پھلانگ کر دوسری طرف آ گیا کچھ اور افراد بھی میری تلاش میں مصروف تھے لیکن تاریکی کی وجہ سے وہ ابھی تک یہ اندازہ نہیں لگا سکے تھے کہ میں کہاں ہوں میں نے ایک اوٹ سے جھانک کر دیکھا تو تھوڑے ہی فاصلے پر مجھے ایک اسٹیمر نظر آیا جس کے قریب دو آدمی کھڑے ہوئے تھے اور اس کے مخالف سمت دو آدمی ایک اونچے ٹیلے پر کھڑے ہوئے تھے۔

میں نے محسوس کر لیا تھا کہ اس وقت خاموش تماشائی بن کر چھپے رہنا ممکن نہیں ہے کیونکہ وہ میرے چاروں طرف گھیرا ڈال چکے ہیں اس سے قبل کہ وہ میرے فرار کے تمام راستے مسدود کر دیں میں اپنے لیے راستہ بنا لوں۔ میں نے قریبی شخص کا نشانہ لیا اور گولی چلا دی گولی کھا کر وہ دفعتاً پانی میں جا گرا لیکن اپنے ساتھی کا یہ حشر دیکھ کر دوسرے نے بھاگ کر اسٹیمر کی آڑ میں پناہ لے لی تھی۔ ٹیلے پر کھڑے دونوں آدمی البتہ اپنے انجام سے بے خبر تھے دُور سے ان لوگوں کا نشانہ لگانا ممکن نہیں تھا لیکن پھر بھی میں نے تاک کر ایک گولی داغ دی اگلے ہی لمحے ایک بھیانک چیخ سنائی دی تھی اور وہ شخص اپنی ایک ٹانگ پکڑ کر اچھلتا ہوا ٹیلے سے نیچے جا گرا میں ایک اور فائر کرنا چاہتا تھا لیکن اچانک سیاہ بادلوں نے چاند کو ایک بار پھر اپنی آغوش میں لے لیا۔

میں نے تاریکی کو غنیمت جانا اور فائر کا ارادہ ترک کر کے گودام سے نکل کر ایک طرف دوڑ پڑا بمشکل دس گز کا فاصلہ طے کیا ہو گا کہ چاند پھر نکل آیا تعاقب کرنے والوں نے مجھے روشنی میں دوڑتے ہوئے بخوبی دیکھ لیا تھا اور پھر وہ چیخ کر ایک دوسرے کو آگاہ کرنے لگے۔ اب وہ چیخ پکار کرتے ہوئے میرے اطراف میں دوڑتے بھاگتے پھر رہے تھے اور مجھے گھیرے میں لینے کی کوشش کر رہے تھے میں نے ان کا گھیرا توڑنے کی بہت کوشش کی لیکن انہوں نے فرار کے سارے راستے بند کر دیے تھے اور مجھے قدم بہ قدم موت کی طرف بڑھنا پڑ رہا تھا صرف سمندر کی طرف جانے والا راستہ کھلا ہوا تھا اور اس وقت اس کے علاوہ اور کوئی چارہ کار نہیں تھا کہ میں جان بچانے کے لیے اس طرف دوڑتا رہوں۔

دوڑتے دوڑتے کسی عمارت یا کیبن کی آڑ لے کر ایک آدھ فائر داغ دینا اور پھر بھاگنے لگتا میری تمام تر کوشش کے باوجود ان کا گھیرا تنگ سے تنگ تر ہوتا جا رہا تھا کیونکہ ان کی تعداد بہت تھی میں نے ایک ایک کر کے ریوالور کی ساری گولیاں ان پر خالی کر دیں اور پھر ریوالور ان کی جانب پھینک کر سمندر کی طرف دوڑ پڑا۔

کنارے پر پہنچا تو ایک ساتھ تین چار فائر ہوئے اور گولیاں سنسناتی ہوئی دائیں بائیں نکل گئیں دو گولیوں نے میرے کوٹ کی آستین میں سوراخ کر دیا تھا میں نے انہیں ایک چکر دینے کے لیے جھوٹ موٹ کی زوردار چیخ ماری اور ہاتھ لہرا کر یوں پانی میں چھلانگ لگا دی جیسے گولیاں صحیح نشانے پر لگی ہوں اور میرا کام تمام ہو گیا ہو۔

لیکن پانی میں کودنے سے پہلے میں نے پھیپھڑوں میں اچھی طرح ہوا بھر لی تھی چند منٹ تک پانی کے اندر آہستہ آہستہ سانس خارج کرتا رہا اس طرح کے پانی کی سطح پر بلبلے پیدا ہونے لگے جو انہیں میرے ڈوب مرنے کا یقین دلانے کے لیے کافی تھے چند ہی لمحات کے بعد میں نے ٹارچوں کی روشنیاں دیکھیں جو

سطحِ آب پر پڑ رہی تھیں اور ٹارچ کی روشنی میں وہ لوگ بغور اس جگہ کا جائزہ لے رہے تھے جہاں میں ڈوبا تھا جب انہیں میرے ڈوب جانے کا یقین ہو گیا تو وہ آہستہ آہستہ یکجا ہونے لگے اور پھر میرے بارے میں گفتگو کرتے ہوئے وہاں سے رخصت ہو گئے پتا نہیں انہیں مجھ پر کیا شبہ ہوا تھا ممکن ہے صرف کسی اجنبی شخص کو وہاں دیکھ کر انہوں نے اسے گھیرنے کی کوشش کی ہو کیا کہا جا سکتا ہے اگر انہیں یہ شبہ ہو جاتا کہ کوئی اتنا ہی خطرناک آدمی یہاں موجود ہے تو وہ اس طرح مجھے نہ چھوڑ دیتے۔

بہر طور ان کے جانے کے بعد میں نے اپنا سر پانی سے نکالا اور خاموشی سے بائیں سمت لنگر انداز جہازوں کی جانب تیرنے لگا تھوڑی دیر تیرنے کے بعد میں ایک اسٹیمر کے نزدیک پہنچ گیا تھا۔ اسٹیمر کا کنارا پکڑ کر میں نے اپنا پھولا ہوا سانس درست کیا ذرا حواس بحال کیے اور پھر سمندر کے اس حصّے کی جانب تیرنے لگا جو ایک ویران ساحل کی طرف لے جاتا تھا ساحل پر پہنچ کر میں ریت پر لیٹ کر گہری گہری سانسیں لیتا رہا۔

میرا اپنا پستول بھی جیب میں موجود تھا وہ ناکارہ ہو گیا تھا میرا سارا لباس پانی میں شرابور تھا میں اندازہ لگانے کی کوشش کرنے لگا کہ میں اس جگہ سے کتنے فاصلے پر ہوں جہاں سے میں یہاں آیا تھا۔ لیکن مجھے کوئی صحیح اندازہ نہیں ہو سکا چاند اس وقت بادلوں کی اوٹ میں کچھ گہرا ہی چلا گیا تھا میں انتظار کرتا رہا کہ روشنی ہو جائے تو صورت حال کا جائزہ لوں۔

اس دوران ذرا سا ستا بھی سکتا تھا چنانچہ تقریباً پندرہ منٹ کے بعد میری یہ مشکل حل ہوئی میں نے اطراف میں دیکھا تو ایک لمحے کے لیے ساکت رہ گیا جس جگہ میں موجود تھا وہاں سے ڈیکونا تھوڑے ہی فاصلے پر تھا۔

یا تو ڈیکونا نے اپنی جگہ تبدیل کر دی تھی یا پھر دن کی روشنی میں، میں اس کا اچھی طرح جائزہ نہیں لے سکا تھا یا پھر اس کا یہ نزدیکی ساحل میری نگاہوں سے اوجھل رہا تھا چند لمحات میں سوچتا رہا میرے دل میں یہ خواہش شدید سے شدید تر ہو گئی کہ ڈیکونا کا قریب سے جائزہ لوں۔

کپڑے تو بھیگے ہوئے تھے بھلا اب مجھے کس بات کی پروا ہو سکتی تھی چنانچہ میں آہستہ آہستہ سمندر میں اُتر گیا اور تیرتا ہوا ڈیکونا کی جانب بڑھنے لگا ڈیکونا کے پچھلے حصّے کے قریب پہنچا تھا کہ اس کے بغلی حصّے میں مجھے ایک اسٹیمر جھولتا ہوا نظر آیا سفید اسٹیمر پانی کی لہروں میں ڈول رہا تھا میں مزید صورتحال کا جائزہ لینے کے لیے غوطہ لگا کر اس کے قریب پہنچ گیا اور پھر اس کے بالکل نزدیک پہنچ کر اس پر موجود لوگوں کے بارے میں اندازہ لگانے کی کوشش کرنے لگا۔

اسٹیمر یا لانچ دور سے دیکھنے پر اتنی وسیع نظر نہیں آ رہی تھی جتنا قریب پہنچنے پر محسوس ہوا میں نے اس کے کنارے پکڑ کر تھوڑا سا سر ابھارا اور اسے سنسان دیکھ کر ایک دم اس پر چڑھ گیا بس یہ اضطراری ہی حرکت تھی ڈیکونا کے قریب لنگر انداز اس اسٹیمر کا میں صحیح طور پر جائزہ لینا چاہتا تھا۔

اسٹیمر پر ایک جگہ کچھ بوریاں چنی ہوئی تھیں ایک طرف کچھ اور سامان چنا ہوا تھا لیکن مجھے کارآمد جو چیز نظر آئی وہ رسوں کا ایک ڈھیر تھا جو خاصا بلند تھا میں نے ادھر ادھر دیکھا جہاز کے اوپر سے اگر نیچے جھانکا جاتا تو میری کارروائیاں باآسانی نظر آ سکتی تھیں اس لیے بہتر یہ تھا کہ اس رسوں کے ڈھیر میں چھپ کر میں اس جہاز کا جائزہ لوں۔

چنانچہ میں پھرتی سے آگے بڑھتا ہوا رسّوں کے ڈھیر کے قریب پہنچ گیا اور اس کے بعد ان کے درمیانی خول میں داخل ہو کر پوشیدہ ہو گیا اب میری نظر اوپر کا بخوبی جائزہ لے سکتی تھیں پندرہ بیس منٹ یہاں بھی گزر گئے اور اس کے بعد دفعتاً اسٹیمر پر تیز روشنی پھیل گئی میں نے اس روشنی سے آنکھوں کو چکاچوند ہونے سے بچانے کے لیے نگاہیں جھکا لی تھیں لیکن روشنی کا زاویہ کسی حد تک بدل گیا تو میری آنکھیں دیکھنے کے قابل ہو گئیں اُوپر سے اس کی سیڑھی لٹکائی جا رہی تھی۔ ان لوگوں نے لانچ کو بالکل ہی خالی چھوڑ دیا تھا وہی باتیں ہو سکتی تھیں یا تو لانچ پر زیادہ افراد تھے نہیں یا پھر سب کے سب اوپر چلے گئے تھے

چند ہی لمحات کے بعد اس کی سیڑھی سے دو آدمی نیچے اُترتے ہوئے نظر آئے اور اس کے بعد میں نے جہاز پر گھڑگھڑاہٹ کی ایک آواز سُنی۔ اس گھڑگھڑاہٹ کے بارے میں میرے حساس کانوں نے فوراً اندازہ لگا لیا تھا کہ یہ کرین چلنے کی آواز ہے۔ کرین سے کیا اتارا جا رہا ہے۔ میں نے سوچا اور خاموشی سے یہ منظر دیکھتا رہا اور پھر میری آنکھوں نے ایک دلچسپ منظر دیکھا ایک عجیب سی ساخت کا بنڈل اوپر سے نیچے اُتارا جا رہا تھا ایک دو اور۔ تین بنڈل نیچے اتارے گئے اور پھر کرین کی آواز بند ہو گئی اس کی راڈ دوسری طرف مڑ گئی تھی ان بنڈلوں میں کیا ہے۔ میں نے سوچا لیکن سوچنے کے لیے زیادہ وقت نہیں تھا کیوں کہ اسٹیمر ایک دم اسٹارٹ ہو چکا تھا اب اگر میں یہاں سے نکل کر سمندر میں کودنے کی کوشش کروں تو یقیناً مجھے دیکھ لیا جائے گا اور اس کے بعد میری زندگی ناممکن ہو جائے گی جہاز پر موجود لوگ غیر مسلح

نہیں ہوں گے ڈیکونا میری نگاہوں میں مشکوک تھا اور اسٹیمر پہ جو دو افراد موجود تھے ان کے بارے میں بھی میرا اندازہ تھا کہ یہ باآسانی مجھے اپنا شکار بنا سکتے ہیں کیونکہ ایک آدمی بالکل فری تھا۔

میں اس کے بارے میں یہ اندازہ تو نہیں لگا سکا تھا کہ اس کے پاس ہتھیار کی کون سی قسم ہے لیکن اتنا میں جانتا تھا کہ اس قسم کے کام کرنے والے غیر مسلح نہیں ہوتے چنانچہ اب اس کے سوا اور کوئی چارہ کار نہیں تھا کہ میں رسوں کے درمیان چھپا رہوں ویسے یہ بھی عجیب صورت حال ہو گئی تھی اگر یہ اسٹیمر کسی لمبے سفر پر روانہ ہو گیا تو مصیبت کا شکار ہو جاؤں گا دیر تک سوچتا رہا لیکن پھر ٹھنڈی سانس لے کر خاموش ہی ہو جانا پڑا۔ کیونکہ اس کے علاوہ اور کوئی ترکیب میری سمجھ میں نہیں آئی تھی۔

لیکن اسٹیمر کا سفر زیادہ طویل نہیں تھا وہ تقریباً آدھے گھنٹے تک چلتا رہا اور اس کے بعد ایک جگہ لنگر انداز ہو گیا میں نے ان دونوں کی آہٹیں لینا شروع کر دیں وہ کسی سے باتیں کر رہے تھے پھر کچھ اور افراد بھی لانچ پر آ گئے اور انہوں نے وہ بنڈل اٹھا لیے جنہیں لے کر وہ یہاں تک آئے تھے مجھے بڑا تعجب تھا کہ یہ سب کچھ کیا ہو رہا ہے لیکن اگر ذہن دوڑاتا تو یہ اندازہ لگانے میں کوئی دقت نہ ہوتی کہ ڈیکونا سے کچھ ناجائز قسم کا مال یہاں منتقل کیا جا رہا ہے۔

بہر طور ایک بار مجھے موقع مل گیا اور میں رسوں سے باہر نکل آیا پھر چھپتا ہوا تھوڑا سا آگے بڑھا اور ان لوگوں کی کارروائی کا جائزہ لینے لگا بنڈل اٹھائے ہوئے یہ تمام ہی افراد ایک سمت بڑھ رہے تھے میں نے یہ جگہ جانی پہچانی محسوس کی اور تھوڑی دیر کے بعد مجھے اندازہ ہو گیا کہ یہ میکلو کے نزدیک ہی وہ قصبہ ہے جسے میں دن کی روشنی میں دیکھ چکا تھا گویا اگر میں پیدل اس جگہ پہنچنے کی کوشش کروں جہاں میری کار چھپی ہوئی تھی تو مجھے اس میں کوئی دقت نہ ہو — حیرت انگیز طور پر میری دن کی کارروائی میرے کام آئی تھی۔

بہر طور میں ان لوگوں کا جائزہ لیتا ہوا آگے بڑھنے لگا اسٹیمر جس جگہ لنگر انداز ہوا تھا وہ ایک کھاڑی تھی جو سمندر سے اس طرف آئی تھی اور اس کھاڑی میں اسکے کیے ہوئے کنارے موجود تھے جہاں سے وہ لوگ باآسانی خشکی تک پہنچ سکتے تھے یہ کھاڑی بھی دن کی روشنی میں میری نگاہوں سے محفوظ رہی تھی۔

بہر طور جس طرف وہ چلے تھے اس سمت میں ان کا تعاقب کرتا ہوا پہنچ گیا چھوٹے سے قصبے میں مکمل تاریکی چھائی ہوئی تھی پتا نہیں یہاں کون رہتا تھا اسے قصبہ کہا۔ بھی جا سکتا تھا یا نہیں کیونکہ میں اس کی آبادی کا مکمل اندازہ بھی نہیں لگا سکتا تھا دن کی روشنی میں تو بس یونہی سرسری نگاہ سا سے دیکھا تھا اور چند ہی مکانات مجھے نظر آئے تھے جس سے میں نے اندازہ لگا لیا تھا کہ یہ کوئی چھوٹا سا پہاڑی قصبہ ہے لیکن اس وقت دیکھنے سے یہ اندازہ ہوا کہ اسے قصبہ قطعی طور پر نہیں کہا جا سکتا چونکہ یہاں مکانات کی تعداد بہت ہی کم تھی اس کا مقصد ہے کہ یہ کوئی ایسی ہی آبادی ہے جس کے بارے میں کوئی اندازہ لگانا مشکل ہے میں آبادی کے مکانوں کے پاس پہنچ گیا میں نے دیکھا کہ وہ ایک چھوٹے سے کھپریل کی چھت کے گودام کے نزدیک پہنچ گیا۔

اسے گودام ہی کہا جا سکتا تھا کیونکہ اس کی ساخت کچھ اس قسم کی تھی ان میں سے ایک نے گودام کا دروازہ کھولا اور پھر وہ تینوں بنڈل اندر پہنچا دیے گئے اس کے بعد وہ لوگ وہاں سے واپس اسٹیمر کی جانب چل پڑے تھے وہ دو آدمی جو اسٹیمر پہ سامان لے کر یہاں آئے تھے اسٹیمر میں بیٹھ کر واپس چل پڑے باقی تین افراد قصبے کے ایک مکان کی جانب چل پڑے تھے لیکن یہ مکان یا جگہ وہ نہیں تھی جہاں میں نے انہیں سامان رکھتے ہوئے دیکھا تھا ایک بہت ہی دلچسپ بات مجھے معلوم ہو گئی تھی دل چاہتا تھا کہ اس سامان کا جائزہ لوں لیکن اب حد سے آگے بڑھنا مناسب نہیں تھا کم از کم یہ اطلاع تو پاؤں اور مسٹر بینیٹر تک پہنچا ہی دوں اس کے بعد جو ہو گا دیکھا جائے گا۔

چنانچہ اب واپسی کا سفر میرے لیے نہایت موزوں تھا یوں بھی بھیگے ہوئے لباس سے بدن کو شدید الجھن ہو رہی تھی لیکن کسی نہ کسی طرح میں درختوں کے اس جھنڈ تک پہنچ گیا جہاں میری کار موجود تھی اس وقت اس کی کار کی موجودگی مجھے دنیا کی سب سے شاندار نعمت محسوس ہو رہی تھی اور میں اپنی ذہانت پر عش عش کر رہا تھا حالانکہ میں نے یہی سوچا تھا کہ ممکن ہے کبھی اس طرف آنا ہو جائے ایسے موقعے پر یہ کار میرے کام آ سکتی تھی لیکن یہ وقت اتنی جلدی آ جائے گا اس کا خود مجھے بھی گمان نہیں تھا۔ میں نے کوٹ اتار کر کار کی پچھلی سیٹ پر پھینکا ٹائی کھول کر ایک طرف ڈالی پتلون کے پائنچے چڑھا لیے اور پھر کار کے اسٹیرنگ پر بیٹھ کر کار اسٹارٹ کر دی چند لمحات کے بعد میں درختوں کے جھنڈ سے کار نکال کر آگے بڑھ گیا اور پھر تیز رفتاری سے شہر کی جانب چل پڑا۔

ذہن میں بے شمار خیالات تھے۔ کامیابی کی اس قدر امید نہیں تھی بس ایک اندازے سے یہ سب کچھ کیا تھا لیکن تیر نشانے پر بیٹھا تھا اب صورت حال یہ تھی کہ مجھے ان کا ایک اہم ٹھکانہ

معلوم ہو گیا تھا۔ اور خاص بات یہ تھی کہ حکومت امریکہ اس وقت منشیات کی اسمگلنگ اور امریکہ میں اس کے بڑھتے ہوئے رجحانات کو ختم کرنے کے لیے پوری طرح مصروف عمل تھی اور اس سلسلے میں کافی دلچسپی لی جا رہی تھی مسٹر پاؤل نے مجھ سے تعاون کیا تھا میرے خیال میں یہ بہت بڑی بات تھی۔ ورنہ دوہرے سے لے کر تہرے قتل کے مجرم اور جیل توڑ کر خود فرار ہونے والے کو اتنی مراعات دینے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا تھا۔

مگر اب مجھے کیا کرنا چاہیئے۔ میکلو کے بارے میں یہ معلومات حاصل ہونے کے بعد اسے نظر انداز کرنا غیر مناسب تھا۔ ممکن ہے اس دوران وہ کچھ اور کارروائی کر ڈالیں ممکن ہے اس مکان سے منشیات کا وہ ذخیرہ ہٹا دیا جائے جس کا تعاقب کرتا ہوا میں بلجیمی جہاز ویکونا سے یہاں تک پہنچا تھا اتنی مشکل سے اتنی معلومات حاصل ہونے کے بعد اگر میں اپنی کوششوں سے ناکام رہتا تو یہ نہایت افسوس ناک بات ہوتی چنانچہ تھوڑی دیر کے بعد میں فلیٹ پر پہنچ پر گیا ہر چند کہ رات کافی ہو چکی تھی اور میرا حلیہ بہت خراب ہو گیا تھکن سے بدن چور چور تھا لیکن دل میں ایک لگن تھی میں جانتا تھا کہ میں حکومت امریکہ کے لیے کچھ نہیں کر رہا اس میں کوئی شک نہیں کہ منشیات فروش موت کا سودا کرتے پھر رہے تھے بے شمار انسان ان کے ہاتھوں موت کا شکار ہو رہے تھے ان کی زندگی جانوروں سے بدتر ہو گئی تھی مسٹر پینیٹر نے مجھے جو کچھ اس مردہ خانے میں دکھایا تھا اسے دیکھ کر دل دہل جاتا تھا منشیات کے عادی نوجوان کتے بلیوں کی طرح ہلاک ہو رہے تھے ہر چند کہ ان کا تعلق میرے رنگ اور میری نسل سے نہیں تھا لیکن اگر نسلی تعصب کو نظر انداز کر دیا جائے تو انسانوں کی نسل تو یکساں ہی ہوتی ہے چنانچہ یہ مسئلہ بھی میری نگاہوں کے سامنے تھا۔

میں نے فلیٹ پہنچنے کے بعد آرام کرنا مناسب نہیں سمجھا ان لوگوں پر فوری ضرب لگائے بغیر چارہ کار نہیں تھا۔ چنانچہ تھوڑی دیر بعد مسٹر پینیٹر سے میں نے ٹیلی فون پر رابطہ قائم کیا کافی دیر کے بعد دوسری طرف سے فون ریسیو کیا گیا تھا مسٹر پینیٹر سو رہے تھے یہ فون ان کی اہلیہ نے ریسیو کیا تھا میں نے ان سے اپنا تعارف کراتے ہوئے کہا کہ مجھے فوری طور پر مسٹر پینیٹر سے ملاقات درکار ہے۔

„بہتر ہے اگر فرض کا معاملہ ہے تو ظاہر ہے میں اس وقت شوہر پرستی کا ثبوت نہیں دوں گی۔ دوسری طرف سے خوش اخلاق لہجے میں کہا گیا۔"

„اگر کوئی ایسا موقعہ نہ ہوتا میڈم تو میں بھی آپ کے آرام میں خلل انداز نہ ہوتا۔ میں نے معنی خیز لہجے میں کہا اور مسز پینیٹر آہستہ سے ہنس دیں۔ تھوڑی دیر کے بعد مسٹر پینیٹر کی بھرائی ہوئی آواز فون پر سنائی دی۔"

„اگر تمہارا نام نہ سن لیتا تو یقینی طور پر اس وقت انتہائی بداخلاقی کا مظاہرہ کرتا۔ مسٹر پینیٹر نے کہا۔"

„شکریہ مسٹر پینیٹر آپ جانتے ہیں کہ میں ذاتی مقصد کے لیے کبھی آپ کو تکلیف نہ دیتا۔

„ہاں۔ ہاں بھئی یہ رسمی الفاظ ادا کرنے کی ضرورت نہیں یقیناً کوئی ایسا ہی مسئلہ ہو گا جس کے لیے تم نے رات کے اس وقت مجھے فون کیا ہے۔

„جی ہاں۔ میں جانتا ہوں کہ آپ ذہنی طور پر بھی منشیات فروشوں کے انسداد کے لیے اور یقینی طور پر اگر ان کے بارے میں آپ کو کوئی موثر معلومات فراہم کی جائیں تو آپ رات کے اس حصے میں جاگنا غیر مناسب نہیں سمجھیں گے۔"

„بس بس تکلفات کی ضرورت نہیں اگر صرف تمہارا نام ہی ہوتا مجھے جگانے کے لیے تو تمہارا کیا خیال ہے کیا میں خوشی سے جاگنا نہ پسند کرتا۔

„کیوں نہیں جناب۔ میں اس سلسلے میں آپ کا اور خاص طور سے مسٹر پاؤل کا شکر گزار ہوں کیونکہ صورت حال آپ کے علم میں آنے کے بعد اس بات کے امکانات نہیں رہے ہیں کہ میں آپ کی نیک نفسی پر شبہ کر سکوں۔

„اچھا کہو۔ کیا بات ہے۔؟

„میں منشیات فروشوں کے ایک اور ٹھکانے کا پتا لگانے میں کامیاب ہوا ہوں بہتر یہ ہو گا کہ ہم ملاقات کر کے تفصیلی گفتگو کر لیں فون پر یہ تمام گفتگو مناسب نہیں ہو گی۔

„بالکل نہیں ہو گی۔ میں کہاں پہنچ جاؤں تمہارے فلیٹ پر۔"

„جیسا آپ مناسب سمجھیں ویسے میرا خیال ہے کہ حالات کو سننے کے بعد آپ فوری طور پر کارروائی کرنا ضروری سمجھیں گے۔"

„اگر تم یہ سمجھتے ہو تو پھر پولیس ہیڈ آ جاؤ وہاں تو تمہیں دن کا سا سماں ملے گا اور اگر ہمیں واقعی کوئی ایسی اہم ضرورت پیش آئی تو پھر ہم وہیں سے اپنی ٹیم بنا لیں گے۔"

„بہت مناسب تو میں پولیس ہیڈ کوارٹر پہنچ رہا ہوں۔

„مگر یہ بتاؤ کہ تم کہیں سے آ رہے ہو یا کسی اور جگہ سے بول رہے ہو۔"

„نہیں بول تو میں اپنے فلیٹ ہی سے رہا ہوں مگر آپ کا کہا درست ہے یعنی میں تھوڑی دیر پہلے ہی کہیں سے آیا ہوں۔"

„اچھا۔ اچھا۔ دراصل نیند سے جاگا ہوں اس لیے حواس پوری طرح قابو میں نہیں ہیں بک بک کیے جا رہا ہوں جب کہ سمجھتا ہوں کہ فون پر مزید گفتگو کرنا مناسب نہ ہو گی۔"

„میں پولیس ہیڈ کوارٹر پہنچ رہا ہوں۔ میں نے جواب دیا مسٹر پینیٹر نے فون بند کر دیا یہی مناسب تھا اگر مسٹر پینیٹر کوئی بڑی کارروائی کرنے کے موڈ میں ہوئے تو پولیس ہیڈ کوارٹر سے اس سلسلے میں دوسرے انتظامات بھی کر لیں گے۔"

پولیس ہیڈ کوارٹر پہنچنے میں مجھے آدھے گھنٹے سے زیادہ نہیں لگا تھا لباس وغیرہ تبدیل کر لیا تھا منہ پر پانی کے چھینٹے مار کر چہرہ بھی کسی حد تک درست کر لیا تھا حالانکہ شکل پر بارہ بج رہے تھے جو کچھ کرتا رہا تھا اس نے بے حد تھکا دیا تھا، لیکن اس تھکن کو ذہن پر طاری کرنا مناسب نہیں تھا جس وقت میری کار ہیڈ کوارٹر میں داخل ہوئی تو میں نے سامنے ہی مسٹر پینیٹر کو بھی دیکھ لیا وہ اپنی کار کے عقبی حصے سے ٹیک لگائے کھڑے سگار پی رہے تھے غالباً نیند بھگانے کے لیے یہ موثر نسخہ تھا مجھے دیکھ کر مسکرائے اور آہستہ آہستہ چلتے ہوئے میرے نزدیک پہنچ گئے۔

„ہیلو۔"

„ہیلو مسٹر پینیٹر۔"

„آؤ میرے آفس میں آؤ۔ انہوں نے کہا اور مجھے لیے ہوئے اپنے آفس میں پہنچ گئے آفس میں داخل ہوا تو ایک دلچسپ منظر دیکھا یہاں مسٹر پاؤل بھی بیٹھے ہوئے تھے ان کے سامنے کافی کے برتن سجے ہوئے تھے لیکن ابھی شاید انہوں نے کافی شروع نہیں کی تھی میں ٹھٹک کر کھڑا ہو گیا تو مسٹر پاؤل مسکراتے ہوئے بولے۔"

„بھئی کیا سمجھتے ہو تم لوگ تم ہی بہت زیادہ ان تمام معاملات میں مصروف عمل ہو، مسٹر پینیٹر نے تمہارا ٹیلی فون ملنے کے بعد مجھے فون کیا تھا اور دیکھ لو میں تم دونوں سے پہلے پہنچ گیا۔"

„آپ سے مل کر بڑی خوشی ہوئی مسٹر پاؤل بہر طور مجھے یقین ہے کہ میری اطلاع آپ کو اس بات کا احساس نہیں ہونے دے گی کہ آپ نے رات کے اس حصے میں یہ سرگرمی دکھا کر کوئی غلط کام کیا ہے۔

„یقیناً یقیناً بیٹھو۔ میں نے تم لوگوں کے لیے کافی کا بندوبست کر لیا ہے۔ مسٹر پاؤل نے جواب دیا اور تھوڑی دیر کے بعد انہوں نے خود ہی ہم تینوں کے لیے کافی سرو کر دی۔"

کافی کے سپ لیتے ہوئے میں نے تفصیلات بتانا شروع کر دیں۔ میں نے بلجیمی جہاز ویکونا کے بارے میں بتایا اور ان لوگوں سے کہا کہ کس طرح وہ لوگ مجھے نظر آئے تھے اور پھر مجھے مردہ سمجھ کر انہیں اطمینان ہو گیا اور اس کے بعد انہوں نے مزید کارروائیاں شروع کر دیں میں نے اس اسٹیمر سے میکلو کے اطراف میں پہنچنے کا پورا واقعہ اور پھر سامان وہاں منتقل کرنے کی روئیداد سنائی دونوں آفیسر بہت زیادہ پرجوش نظر آ رہے تھے مسٹر پاؤل نے میرے شانے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔"

„راجہ نواز اصغر کاش۔ کاش۔ ہمارے تمہارے درمیان ایک چھوٹی سی گڑبڑ نہ ہوتی لیکن۔ لیکن تم یوں سمجھ لو کہ اب یہ سب کچھ تمہاری راہ میں رکاوٹ نہیں بنے گا بس میں اس سلسلے میں کچھ بھی کروں گا لیکن تمہیں حکومت امریکہ کی نظروں میں سرخرو کر کے رہوں گا۔

„یہ بعد کی باتیں ہیں مسٹر پاؤل۔ اگر میں مجرم ثابت ہو جاؤں تو میں آپ سے درخواست کروں گا کہ مجھے سزا دے دیجیے لیکن جن حالات نے مجھے غلط راستوں کی طرف مائل کیا اگر آپ ان کا تجربہ کر لیں اور آپ کا دل اس بات کی گواہی دے کہ مجرم میں نہیں ہوں بلکہ وہ لوگ ہیں جو مجھے مجرم بنانے کے لیے دن رات سرگرداں ہیں تو پھر میری معافی کا حق بنتا ہے۔"

„اچھا چھوڑو ان باتوں کو اب یہ بتاؤ کرنا کیا ہے۔"

„میرا خیال ہے مسٹر پاؤل کہ وہ لوگ مجھے مردہ سمجھ چکے ہیں انہیں خیال بھی نہیں ہو گا کہ میں ان کی کسی پالیسی پوزیشن سے واقف ہو گیا ہوں سب سے پہلے تو میں یہ چاہتا ہوں کہ میکلو کے علاقے کے اس مکان پر چھاپہ مار کر وہاں سے منشیات برآمد کر لی جائیں خاصی بڑی مقدار معلوم ہوتی ہے اچھا ہے یہ مقدار نشہ باز نوجوانوں میں نہ پہنچنے پائے ہم جس طرح بھی اس کا سدباب کر سکیں ہمارے لیے منافع بخش ہے ممکن ہے وہاں سے ہمیں کچھ اور کام کی باتیں بھی معلوم ہو جائیں۔"

„بڑی اچھی بات ہے میں اس کے لیے تیار ہوں۔ کیوں مسٹر پینیٹر کیا خیال ہے۔"

„بالکل۔ بالکل۔"

„تو پھر مسٹر پینیٹر ذہانت کے ساتھ آپ ایک پارٹی ترتیب دیجیے اس میں ایسے آفیسرز کو بھی شامل کیجیے جو بذات خود بھی کچھ کرنے کی صلاحیت رکھتے ہوں مقصد یہ کہ ممکن ہے ہمیں میکلو میں بھی داخل ہونا پڑے۔"

„میں یہی غور کر رہا ہوں میرا خیال ہے اس وقت ہیڈ لنگ

پر ہمارا اچھا خاصا اسٹاف موجود ہے میں کچھ ہیلی کاپٹرز طلب کر لیتا ہوں جنہیں تھوڑی دیر کے بعد میکلو پر گردش کرنا ہو گی اور اس کے ساتھ ساتھ ہی میں فلائنگ اسکواڈ کو بھی اس بارے میں اطلاع دیے دیتا ہوں یہاں سے بھی ہمیں کچھ لوگ مل جائیں گے میرا خیال ہے کہ بندرگاہ کے علاقے کو بھی گھیر لیا جائے تاکہ ڈیکونا یہاں سے نکل نہ سکے۔

"سوچ لیجیے ڈیکونا ایک غیر ملکی جہاز ہے اس پر اس طرح ریڈ کرنا مناسب ہو گا یا نہیں۔ مسٹر پاؤل نے کہا اور پنیٹر سوچ میں ڈوب گیا چند لمحات وہ گردن جھکائے سوچتا رہا اور پھر اس نے کہا:"

"اگر یہ بات ہے تو پھر ایک اور کوشش کی جا سکتی ہے۔"

"وہ کیا۔؟"

"ڈیکونا پر باقاعدہ پولیس ریڈ نہ کیا جائے۔"

"کیا مطلب۔؟"

"کمانڈوز۔ پولیس کے ایک مخصوص قسم کے ایک ڈیپارٹمنٹ کو یہ اختیارات دیئے گئے ہیں اور اس کے پاس ایسے انتظامات ہیں کہ وہ خفیہ چھاپہ ماروں کی حیثیت سے جہاز پر پہنچ سکتے ہیں۔ اگر آپ لوگ اس طرح ڈیکونا پر ریڈ کریں تو کیا حرج ہے۔

"براہ کرم ذرا کچھ اور تفصیلات بتائیے۔ آپ نے بڑی دلچسپ بات کہی ہے پولیس ڈیپارٹمنٹ کا ایک مخصوص دستہ ایسا ہے جو مخصوص قسم کی وردیوں میں جن میں چہرے چھپانے کا خاص انتظام ہوتا ہے سمندری راستے سے جائے اور ڈیکونا پر چھاپہ مارے ڈیکونا پر اگر قابل اعتراض چیزیں فراہم ہوتی ہیں تو یہ معاملہ پولیس کا قرار دے دیا جائے گا اور قانونی طور پر ڈیکونا کو حراست میں لے لیا جائے گا اور پھر وہاں اگر یہ سب کچھ نہیں ہوتا تو پھر یہ جرائم کا چھوٹا موٹا سا واقعہ کہلائے گا اور ہم اس کی تفتیش میں مصروف ہو جائیں گے مسٹر پنیٹر نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ونڈر فل۔ کیا اس کے انتظامات ہیں؟"

"میں ابھی چند لمحات میں اس کے بندوبست کر لوں گا۔"

"مگر پھر ہونا یہ چاہیئے کہ ہم میں سے کوئی شخص ان لوگوں کو ہدایات بھی دے۔ کیا خیال ہے کیا آپ اس بارے میں کام کرنا پسند کریں گے۔"

"میری رائے اس سے ذرا مختلف ہے یوں کرتے ہیں کہ پہلے ہم میکلو کے اس علاقے کا جائزہ لے لیتے ہیں اگر وہ سب کچھ ہمارے قبضے میں آ جاتا ہے تو پھر میکلو پر ریڈ کر دیا جائے گا اور وہاں کے بارے میں چھان بین کی جائے گی اور اگر یہ سب کچھ بھی غیر موثر رہا تو پھر ڈیکونا پر بھی ایک منظم حملہ کیا جائے گا اس دوران اُن چھاتہ برداروں کو میرا مطلب ہے پولیس ڈیپارٹمنٹ کے اس خاص حصے کو یقیناً ان کا کوئی نام تو ہو گا۔

"ہاں آپ اسے زیرو فورس کہہ سکتے ہیں۔

"گڈ۔ تو پھر زیرو فورس کو بندرگاہ کے علاقے میں بھیج دیں خواہ کتنا ہی وقت صرف ہو جائے لیکن اس سلسلے میں یہ موثر کارروائی ہم سب کے حق میں بہتر رہے گی۔"

"تو پھر ٹھیک ہے ذرا مجھے اجازت دیجیے آپ لوگ کافی کی کچھ اور پیالیاں پیجیے۔ پنیٹر نے کہا اور پھر وہ وہاں سے چلا گیا مسٹر پاؤل مسکراتی نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگے تھے پھر انہوں نے کہا:"

"یوں لگتا ہے راجہ نواز اصغر جیسے آپ ان معاملات میں خاصے تربیت یافتہ ہوں آپ مجھے بتا چکے ہیں کہ آپ اپنی ماضی کی زندگی میں بہت کچھ کرتے رہے ہیں یقیناً مجھے یہ سوال نہیں کرنا چاہیئے لیکن راجہ نواز اصغر آپ کون کون سے گروہ میں شامل رہے ہیں کیا موجودہ گروہ سے بھی کبھی آپ کا تعلق رہا۔"

"نہیں۔ موجودہ گروہ سے کبھی میرا تعلق نہیں رہا اس گروہ کو تو آپ ترلوکا کا گروہ کہہ سکتے ہیں اور ترلوکا سے میری صرف دشمنی چلی کبھی میں نے اس کے ساتھ مل کر کام نہیں کیا۔"

"بہر طور۔ آپ ان معاملات سے اچھی طرح واقف ہوں گے۔

"ہاں۔ کسی حد تک۔"

"آپ نے ان منشیات فروشوں کو بہت نزدیک سے بھی دیکھا ہو گا۔"

"ہاں بہت نزدیک سے۔"

"ان کی فطرت کا تجربہ بھی کیا ہو گا آپ نے۔؟"

"ہاں۔ کسی حد تک۔"

"آپ کا کیا خیال ہے کیا ان کے ضمیر انہیں اس سلسلے میں ٹوکتے نہیں ہیں۔

"ضمیر فروشی ہی بہت سے جرائم کی بنیاد ہوتی ہے انسان ضمیر کی آواز کی طرف سے کان بند کر لے تو پھر اسے دنیا کی کوئی اور آواز سنائی نہیں دیتی۔"

"ٹھیک کہا آپ نے واقعی اس میں کوئی شک نہیں ہے بہر طور مسٹر راجہ نواز اصغر میں آپ سے بہت متاثر ہوں آپ یقین کیجیے کہ اس سے پہلے اس وقت تک میں نے اصغر ڈمپل کی لاش دیکھی تھی میں آپ سے سخت متنفر تھا اور آپ کو گرفتار کرنا چاہتا تھا لیکن یہاں آنے کے بعد میرے انداز میں اور میری سوچ میں نمایاں تبدیلی ہوئی ہے۔"

"میں محسوس کر رہا ہوں اگر آپ میرے موقف کے قائل ہو

گئے ہیں تو پھر آپ ہی مجھے بتائیے کہ میں نے اپنے طور پر کہاں بری زندگی اپنائی ہے۔

"ہاں۔ میں جانتا ہوں لیکن جرم بہر طور جرم ہے راجہ نواز اصغر اس میں کوئی شک نہیں کہ آپ مجرموں کی بیخ کنی کر رہے ہیں جو واقعی اس قابل ہیں کہ انہیں کسی قیمت پر زندہ نہ رہنے دیا جائے لیکن اس کے لیے اگر قانون کے ساتھ ساتھ چلتے رہتے تو مناسب ہوتا۔"

"کیا مجھے اس کے مواقع فراہم کیے گئے تھے کیا میرے پاس اس کے ذرائع تھے کیا میں نے آپ سے نہیں کہا تھا مسٹر پاؤل کہ زیبی کے بغیر میری زندگی ایک زخم کی مانند ہے زخم میں جب تکلیف ہوتی ہے تو انسان کراہتا ہی ہے ان کراہوں کے مختلف روپ ہوتے ہیں اقدیہ میرے زخموں کی چیخ ہی ہے جو اس وحشت و درندگی میں ڈھل گئی ہے۔

"میں سمجھتا ہوں۔ مسٹر پاؤل نے پُرخیال انداز میں گردن ہلاتے ہوئے کہا اور پھر وہ تھوڑی دیر تک فکرآ انداز میں خاموش رہے پھر بولے۔

"میری دُعا ہے کہ جو کچھ بھی ہو بہتر ہی ہو میں تمہیں اپنے تعاون کا پورا پورا یقین دلاتا ہوں لیکن جو کچھ کرنا اس میں دیوانگی کو شامل نہ ہونے دینا میں اپنی تمام تر صلاحیتوں سے کام لے کر تم پر سے یہ جرم ہٹانے کی کوشش کروں گی۔"

"میں نہیں جانتا مسٹر پاؤل کہ میری منزل کتنی دور ہے اگر زیبی مجھے مل گئی تو آپ یقین کریں کہ میں اپنے کیے کی سزا بھی بھگتنے کو تیار ہوں اور اگر۔ اور اگر میں اسے پانے میں ناکام رہا تو پھر جب تک زندہ رہوں گا بہت کچھ کرنا پڑے گا مجھے اس کے لیے میں آپ سے کوئی وعدہ نہیں کر سکتا۔ مسٹر پاؤل کچھ کہنے ہی والے تھے کہ پنیٹر اندر داخل ہوا اس نے مستعدی سے کہا:"

"کیا آپ لوگ تیار ہیں؟"

"ہاں۔ بالکل۔"

"تو پھر آئیے۔ اس کے الفاظ پر ہم دونوں باہر نکل آئے واقعی پنیٹر نے ذرا اس دیر میں بہترین بندوبست کر دیا تھا یوں بھی امریکی پولیس ان معاملات میں بہت ہی چاق و چوبند تھی بہت سے دستے یہاں پر کھڑے ہوئے تھے موٹر سائیکل سواروں کا ایک دستہ تھا اس کے علاوہ کاریں بھی تھیں اور سب کے سب پوری طرح مسلح تھے۔"

"ان لوگوں نے ضرورت کا تمام سامان ساتھ لے لیا ہے آئیے ہم اپنی کار کی طرف چلیں۔"

"تم نے واقعی بڑی پھرتی سے کام کیا مسٹر پنیٹر۔ پاؤل نے کہا اور ہم سب ایک جیپ میں آ بیٹھے جیپ تیزی سے اسٹارٹ ہو کر چل پڑی اس کی چھت پر لگی ہوئی روشنی جل بجھ رہی تھی اور اس سے سائرن کی آواز اُبھر رہی تھی۔"

تیز رفتاری سے ہم سفر کرتے ہوئے میکلو جانے والی سڑک کی طرف چل پڑے اور ہمارے ساتھ ساتھ تقریباً چودہ موٹر سائیکل سوار اور تین گاڑیاں بھی اس سمت جا رہی تھیں ماہر ڈرائیور بڑی برق رفتاری سے گاڑیاں دوڑا رہے تھے اور اس وقت آپس میں گفتگو کرنے کا موقع نہیں تھا بس کبھی کبھی ایک آدھ لفظ کسی کی زبان سے پھسل پڑتا تھا۔ فاصلہ طے ہوتا گیا اور تھوڑی دیر کے بعد ہم اس جگہ پہنچ گئے جہاں ہمیں جانا تھا میں نے ان لوگوں کی رہنمائی شروع کر دی اور چند ہی لمحات کے بعد ہم نے اس بستی کو گھیر لیا چھوٹی سی بستی کے بارے میں کچھ نہیں کہا جا سکتا تھا کہ کون سے مکان میں کون تعینات ہے۔"

رات کا غالباً آخری پہر تھا یہ بستی کے لوگ گہری نیند سو رہے تھے اس میں میری توقع کے مطابق کوئی اور نہیں موجود تھا سب سے پہلے یہ تینوں چند پولیس افسران کے ساتھ اس مکان میں داخل ہوئے تھے مکان باہر سے جتنا بوسیدہ اور نامکمل سا نظر آتا تھا اندر ایسی بات نہیں تھی اس میں اچھے خاصے دو تین وسیع کمرے تھے لیکن ہمیں اس کے نیچے تہہ خانہ تلاش کرنا تھا کمرہ میں ٹوٹا پھوٹا فرنیچر بھرا ہوا تھا جنہیں بیرونی طور پر دیکھنے کے بعد یہ اندازہ نہیں ہوتا تھا کہ یہاں کوئی اور چیز بھی موجود ہو گی لیکن ایک حماقت ان لوگوں سے ہوئی تھی کمرے بند ہونے کی وجہ سے اس کے فرش پر گرد جم گئی تھی اور اس گرد پر قدموں کے تازہ تازہ نشان نظر آ رہے تھے اور انہی نشانات نے ہماری رہنمائی اس تہہ خانہ کی جانب کی جسے کھولنے کے لیے ایک شاندار میکنزم وہاں موجود تھا۔

اگر قدموں کی یہ نشان وہی نہ ہوتی تو ہم لوگوں کو بڑی اُلجھن کا شکار ہونا پڑتا لیکن جس جگہ یہ قدم جا کر ختم ہوئے تھے وہاں جو کچھ نظر آیا اسے ٹٹول کر دیکھا گیا معاملہ چونکہ چند تجربہ کار پولیس آفیسرز کے ہاتھوں میں تھا اس لیے میکنزم تلاش کرنے میں کوئی دقت نہ ہوئی اور دیوار میں ایک چوڑا خلا پیدا ہو گیا، ٹارچیں اور پستولوں لیے ہوئے ہم سب اس خلاء میں اُتر گئے جس میں پہنچنے کے لیے ہمیں آٹھ سیڑھیاں طے کرنا پڑی تھیں اور اس کے بعد اس مکان سے کہیں زیادہ وسیع کمرہ ہمیں نظر

آیا اس کمرے میں پیٹیاں اور تھیلے چنے ہوئے تھے ہم لوگوں نے خنجروں کی نوک سے تھیلے اور پیٹیاں پھاڑ پھاڑ کر دیکھنا شروع کر دیں منشیات کا ایک بہت بڑا ذخیرہ ہمارے ہاتھ لگا تھا۔ پاؤل اور مسٹر پنیٹر کی آنکھیں فرطِ حیرت سے پھٹی کی پھٹی رہ گئی تھیں۔

"میرا خیال ہے کہ منشیات کے اس خزانے کی مالیت اربوں روپے کی مالیت ہو گی۔"

"ہاں۔ یوں لگتا ہے یہ تازہ تازہ اس بلجیئی جہاز سے اترا ہے۔ پاؤل کہنے لگا۔"

"کمال ہے اتنا بڑا ذخیرہ اگر امریکہ کے مختلف شہروں میں پھیل جاتا تو آپ تصور کر لیجیے۔"

"ہاں میرا خیال ہے یہ اس صدی کا سب سے بڑا ذخیرہ ہمارے ہاتھ لگا ہے۔ پاؤل نے کہا تھوڑی ہی دیر کے بعد پولیس اس عمارت میں بھر گئی دوسری گاڑیاں بستی کے دوسرے مکانوں کی تلاشی لے رہی تھیں چھوٹا سا قصبہ ہی تھا ایک ایک فرد کو وہاں سے نکال لیا گیا اور سب کو حراست میں لے لیا گیا کچھ عورتیں بچے بھی ہاتھ لگے تھے جنہیں پولیس نے بحالت مجبوری اپنے ساتھ لے لیا تھا اس کے علاوہ مکانوں کے ایک ایک چپے کی تلاشی لی گئی لیکن اس مکان کے علاوہ یہاں اور کسی مکان میں کوئی قابل اعتراض چیز نہیں ملی تھی۔"

حالانکہ پولیس والے بڑی جانفشانی سے یہ کارروائی کر رہے تھے اس کارروائی میں تقریباً صبح ہو گئی سورج نہیں نکلا تھا لیکن روشنی پھوٹ پڑی تھی پاؤل نے گہری نگاہوں سے پنیٹر کو دیکھتے ہوئے۔

"کیا خیال ہے۔ کیا اب میکلو پہنچ کر کارروائی کی جائے۔

"نہیں میکلو کے اطراف پوری طرح پولیس کے قابو میں ہیں۔

"مگر سمندری راستوں پر کیا کیا گیا ہے۔

"میں کبھی کچی گولیاں نہیں کھیلتا اس وقت ہماری دس لانچیں میکلو کے اطراف میں گردش کر رہی ہیں اور میکلو تک آنے جانے والی ہر چیز پر پابندی لگا دی گئی ہے نہ وہاں سے کوئی نکل سکتا ہے نہ وہاں کوئی جا سکتا ہے گویا ہم میکلو پر کسی بھی وقت ریڈ کریں ہمیں وہاں کے حالات جوں کے توں ملیں گے ہاں۔ یہ دوسری بات ہے کہ اگر منشیات کے ذخیرے وہاں بھی ہوں، تو انہیں ضائع کر دیا جائے۔"

"بہر طور یہ بات حتمی طور پر نہیں کہی جا سکتی میرا خیال تو یہ ہے کہ انہوں نے میکلو کو مشتہر رکھ کر یہاں اس قصبے میں اپنا یہ زبردست اسٹور بنایا ہوگا۔ اسٹور سے بہت سی چیزیں ہاتھ لگی تھیں ان میں کچھ کاغذات وغیرہ بھی ہاتھ لگے تھے جن کی جانچ پڑتال ابھی تک نہیں کی گئی تھی مزید پولیس یہاں بلوائی گئی تھی اور پورے کا پورا قصبہ گھیرے میں لے لیا گیا تھا ہر جگہ کی تلاشی ہو رہی تھی مائر لیس پر پنیٹر نے اپنے محکمے کے دوسرے لوگوں کو بھی ہدایت کر دی گئی تھی ذخیرہ مل جانے کے بعد اب یہاں ہر طرح کی کارروائی ممکن ہو سکتی تھی۔

چنانچہ صبح ہی صبح پولیس کے بے شمار گاڑیاں یہاں پہنچ گئیں اور اطراف کے علاقے میں پولیس ہی پولیس نظر آنے لگی ہمارا کام تقریباً ختم ہو گیا تھا پولیس کا کام اب صرف یہ تھا کہ وہ ان مکانوں کو کھود کھود کر ان کی گہرائیوں میں تہہ خانے تلاش کرے اور وہاں منشیات کی موجودگی کا جائزہ لے۔

پنیٹر میں اور پاؤل واپس چل پڑے بڑی کامیاب کوشش تھی ہماری وہ دونوں مجھے اس سلسلے میں مبارک باد دے رہے تھے اور میری روح سرائی کر رہے تھے تب پنیٹر نے کہا؟

"دوسرے پروگرام کے لیے کیا ارادہ ہے میرا مقصد ہے کہ جہاز پر چھاپہ مارا جائے گا؟"

"اوہ۔ میں اس سلسلے میں تم سے پوچھنا بھول ہی گیا تھا مسٹر پنیٹر کہ جہاز کی نگرانی کا بندوبست کر لیا گیا ہے۔"

"مکمل طور پر۔ میں نے مسٹر لوانا صغر کے انکشاف کے بعد جو کچھ کارروائیاں کی تھیں اس میں کسی بھی پہلو کو تشنہ نہیں چھوڑا چنانچہ دیکونا کے اطراف میں جو تین جہاز کھڑے ہوئے ہیں وہاں پر ہمارے آدمی اب تک پہنچ چکے ہوں گے وہ دوربینوں اور مختلف ذرائع سے دیکونا کی نگرانی کر رہے ہوں گے اور وہاں ہونے والی ہر نقل و حرکت کا جائزہ لیا جا رہا ہوگا میرا خیال ہے اس سلسلے میں دیکونا والوں کو ابھی تک کوئی خبر نہیں ہوئی ہو گی سوائے اس کے کہ اس چھاپے کی اطلاع ان کو مل گئی ہو گی۔ میں سمجھتا ہوں کہ وہ فوری طور پر دیکونا کو یہاں سے لے جانے کا بندوبست نہیں کر سکتے۔"

"میں چاہتا ہوں مسٹر پنیٹر کہ آپ محکمہ جہاز رانی کو اس سلسلے میں ہدایات دے دیں اور ان سے کہہ دیں کہ دیکونا کو ابھی کسی قیمت پر کلیرنس نہ دیا جائے نہ ہی اس کی پوزیشن تبدیل کرنے کی اجازت ان کو ملنی چاہیے۔"

"ٹھیک ہے یہ بھی ہو جائے گا۔"

"تو پھر اب میرا خیال ہے کہ آپ ہم لوگوں کو آرام کی اجازت دیجیے بہتر یہ ہوگا کہ آپ بھی اپنی چھوٹی موٹی کارروائیوں سے فرصت پانے کے بعد تھوڑی دیر سو لیں تاکہ ہم دیکونا پر حملہ کرنے کے لیے خود کو مستعد کر سکیں۔"

"گڈ۔ اچھی تجویز ہے آپ کی آئیے مسٹر نواز میں آپ کو آپ کے فلیٹ پر چھوڑ دوں اس کے بعد ہم دونوں چلے جائیں گے میں نے مسکرا کر گردن ہلا دی۔

چنانچہ تھوڑی دیر کے بعد ان لوگوں نے مجھے اس بلڈنگ کے سامنے اُتار دیا جہاں سے تھوڑے فاصلے پر چلنے کے بعد وہ بلڈنگ تھی جس میں میرا فلیٹ تھا۔

آنکھوں کے پپوٹوں میں جلن سی ہو رہی تھی دماغ میں ہلکے ہلکے چکروں کا سا احساس ہوتے لگتا تھا میں نے فیصلہ کیا تھا کہ فلیٹ میں داخل ہو کر سب سے پہلے غسل کروں گا اور اس کے بعد آرام سے سو جاؤں گا میں فون کا ریسیور اُتار کر نیچے رکھ دوں گا تاکہ فون کی گھنٹی پریشان نہ کرے۔ سونا نہایت ضروری تھا۔

چنانچہ میں اطمینان سے فلیٹ کا تالا کھول کر اندر داخل ہو گیا دروازہ بند کر کے میں جماہی لیتا ہوا اپنی خوابگاہ کی جانب چل پڑا باتھ روم ملحق تھا خوابگاہ میں داخل ہوا تو نجانے کیوں چھٹی حس نے ایک عجب سا احساس دلایا کوئی گڑبڑ تھی۔ کیا میں نے سوچا اور متجسسانہ نگاہوں سے کمرے میں چاروں طرف دیکھنے لگا بظاہر کوئی خاص بات نظر نہیں آئی تھی۔

چند لمحات میں سوچتا رہا اور پھر ایک کرسی پر بیٹھ کر جوتے اتارے اور غسل خانے کی جانب چل پڑا تھا سلیپر پہن کر میں باتھ روم کے دروازے تک پہنچا دروازہ کھول کر اندر قدم رکھا ہی تھا کہ دفعتاً ٹھٹھکنا پڑا یقیناً میری چھٹی حس نے مجھے جس چیز کا احساس دلایا تھا وہ بے معنی نہیں تھے باتھ روم کے ٹب میں ایک ہاتھ کنارے پر لٹکا ہوا نظر آ رہا تھا میں تیزی سے دوڑتا ہوا باتھنگ ٹب کے قریب پہنچ گیا پانی بھرا ہوا تھا اور پانی میں ایک لاش تیر رہی تھی۔

لیکن لاش پر نگاہ پڑتے ہی مجھے اتنی زور کا شاک لگا کہ اگر میں نل کی ٹونٹی نہ تھام لیتا تو یقینی طور پر گر پڑا ہوتا۔ جونہی میں نے ٹونٹی پر ہاتھ رکھا مجھے ایک سفید کاغذ کی چٹ نظر آئی جو ٹونٹی میں پھنسی ہوئی تھی۔

میں نے بوکھلائی ہوئی نگاہوں سے اِدھر اُدھر دیکھا اور پھر اس چٹ کو ٹونٹی سے کھینچ لیا چٹ کھول کر دیکھا لکھا تھا۔

ہیلو۔ میں تم ہی سے مخاطب ہوں تم تھوڑے فاصلے پر یہ سوئچ بورڈ دیکھ رہے ہو اگر دو باریک تار اس سوئچ بورڈ میں پھنسا دیے جاتے اور ان کے دوسرے سرے نل کی اس ٹونٹی سے منسلک کر دیے جاتے اور سوئچ آن کر دیا جاتا تو تم خود سوچ سکتے ہو کہ اس وقت تمہارا کیا حشر ہو رہا ہوتا باتھنگ ٹب سے پانی نکل کر نیچے فرش پر پھیلا ہوا ہے اور تم ننگے پاؤں ہو اس حالت میں دیکھنے والوں کو یہاں صرف دو لاشیں نظر آتیں ایک باتھنگ ٹب کے اندر اور دوسری باہر لیکن ہم تمہیں قتل نہیں کرنا چاہتے تھے نمونہ ارسال ہے ہمیں یقین ہے کہ تم اس شخص کو پہچانتے ہو گے بہر طور اس بات سے اپنے آپ کو اچھی طرح محسوس کر لو اور یہ جان لو کہ ہماری کیا حیثیت ہے۔

میں نے چکراتے ہوئے ذہن پر قابو پایا اور اس سوئچ بورڈ کی جانب دیکھنے لگا درحقیقت انہوں نے جو کچھ کہا تھا غلط نہیں کہا تھا ساکٹ میں بجلی کے ننگے تار پھنسا کر اسٹیل کی اس ٹونٹی سے باندھ دیے جاتے اور سوئچ آن کر دیا جاتا تو یہ بالکل فطری بات تھی کہ اس وقت میں بجلی کے کرنٹ کا شکار ہو جاتا۔ چونکہ باتھنگ ٹب سے پانی نکل نکل کر نیچے ٹائلوں کے فرش پر کافی پھیل گیا تھا۔ نالی جس سے پانی کو بہہ جانا چاہیے تھا خاص طور سے بند کر دی گئی تھی اس کے سوراخوں میں سینٹ پیپر پھنسا دیے گئے تھے۔

میں نے ایک گہری سانس لی اور لاش کے قریب پہنچ گیا مائیکل ہاوج کا مدقوق چہرہ میرے سامنے تھا اور اس کے ساتھ ساتھ ہی مجھے گرینی ہاوج کی سسکیاں بھی سنائی دے رہی تھیں گرینی ہاوج بے چاری بالآخر اپنے بھائی کو بچا نہ سکی لیکن کتنی تشویش کی بات تھی کتنے دُکھ کی بات تھی کہ جس بھائی کے لیے اس نے اپنی زندگی کو داؤ پر لگا دیا وہ نہیں بچ سکا تھا اور وہ بے چاری اس سے ہاتھ دھو بیٹھی تھی۔ دفعتاً میرے ذہن میں ایک خیال آیا اگر مائیکل ہاوج ان کے قبضے میں آ گیا ہے تو یقیناً گرین ہاوج بھی ان کے پھندے سے نہ بچی ہو گی وہ تو بالکل ہی اجنبی جگہ چلی گئی تھی اور اپنی دانست میں ان لوگوں کے چنگل سے محفوظ ہو گئی تھی دوسرے لمحے میں دوڑتا ہوا کمرے میں آیا اور سوچا کہ گرین ہاؤچ کو ٹیلی فون کر کے صورت حال معلوم کروں، چنانچہ فون کے قریب پہنچ کر میں نے ریسیور اُٹھایا، لیکن ایک بار پھر میرے اعصاب جھنجھنا کر رہ گئے تھے۔

ریسیور اٹھاتے ہی ایک ہلکا سا دھماکہ ہوا اور ٹیلی فون ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا، ریسیور کا تار اس دھماکے سے کٹ گیا تھا اور فون کا نچلا حصہ اس طرح بکھر کر نیچے گر گیا تھا کہ اس کی کوئی چیز سلامت نہیں رہی تھی، یقیناً یہ بم کا ہلکا سا دھماکہ تھا۔ اور بم کو اس طرح ریسیور کے بٹنوں سے منسلک کیا گیا تھا کہ جونہی ریسیور اپنی جگہ سے ہٹے، اور اس جگہ کے کلپ اوپر اٹھیں، بم کی پن ہٹ جائے اور فون دھماکے سے اڑ جائے، ہر چند کہ یہ دھماکہ

شدید نہیں تھا، لیکن میرے لیے بے حد اعصاب شکن تھا، خاص طور سے اس لیے کہ رات بھر جاگتا رہا تھا اور پھر مائیکل ہاڈیج کی لاش دیکھ کر ذہن پر ویسے ہی قابو نہیں رہا تھا۔

ایک ہلکی سی چیخ کے ساتھ میں نے ریسیور پھینک دیا اور پھٹی پھٹی نگاہوں سے فون کے بکھرے ہوئے ٹکڑوں کو دیکھنے لگا بہت سے پلاسٹک کے ٹکڑے بارود کے دھوئیں سے سیاہ ہو گئے تھے، لیکن اس کے ساتھ ساتھ ہی سفید کاغذ کا ایک ٹکڑا فون کی باڈی میں سے نکل کر باہر گر پڑا تھا۔ تہہ کیا ہوا چھوٹا سا ٹکڑا۔ بڑی ڈرامائی پوزیشن اختیار کی تھی ان لوگوں نے۔ یقیناً کاغذ کے اس ٹکڑے میں میرے لیے کوئی اور پیغام موجود تھا۔

چند لمحات تو ہمت نہ ہوئی کہ اس کاغذ کو ہاتھ لگاؤں لیکن یہ جو کچھ ہو رہا تھا ایسا دلچسپ تماشہ تھا کہ میں صورت حال معلوم کیے بغیر چین سے نہیں رہ سکتا تھا، چنانچہ اعصاب کو قابو میں کر کے میں نے کاغذ کا ٹکڑا بھی اُٹھا لیا اور اُسے کھولا اس پر بھی ایک مختصر سی تحریر موجود تھی۔

”نہیں نہیں تمہیں اپنے آپ پر مکمل کنٹرول کر کے صرف وہی کرنا ہے جس کی تمہیں ہدایت کی جائے“۔ نہ کرنے کا نتیجہ اتنا خطرناک ہوگا کہ تم کسی کو اس بارے میں بتانے کے لیے زندہ نہ رہو گے۔ یہ بم خطا تصور بھی ہو سکتا تھا اور جونہی تم ریسیور اُٹھاتے، تمہارے اپنے ٹکڑے بھی اسی طرح فضا میں بکھر جاتے، جس طرح مضبوط پلاسٹک کی باڈی کے ٹیلی فون کے ٹکڑے۔ چنانچہ اب تمہیں وارننگ دی جاتی ہے کہ اب تم اس فلیٹ میں قیام نہ کرو، بلکہ یہاں سے نکل کر واپس اسی ہوٹل میں پہنچ جاؤ جہاں تمہارا پہلے قیام تھا۔ ہمیں یقین ہے کہ تم ہماری اس ہدایت پر عمل کرو گے“۔

میں نے کاغذ کا یہ پرزہ احتیاط سے جیب میں رکھ لیا۔ واقعی بڑا دلچسپ تماشہ شروع ہو گیا تھا، گویا ان لوگوں نے اس فلیٹ میں اپنی کارروائی خاصے اطمینان سے انجام دی تھی، اس میں کوئی شک نہیں تھا کہ یہ دونوں چھوٹے چھوٹے حادثے جو یہاں ہوئے تھے، بڑے اور جان لیوا حادثے بھی بن سکتے تھے اور شاید میں انہیں نہیں روک سکتا تھا چند لمحات میں سوچتا رہا کہ اب کیا کرنا چاہیے۔ فلیٹ چھوڑ نا یوں بھی اب ضروری ہو گیا تھا چونکہ یہ جگہ ان کے علم میں آ چکی تھی، لیکن مسئلہ یہ ہے کہ مجھے ہوٹل پہنچنے کی ہدایت کیوں کی گئی تھی۔ کیا اس ہوٹل میں ان لوگوں نے میرے لیے کوئی خاص انتظام کیا تھا۔؟ چند لمحات تو ذہن کوئی فیصلہ نہ کر پایا کہ کیا جائے۔ لیکن پھر دل میں ایک اور احساس اُبھرا، دیکھنا چاہیے کہ وہ لوگ میرے لیے کیا خیالات رکھتے ہیں۔ اگر قتل کرنا مقصود ہوتا تو یہ دونوں واقعے میری زندگی کو ختم کرنے کے لیے کافی ہو سکتے تھے، لیکن شاید وہ مجھے قتل نہیں کرنا چاہتے۔ اس کے علاوہ میں یہ بھی سوچ رہا تھا کہ ممکن ہے جس وقت میرے فلیٹ میں یہ کارروائی ہوئی ہو، نہ تو میکلو کے اطراف میں اس قصبے پر پولیس ریڈ ہوا ہوگا اور نہ ہی دیکونا کے خلاف یہ کارروائی ہوئی ہو گی۔ ممکن ہے اس وقت ان کی ذہنی حالت اس حد تک خراب نہ ہو اور انہوں نے مجھے قتل کرنے کا فیصلہ نہ کیا ہو لیکن اب صورتحال تبدیل ہو گئی تھی۔ خوف کی اس فضا میں، سانس لینا میرے لیے مشکل ہی تھا، میں عمل کی دنیا کا انسان تھا اور عملی طور پر ہر کام کرنے کا خواہش مند، میں نے سوچا کہ اُن کی ہدایت کے مطابق عمل کر کے دیکھ لیا جائے۔ سب سے بڑا خوف ٹرسیا اور سوئیٹا کا تھا، اگر یہ دونوں بھی ان کی نگاہوں میں آ گئیں تو بے چاری لڑکیاں مصیبت کا شکار ہو سکتی ہیں۔ اس کے علاوہ گرینی ہاڈیج کے بارے میں اب یہ سوچا تو بالکل ہی احمقانہ سی بات تھی کہ وہ اپنے فلیٹ پر موجود ہو گی۔ جب مائیکل ہاڈیج ان کے قبضے میں آ چکا ہے تو گرینی ہاڈیج کی زندگی محال تھی۔ بے چاری لڑکی۔ میں نے دکھ بھرے انداز میں سوچا اور اس الماری کی جانب بڑھ گیا جس میں میرا لباس موجود تھا، کم از کم لباس تبدیل کر لیا جائے اس کے بعد سوچوں گا کہ آگے کیا کرنا چاہیے چنانچہ الماری کے نزدیک پہنچ کر میں نے اس کا تالا کھولا اور پھر اس کا پہلا پٹ ہٹایا ہی تھا کہ تیز آواز کے ساتھ کوئی میرے اُوپر آ رہا۔ اس کی زد سے بچنے کے لیے میں نے چھلانگ لگائی تھی۔ لیکن الماری سے نکل کر مجھ پر حملہ آور ہونے والا اوندھے منہ نیچے گر پڑا۔

چھلانگ لگانے کے بعد میں اس کے اٹھنے کا انتظار کر رہا تھا اور اس بات کے لیے تیار تھا کہ اگر وہ دوبارہ مجھ پر حملہ آور ہو تو میں اسے خاطر خواہ مزا چکھاؤں میں اس کے ہاتھ میں دبے ہوئے خنجر کو صاف دیکھ چکا تھا لیکن حیرت انگیز بات یہ تھی کہ وہ گرنے کے بعد دوبارہ نہیں اُٹھا تھا اور اوندھے منہ زمین پر پڑا ہوا تھا۔

چند لمحات میں اسی طرح کھڑا انتظار کرتا رہا میری سمجھ میں کچھ نہ آیا تھا۔ پھر جب وہ مسلسل پڑا رہا تو میں آگے بڑھا اور میں نے اس کے بال پکڑ کر اسے ایک زوردار جھٹکا دیا۔ جھٹکا اتنا زوردار تھا کہ وہ سیدھا ہو گیا۔ تب میں نے اس کے سینے میں ایک سوراخ دیکھا۔ اس سوراخ سے خون نہیں بہہ رہا تھا بلکہ خون جھانک رہا تھا، سوراخ گولی ہی کا تھا، لیکن غالباً اتنا پرانا تھا کہ اب خون اس کے منہ پر منجمد ہو چکا تھا۔

اُس کی آنکھیں کھلی ہوئی تھیں اور شکل بے حد بھیانک نظر آ رہی تھی، بدن سے ہلکا ہلکا سا تعفن بھی اٹھ رہا تھا جس کا مقصد تھا کہ لاش تقریباً دس بارہ گھنٹے پرانی ہے میں ایک لمحے کے لیے صورت حال کو سمجھ نہیں سکا تھا، لیکن اس کے جس ہاتھ میں خنجر دبا ہوا تھا، اُسی میں کاغذ کا ایک پرزہ بھی دبا ہوا تھا۔ مجھے ہنسی آنے لگی، ان لوگوں نے کیا تماشہ کیا ہے۔ بہر طور کاغذ کے اس پرزے کی تحریر بھی دلچسپی سے خالی نہیں ہو گی۔ میں نے بمشکل تمام اسے اس کی مٹھی سے نکالا اور کھول کر پڑھنے لگا۔

لکھا تھا۔

یہ شخص زندہ بھی ہو سکتا تھا اور یہ خنجر جو اس کے ہاتھ میں ہے، الماری کھلتے ہی تمہارے سینے میں اتر سکتا تھا۔ میرا خیال ہے اگر تم باقی معاملات سے روشناس نہیں ہوئے ہو، تو پھر اُن دونوں سے بھی روشناس ہو جاؤ تمہارے لیے بہتر یہی ہے کہ تم یہاں سے جا کر اس ہوٹل میں مقیم ہو جاؤ۔ وہاں تم آرام سے رہ سکتے ہو اور سنو، ہوٹل پہنچانے میں ہمارا کوئی خاص مفاد وابستہ نہیں ہے، سوائے اس کے کہ تم ہماری نگاہوں میں رہو اور ہم تمہاری آئندہ کارروائی کے بارے میں جانتے رہیں۔ لیکن اگر تم یہ سمجھتے ہو کہ فلیٹ سے نکلنے کے بعد تم بحفاظت کہیں اور پہنچ جاؤ گے، تو تم اس تصور کو ذہن سے نکال دینا اس وقت تم بے شمار رائفلوں کے نشانوں کی زد پر ہو یہ پرچہ پڑھ کر میں نے گہری سانس لی واقعی اس دھمکی کو صرف دھمکی ہی نہیں سمجھا جا سکتا تھا، جن لوگوں نے یہ تمام کارروائی یہاں پر کی تھی، انہوں نے آگے کے بارے میں بھی جو کچھ کہا ہے، وہ سچ ہی ہو گا، چنانچہ اس میں کوئی ہرج نہیں تھا کہ میں دوبارہ اسی ہوٹل میں مقیم ہو جاؤں پاؤل اور ہنیٹر کو اس بارے میں اطلاع دینا اس وقت کسی طور ممکن نہیں تھا۔

میں نے مختصر سا ضروری سامان اپنے ساتھ لیا اور فلیٹ کے دروازے سے باہر نکل آیا۔ سیڑھیاں اتر کر میں ادھر اُدھر دیکھنے لگا۔ وہ کار کھڑی ہوئی تھی، جو مجھے انسپکٹر ہنیٹر نے دی تھی میں نے اس کے استعمال میں کوئی قباحت محسوس نہ کی۔ دروازہ کھولا اور اندر بیٹھ کر کار اسٹارٹ کر دی۔

ہوٹل میں میرا کمرہ جوں کا توں موجود تھا، چنانچہ اس تک پہنچنے میں مجھے کوئی دقت نہ ہوئی، میں اپنے ہوٹل کے اس کمرے میں مقید ہو گیا۔ ہاں میں اسے قید ہی کہہ سکتا تھا کیونکہ میں جانتا تھا کہ بے شمار آنکھیں میری نگرانی کر رہی ہیں میں نے راستے میں بھی محسوس کر لیا تھا کہ ان لوگوں نے جو کچھ کہا ہے اس میں کوئی بات غلط نہیں ہے۔ بہت سی کاریں میرے اطراف میں پھیلی ہوئی تھیں اور مجھے یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے وہ باقاعدہ مجھے ہوٹل پہنچانے کے لیے متعین کی گئی ہوں۔

اس صورت حال سے نمٹنا انتہائی مشکل کام تھا چنانچہ میں نے فیصلہ کر لیا تھا کہ ہوٹل تک پہنچنا ضروری ہے اس کے بعد جو کچھ صورت حال ہو گی، دیکھا جائے گا۔

میں ہوٹل میں داخل ہوا، کاؤنٹر سے میں نے چابی طلب کی اور اس کے بعد اپنی منزل پر پہنچ کر ہوٹل کے کمرے میں داخل ہو گیا۔ میں نہیں جانتا تھا کہ اس کمرے میں کون کون سی مصیبتیں میری منتظر ہیں۔ کمرہ خالی پڑا ہوا تھا اور بظاہر اس میں کوئی خاص تبدیلی بھی نظر نہیں آ رہی تھی۔

میں تھکے تھکے سے انداز میں ایک کرسی پر جا بیٹھا سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ کیا کروں۔ ویسے اس بات کا مجھے اندازہ تھا کہ یہاں میرے لیے تمام انتظامات مکمل کر دیے گئے ہوں گے جب کوئی صورت حال ذہن میں نہ آئی تو ٹیلی فون کی جانب بڑھا ڈرتے ڈرتے ریسیور اٹھایا اور اسے کان سے لگا لیا۔ لیکن بے کار۔

یہاں ٹیلی فون میں بم تو نہیں رکھا گیا تھا لیکن اس کی لائن بے کار کر دی گئی تھی، گویا یہاں میں ایک قیدی تھا۔

کافی دیر تک میں بیٹھا کچھ سوچتا رہا۔ دفعتاً دروازے پر دستک ہوئی۔ اور میں نے بھاری آواز میں کہا۔

”آ جاؤ۔ ایک ویٹر کمرے میں داخل ہوا تھا۔ کوئی سی چیز کی ضرورت جناب۔ اس نے مودبانہ انداز میں سوال کیا اور میں اس کی شکل دیکھنے لگا۔ یہ شخص اپنے انداز و اطوار سے ویٹر نہیں معلوم ہوتا تھا، پڑھے لکھے آدمیوں کا سا چہرہ تھا، بس لباس ویٹر کا سا تھا۔ میں نے بنظر غائر اس کا جائزہ لیا اور آہستہ سے بولا۔

”میرے لیے اب کیا ہدایت ہے۔؟ ویٹر کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

”صرف اتنی کہ آپ یہاں آرام کریں اور کسی قسم کی پریشانی کا شکار نہ ہوں، میں آپ کی خدمت میں کوئی چیز پیش کروں؟“

”جو چیز تم پیش کرو گے، یقینی طور پر وہ بہتر نہیں ہو گی“

”اس سلسلے میں کیا عرض کر سکتا ہوں، ویسے آپ کے لیے ایک خاص ہدایت یہ ہے کہ اب اس دروازے سے باہر قدم نہ رکھیں، ورنہ بے دریغ آپ کو گولی مار دی جائے گی۔ ویٹر نے کہا اور اطمینان سے گردن جھکا کر دروازے کی طرف مڑ گیا۔

میرے دماغ میں شعلے اٹھنے لگے تھے، چند لمحات کے لیے میرے اندر جنون سا ابھرا اور میری مٹھیاں بھینچ گئیں، لیکن میں

نے اپنے جنون کو روکا اور پھر آہستہ سے ویٹر کو آواز دی۔

"اچھا سنو۔ میرے لیے کوئی مشروب لے آؤ، کوئی ٹھنڈا مشروب۔"

"بہتر ہے،" اس نے جواب دیا اور باہر نکل گیا میں نے سوچا تھا کہ مشروب لے کر ویٹر واپس آئے گا تو اس کا خاطر خواہ بندوبست کر لوں گا۔ لیکن کم بخت بڑے چالاک لوگ تھے۔

اس بار جو ویٹر اندر آیا وہ، وہ نہیں تھا جو تھوڑی دیر پہلے میرے پاس آیا تھا، بلکہ ایک سادہ سی شکل کا آدمی تھا اور شکل و صورت سے ویٹر ہی نظر آتا تھا۔

"وہ پہلا ویٹر کہاں گیا، جو یہاں آیا تھا، میں نے اس سے سوال کیا۔

"جی۔ ویٹر حیرت سے بولا۔"

"اس سے پہلے ایک ویٹر آیا تھا یہاں پر۔"

"جی مجھے نہیں معلوم۔"

"تو پھر اس مشروب کے لیے تم سے کس نے کہا۔؟"

"جی کاؤنٹر منیجر نے۔ ویٹر نے جواب دیا اور میں نے پُرخیال انداز میں گردن ہلا دی۔

یہاں بھی کم بختوں نے کمینے پن کا ثبوت دیا تھا۔ میں نے مشروب کا گلاس ویٹر کو ایک جگہ رکھنے کے لیے کہا اور ویٹر گلاس رکھ کر کمرے سے باہر نکل گیا۔ میری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ کیا کروں اتنی بے بسی محسوس کر رہا تھا کہ خاصی پریشانی کا شکار ہو گیا تھا۔

بہت دیر تک میں اپنی جگہ بیٹھا کچھ سوچتا رہا، یہ مشروب پینا تو بالکل بے کار ہی تھا، جانتا تھا کہ اس میں کوئی ایسی چیز بھی ملی ہوئی ہو سکتی ہے، جو مجھے نقصان پہنچا دے۔ دفعتاً ایک خیال میرے ذہن میں آیا۔

کیوں نہ کوئی مناسب کارروائی کی جائے، ادھر ادھر دیکھا۔ دروازے کے قریب پہنچا، کی ہول سے آنکھ لگا کر باہر جھانکا، اور پھر دروازہ کھول کر بھی دیکھا لیکن راہداری سنسان پڑی ہوئی تھی کوئی موجود نہیں تھا میں نے احتیاط سے دروازہ بند کیا مشروب کے گلاس کے قریب پہنچا اور پھر اس میں سے تقریباً تین چوتھائی مشروب غسل خانے میں لے جا کر واش بیسن میں انڈیل دیا۔ پھر میں گلاس رکھ کر اطمینان سے اپنے بستر پر آ لیٹا۔

تقریباً ایک گھنٹہ یونہی گزر گیا۔ مجھے واقعی نیند آ رہی تھی اور نجانے کب اور کس طرح میں گہری نیند سو گیا۔

جاگا تو شاید سورج ڈھل چکا تھا، سامنے ہی ایک گول روشن دان سے شام کی کجلاہٹیں جھانک رہی تھیں، نیند پوری ہو چکی تھی اور طبیعت میں فرحت کا سا احساس جاگزیں تھا۔

آہستہ آہستہ وہ واقعات مجھے یاد آتے گئے، مشروب کا وہ گلاس بھی یاد آیا جو میں نے نہیں پیا تھا۔ بلکہ جس کا مشروب میں نے گرا دیا تھا۔ لیکن جب گلاس پر نگاہ پڑی تو اسے اپنی جگہ سے غائب پایا۔ ایک لمحے کے لیے میں اچھل کر کھڑا ہو گیا تھا، چونک کر دروازے کی طرف دیکھا۔ دروازہ تو میں نے اندر سے بند کیا تھا، پھر یہ گلاس کہاں گیا اور دروازے کو دیکھتے ہوئے میرا سر ایک لمحے کے لیے چکرا سا گیا۔

دروازہ اس جگہ نہیں تھا جہاں میں نے پہلے دیکھا تھا۔

تھوڑی ہی دیر کے بعد مجھے احساس ہو گیا کہ میں اس جگہ نہیں ہوں جہاں سویا تھا۔ گڑبڑ ہو گئی، بہت بڑی گڑبڑ ہو گئی۔ میں نے مشروب کا گلاس تو نہیں پیا تھا کہیں اس گلاس سے تو مجھ پر بے ہوشی طاری نہیں ہوئی تھی لیکن نیند کی جو بے ہوشی مجھ پر طاری ہوئی تھی اس نے میرا کام تمام کر دیا تھا۔

لاحول ولا قوۃ۔ میں نے دل ہی دل میں خود پر لاحول پڑھی، پھنس گیا اب ان لوگوں کے چکر میں۔ ویسے بھی بظاہر یہی محسوس ہوتا تھا کہ ان لوگوں نے میرے بچنے کا کوئی موقع نہیں چھوڑا ہے۔

پاؤل اور پنیٹرا اپنے معاملات میں مصروف ہوں گے۔ ظاہر ہے انہوں نے اتنا بڑا کیس پکڑا تھا آسانی سے تو انہیں فراغت حاصل نہیں ہو سکتی تھی، ان حالات میں میری طرف توجہ کون دیتا اور کون یہ پتا چلانے کی کوشش کرتا کہ میں کس حال میں ہوں اور پھر اس کے علاوہ انہیں یہ گمان بھی نہیں ہو گا کہ میں اس طرح فلیٹ سے ہوٹل تک پہنچ گیا ہوں۔

کاش میں کاغذ کے کچھ پرزے ہی وہاں چھوڑ آتا، جن سے انہیں میرے فلیٹ کی تلاشی لینے کے بعد یہ اندازہ ہو سکتا کہ مجھ پر کیا بیتی ہے۔ لیکن۔ لیکن یہ بھی ایک احمقانہ کوشش ہوتی۔

جو لوگ اس قدر چالاک ہوں اور جنہوں نے اتنی چالاکی سے یہ تمام کام انجام دیے ہوں، اگر کاغذ کے کچھ ٹکڑے وہاں پڑے مل جاتے تو وہ انہیں چھوڑ دیتے، یا پھر باتھ روم میں مائیکل ہاؤچ کی لاش اور الماری کے پاس اس شخص کی لاش کو انہوں نے اس طرح چھوڑ دیا ہو گا میرا خیال ہے اگر وہ لوگ میرے فلیٹ کی تلاشی لیں تو انہیں وہ فون بھی وہاں دستیاب ہو جائے گا جو پرزے پرزے ہو چکا تھا، اس کی جگہ کوئی دوسرا فون رکھ دیا ہو گا تاکہ پولیس کو شبہ نہ ہو سکے۔

میں ابھی لیٹا حالات کا جائزہ لے ہی رہا تھا کہ یہ کونسی جگہ ہے اور کون سی جگہ ہو سکتی ہے کہ دفعتاً بڑے زور کا

چکر سا آیا، میں لرزتے ہاتھوں سے اپنے اس بستر کو پکڑنے کی کوشش کرنے لگا جس پر لیٹا ہوا تھا۔ لیکن تھوڑی ہی دیر کے بعد مجھے احساس ہوا کہ یہ چکر نہیں ہے بلکہ کمرہ ہل رہا ہے، کمرے کے ہلنے پر غور کیا تھا تو ایک اور بھی احساس ہوا، یقیناً یہ لکڑی کا کمرہ تھا۔ دوسرے لمحے میرے ذہن میں ایک ہی خیال آیا۔ ویکونا۔ کیا وہ لوگ وہاں سے اغوا کر کے مجھے ویکونا تک لے آئے ہیں۔

اس تصوّر کے ساتھ ذہن میں روشنی کی ایک کرن پیدا ہو گئی تھی۔ ویکونا تو پنیٹر کے آدمیوں کی نگرانی میں ہے، کیا کسی نے مجھے ان لوگوں کو یہاں لاتے ہوئے نہیں دیکھا ہو گا۔

واقعی۔ واقعی یہ خیال میرے لیے خاصا تسلی بخش تھا لیکن کچھ وسوسے بھی ذہن میں ابھر رہے تھے۔ ویکونا پر معمولی انتظامات نہیں کیے گئے ہوں گے۔ ان لوگوں کو اس بات کا اندازہ ہو گیا ہو گا کہ میکسیکو کے اطراف میں ان کا اڈہ پکڑا گیا ہے اور منشیات اب پولیس کے قبضے میں جا چکی ہیں، اس کے بعد انہوں نے ویکونا پر اس سلسلے میں معقول بندوبست ضرور کر لیا ہو گا۔ تو پھر پولیس کیا کر رہی ہے، کہیں یوں تو نہیں کہ ویکونا کے خلاف کارروائی ہو چکی ہو، اور پولیس کو یہاں سے کچھ نہ ملا ہو اور اس لیے اُسے بری الذمہ قرار دے دیا گیا ہو۔

بہت سے خیالات ذہن میں آ رہے تھے، کافی دیر تک یونہی لیٹا سوچتا رہا۔ پھر دروازہ کھلا اور کسی نے اندر جھانکا۔ جھانکنے والی، ایک قبول صورت لڑکی تھی، اس نے مجھے جاگتے دیکھا تو اندر آ گئی۔ اندر آ کر اس نے سپاٹ سے لہجے میں کہا۔

"کسی چیز کی ضرورت ہے۔؟"

"ہیلو۔ میں نے آہستہ سے کہا۔"

"میں نے پوچھا کسی چیز کی ضرورت ہے۔؟ وہ اسی لہجے میں بولی۔

"بہت بداخلاق ہو تم۔ میں نے ہونٹ سکوڑ کر کہا اور لڑکی عجیب سے انداز سے مجھے دیکھنے لگی۔ پھر بولی۔

"ہاں شاید تمہارا خیال درست ہے، میں واقعی بداخلاق ہوں اگر اس کا جواب اس بار بھی مجھے نہ ملا تو پھر میں چلی جاؤں گی۔

"مجھے بھوک لگ رہی ہے۔ میں نے کہا۔

"کھانا کھاؤ گے یا کوئی ہلکی پھلکی چیز پیش کروں؟ لڑکی نے پوچھا۔

"کیا وقت ہوا ہے۔ میں نے اپنی کلائی پر نگاہ ڈالتے ہوئے کہا۔ میری کلائی خالی تھی جس کا مطلب تھا کہ انہوں نے میری گھڑی اُتار لی تھی۔

"تقریباً پونے سات بجے ہیں۔"

"تو پھر ابھی کھانا نہیں کھاؤں گا۔ بہتر یہ ہے کہ چائے یا کافی کے ساتھ کوئی ہلکی پھلکی چیز لا دو۔"

"میں ابھی لاتی ہوں۔ اس نے کہا اور دروازے کی طرف مڑ گئی، جب وہ دروازے تک پہنچی تو میں نے اُسے پھر آواز دی۔

"اپنا نام تو بتاتی جاؤ۔ وہ ایک لمحے کے لیے رُکی اور پھر بولی۔"

"ڈمپل۔"

"کمال ہے ڈمپل نام کی لڑکیوں سے اس بار زیادہ واسطہ پڑ رہا ہے۔" اس نے ایک لمحے کے لیے مجھے دیکھا اور پھر باہر نکل گئی۔"

تھوڑی دیر کے بعد وہ ایک ٹرے میں ہلکے اور نفیس سینڈوچز، کچھ خشک میوے اور کافی کا ایک جگ رکھے ہوئے اندر آ گئی۔ میں نے مسکراتی نگاہوں سے اسے دیکھا اور بولا۔

"ڈمپل انسان کی سب سے اہم ضرورت کیا ہوتی ہے جانتی ہو۔؟"

"فضول باتیں سننے کے لیے اور ان کا جواب دینے کے لیے میرے پاس وقت نہیں ہے۔"

"کمال ہے، شکل و صورت دیکھ کر یہ اندازہ نہیں ہوتا کہ تم اس قدر بدمزاج ہو گی، لیکن خیر کوئی بات نہیں ہے کیا تمہیں ہدایت کر دی گئی ہے کہ مجھ سے کوئی سوال و جواب نہ کرو۔"

اس نے تیکھی نگاہوں سے مجھے دیکھا اور واپس دروازے کی جانب مُڑ گئی۔

میں نے شانے اچکائے اور اس کی لائی ہوئی چیزوں کی طرف متوجہ ہو گیا۔ چند ہی لمحوں میں ساری پلیٹیں خالی کر دی تھیں میں نے۔ کافی کا بڑا سا جگ تھا جس میں اتنی کافی موجود تھی کہ پیٹ بھر جائے۔ میں نے سوچا جو کچھ ہو گا دیکھا جائے گا کم از کم پیٹ تو خالی نہ رکھا جائے۔ کھانے پینے سے فارغ ہو کر میں اطمینان سے لیٹ گیا۔ اب سکون سے اپنے مستقبل کے بارے میں سوچا جا سکتا ہے۔ چنانچہ آنکھیں بند کیں اور خیالات میں کھو گیا۔ موجودہ حالات کے بارے میں یہ اندازہ لگانا مشکل نہیں تھا کہ میں انہی لوگوں کے ہتھے چڑھ گیا ہوں جن کے خلاف نبرد آزما تھا یعنی مسٹر وکٹر ویل بی کے آدمیوں کے وکٹر ویل کی پوزیشن کا مجھے کافی حد تک اندازہ ہو گیا تھا وہ یہاں لاس اینجلس میں خاصی مستحکم پوزیشن کا مالک تھا۔ پولیس آفیسر مسٹر پنیٹر اور پاؤل جیسی شخصیت اس کے خلاف کوئی موثر کارروائی کرتے

کے مجاز نہیں تھے مارکوس ٹریڈرز کا مسئلہ بڑی آسانی سے ختم کر دیا گیا تھا۔ اور میں نے اندازہ لگا لیا تھا کہ ویل بی کے خلاف کوئی کارروائی آسانی سے ممکن نہیں ہے منشیات کی اسمگلنگ کا معاملہ صرف اس لیے میرے لیے قابل توجہ ہو گیا تھا کہ مجھے اس سلسلے میں یہاں کے لیے خصوصی اجازت نامہ دیا گیا تھا اور ایک طرح سے پولیس کی مدد بھی حاصل تھی۔

ورنہ ظاہر میں، میں تو اپنی ہی مصیبت میں گرفتار تھا کسی نئے مسئلے میں پڑنا میرے لیے کہاں ممکن تھا زیبی کی یاد اب میرے سینے میں ایک کسک بن کر رہ گئی تھی نجانے کیوں مجھے احساس ہونے لگا کہ اب زیبی کا حصول میرے لیے ممکن نہیں ہے اگر دل میں امید کی کوئی کرن کبھی کبھی پیدا ہوتی تھی تو صرف اس خیال کے ساتھ کہ ترلوکا مجھے اپنا مدمقابل مانتا ہے اگر صرف مجھ سے انتقام لینا مقصود ہوتا تو مجھے میرے مکان ہی میں قتل کیا جا سکتا تھا میرے ذہن میں یہ تصور بھی نہیں تھا کہ ترلوکا دوبارہ منظم ہو کر میرے سامنے آ سکتا ہے ایسی صورت میں اگر اس کے ساتھی کہیں کسی بھی جگہ مجھ پر گولیاں برسا دیتے تو ظاہر ہے میں انسان تھا سُپر مین نہیں تھا کہ ان سے بچ ہی جاتا زیبی کو اغوا کر کے ترلوکا نے ایک طرح سے مجھے چیلنج کیا تھا اور اس بات کی دعوت دی تھی کہ میں ایک بار پھر اس کے راستے میں آؤں اور وہ مجھے تھکا تھکا کر مارے بعض جرائم پیشہ افراد اور خاص طور سے وہ لوگ جو اپنے پاس کوئی قوت رکھتے ہیں اپنے دشمنوں کے ساتھ چوہے بلی کا کھیل کھیلنا پسند کرتے ہیں یہ ان کی صفت ہوتی ہے دشمن پر قابو پانے کے باوجود وہ اسے ہلاک نہیں کرتے بلکہ آزاد چھوڑ کر اس کی بے بسی کا تماشہ دیکھنا پسند کرتے ہیں یہ خاص قسم کے لوگوں کی صفت ہوتی ہے اور عموماً وہ اپنی اس صفت کا شکار ہو جاتے ہیں۔ مدمقابل کو کمزور سمجھ کر اس کے خلاف چوہے بلی کا کھیل لسبا اوقات انہیں لے ڈوبتا ہے اور شاید اسے ہی تقدیر کا کھیل بھی کہا جاتا ہے چنانچہ ترلوکا نے اپنے آپ کو منظم کرنے کے بعد زیبی کو اغوا کرایا تاکہ میں مشتعل ہو جاؤں اور پھر اس کی تلاش میں مارا مارا پھروں ممکن ہے اس نے زیبی کو زندہ رکھا ہو ممکن ہے اسے میری کارروائیوں کا علم ہوا اس کا ثبوت اس طرح ملتا تھا کہ جب میں نیویارک سے لاس اینجلس پہنچا تھا تو ایئرپورٹ ہی سے میرے استقبال کی تیاریاں کر لی گئی تھیں۔

اور اس کے بعد سے میرے اور اس کے درمیان چوہے بلی کا کھیل ہو رہا تھا لیکن اس بات کا مجھے اندازہ نہیں تھا کہ ترلوکا براہ راست اس کھیل میں شامل ہے یا اس نے اپنے نمائندے اور اپنے ہرکارے ویل بی پر بھروسہ کیا ہے ویل بی کو میرے بارے میں کیا ہدایات ملی ہیں یہ بات بھی میرے لیے قابل دلچسپی تھی بہرطور ان لوگوں نے اگر مجھے ذہنی اذیت کا شکار کرنے کے لیے یہ کارروائی کی تھی تو بھی اس بات کا اعتراف کرنے میں عار نہیں محسوس کرتا تھا کہ انہوں نے یہ کارروائی مؤثر انداز میں کی تھی اور میرے دل پر کاری ضرب لگائی تھی زیبی کے بجائے اگر میں ان کا شکار ہو جاتا تو شاید مجھے حالات کی ذرا بھی پروا نہ ہوتی لیکن زیبی کے علاوہ اب میری زندگی میں اور تھا بھی کیا۔ مسئلہ یہ پیدا ہوتا ہے کہ اب مجھے کیا کرنا چاہیے۔

جس جگہ میں قید تھا اس کے بارے میں یہ اندازہ بخوبی ہوتا تھا کہ وہ کوئی سمندری جہاز لانچ یا بوٹ وغیرہ ہے کیبن کی بناوٹ سے اس بات کا جواب بھی مل جاتا تھا کہ کوئی چھوٹی بوٹ اتنے شاندار کیبن کی مالک نہیں ہو سکتی یقیناً یہ جہاز ہے اور اگر جہاز ہے تو پھر اس بات کا اندازہ لگانا بھی مشکل نہیں تھا کہ یہ ویکونا ہی ہے۔

کیا پاؤل اور پنیٹر ویکونا کے بارے میں کوئی کارروائی کرنے میں ناکام رہے ہیں ممکن ہے وہ ویکونا تک پہنچے ہوں اور انہوں نے اس میں کوئی ایسی چیز نہ پائی ہو جس سے ویکونا اور اس کے عملے کو مجرم قرار دیا جا سکے۔ اس کے بعد بھلا اس بات کے کیا امکانات تھے کہ ایک غیر ملکی جہاز پر قبضہ رکھا جاتا ممکن ہے ان کی کارروائی کے بعد ہی مجھے یہاں لایا گیا ہو۔

بہرطور اب میں ان کے چنگل میں تھا اس جہاز سے فرار آسانی سے ممکن نہیں تھا اس کے علاوہ اور کوئی ترکیب میرے ذہن میں نہیں تھی کہ خاموشی سے انتظار کیا جائے چنانچہ میں نے فیصلہ کر لیا کہ اب انتظار کروں گا سکون سے اپنا وقت گزاروں گا اور اپنی باری کا منتظر رہوں گا البتہ یہ تصور بار بار میرے ذہن میں ایک مضحکہ خیز سی کیفیت پیدا کر دیتا تھا کہ وہ مجھے راجہ نواز اصغر کی حیثیت سے جانتے ہیں یا صرف اس حیثیت سے کہ میں منشیات کی اسمگلنگ کی روک تھام کے سلسلے میں پولیس کے ایک مددگار کی حیثیت رکھتا ہوں اگر وہ مجھے راجہ نواز اصغر کی حیثیت سے نہیں جانتے تو یہ بات میرے حق میں ہے میں کوشش کروں گا کہ اس حیثیت سے ان سے روشناس نہ ہو سکوں یہ تمام چیزیں ایک مبہم سی کیفیت کی حامل تھیں رات ہو گئی تھی جس کا اندازہ یونہی ہو جاتا تھا۔

روشنی جل اٹھی تھی اور کیبن جگمگا رہا تھا میں کچھ گھٹن سی محسوس کرنے لگا کافی دیر کے بعد میں اپنی جگہ سے اٹھا اور میں

نے دروازہ پیٹنا شروع کر دیا دو تین ہی ہاتھ مارے ہوں گے کہ دروازہ کھلا اور ایک شخص نے سامنے آکر کہا۔

„کیا بات ہے کیا چاہتے ہیں آپ"۔ اس کا لہجہ نرم تھا۔

„کسی ایسی بااختیار شخصیت سے ملاقات جس سے میں اپنے موضوع پر بات کر سکوں"۔

„ابھی یہ ممکن نہیں ہے۔ آپ آرام کیجیے۔ اس شخص نے کہا۔

„میں یہاں شدید گھٹن محسوس کر رہا ہوں اگر یہاں کچھ دیر اور بند رہا تو مر جاؤں گا"۔

„کوئی حرج نہیں ہے آپ مر جائیے"۔ اس نے کہا اور دروازہ بند کر دیا میں اس کے اس پرسکون انداز پر مسکرائے بغیر نہیں رہ سکا تھا ابھی میں کھڑا سوچ ہی رہا تھا کہ دفعتاً کیبن کی پچھلی دیوار کے اوپری حصے میں دو روشن دان کھل گئے اس سے قبل ان روشن دانوں پر نگاہ نہیں پڑی تھی ویسے بھی ان کی ساخت ایسی تھی کہ اگر وہ بند ہو تو محسوس ہی نہ ہوں۔ انہوں نے میری گھٹن کا انتظام کر دیا تھا میں ایک گہری سانس لے کر رہ گیا اور ایک بار پھر اپنی مسہری پر دراز ہو گیا کافی دیر اس طرح گزر گئی دفعتاً مجھے اپنا بدن ہلتا ہوا محسوس ہوا اس کے ساتھ ہی باہر جہاز کے انجن کی وسل سنائی دی تھی میرا دل ایک لمحے کے لیے دھڑکا اور پھر ٹھنڈی ٹھنڈی سانسیں میرے منہ سے خارج ہو گئیں جہاز چل پڑا تھا گویا میری زندگی کا ایک اور دور شروع ہو چکا تھا۔

اگر اس جہاز نے ساحل چھوڑ دیا تو پھر میں مکمل طور پر ان کے رحم و کرم پر ہوں یقیناً مجھے ایک قیدی کی حیثیت سے کہیں لے جایا جا رہا ہے ابھی میں یہی سب کچھ سوچ رہا تھا کہ کیبن کا دروازہ کھلا اور وہی لڑکی ڈمپل اندر داخل ہوئی اس بار وہ کھانے کی ٹرالی دھکیلتی ہوئی اندر آئی تھی۔

بڑی سنجیدہ اور خاموش سی لڑکی تھی چہرے پر ایک پُراسرار سی کیفیت طاری تھی میں نے سپاٹ سی نگاہوں سے اسے دیکھا اس نے خالی برتن پر نگاہ ڈالی اور پھر بولی۔

„یہ آپ نے اچھا کیا کہ کھانا پینا شروع کر دیا بسا اوقات ایسے لوگ بڑے خسارے میں رہتے ہیں جو اس طرح اپنی اہمیت جتانے کی کوشش کریں"۔

„تم مجھے ذلیل کرنا چاہتی ہو ڈمپل"۔ میں نے سنجیدگی سے کہا اور وہ چونک کر مجھے دیکھنے لگی پھر اس نے کہا۔

„نہیں، میرا ایسا کوئی ارادہ نہیں ہے"۔

„تم کو یہ نہیں کہنا چاہیے کہ بحالت مجبوری میں تم لوگوں کے رحم و کرم پر آ پڑا ہوں"۔

„مجبوریاں ایسی ہی ہوتی ہیں آپ اپنے پسند کی کوئی چیز ہو تو بتا دیجیے یہ کھانا میں آپ کے لیے لائی ہوں"۔

„ٹھیک ہے ڈمپل تم کہہ چکی ہو کہ تم ضروری باتوں کے علاوہ مجھ سے اور کوئی بات کرنے کے لیے تیار نہیں ہو۔ اس لیے میں تم سے کوئی مزید بات نہیں کروں گا"۔ اس نے پھر ایک بھرپور نگاہ مجھ پر ڈالی اس نگاہ میں اضطراب تھا میری گہری آنکھوں نے اسے محسوس کر لیا پھر وہ میرے قریب پہنچ گئی۔

„میں بھلا تمہارے لیے کیا کر سکتی ہوں۔؟"

„مجھ سے باتیں تو کر سکتی ہو"۔

„اس کی مجھے اجازت نہیں"۔

„تو ٹھیک ہے مجھے کیا حق پہنچتا ہے کہ میں تمہیں پریشانی میں ڈالوں"۔

„لیکن میں اندازہ کر چکی ہوں کہ یہاں ہماری گفتگو سننے کے لیے انتظامات نہیں ہیں"۔

„کیا مطلب۔؟" میں نے چونک کر کہا۔

„تم آہستہ لہجے میں مجھ سے باتیں کر سکتے ہو مجھ سے کہا گیا ہے کہ میں تمہیں کھانا کھلانے کے بعد برتن لے آؤں"۔

„بولو بولو بتاؤ کیا چیزیں تمہارے ذہن میں اضطراب پیدا کر رہی ہیں"۔

„مجھے مضطرب کرنے کے لیے تو میری یہ قید ہی کافی ہے لیکن کچھ سوالات میں تم سے کرنا چاہتا ہوں"۔

„ہاں۔ ہاں کہو۔ جلدی کہو"۔

„مجھ سے واقف ہو"۔

„نہیں۔ صرف اس حد تک واقف ہوں کہ تم مسٹر ویل بی کے قیدی ہو"۔

„اوہ۔ تمہارا شکریہ۔ ڈمپل تم نے مجھے اس شخص کا نام تو بتایا جو میری قید کا ذمہ دار ہے"۔

„ہاں۔ تم شاید مسٹر ویل بی کے گروہ کے خلاف پولیس کے کارکن کی حیثیت سے کام کر رہے ہو"۔ وہ بولی۔

„میرا نام بھی نہیں جانتیں تم"۔

„نہیں"۔

„اچھا اس جہاز کا کیا نام ہے"۔

„ویکونا"۔

„اس کا تعلق بلجیئم سے ہے"۔

„ہاں۔ بلجیئم سے ہے لیکن یہ مسٹر ویل بی کی ملکیت ہے"۔

„کیا مطلب۔؟"

"اب تفصیل میں نہ جاؤ یوں سمجھ لو کہ ایک بہت بڑے آدمی کا معاملہ ہے مسٹر ویل بی کا دنیا کے بہت سے ممالک میں کاروبار ہے۔"

"کیا وکٹر ویل بی کسی اور شخص کے لیے کام کرتا ہے۔" میں نے سوال کیا اور وہ گہری نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگی پھر بولی۔

"اس کا مقصد ہے کہ تم بہت کچھ جانتے ہو۔"

"اس کا مطلب ہے کہ تم بھی بہت کچھ جانتی ہو۔" میں نے اسی کے انداز میں کہا اور وہ مسکرا دی۔ پھر بولی۔

"کاش۔ میں تم سے زیادہ دیر تک گفتگو کر سکتی لیکن زندہ رہنا چاہتی ہوں۔" اس نے کہا۔

"ہوں۔ میں سمجھ رہا ہوں ڈمپل۔ گویا تم بھی بحالتِ مجبوری ان کے ساتھ ہو۔"

"بُرے راستوں پر خوشی سے چلنا کون پسند کرتا ہے بہت کم لوگ ایسے ہوتے ہیں جو فطرتاً مجرم ہوں یا جرائم پیشہ لوگوں کے ساتھ زندگی بسر کرنا پسند کرتے ہوں۔ عام طور سے مجبوریاں ہی انسان کو اس زندگی میں لے آتی ہیں۔"

"تمہاری کیا مجبوری ہے ڈمپل۔"

"نہ پوچھو بلاوجہ کی طویل داستانیں ہیں ان تمام داستانوں کی ایک ہی کیفیت ایک ہی نوعیت ہوتی ہے اس میں کوئی خاص تبدیلی نہیں ہوتی تم یوں سمجھ لو کہ میں بھی حالات کا شکار ہوں اور ان لوگوں کے لیے مخلصانہ کام کرنے کے لیے مجبور۔"

"میں سمجھتا ہوں۔ بہر طور تمہارا شکریہ ڈمپل میں خودغرض انسان نہیں ہوں کہ اپنی انا کی تسکین کے لیے تمہاری زندگی خطرے میں ڈالوں۔" وہ خاموشی سے مجھے دیکھنے لگی پھر بولی۔

"کھانا کھاؤ۔"

"پلیز ڈمپل۔ میں کھا لوں گا۔ بس اب تم جاؤ۔"

"ارے کمال کی بات ہے کہاں تو تم مجھ سے بہت سارے سوالات کرنے کے لیے بے چین تھے اور اب مجھ سے کہہ رہے ہو کہ جاؤ۔"

"پلیز ڈمپل جاؤ میں تمہاری زندگی کے لیے کوئی خطرہ مول نہیں لے سکتا۔" میں نے جواب دیا اور وہ تعجب سے مجھے دیکھنے لگی۔

"مجھ سے اتنی ہمدردی کیوں پیدا ہو گئی" چند لمحات کے بعد اس نے کہا۔

"اس لیے کہ مجھے تمہاری مجبوری کا احساس ہو گیا ہے اور میں اپنی خودغرضی کے تحت کسی بھی قیمت پر تمہیں نقصان نہیں پہنچانا چاہتا۔" میں نے کہا۔

"کھانا کھا لینا۔" اس نے آہستہ سے کہا اور واپس کیبن کے دروازے کی جانب مڑ گئی میں خاموشی سے اسے جاتے ہوئے دیکھتا رہا تھا۔ باہر نکل کر اس نے دروازہ بند کر دیا تھا یقیناً اس کی اسے ہدایت ہو گی لیکن میں اس کی شخصیت کے بارے میں سوچتا رہا پھر ایک ٹھنڈی سانس لے کر کھانے کی جانب متوجہ ہو گیا میں جانتا تھا گرین ہاؤچ کا معاملہ بھی میری نگاہوں کے سامنے تھا وہ بے چاری صرف اپنے بھائی کے لیے اس مصیبت میں پڑ گئی تھی سب سے زیادہ فکر مجھے ثریا اور سونیٹا کی تھی جب میں الجھن میں پڑ گیا تھا تو کیا یہ ممکن نہیں تھا کہ وہ بھی مصیبتوں کا شکار ہو گئی ہوں۔ کاش ایسا ہی ہو تا کہ میں پاؤل یا مسٹر پینیٹر کو ان کے بارے میں بتا دیتا کم از کم وہ ان کی مدد تو کر سکتے تھے لیکن اب یہ سب کچھ ممکن نہیں تھا مسٹر بیگن نے مجھ پر اعتماد کر کے انہیں میرے حوالے کیا تھا لیکن افسوس میں ان کا تحفظ نہیں کر سکا البتہ دل میں موہوم سے خیالات یہ بھی تھے کہ لڑکیاں چالاک ہیں ممکن ہے صورت حال کو محسوس کر کے وہ اپنے تحفظ کا خود ہی بندوبست کر لیں۔

بہر طور سونیٹا اور ثریا کا احساس بہت دیر تک میرے ذہن پر حاوی رہا لیکن مجبوری کے ان لمحات میں ان کے لیے کچھ بھی نہیں کر سکتا تھا کھانے کی طرف متوجہ ہو گیا عمدہ چیزیں تھیں لیکن چونکہ ایک ہی جگہ بند رہا تھا اس لیے کھانے سے زیادہ رغبت نہیں ہو سکی۔

تاہم میں نے تھوڑا بہت کھا لیا پانی پیا اور اس کے بعد ٹرالی ایک طرف سرکا کر کیبن میں چہل قدمی کرنے لگا ہاتھ پاؤں کو بالکل ہی چھوڑ دینا مناسب نہیں تھا چہل قدمی کرنے کے بعد میں آرام کرنے کے علاوہ اور کیا کر سکتا تھا کافی دیر تک کیبن میں گھومتا رہا آئندہ کے لیے کوئی فیصلہ کرنا قطعی ناممکن تھا چونکہ حالات کا اندازہ مجھے بالکل نہ تھا۔

جب کافی چہل قدمی کر چکا تو بستر پر جا بیٹھا رات خاصی ہو گئی تھی پتا نہیں ان کمبختوں نے گھڑی غائب کرنے کا فیصلہ کیوں کیا تھا اگر گھڑی ہوتی تو کم از کم وقت کا پتا تو چلتا رہتا بستر پر لیٹا کیبن کی چھت کو گھورتا رہا روشن دان اب بھی کھلے ہوئے تھے اور ان سے ٹھنڈی ہواؤں کے ساتھ ساتھ ہلکے ہلکے شور کی آوازیں بھی بلند ہو رہی تھیں ویکونا کا سفر نجانے کس سمت تھا، اس کا کوئی اندازہ لگانا مشکل تھا۔

کافی دیر تک یونہی لیٹا سوچتا رہا اور پھر سونے کی کوشش شروع کر دی سوچنا نہ ہی میرے مفاد میں تھا ورنہ خیالات تو ذہن کو پریشان کرنے کے علاوہ اور کچھ نہ کر سکتے تھے زیبی کا تصور ذہن

میں لیے بالآخر نیند کی آغوش میں پہنچ گیا۔ اور زیبی کو خواب میں دیکھنا شروع کر دیا۔ خواب میں بھی میرے ذہن میں یہی تاثر رہا تھا کہ زیبی میرے پاس نہیں ہے نجانے کن کن حالات میں اسے دیکھا نجانے کس کس طرح اس کی کیفیات کا تجزیہ کرتا رہا اور پھر رات کا شاید آخری پہر تھا کیونکہ روشندانوں سے ہلکی ہلکی روشنی چھننے لگی تھی صبح کی آمد آمد کا پیغام تھا کہ میری آنکھ کھل گئی میں نے اپنا بازو ایک سمت رکھا ہوا تھا لیکن جب احساس جاگا تو اندازہ ہوا کہ کوئی میرے قریب ہے ایک لمحے کے لیے پورے بدن میں سنسنی سی دوڑ گئی میں چونکہ زیبی کے خواب دیکھتا رہا تھا اس لیے دل کو ایک عجیب سے جذبے کا احساس ہوا کیا زیبی واپس آ گئی ہے میں بری طرح اچھل پڑا اور اُٹھ کر بیٹھ گیا کوئی میرے نزدیک سو رہا تھا ناممکن بات تھی ناقابل یقین۔ میں نے بے چینی سے اس کی شکل دیکھی آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر اسے دیکھتا رہا اور دوسرے لمحے میرے اوپر کا سانس اوپر اور نیچے کا نیچے رہ گیا۔

یہ گرینی ہاؤچ تھی جو میرے بستر میں میرے بالکل نزدیک سو رہی تھی لیکن۔ لیکن کہیں میری آنکھیں دھوکا تو نہیں کھا رہی تھیں کہیں میں کسی غلط فہمی کا شکار تو نہیں ہو گیا میں اس کے چہرے پر جھکا اور اسے غور سے دیکھنے لگا تب مجھے ایک اور احساس ہوا گرینی ہاؤچ کا تنفس جاری نہیں تھا اور اس کے چہرے پر مردنی چھائی ہوئی تھی ایک اور جھٹکا میرے ذہن کو لگا اور میں پیچھے ہٹ گیا میں نے کپکپاتے ہاتھوں سے گرین ہاؤچ کی پیشانی کو ٹٹولا۔ پیشانی سرد تھی پھر میں نے اپنا ہاتھ اس کی ناک کے سامنے کر دیا سانسوں کی آمدورفت کا کوئی احساس نہیں تھا میرے ذہن نے فوراً ہی فیصلہ کر لیا کہ گرینی ہاؤچ زندہ نہیں ہے یہ اس کی لاش ہے جسے میرے نزدیک لٹا دیا گیا ہے ایک عجیب سی کیفیت ہو گئی جاگنے کے فوراً بعد اس سانحے سے دوچار ہوا تھا اور یہ سانحہ اعصاب شکن تھا چنانچہ پھٹی پھٹی آنکھوں سے اسے دیکھتا رہا گرینی ہاؤچ کی شخصیت میرے ذہن میں آ گئی بے چاری بالآخر موت کا شکار ہو گئی بھائی کو نہیں بچا سکی تھی خود بھی نہیں بچ سکی دل اس کے لیے رو رہا تھا بار بار میں اس کی نبضیں ٹٹول رہا تھا لیکن کہیں بھی میرے وہم کی نفی نہیں ہوتی تھی یہ وہم نہیں تھا بلکہ حقیقت تھی یہ گرینی ہاؤچ کی لاش تھی ان کم بختوں نے میرے ساتھ ایک بدنما مذاق کیا تھا اور ان کے مذاق نے مجھے چند لمحات کے لیے ذہنی طور پر معطل کر دیا تھا۔

ایک بار پھر میرے سینے میں شعلے بھڑکنے لگے دل چاہا کہ اس جہاز کو آگ لگا دوں سب کچھ تباہ کر دوں لیکن جہاز کو تباہ کرنے سے ترکوما تو ختم نہیں ہو جائے گا زیبی کی زندگی نہیں بچ جائے گی گرینی ہاؤچ زندہ نہیں ہو سکے گی اور وہ بے شمار افراد جو ان لوگوں کے ہاتھوں لقمہ اجل بن چکے ہیں واپس نہیں آ جائیں گے انہیں نیست و نابود کرنا ضروری ہے انہیں جڑ سے اکھاڑنا ضروری ہے اور اگر اس کوشش میں کبھی زندگی موت کی آغوش میں پہنچ جائے تو سودا مہنگا نہیں ہو گا۔

صبر و سکون کا ایک بے پایاں احساس میرے وجود میں تیرنے لگا میں نے اپنی اعصابی قوتوں کو بحال کر لیا تھا خاموشی سے اپنی جگہ سے اُٹھ گیا اور چادر گرینی ہاؤچ کے مردہ بدن پر ڈال لی اس کے بعد میں پھر کیبن میں ٹہلنے لگا کیبن سے ملحق ایک چھوٹا سا باتھ روم تھا میں اس میں پہنچ کر منہ پر پانی کے چھینٹے مارنے لگا اور پھر کپڑوں سمیت ہی شاور کے نیچے بیٹھ گیا۔

ٹھنڈا یخ پانی میرے سر سے بہہ کر پورے بدن کو بھگوتا رہا لیکن مجھے اس کا ذرا بھی احساس نہیں ہوا میرے وجود میں جو بے پناہ جلن تھی وہ اس ٹھنڈے پانی کو خاطر میں نہیں لا رہی تھی پورا لباس بُری طرح بھیگ گیا تھا شرابور ہو گیا تھا لیکن میں اب بھی شاور کے نیچے بیٹھا ہوا تھا کہ باہر سے دروازہ کھلنے کی آواز سنائی دی پھر ایک اور ہلکی سی آواز۔ میں نے اپنی جگہ سے اُٹھ کر شاور بند کیا اور باتھ روم کا دروازہ کھول کر باہر نکل آیا۔ میرا اندازہ درست تھا یہ ڈمپل ہی تھی جو پھٹی پھٹی نگاہوں سے کبھی مجھے اور کبھی گرینی ہاؤچ کو دیکھ رہی تھی میں جس حلیئے میں اس کے سامنے پہنچا وہ اسے دیکھ کر چونک پڑی۔

"یہ۔ یہ" اس کے منہ سے آواز نکلی۔

"ہاں۔ ڈمپل۔ اس لڑکی کا نام گرینی ہاؤچ ہے۔"

"مگر۔ تم نے اسے کیوں قتل کر دیا۔ تم نے اس سے۔ اس سے انتقام لیا ہے تم نے۔" میرے ہونٹوں پر ایک تلخ سی مسکراہٹ پھیل گئی۔

"نہیں ڈمپل۔ یہ میرے ساتھ ایک دلچسپ مذاق کیا گیا ہے یہ لڑکی میری شناسا تھی پہلے اس کے بھائی کی لاش میرے ہوٹل کے کمرے میں پہنچائی گئی اور اب اسے مردہ حالت میں رات کو میرے کمرے میں لا کر لٹا دیا گیا غالباً وہ مجھے اعصابی خلل کا شکار بنانا چاہتے ہیں ان کے ذہن میں میرے لیے نفرت کے جذبات ہیں اور وہ اپنی نفرت کا اظہار اس طرح کر رہے ہیں کہ مجھے توڑ دیں لیکن ڈمپل یہ ممکن نہیں ہے۔ ڈمپل اپنی جگہ کھڑی

گرینی کی لاش کو دیکھتی رہی اور پھر بولی۔

"مگر یہ لڑکی کون ہے کیا تم اسے جانتے ہو؟"

"ہاں۔ اس کا نام گرینی ہاؤچ ہے انہی لوگوں کے لیے کام کرتی تھی انہوں نے اس کے بھائی کو اپنے قبضے میں کر رکھا تھا اور اسے منشیات کا عادی بنا کر اپنے جال میں پھانس رکھا تھا اور گرینی ہاؤچ ان کے لیے کام کرتی تھی ڈمپل کی آنکھوں میں اس کے لیے عجیب سے تاثرات نظر آئے ایک لمحے کے لیے اس کا چہرہ سفید پڑ گیا تھا پھر وہ آہستہ سے بولی۔

"ناشتہ پہنچا دوں تمہیں؟"

"ناشتہ کھانا۔ اس کے علاوہ تمہاری زندگی میں اور کچھ نہیں ہے ڈمپل؟"

"بہت کچھ ہے لیکن ڈمپل اب صرف ایک نام ہے اور نام کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔" اس نے کہا۔ اور واپس جانے کے لیے دروازے کی جانب مڑ گئی میں تیزی سے آگے بڑھا اور میں نے اس کا راستہ روک دیا۔

"کیا اس وقت بھی تم خطرات سے دوچار ہو ڈمپل؟" اس نے عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھا اور آہستہ سے بولی۔

"مطلب۔ میں سمجھی نہیں؟"

"مجھ سے بات نہیں کرو گی؟"

"کیا آپ کے پاس دوسرا لباس موجود ہے؟"

"نہیں؟"

"مگر آپ کا یہ لباس۔ سردی خاصی ہے؟"

"میرے وجود میں شعلے بھڑک رہے ہیں ڈمپل میں جل رہا ہوں اور اس جلن کو ٹھنڈا کرنے کے لیے میں نے اپنا وجود پانی میں بھگو دیا ہے۔"

"لیکن اس طرح بیمار ہو جاؤ گے؟"

"میں ذہنی طور پر بیمار ہوں۔ میں ان سب کو ختم کر دینا چاہتا ہوں انہیں فنا کرنے کا خواہشمند ہوں۔"

"یہ ممکن نہیں ہے تم تنہا ہو اس جہاز پر۔" ڈمپل آہستہ سے بولی۔

"ہاں۔ میں تنہا ہوں لیکن تم میرے ان الفاظ کو یاد رکھنا ڈمپل کہ بالآخر میں ایک دن ان کی موت کا باعث بنوں گا میں ہی ان کی موت کا باعث بنوں گا۔" ڈمپل نے بے چینی سے دروازے کی طرف دیکھا اور پھر دروازہ کھول کر باہر نکل گئی میں اس کی بے چینی کی وجہ سمجھتا تھا میں جانتا تھا کہ گرینی ہاؤچ کی طرح وہ بھی ایک مجبور لڑکی ہو گی لیکن۔ اب۔ اب کچھ کرنا ضروری تھا گرینی ہاؤچ کی لاش انہوں نے میرے نزدیک ڈال کر میرے جذبات کو بھڑکا دیا تھا اگر میں چاہتا تو ڈمپل کے ساتھ ساتھ کیبن سے باہر نکل سکتا تھا اور ہنگامہ کر کے اپنے دل کی بھڑاس نکال سکتا تھا اس طرح بے چاری ڈمپل عتاب کا شکار ہو جاتی چنانچہ میں نے صبر کیا۔

میں نے ناشتے کے لیے منع کر دیا تھا اس لیے ناشتہ نہیں لایا گیا گرینی ہاؤچ کی لاش کو دیکھ کر میری وحشت بڑھتی جا رہی تھی پھر اس وقت میرے اندازے کے مطابق دن کے تقریباً ساڑھے آٹھ بجے ہوں گے جب چند افراد کیبن کا دروازہ کھول کر اندر آ گئے ایک بھاری بھرکم شخص نے اپنے ساتھ آنے والے لوگوں کو اشارہ کر کے کہا۔

"لاش اٹھالو۔" اور وہ لوگ گرینی ہاؤچ کی لاش کی جانب بڑھ گئے میں خاموشی سے اپنی جگہ کھڑا بھاری بھرکم شخص کو دیکھ رہا تھا میرا حلیہ اب بھی بہت زیادہ خراب تھا کپڑے کسی حد تک خشک ہو گئے تھے لیکن بالکل خشک نہیں ہوئے تھے۔

"یہ تمہارا لباس کیسے بھیگ گیا۔؟" بھاری بھرکم آدمی نے سوال کیا۔

"میں صرف ایک سوال کا جواب چاہتا ہوں تم سے گرینی ہاؤچ کی لاش میرے کیبن میں کیوں ڈالی گئی تھی؟"

"تمہاری تفریح طبع کے لیے۔"

"تم کون ہو۔؟" میں نے پوچھا۔"

"یہ احمقانہ سوال ہے۔" اس شخص نے کہا۔

"میں ہر سوال کا جواب چاہتا ہوں۔"

"اور جواب نہ ملا تو؟"

"تو۔ میں نے غراتے ہوئے انداز میں کہا اور اس شخص نے پستول نکال لیا۔

"جذباتی ہونے کی ضرورت نہیں۔ ہم اس سلسلے میں صرف احکامات کے پابند ہیں؟"

"میں باہر نکلنا چاہتا ہوں۔" میں نے کہا۔

"آؤ۔" اس شخص نے غیر متوقع طور پر کہا اور ایک لمحے کے لیے مجھے اپنے کانوں پر یقین نہیں آیا بہر طور یقین کرنے کے بعد میں آہستہ آہستہ آگے بڑھا وہ میری پشت پر آ گیا تھا۔

"چلو دروازہ کھولو اور باہر نکلو۔" اس شخص نے کہا اور میں دروازہ کھول کر باہر نکل آیا باہر نکلنے کے بعد میں نے گہری گہری سانسیں لیں ایک راہداری تھی جو سیدھی چلی جاتی تھی اور جس کے دونوں جانب کمروں کے دروازے بنے ہوئے تھے میں اس

راہداری سے گزر کر ایک کھلی جگہ آ گیا۔ بھاری بھرکم شخص نے مجھے ایک طرف مڑنے کے لیے کہا اس دوران وہ ایک لمحے کے لیے غافل نہیں ہوا تھا پستول اس کے ہاتھ میں تھا اور اس کا رخ میری ہی جانب تھا میں جانتا تھا کہ اس تنہا شخص کو میرے پاس بھیجنے کا مطلب کیا ہے۔

اگر میں کوئی کوشش کرتا تو یقینی طور پر مجھے گولی مار دی جاتی چنانچہ کسی حماقت کا ثبوت دینا مزید حماقت ہوتی وہ شخص مجھے لیے ہوئے ایک ہال نما کمرے کے دروازے پر پہنچ گیا اور چند لمحات کے بعد میں اندر تھا یہ ایک کیبن تھا لیکن کافی بڑا اور کشادہ ایک جانب تھوڑا سا سامان رکھا ہوا تھا یقیناً یہ جہاز کا ناکارہ سامان تھا ویسے بھی یہ کشادہ کیبن زیادہ صاف ستھرا نہیں تھا ایک طرف ایک میز پڑی ہوئی تھی جس کے گرد دو آدمی کرسیاں ڈالے بیٹھے ہوئے تھے ان کے سامنے کافی کا سامان رکھا ہوا تھا بھاری بھرکم آدمی نے مجھے ان کے سامنے پیش کر دیا ایک شخص ان میں سے نمایاں شخصیت کا مالک تھا لمبے تن و توش کا مالک یہ شخص کپتان کی وردی پہنے ہوئے تھا اور اس کے چہرے پر بے پناہ وحشت نظر آ رہی تھی فرنچ کٹ داڑھی اور گھنی مونچھوں میں وہ کافی حد تک خطرناک معلوم ہوتا تھا اس نے اپنی بڑی بڑی خونخوار آنکھوں سے مجھے دیکھا اور پھر نرم لہجے میں بولا۔

"بیٹھ جاؤ۔ اشارہ ایک کرسی کی جانب کیا گیا تھا جو ان لوگوں سے چند گز فاصلے پر پڑی ہوئی تھی۔"

"میں تم لوگوں کے احکامات ماننے کا پابند نہیں ہوں؟"

"دیکھو۔ ہر احمق آدمی احمقانہ دلیری کا مظاہرہ کرتے ہوئے ایسی حرکات کرتا ہے بیٹھ جاؤ۔ ہم دوستانہ فضا میں گفتگو کریں گے۔"

"دوستانہ فضا اور تمہارے ساتھ؟"

"تم پاگل کیوں ہو رہے ہو آخر۔؟"

"اس لڑکی کو کیوں قتل کر دیا گیا۔ اور اسے میرے بستر پر کیوں ڈالا گیا۔"

"تم اس سے کوئی جذباتی لگاؤ رکھتے تھے۔" کیپٹن کے لباس میں ملبوس شخص نے کہا۔

"میں ہر اس شخص سے جذباتی لگاؤ رکھتا ہوں جو تمہارے مظالم کا شکار ہے؟"

"بے وقوف آدمی ہو ہمارے کچھ سوالات کے جواب دو اور فضول باتوں سے گریز کرو؟"

"ہوں۔ فرمائیے۔" میں نے طنزیہ انداز میں کہا۔

"تم نیویارک پولیس کے کون سے ڈپارٹمنٹ سے تعلق رکھتے ہو۔" کیپٹن نے پوچھا اور اس کے اس ایک سوال نے مجھے ایک لمحے میں ساری حقیقت سے روشناس کرا دیا۔ وہ لوگ مجھے [illegible] نواز اصغر کی حیثیت سے نہیں جانتے تھے بلکہ مقامی انتظامیہ کا کوئی فرد سمجھتے تھے ایک لمحے کے لیے میں فیصلہ نہیں کر پایا کہ مجھے کیا کرنا چاہیئے اپنی اصل شخصیت کو ان کے سامنے لاؤں یا پھر ان کی سوچ کے مطابق ہی خود کو رہنے دوں۔ دوسرے ہی لمحے میں نے فیصلہ کیا کہ اگر وہ میرے بارے میں غلط فہمی کا شکار ہیں تو انہیں غلط فہمی کا شکار رہنا چاہیئے میری اصل پوزیشن ان کی نگاہ میں آ گئی تو پھر صورت حال تبدیل ہو جائے گی۔

"سوالوں کا تبادلہ زیادہ مناسب رہے گا مسٹر کیپٹن یہ الفاظ میں آپ کے لباس کو دیکھ کر ادا کر رہا ہوں؟"

"اوہو۔ گویا تم بھی سوالات کرنا چاہتے ہو ٹھیک ہے۔"

"آپ نے مجھے کس حیثیت سے گرفتار کیا ہے؟"

"تمہارے ذریعے ہمیں جو نقصانات پہنچے ہیں وہ ناقابل تلافی ہیں اور ان کے سلسلے میں ہمیں تم سے باز پرس کرنا ہی تھی۔" کیپٹن نے گول مول سے انداز میں جواب دیا۔

"ایلن کاربٹ کو کیوں قتل کیا گیا؟"

"تمہارا تعلق ایلن کاربٹ ہی سے تھا نا لیکن وہ تو ایک پرائیویٹ جاسوس تھا تمہارا اس سے کیا تعلق تھا؟"

"تم نے اُسے کیوں قتل کیا اور مجھ تک کیسے پہنچ گئے؟"

"چلو ٹھیک ہے ہم تمہارے سوالات کا جواب دیتے ہیں۔ ایلن کاربٹ پرائیویٹ جاسوس کی حیثیت رکھتا ہے کم از کم ہمارے علم میں یہی تھا ہمیں اس بات کا اندازہ تھا کہ ممکن ہے وہ پولیس کے لیے بھی کام کر رہا ہو۔ چنانچہ ہم اس پر نگاہ رکھے ہوئے تھے لیکن ہم نے اسے گرفتار نہیں کیا اور جب ہم نے اسے ایئرپورٹ پر دیکھا کہ وہ کس کا انتظار کر رہا ہے تو اس سے قبل کہ وہ اپنی معلومات تم تک منتقل کرتا ہم نے اسے قتل کر دیا۔"

"مارکوس ٹریڈرز مسٹر ویل بی ہی کی ملکیت ہے؟"

"ہاں۔ تمہاری معلومات خاصی آگے بڑھ چکی تھیں اس لیے ضروری سمجھا گیا کہ تمہیں ٹریس کر لیا جائے۔" اس شخص نے جواب دیا۔

"بس۔ تو پھر تم سوچ سکتے ہو کہ میں کون ہوں اور کیا کر رہا ہوں؟"

"یہ تو سوچ لیا گیا ہے تمہارے بارے میں بہر طور تمہیں تمہاری موت کی اطلاع دی جا رہی ہے ہم نے فیصلہ کیا ہے کہ تمہیں ہلاک کر دیا جائے کیونکہ اب تم ہمارے لیے ایک بالکل

بے کار مہرے بن کر رہ گئے ہو۔"

"مجھے قتل کرکے شاید تم لوگوں کو شدید ترین نقصانات سے دوچار ہونا پڑے مسٹر ویل بی سے میری ملاقات کرادو میں ان کے لیے بہت ہی کارآمد شخصیت ثابت ہوں گا۔" میں نے کہا اور کیپٹن اپنے ساتھیوں کی طرف دیکھ کر ہنس پڑا۔

دیکھا بھئی تم نے۔ اب مسٹر وکٹر ویل بی کے لیے اس قسم کے تھرڈ کلاس لوگ بھی کارآمد ہو سکتے ہیں۔"

"تم بے کار اپنا وقت ضائع کر رہے ہو کیپٹن اپنا کام انجام دو۔" دوسرے آدمی نے کھردرے لہجے میں کہا اور کیپٹن نے گردن ہلا دی چند لمحات کے بعد اس نے باہر کی طرف رخ کرکے کسی کو آواز دی اور ایک ساتھ سات آٹھ لوآدمی اندر آ گئے۔"

ٹھیک ہے اسے لے جاؤ اور سمندر میں ڈبو دو۔" کیپٹن نے اس طرح کہا جیسے کسی معمولی کام کی ہدایت کر رہا ہو آنے والوں نے مجھے چاروں طرف سے جکڑ لیا تھا۔ کم بخت کیپٹن نے اس طرح اچانک یہ حکم دے دیا تھا کہ میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا وہ چاروں قوی ہیکل آدمی تھے جنہوں نے مجھے جکڑ لیا تھا اور پھر وہ مجھے گھسیٹتے ہوئے باہر لے آئے اگر مجھے سوچنے سمجھنے کا موقعہ مل جاتا تو شاید اس طرح میں ان کے چنگل میں نہ پھنستا اور کم از کم ویکونا پر اپنی کچھ نہ کچھ کارروائی تو ضرور کرتا اگر بچ نہ سکتا تو ان میں سے دو چار کو ہلاک تو ضرور کر دیتا لیکن میں اس طرح بے دست و پا ہو گیا تھا کہ کوئی ترکیب ہی سمجھ میں نہیں آ تی تھی وہ چاروں جب مجھے گھسیٹتے ہوئے باہر لائے تو عقب سے دو آدمی اور نکل آئے جنہوں نے اپنے ہاتھوں میں پستول تھامے ہوئے تھے ان کے گھسیٹنے کے انداز میں اتنی درندگی تھی جیسے میں انسان ہی نہ ہوں میں ایک لمحے کے لیے سچ مچ بوکھلا گیا تھا زندگی اس طرح ختم ہو جائے گی کبھی سوچا بھی نہ تھا لیکن صورت حال ایسی تھی کہ اب میرے لیے کوئی چارہ کار نہیں رہ گیا تھا وہ مجھے باہر کھلے عرشے پر لے آئے۔ چاروں طرف سمندر ٹھاٹھیں مار رہا تھا۔

میری نگاہیں اطراف میں بھٹکنے لگیں ایسی کوئی ترکیب سمجھ میں نہیں آئی جس سے میں اپنی جان بچا سکوں ویسے ویکونا نے ساحل کو چھوڑ دیا تھا لیکن بہت زیادہ دور نہیں نکلا تھا۔ نگاہ کی آخری حدود پر کچھ سرمئی لکیریں نظر آ رہی تھیں جو یقیناً لاس اینجلس کا ساحلی شہر تھا لیکن اتنی دور تک تیر کر پہنچنا ناممکنات میں سے تھا اور پھر ابھی تو مسئلہ ہی کچھ اور تھا جدوجہد کرنے کا کوئی ذریعہ باقی نہیں رہا تھا ان چاروں نے مجھے کسی جانور کی طرح زمین پر گرا دیا اور پھر میرے ہاتھ پاؤں باندھنے میں مصروف ہو گئے بے بسی کا احساس میرے رگ و پے میں شدت سے گردش کر رہا تھا میں کچھ اس طرح معطل ہو گیا تھا کہ جدوجہد بھی نہیں کر سکا انہوں نے مضبوطی سے میرے دونوں پاؤں رسیوں سے باندھ دیے اور پھر دونوں ہاتھ پشت پر کرکے انہیں بھی اس طرح کر دیا کہ میں جنبش تک نہ کر سکوں۔

اب میں ساکت ہو گیا تھا اگر خدا کی یہی مرضی تھی کہ اس طرح مجھے موت نصیب ہو تو پھر میں کچھ نہیں کر سکتا تھا میری آنکھوں میں زیبی کا تصور رقصاں ہو گیا زیبی اگر زندہ ہے تو ساری عمر میرے لیے ترستی رہے گی ویسے میں یہ بات جانتا تھا کہ اگر کیپٹن میری حقیقت کو سن لیتا تو شاید مجھے خود قتل کرنے کے بجائے وکٹر ویل بی کے سامنے پیش کرنے کی کوشش کرتا لیکن اس وقت ذہن کوئی فیصلہ نہیں نہ کر پایا تھا جب میں کیپٹن کے سامنے تھا۔

اس کے فوراً بعد صورت حال بری طرح بگڑ گئی تھی میں ان کمبختوں کی درندگی سے اس طرح مفلوج ہو گیا تھا کہ اب ہاتھ پاؤں بھی نہیں ہلا سکتا تھا تھوڑی دیر کے بعد انہوں نے لوہے کے دو وزنی ٹکڑے میرے کمر سے باندھ دیے۔ گویا یہ اس لیے تھے کہ میں سمندر کی تہہ میں پہنچ جاؤں بے بسی کا شدید احساس میرے وجود میں بس گیا تھا انہوں نے مجھے اٹھایا اور کنارے پر لے گئے۔

"دیکھو۔" میں نے حواس مجتمع کرکے ان سے کہا۔ "مجھے وکٹر ویل بی کے سامنے پیش کر دو، ورنہ میری موت کے بعد تم لوگ بھی بدترین سزاؤں سے دوچار ہو گے۔" لیکن سننے والا کوئی نہیں تھا انہوں نے مجھے اٹھایا اور پھر ایک دم سمندر میں اچھال دیا۔

پانی کی چوٹ میرے بدن پر زور سے لگی تھی ایک لمحے کے لیے حواس معطل ہو گئے لوہے کے جو وزنی ٹکڑے میرے بدن سے باندھے گئے تھے انہوں نے اپنا کام شروع کر دیا اور انتہائی برق رفتاری سے میں پانی کی تہہ میں بیٹھنے لگا سانس روکنے کی کوشش بھی نہیں کر پایا تھا اوپر سے گرتے ہوئے بس حواس ایسے ہی معطل تھے اور اب کوئی امکان نہیں تھا کہ میری زندگی بچ جائے میں پانی میں نیچے ڈوبتا چلا جا رہا تھا اور دل ہی دل میں اپنی زندگی کی ان آخری گھڑیوں کا احساس کر رہا تھا پانی آہستہ آہستہ میرے حواس چھینتا جا رہا تھا ناک کے راستے پانی کچھ اندر چلا گیا تھا منہ میں نے سختی سے بھینچ رکھا تھا دفعتاً میرے کانوں میں ایک سرسراہٹ سی ابھری یقیناً یہ پانی کی سرسراہٹ

سرسراہٹ تھی۔

نجانے کیا تھا یہ۔ نجانے کیا چیز تھی میں نے پلٹ کر دیکھنے کی کوشش کی لیکن آنکھیں مجسم طور پر ساتھ نہ دے سکیں ایک سایہ سا میں نے اپنے آپ پر جھپٹتے ہوئے محسوس کیا تھا اور پھر دفعتاً مجھے یوں محسوس ہوا جیسے میرے نیچے گرنے کی رفتار تھم گئی ہے ایک خنجر کی چمک میری آنکھوں کے سامنے لہرائی تھی لیکن اس خنجر نے وہ رسیاں کاٹ دی تھیں جو میری پشت پر بندھے ہوئے لوہے کے ٹکڑوں سے منسلک تھیں اور یقیناً نیچے بیٹھنے کی رفتار اس وجہ سے مدھم پڑ گئی تھی پھر دو ہاتھ میرے نزدیک پہنچے انہوں نے مجھے سنبھالنے کی کوشش کی لیکن میں سنبھل نہ سکا البتہ چند ہی لمحات کے بعد میں نے اپنی پشت پر خنجر کی چبھن محسوس کی اور اس کے فوراً بعد میرے دونوں ہاتھ رسیوں سے آزاد ہو گئے۔

غالباً خنجر استعمال کرتے وقت میری پیٹھ میں اس کی نوک چبھ گئی تھی ہاتھ آزاد ہوتے ہی میں نے جدوجہد شروع کر دی لیکن یہ ایک ناکام جدوجہد تھی کیونکہ پاؤں اب بھی کسے ہوئے تھے البتہ میں نے اپنے بدن پر ہاتھ محسوس کیا جو مجھ پر سے گزر کر میرے پیروں پر پہنچ گیا پانی اب میرے اندر کافی حد تک داخل ہو گیا اور سانس بند ہونے لگی تھی لیکن میں نے اپنے ہوش کے آخری لمحات میں اپنے پیروں کی رسیوں کو بھی کٹتا ہوا محسوس کیا اب میرے ہاتھ پاؤں دونوں آزاد ہو گئے تھے۔

اس کے بعد میں نے کسی کے بازو کی گرفت اپنی کمر کے گرد محسوس کی اور خود ہی اوپر پہنچنے کے لیے جدوجہد کرنے لگا یہ میری قوت برداشت کی انتہا تھی کہ پیٹ میں پانی بھر جانے کے باوجود اور سانس بند ہونے کے باوجود میں اوپر پہنچنے کی مسلسل جدوجہد کر رہا تھا لیکن جو شخص اس وقت میرا مددگار بنا تھا وہ مجھے پانی کی سطح تک پہنچنے سے روک رہا تھا اور اس نے خود ہی میرے بدن کو سنبھالنے کی کوششیں شروع کر دیں۔

تھوڑی دیر کے بعد میرا سر پانی کی سطح سے ابھر آیا لیکن سانس اب بھی بحال نہیں ہو سکا تھا میرے مددگار نے مجھے تھوڑی دیر تک گھسیٹا اور پھر بازوؤں میں اٹھا کر ایک کشتی میں اچھال دیا میں نے اس کشتی کو بخوبی محسوس کیا تھا اس کے فوراً بعد ہی وہ شخص بھی اوپر چڑھ آیا اس نے مجھے اوندھا لٹا دیا اور میرے ہاتھ اور پاؤں موڑ موڑ کر منہ سے پانی نکالنے کی کوشش کرنے لگا تقریباً دس منٹ کی مسلسل جدوجہد کے بعد میری سانس واپس آ سکی اور میں اکھڑی اکھڑی سانسیں لینے لگا اس نے اب مجھے چت کر دیا میں خاموش نگاہوں سے اس کی شکل دیکھ رہا تھا عجیب سی شکل و صورت کا آدمی تھا عمر کا کوئی تعین نہیں ہو سکا تھا چہرے پر جھریاں پڑی ہوئی تھیں لیکن بدن خاصا مضبوط تھا بلکہ اگر ایک طرح سے یہ کہا جائے کہ اس کا تن و توش خاصا اچھا تھا تو یہ غلط نہیں ہو گا۔ وہ ہمدردانہ نگاہوں سے میری شکل دیکھ رہا تھا چند لمحات کے بعد میں نے اٹھ کر بیٹھنے کی کوشش کی تو وہ آہستہ سے بولا۔

"لیٹے رہو، لیٹے رہو۔ جہاز ابھی زیادہ دور نہیں گیا ہے اگر کچھ لوگوں نے عرشے پر کھڑے ہو کر ہماری اس کشتی کو دوربین سے دیکھنے کی کوشش کی تو تم ان کی نگاہوں میں آ جاؤ گے۔"

میں نے اس کی ہدایت پر عمل کیا اور خاموشی سے لیٹا رہا اس نے فوراً اس کشتی کا انجن اسٹارٹ کیا اور اسے ایک سمت موڑ دیا اب اس نے اسٹیئرنگ سنبھال کر موٹر بوٹ کو تیزی سے ساحل کی جانب چھوڑ دیا تھا موٹر بوٹ اپنے پیچھے سفید جھاگوں کی ایک لکیر سی بناتی ہوئی دوڑ رہی تھی اور میں دزدیدہ نگاہوں سے تھوڑی سی گردن اٹھا کر ویکونا کو دیکھ رہا تھا جو ایک مخصوص سمت میں بڑھتا چلا جا رہا تھا اس کا عرشہ خالی تھا ان لوگوں نے مجھے پھینکنے کے بعد غالباً اس بات کی ضرورت نہیں محسوس کی تھی کہ چھان بین کریں کہ میں مر چکا ہوں یا نہیں جو وزن انہوں نے میری کمر سے باندھے تھے وہ یقینی طور پر مجھے کبھی نہیں ابھرنے دے سکتے تھے کیونکہ وہ خاصے بھاری تھے۔

موٹر بوٹ ساحل کی طرف دوڑتی رہی اور چند منٹوں کے بعد اٹھ کر بیٹھ گیا میرے بیٹھنے پر میرے ساتھی نے مسکراتے ہوئے مجھے دیکھا اور پھر سامنے کی سمت نگاہیں جما دیں میرا دل چاہ رہا تھا کہ میں اس سے بات چیت کروں لیکن کیفیت ایسی تھی کہ کچھ بول بھی نہیں سکتا تھا اس وقت اس میں کوئی شک نہیں تھا کہ یہ شخص میرے لیے مسیحا ثابت ہوا تھا خدا نے یہ غیبی امداد بھیجی تھی ورنہ موت میں کوئی فاصلہ نہیں رہ گیا تھا اور یہ لمحات ایسے تھے کہ میں اس کے علاوہ کچھ اور نہیں سوچ سکتا تھا کہ بس میری موت نزدیک آ گئی ہے۔

تھوڑی دیر کے بعد موٹر بوٹ ساحل سے جا لگی یہ ایک تفریحی ساحل تھا جہاں چھوٹے چھوٹے کیبن بنے ہوئے تھے اور ان کیبنوں پر موٹر بوٹ کرائے پر دینے والی کمپنیوں کے نام لکھے ہوئے تھے غالباً یہ کرائے کی بوٹ تھی جس پر یہ شخص سیر

کرنے نکلا تھا یا ممکن ہے اس کا کوئی اور مقصد ہو۔ بہر طور اس نے میری طرف دیکھا اور بولا۔

"کیا تم بہتر حالت میں ہو؟"

"ہاں میرے دوست میں ٹھیک ہوں۔"

"چل پھر سکتے ہو؟"

"ہاں کیوں نہیں۔"

"ہمارے لباس بری طرح بھیگے ہوئے ہیں لیکن کوئی بات نہیں اس کی جواب دہی بھی کر لیں گے ہم دونوں سمندر کی سیر کو گئے تھے خیال رکھنا اس چیز کا۔"

"ٹھیک ہے۔" میں نے جواب دیا اور وہ میرے ساتھ نیچے اتر آیا۔ حالت واقعی تباہ ہو رہی تھی زمین پر قدم رکھنے کے بعد ایسا محسوس ہوا جیسے بدن کا توازن درست نہیں رہ سکے گا لیکن میں نے اپنی قوت ارادی کو کام میں لاتے ہوئے اپنے قدموں کو مضبوط رکھا اس نے موٹر بوٹ ساحل سے لگا دی تھی فوراً ہی ایک اٹینڈنٹ ہمارے پاس پہنچ گیا اس نے اٹینڈنٹ کو موٹر بوٹ کے انجن کی چابی سپرد کر دی اور اٹینڈنٹ نے ایک ٹوکن اس کی جانب بڑھا دیا۔

"ٹھیک ہے۔" وہ آہستہ سے بولا اور میرے ساتھ چلتا ہوا آگے بڑھ گیا لوگ تفریحات میں مشغول تھے موٹر بوٹ کرائے پر لے کر سمندر میں سیر کرنے والے اچھی خاصی تعداد میں یہاں موجود تھے جوڑے مختلف سمتوں میں رواں دواں تھے لیکن وہ شخص آگے بڑھتا رہا اور تھوڑی دیر کے بعد وہ ایک سیاہ رنگ کی فورڈ ویگن کے پاس پہنچ گیا۔

"آؤ۔" اس نے کہا اور جیب سے چابی نکال کر فورڈ کا دروازہ کھول دیا پھر مسکرا کر بولا۔

"میرے لباس میں جو کچھ تھا وہ بُری طرح بھیگ چکا ہے لیکن مجبوری ہے کیا کیا جا سکتا ہے تمہیں تھوڑی دیر تک اسی حالت میں رہنا پڑے گا۔" میں نے خاموش نگاہوں سے اسے دیکھنے کے علاوہ اور کچھ نہیں کیا اور اس کے برابر والی سیٹ پر آ بیٹھا۔

"تمہارے حواس قابل تعریف ہیں ان حالات میں تو کوئی شخص ہوش میں نہیں رہ سکتا تھا لیکن میں محسوس کر رہا ہوں کہ تم بہترین قوت ارادی کے مالک ہو۔"

"شاید۔" میں نے آہستہ سے کہا۔

"میں تمہارا نام پوچھ سکتا ہوں؟" اس نے سوال کیا۔

"تم مجھے فرینڈس کے نام سے پکار سکتے ہو۔" میں نے جواب دیا اب ہر شخص کو اپنا نام بتانا مناسب نہیں تھا اب تک میں نے جو حماقت کی تھی اس کا خمیازہ بھگت لیا تھا اس نے آہستہ سے کہا۔

"میرا نام ایڈن کومبی ہے تم مجھے کومبی کے نام سے پکار سکتے ہو۔"

"شکریہ مسٹر کومبی دل تو چاہتا ہے کہ آپ کا شکریہ ادا کروں کیونکہ آپ نے اس وقت میری جان بچائی ہے لیکن میرا خیال ہے تکلفات کے لیے یہ وقت موزوں نہیں ہے۔"

"ہاں۔ تم نے ٹھیک کہا واقعی تکلفات کے لیے یہ وقت موزوں نہیں ہے۔" اس نے کہا اس کے بعد ہم دونوں خاموش ہو گئے فورڈ برق رفتاری سے دوڑتی رہی اور پھر لاس اینجلس کے پر رونق بازاروں سے گزرتی ہوئی بالآخر پرانے شہر کی جانب بڑھ گئی پرانے شہر کی بوسیدہ بلڈنگ کے سامنے کار روک دی اور انجن بند کر کے نیچے اتر آیا۔

"آؤ۔" وہ آہستہ سے بولا اور میں اس کے ساتھ چل پڑا۔ دوسری منزل کے ایک فلیٹ کا تالا کھول کر اس نے مجھے اندر آنے کا اشارہ کیا اور میں اس کے ساتھ اندر پہنچ گیا۔

"میں تمہارے لیے لباس کا بندوبست کرتا ہوں اس کے ساتھ ہی کافی کا پانی بھی رکھ دیتا ہوں دراصل یہاں میرے علاوہ اور کوئی نہیں ہے اس لیے مجھے ہی یہ سب کچھ کرنا ہو گا۔"

"میں اس سلسلے میں تمہاری کیا مدد کر سکتا ہوں؟" میں نے پوچھا۔

"اوہ۔ نہیں نہیں تم صرف میری یہ مدد کرو کہ اندر جا کر آرام سے لیٹ جاؤ میرا خیال ہے تمہیں آرام کی ضرورت ہے اور سنو جس کمرے میں تم جاؤ گے میرا مطلب ہے وہ سامنے والے دروازے کی طرف وہاں کولڈ ڈرنک بھی موجود ہے اگر مناسب سمجھو اور ضرورت محسوس کرو تو تھوڑی سی لے لینا۔"

"شکریہ۔" میں نے جواب دیا اور وہ ایک دوسرے کمرے کی جانب بڑھ گیا جس کمرے کی طرف اس نے مجھے اشارہ کیا تھا میں اس کا دروازہ کھول کر اندر داخل ہو گیا اندر بوسیدہ سا فرنیچر پڑا ہوا تھا اس شخص کی مالی حالت زیادہ بہتر نہیں معلوم ہوتی تھی ایک سائیڈ ٹیبل رکھی ہوئی تھی جس پر برانڈی کی بوتل اور گلاس وغیرہ رکھے ہوئے تھے برانڈی کی بوتل تقریباً پوری بھری ہوئی تھی لیکن میں نے اس کی جانب توجہ نہیں دی اور اس مسہری کی جانب بڑھ گیا جو سنگل بیڈ کی شکل میں تھی۔

اس کے بعد میں آرام سے لیٹ گیا گزرے ہوئے واقعات کا ایک ایک لمحہ میرے ذہن پر ہتھوڑی بن کر برس رہا تھا سچی

بات یہ ہے کہ میں ختم ہو چکا تھا اگر میں اس نئی زندگی کا تصور کرتا تو یہ صرف اس شخص کی بچائی ہوئی تھی جس کا نام کومبی تھا لیکن میرے ذہن میں ایک اور خیال بار بار ـــــ آ جاتا جب تک میرا وقت پورا نہیں ہو جاتا کوئی مجھے کوئی نہیں مار سکے گا کومبی کی مدد شامل حال ضرور تھی لیکن میرا ایمان اسے غیبی امداد کہتا تھا مگر یہ کومبی کون ہے اور وہاں کیا کر رہا تھا بہت سے خیالات میرے ذہن میں آ رہے تھے تھوڑی دیر کے بعد کومبی ایک ٹرے ہاتھوں میں تھامے اندر پہنچ گیا اس پر ایک پلیٹ میں تھوڑے سے بسکٹ موجود تھے اور کافی کے دو بڑے بڑے جگ رکھے ہوئے تھے اس نے بڑے اہتمام سے یہ چیزیں میرے سامنے رکھ دیں اور بولا۔

"تم شروع کرو میں تمہارے لیے لباس لے آؤں یقیناً تم اس لباس میں شدید الجھن محسوس کر رہے ہو گے؟"

"کیا تمہارے پاس ایسا کوئی لباس موجود ہے مسٹر کومبی جو میرے بدن پر آ سکے۔"

"ہاں۔ میرا خیال ہے ـــــــ میرا اور تمہارا ناپ یکساں ہے میرا لباس تمہارے بدن پر آ جائے گا۔"

"تو پھر کوئی حرج نہیں ہے تھوڑی دیر انتظار کر لیں اب تو کپڑے کسی حد تک سوکھ بھی چکے ہیں۔" میں نے کہا اور وہ پر خیال نگاہوں سے مجھے دیکھتا ہوا میرے سامنے بیٹھ گیا اب میں نے غور سے اس کے چہرے کو دیکھا میرا ہمدرد یہ شخص کچھ عجیب سی شخصیت کا مالک تھا چہرے پر جھریاں پڑی ہوئی تھیں لیکن تن و توش چہرے سے مطابقت نہیں رکھتا تھا اس کے علاوہ میں نے محسوس کیا کہ اس کے خدوخال میں کچھ اجنبیت سی ہے میری گہری نگاہوں نے فوراً ہی اس بات کا اندازہ لگا لیا تھا کہ اس کے چہرے پر میک اپ ہے۔ یقیناً اس کے چہرے پر میک اپ تھا لیکن۔ لیکن کیا میں اس سے کوئی سوال کروں اس بارے میں یا خاموشی اختیار کروں۔ کوئی فیصلہ نہیں کر پایا تھا اس دوران میں بسکٹ اٹھا اٹھا کر چباتا رہا تھا کامبی کافی کے چند گھونٹ لینے کے بعد بولا۔

"انہوں نے تمہیں ویکونا سے نیچے پھینکا تھا؟"

"اوہ۔ ہاں مسٹر کومبی میں یہ معلوم کرنا چاہتا تھا کہ کیا آپ نے۔ آپ نے؟"

"میں اپنی موٹر بوٹ میں موجود تھا اور ویکونا کی نگرانی کر رہا تھا ویکونا ساحل سے رخصت ہونے کے بعد وہ رفتار نہیں پکڑ سکا تھا جس سے اسے سفر کرنا چاہیئے تھا اور پھر اس کے علاوہ اس نے اتنے دور تک کا چکر لگایا تھا اور گھوم پھر کر ساحل کے نزدیک پہنچ گیا تھا میں پچھلی رات سے اس کی تاک میں تھا۔"

"کوئی خاص وجہ مسٹر کومبی؟"

"ہاں کوئی بھی کام وجہ کے بغیر نہیں ہوتا لیکن کیا تم مجھے اپنے بارے میں بتانا ناپسند کرو گے؟"

"میں اس میں کوئی حرج نہیں سمجھتا مسٹر کومبی بس یوں سمجھیے کہ میں ویکونا کے بارے میں مشکوک تھا ویسے آپ مجھے بتا سکتے ہیں کہ ویکونا کس کی ملکیت ہے۔ کومبی میری آنکھوں میں دیکھتا رہا پھر بولا۔

"مجھ سے چھپانے کی کوشش کر رہے ہو دوست ایک بات سن لو کومبی نے تمہیں صرف اس لیے بچایا کہ تمہیں ویکونا سے نیچے پھینکا گیا تھا اور یقیناً جن لوگوں نے تمہاری جان لینے کی کوشش کی وہ تمہارے دشمن ہی ہوں گے۔ ویکونا جس کی ملکیت ہے بس یوں سمجھ لو کہ اس کے ایک ایک شخص سے مجھے نفرت ہے اس کے ایک ایک آدمی سے میں دلی نفرت کرتا ہوں اور اسے فنا کر دینے کا جذبہ رکھتا ہوں۔

"اس کی وجہ مجھے بتائیں گے مسٹر کومبی؟" میں نے کومبی کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا اس کا بے تاثر چہرہ تو مجھے کوئی جواب نہیں دے سکتا تھا لیکن آنکھیں بہر طور جواب دے دیا کرتی ہیں لیکن اس کی آنکھوں سے بھی میں کوئی اندازہ نہیں لگا سکتا تھا پھر اس نے کہا۔

"پہلے یہ بتاؤ کہ تمہارا ویکونا سے کیا تعلق تھا۔؟"

"میں نے کہا نا کہ اس سے میرا کوئی تعلق نہیں تھا یوں سمجھو کہ مجھے اغوا کر کے ویکونا تک پہنچایا گیا تھا۔"

"اغوا کر کے؟"

"ہاں۔"

"مگر اغوا کرنے کی کوئی وجہ تو ہو گی؟"

"ہاں۔ ویکونا منشیات کی ناجائز تجارت کے سلسلے میں ملوّث تھا اور میں پچھلے دنوں اس منشیات کے کاروبار کے خلاف بہت سی حرکتیں کر چکا ہوں حوالہ دینے میں کوئی حرج نہیں ہے میں نے مارکوس ٹریڈر پر پولیس کا چھاپہ ڈلوایا اس کے علاوہ میکلو نامی جزیرے کے آس پاس جو ایک چھوٹا سا قصبہ ہے وہاں سے ان لوگوں کا ایک بہت بڑا گودام پکڑوایا اور اس سلسلے میں ان کے کئی آدمی میرے اور پولیس کے ہاتھوں ہلاک ہو چکے ہیں۔"

"کیا تمہارا تعلق پولیس سے ہے۔؟" اس نے سوال کیا اور

میں خاموشی سے اس کی شکل دیکھنے لگا پھر میں نے کچھ سوچ کر کہا۔

”نہیں مسٹر کومبی میرا تعلق پولیس سے نہیں ہے بلکہ میرا ان سے ذاتی معاملہ ہے“۔

”مثلاً۔ کیا تم ان لوگوں سے متعلق رہ چکے ہو“؟

”نہیں۔ میں ہمیشہ ان کے خلاف رہا ہوں اور اس کے نتیجے میں انہوں نے میرے ساتھ ایک ایسا سلوک کیا ہے جس کی وجہ سے میں ان کا دشمن بن چکا ہوں“۔

”میں تم سے صرف ایک بات کہنا چاہتا ہوں مسٹر فرینڈس اگر تم ان لوگوں کے دشمن ہو تو پھر لاس اینجلس میں تمہیں کومبی سے اچھا کوئی دوست نہیں مل سکے گا۔ میرے سینے میں انتقام کا لاوٴ روشن ہے اور میں اپنی زندگی کی قیمت پر ان لوگوں کو فنا کرنے کا منصوبہ بنا چکا ہوں میں انہیں ہر حالت میں تباہ برباد کر دینا چاہتا ہوں“۔

”اس کی وجہ معلوم کر سکتا ہوں مسٹر کومبی۔؟“

”وجہ“۔ کومبی نے کرسی کی پشت سے گردن ٹکالی اور چھت کی طرف دیکھنے لگا چند لمحات خاموش رہا پھر بولا۔

”تم میرا جو چہرہ دیکھ رہے ہو وہ اصلی نہیں ہے“۔

”میں جانتا ہوں اس پر میک اپ ہے“۔ میں نے کہا اور کومبی ایک دم سیدھا ہو کر بیٹھ گیا۔

”یہ تم نے کیسے جانا اس لیے مسٹر کومبی کہ آپ کے چہرے کے تاثرات آپ کے ذہنی تاثرات سے ہم آہنگ نہیں ہیں آپ نے شاید اپنی آنکھوں پر بھی میک اپ کیا ہوا ہے کیونکہ آپ کی آنکھوں پر بھی ان تاثرات کا پتا نہیں چلتا جو آپ کے ذہن میں موجود ہوتے ہیں“۔

”اس کا مقصد ہے کہ تم ایک ذہین آدمی ہو پہلے اپنے بارے میں مکمل تفصیلات بتا دو اس کے بعد کومبی تمہیں بہت کچھ بتائے گا میرے اس جملے سے یہ مت سمجھنا کہ میں تمہیں کس طور اپنے آپ سے کم سمجھتا ہوں بس یوں سمجھو کہ اتفاقات نے ہمیں ایک ہی کشتی کا سوار بنا دیا ہے کہ تم مجھے بتاؤ گے کہ ان لوگوں سے تمہاری کیا پرخاش ہے“۔

”لمبی کہانی ہے مسٹر کومبی“۔ میں نے کچھ سوچتے ہوئے کہا کومبی پر یقین کرنے کو دل چاہ رہا تھا اور پھر اپنے اس حادثے کے بعد میں محسوس کرتا تھا کہ میری ذہنیت میں تبدیلی پیدا ہوئی ہے بس خواہ مخواہ ہی ذہن پر ایک عجیب سا احساس طاری ہو گیا تھا تب میں نے گہری سانس لے کر کہا۔

”مسٹر کومبی میرا اصل نام راجہ نواز اصغر ہے سرزمین پاکستان کا رہنے والا ہوں لیکن طویل عرصے سے نیویارک کا شہری ہوں یوں سمجھو کہ میری زندگی کا تین چوتھائی حصہ اس قسم کے لوگوں میں گزارا ہے برائیوں میں پھنس کر میں تمام اقدار بھول گیا تھا لیکن بالآخر حالات نے مجھے ایک ایسے راستے پر لا ڈالا جہاں سے میں نے ایک نئی زندگی کا آغاز کیا ایک جرمن لڑکی ماریہ ڈومینگ مسلمان ہو کر میری بیوی بن گئی اور میں نے اس کا نام زیبی رکھا زیبی اور میں نیویارک میں زیبی کارٹیش کے نام سے ایک فرم کھول کر اپنی زندگی اور اپنے مستقبل کو بہتر بنانے کا فیصلہ کر چکے تھے لیکن میرے اور ان کے درمیان دیرینہ دشمنی چل رہی تھی جس کی بنیاد پر میری بیوی کو اغوا کر لیا گیا نیویارک میں، میں ایک مجرم بن گیا اور میں نے کچھ لوگوں کو قتل کر دیا وہاں سے بھاگ کر لاس اینجلس آیا کیونکہ مجھے اطلاع ملی تھی کہ وکٹر ویل بی نامی شخص میرے ان دشمنوں میں سے ایک ہے جو میری بیوی کے اغوا کا باعث بن گئے ہیں میں بھی دل میں یہی منصوبہ لیے یہاں پہنچا تھا مسٹر کومبی کہ ان لوگوں سے ٹکراؤں اور انہیں فنا کر دوں میں نے اپنے طور پر کچھ کارروائیاں بھی کیں لیکن اس جگہ مجھے ان حالات سے دوچار ہونا پڑا۔ یہ لوگ مسلسل میرے پیچھے لگے ہوئے تھے اور بالآخر ایک مرتبہ میں ان کے ہاتھوں دھوکا کھا گیا اور ان حالات میں تم نے میری مدد کی ہے مسٹر کومبی تم جو کوئی بھی ہو تمہارا تعلق کسی سے بھی ہو میرا ضمیر مجھ سے کہتا ہے کہ میں اپنے بارے میں تمہیں لاعلم نہ رکھوں۔ کومبی عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھ رہا تھا پھر اس نے اپنی گردن کے نچلے حصے میں کچھ ٹٹولا اور وہ ماسک اتار کر میرے سامنے رکھ دی جو اس کے چہرے پر چڑھی ہوئی تھی اب میرے سامنے ایک پروقار شخص کا چہرہ تھا یہ شخص بھی عمر رسیدہ تھا لیکن اس کے چہرے کی سرخی اور تن و توش سے اندازہ ہوتا تھا کہ اس عمر میں بھی وہ کافی طاقتور اور سخت گیر طبیعت کا مالک ہے میں نے مسکراتی نگاہوں سے اسے دیکھا لیکن کومبی کی آنکھوں میں آگ سلگ رہی تھی وہ غرائے ہوئے لہجے میں بولا۔

”مسٹر نواز اصغر بلکہ مسٹر فرینڈس بہتر یہی ہے کہ میں تمہیں تمہارے اصل نام سے پکارنے کے بجائے فرینڈس کے نام سے مخاطب کروں تاکہ تمہاری شخصیت پوشیدہ رہے میں اپنے بارے میں تمہیں سب کچھ بتانا چاہتا ہوں میرا نام جیسا کہ میں نے بتایا ایڈن کامبی ہی ہے اور میں یہاں لاس اینجلس میں بھاری مشینری کی درآمد برآمد کا کاروبار کرتا ہوں۔ میں نے ایک

ہری شخصیت اختیار کی ہوئی ہے اور میری موجودہ شخصیت
ری پہلی شخصیت سے بالکل مختلف ہے میرے پاس دولت اور
نع کی کمی نہیں ہے لیکن میرے سینے میں سلگتی ہوئی آگ مجھے اس
ت کے لیے مجبور کر دیتی ہے کہ میں ایک عام آدمی کی حیثیت
ے ان کے پیچھے لگا رہوں اور جس طرح بھی ممکن ہو ان میں زیادہ
ے زیادہ افراد کو موت کے گھاٹ اتار دوں۔ جس شخص کا نام
نے لیا یعنی وکٹر ویل بی انتہائی مکار چالاک شخص ہے بے حد
ر شخصیت کا مالک ہے لیکن اس کے باوجود منظر عام پر نہیں
ہیں آتا کونوں کھدروں میں چھپتا پھرتا ہے میکلو میں اس کی
موصی رہائش گاہ ہے اور میں نے سنا ہے کہ وہ اکثر میکلو میں پایا
تا ہے لیکن میکلو کے اطراف اس نے سیسہ پلائی ہوئی دیواریں
ڑی کر رکھی ہیں اور ان تک پہنچنا ایک مشکل کام ہے میکلو ایک
رح سے اس کی ملکیت بن کر رہ گیا ہے حالانکہ یہ ایک سرکاری
زیرہ، جزیرہ بھی کیا ہے بلکہ یوں سمجھو کہ اسے بنوایا گیا ہے لیکن
ب اس پر مکمل طور پر وکٹر ویل بی کا قبضہ ہے اور وہاں وہ اپنی
ماانی زندگی گزارتا ہے بہت سی داستانیں اس کے نام سے
سوب ہیں تو میں تمہیں وکٹر ویل بی کے بارے میں بتا رہا تھا کہ
ہیں یہاں بلکہ یوں سمجھو کہ امریکہ میں منشیات کی تجارت میں
صف اول کی حیثیت رکھتا ہے اور اس کی وجہ سے امریکی نوجوان
نسانی تباہ حال ہو چکے ہیں وہ اخلاقی قدروں سے اتنے گر
ے ہیں کہ اب ان میں انسانیت کی کوئی رمق باقی نہیں رہ گئی
ے میرا ایک بیٹا اور ایک بیٹی انہی کمبختوں کا شکار ہو گئے
ں انہوں نے ان دونوں کو منشیات کا عادی بنا یا اور منشیات
عادی بنا کر مجھ سے لاکھوں ڈالر وصول کیے ہیں انہوں نے
ری بیٹی اور بیٹے کے ذریعے بلیک میل کر کے اور جب میں
ا انہیں مزید رقم دینے سے انکار کر دیا اور ان کے خلاف
اروائی کرنے کا فیصلہ کیا تو۔ تو“۔ کومبی کی آواز بھرا گئی۔

”تو کیا ہوا مسٹر کومبی۔؟“

”انہوں نے ان دونوں کو قتل کر دیا میں جانتا تھا کہ۔
اس اینجلس میں پولیس وکٹر ویل کا کچھ نہیں بگاڑ سکتی گروہ
ے چھوٹے موٹے افراد مارے بھی گئے تو اس سے کیا فرق پڑتا
ہے چنانچہ میں نے چند افراد کو جمع کر کے ان لوگوں کے خلاف
ارروائی کا آغاز کیا اور جہاں بھی مجھ سے ممکن ہوتا ہے میں
ن لوگوں کو نقصان پہنچانے کی کوشش کرتا ہوں وینکونا کے
ارے میں میرا خیال تھا کہ یہ بلجیئم کا ضرور ہے لیکن اس کا تعلق
کٹر ویل بی سے ہے چنانچہ میں اس کے سلسلے میں مصروف تھا

اور اس کی کارروائی کا جائزہ لے رہا تھا کہ اتفاقیہ طور پر تم مجھے نظر آ گئے میں نے تمہیں اپنی آنکھوں سے سمندر میں گرتے ہوئے دیکھا تمہارے بہت سے بندھے ہوئے وزن اس بات کے غماز تھے کہ تمہیں قتل کیا جا رہا ہے اور اس لیے میں نے تمہاری مدد کی“۔ کومبی نے آخری الفاظ کہے اور ایک بار پھر کرسی کی پشت سے گردن ٹکا دی ایک بار پھر اس کی آنکھوں میں نمی تھی چند لمحات وہ اسی طرح خاموش رہا پھر اس نے آنکھوں کے پورے پونچھتے ہوئے سیدھے بیٹھ کر مجھ سے کہا۔

”کیا تمہیں یقین ہے کہ تمہاری بیوی زندہ ہے کیا وہ بھی منشیات کی عادی بنا دی گئی تھی“۔

”نہیں۔ منشیات کی عادی اسے نہیں بنایا گیا تھا بس دیرینہ انتقام کی بنیاد پر ان لوگوں نے اسے اغوا کیا“۔

”کیا تمہارے علم میں یہ بات ہے کہ اسے وکٹر ویل بی نے ہی نے اغوا کیا“۔

”وکٹر ویل بی کا سلسلہ جس شخص سے جا کر ملتا ہے وہ ویل بی سے کہیں زیادہ خطرناک شخصیت کا مالک ہے“۔

”یعنی ترلوکا“۔ کومبی نے کہا اور میں چونک کر اسے دیکھنے لگا۔

”اوہ۔ تو تم ترلوکا کو جانتے ہو۔؟“

”ہاں۔ میں نے اس دوران ان سب کے بارے میں مکمل معلومات حاصل کی ہیں اور مجھے علم ہو گیا ہے کہ ہرے کرشنا، ہرے رام تحریک کا بانی ترلوکا ان کا پشت پناہ ہے مجھے یہ بھی معلوم ہوا تھا کہ ترلوکا نے کیلی لاس کے علاقے میں ایک اڈا بنا رکھا تھا جیسے کسی شخص۔ دفعتاً کومبی خاموش ہو گیا وہ متعجب نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگا تھا اور پھر وہ چونک کر بولا۔

”کیا نام بتایا تھا تم نے اپنا۔؟“

”تمہارا خیال درست ہے مسٹر کومبی میں ہی راجہ نواز اصغر تھا جس نے نیویارک کی پولیس کو اس اڈے کی جانب متوجہ کیا۔ جس میں ترلوکا نے اپنی جنت بنا رکھی تھی، لیکن افسوس پولیس ریڈ میں ترلوکا نہ پھنس سکا، وہ ان لوگوں کے چنگل سے نکل گیا اور پھر کچھ عرصہ روپوش رہ کر اس نے خود کو دوبارہ منظم کر لیا۔ اس کے بعد اس نے میرے خلاف دوبارہ کارروائی کی“۔ ترلوکا کے بارے میں۔ میں تمہیں بتا دوں مسٹر کومبی کہ وہ بین الاقوامی حیثیت کا مالک ہے، یورپ کے تمام ملکوں میں اس کے نمائندے پھیلے ہوئے ہیں، اس سے پہلے نیویارک میں بھی اس کا ایک نمائندہ موجود تھا، جو بعد میں کسی طرح پولیس کے ہاتھوں مارا گیا اور اب نیویارک کے معاملات بھی وکٹر ویل بی ہی کنٹرول

کرتا ہے۔"

کومبی خاموشی سے میری بات سن رہا تھا اُس کی آنکھوں میں خون کی سرخی پھیلی ہوئی تھی اور اس کا چہرہ تانبے کی طرح تپ رہا تھا۔

تمہاری معلومات بھی بہت شاندار راجہ نواز اصغر اور میں جانتا ہوں کہ تم یقینی طور پر ان معاملات میں کیا کیفیت رکھتے ہو، اگر میں تم سے دوستی کی درخواست کروں، تو کیا تم اسے قبول کر لو گے۔؟"

"تم دوستی کی بات کر رہے ہو مسٹر کومبی، میں تم سے کہہ چکا ہوں کہ اس وقت میری زندگی تمہاری رہینِ منت ہے۔"

"تم بھروسہ کرو میرے دوست، میں نے یہ سب کچھ انسانی ہمدردی کی بنیاد پر کیا تھا۔ اگر تم ویکونا کی بجائے کسی اور جگہ بھی اس طرح مصیبت کا شکار ہوئے ہوتے تو شاید میں تمہاری زندگی بچانے سے دریغ نہ کرتا۔ اب یہ تو ہم دونوں کی خوش قسمتی ہے کہ ہم دونوں ایک ہی کشتی کے سوار نکلے تم وکٹر ویلبی کے خون کے پیاسے ہو، تو سنو اگر اسے قتل کر دو تو اس کی لاش میرے حوالے کر دینا اور اس کے بدلے میں تم مجھ سے جو کچھ مانگو گے میں خاموشی سے تمہیں دے دوں گا، میں اس کا خون پینا چاہتا ہوں، یہ میری زندگی کا سب سے بڑا عہد ہے اور اس عہد کو پورا کرنے کے لیے میں اپنی ہر چیز قربان کرنے کے لیے تیار ہوں۔"

"میں تمہاری طرف دوستی کا ہاتھ بڑھاتا ہوں مسٹر کومبی ہم مضبوط دوستوں کی حیثیت سے یہاں کام کریں گے۔" میں نے ہاتھ آگے بڑھاتے ہوئے کہا اور کومبی نے اپنا چوڑا ہاتھ میرے ہاتھ میں دے دیا، پھر بولا۔

"تم اب تک تنہا ہی کام کرتے رہے ہو۔؟"

"نہیں۔ یہاں میرا ایک اور ساتھی جس کا نام انسپکٹر ہنیر تھا میرے ساتھ کام کر رہا تھا، اس کے علاوہ وہ شخص جس کا نام پاؤل تھا اور جس کے سامنے میں نے ترلوکا کی نشان دہی کی تھی وہ بھی میرے ساتھ لاس اینجلز میں کام کر رہا ہے۔ میں نے ان دونوں ہی سے مارکوس ٹریڈرز اور میکلو کے قریبی دیہات پر ریڈ کرایا تھا۔

"مگر تم کہہ چکے ہو کہ نیویارک میں تم سے کچھ قتل بھی ہو گئے تھے۔؟"

"ہاں۔ اور اس کے بعد مجھے موت کی سزا دے دی گئی۔ لیکن میں ایک مفرور قیدی ہوں۔"

"اور اس کے باوجود پولیس والے تمہاری مدد کر رہے ہیں۔؟"

"ہاں۔ صرف اس چکر میں کہ میرے ذریعے وہ منشیات کی تجارت کا انسداد کر سکیں گے۔"

"بڑی دلچسپ اور بڑی عجیب بات ہے لیکن یہ نہ سمجھنا کہ میں تمہاری بات پر کسی قسم کا شک کر رہا ہوں بعض اوقات حالات ایسے بھی ہو جاتے ہیں کہ کسی بڑے مفاد کے لیے چھوٹے مفاد کو قربان کر دیا جاتا ہے، ممکن ہے وہ لوگ تم سے مخلص ہوں لیکن تمہیں ان کی امداد کیسے حاصل ہوئی۔؟"

جواب میں میں نے مسٹر بگین کی کہانی سنائی اور یہ بھی بتایا کہ سومیٹا اور ٹرسیا نامی دو لڑکیاں ہوٹل پام گرو میں مقیم ہیں، جو میرے ساتھ کام کر رہی ہیں۔

"فکر مت کرو، میں سب کچھ ٹھیک کر لوں گا تم مطمئن رہو۔ میرا اور تمہارا ساتھ ان سب کے لیے مصیبت بن جائے گا۔ ویسے میں تمہیں اپنی کارروائی کے بارے میں بھی بتانا چاہتا ہوں۔"

"ہاں ہاں ضرور کہو، میں سن رہا ہوں۔" میں نے جلدی سے کہا۔

"مسٹر نواز میری شخصیت کا ایک پہلو، جیسا کہ میں تم سے کہہ چکا ہوں، نہایت مخفی ہے اور لوگ مجھے ایک باعزت شخص کی حیثیت سے جانتے ہیں۔ اپنے بیٹے اور بیٹی کی موت پر میں نے کسی قسم کے جوش کا اظہار پولیس کے سامنے نہیں کیا چونکہ میں جانتا تھا کہ پولیس ہر معاملے میں مجھ سے ہمدردی کر سکتی ہے لیکن وکٹر ویلبی کے خلاف وہ کوئی ایسا عمل کرنے میں ناکام رہے گی جو میرے لیے سود مند ہو۔ چنانچہ میں نے فیصلہ کر لیا کہ کسی قسم کی جذباتی کیفیت کا مظاہرہ نہ کر کے خاموشی سے ویلبی کے خلاف مصروفِ عمل رہوں اور اس سلسلے میں میں تمہیں اپنی کارروائی کے بارے میں تفصیل بتانا چاہتا ہوں۔ ویلبی کا دست راست ہیڈن برگ ہے، ہیڈن برگ کو تم نہیں جانتے اتنا بڑا سوُر ہے وہ لاس اینجلس میں کہ تم تصور بھی نہیں کر سکتے۔ وہ بھی ایک رنگا سیار ہے، خاموشی سے شکار کرتا ہے اور کسی کو ہوا بھی نہیں لگنے دیتا۔ لیکن اس بار میرے ہاتھوں میں اس طرح پھنسا ہے کہ لطف آ گیا ہو گا اسے بھی۔"

"کیا مطلب۔؟"

"میں نے ہیڈن برگ کی بیٹی کو اغوا کر لیا ہے اس کی بیٹی اینی برگ میرے قابو میں ہے۔ میں اینی برگ سے اپنے بچوں کا انتقام تو نہیں لے سکتا، چونکہ وہ لڑکی ان تمام معاملات سے بالکل ناواقف اور بے قصور ہے، میں نے اُسے بڑی چالاکی سے اپنے چنگل میں رکھا ہوا ہے، لیکن ہیڈن برگ کو اپنی بیٹی سے بے پناہ محبت ہے، چونکہ وہ اس کی اکلوتی بیٹی ہے ہیڈن

برگ یہاں وکٹر ویلبی کا دست راست سمجھا جاتا ہے اور وہ ویلبی کے تمام گروہ کو کنٹرول کرتا ہے۔"

"بڑی دلچسپ بات ہے یہ مسٹر کومبی کہ ہمارے اور آپ کے درمیان بہترین معلومات کا تبادلہ ہو رہا ہے۔" میں نے کہا۔

"ہاں میں تمہاری اپنے ساتھ شمولیت سے بے پناہ خوش ہوں، تم اس کا تصور بھی نہیں کر سکتے۔ ویسے میرے ساتھ بے شمار آدمی ہیں، لیکن وہ سب کرائے کے لوگ ہیں اور صرف اس لیے میرے ساتھ کام کر رہے ہیں کہ میں انہیں اس کا معقول معاوضہ ادا کرتا ہوں، لیکن جس کے دل میں ویلبی کے خلاف جذبہ موجود ہو، اور جو میری ہی طرح ان جذبات کا شکار ہو، وہ میرے لیے زیادہ قابل قدر ہے چنانچہ میں تم پر مکمل اعتماد کرتا ہوں۔"

"گڈ تو پھر یوں سمجھ لو کہ ہم تم دونوں گہرے دوست ہیں۔"

"ٹھیک ہے۔ میں اس دوستی کو نباہوں گا۔ ویسے یہ ہیڈن برگ بے حد خطرناک آدمی ہے، بے شمار مجرم اس کے تحت کام کرتے ہیں اور اس کے تنخواہ دار ہیں۔"

"ٹھیک ہے ہم اسے بھی دیکھ لیں گے۔" میں نے گہری سانس لے کر کہا اور تھوڑی دیر کے لیے خاموشی طاری ہو گئی، پھر کومبی مجھ سے کہنے لگا۔

"اب تو ہم تم دونوں مستقل ساتھی بن گئے ہیں ہمارے تمہارے مفادات یکساں ہیں، چنانچہ میں تمہیں اپنے ساتھ رہنے کی پیش کش کرتا ہوں، تمہیں ہر طرح کی سہولتیں مہیا کی جائیں گی۔ دراصل میں خود بھی بے شمار الجھنوں کا شکار ہوں اپنی اس موجودہ پوزیشن کے بارے میں فکر مند بھی۔"

"وہ کیوں۔؟"

"وہ اس لیے کہ میری مصروفیات میں نمایاں تبدیلیاں پیدا ہو گئی ہیں، اپنے بیٹے اور بیٹی کی موت کے بعد میں کافی دن تک گوشہ نشین رہا، لیکن میرے دوست پھر مجھے باہر کی دنیا میں کھینچ لائے، ان میں بہت سے ایسے ہیں جو میری دلجوئی کے لیے سب کچھ کرنا چاہتے ہیں، لیکن میں عموماً ان سے دور رہتا ہوں اور وہ یہ ہی سمجھتے ہیں کہ میں اپنے بیٹے اور بیٹی کا غم برداشت نہیں کر سکا اور اس کی وجہ سے میرے معمولات میں تبدیلیاں آ گئی ہیں۔ لیکن اس کے باوجود وہ چاہتے ہیں کہ زیادہ سے زیادہ میرے قریب رہیں، اور جب وہ مجھے کہیں نہیں پاتے تو پریشان ہو اٹھتے ہیں، ان میں سے کوئی نہیں جانتا کہ میرا اصل کام یہ ہے، تمہاری موجودگی سے میری کم از کم ایک مشکل ضرور حل ہو جائے گی وہ یہ کہ میں تمہیں اپنے دست راست کی حیثیت سے سامنے رکھوں گا اور ہم دونوں مل کر اس سلسلے میں کام کریں گے، جب کہ میں اپنے دوستوں کو بھی وقت دے سکتا ہوں، غالباً تم میرا مطلب سمجھ رہے ہو گے۔"

"بخوبی۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"میرے دوست میری اس بات کو محسوس تو نہیں کرو گے؟"

"نہیں ہرگز نہیں۔" میں نے جواب دیا۔

"یہ فلیٹ اس معمولی سی جگہ میں نے اسی مقصد کے تحت لے رکھا ہے کہ میں ان کی نگاہوں میں نہ آ سکوں اور اپنا کام انجام دے سکوں۔ یہاں سے ہم پچھلے دروازے سے نکل کر چلیں گے، پیچھے میری کار موجود ہے، میں تمہیں ایسی جگہ لے جاؤں گا جہاں تمہیں میک اپ وغیرہ کا سامان بھی مل سکے گا، اگر چہرے میں تبدیلی کر سکتے ہو، تو بہت اچھی بات ہے اور اگر نہیں تو اس کی مشق میں تمہیں کرا دوں گا۔ میں نے بہت سی وگیں تیار کی ہیں بہت سے میک اپ ماسک میرے پاس موجود ہیں جن میں سے کچھ یقیناً تمہارے چہرے پر مناسب ہوں گے۔"

میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ پھر میں نے کہا۔

"مسٹر کومبی میں آپ کو بتا چکا ہوں کہ میں خود بھی اس بری دنیا کے راستوں کا مسافر رہ چکا ہوں، چنانچہ یہ سارے کھیل مجھے آتے ہیں۔"

"یہ تو اور بھی اچھی بات ہے، مجھے واقعی تم جیسے کسی ساتھی کی تلاش تھی راجہ نواز

"ویسے آپ کا کیا خیال ہے مسٹر کومبی، کیا یہ شخص ہیڈن برگ وکٹر ویلبی کے معاملات سے پوری طرح سے واقفیت رکھتا ہو گا۔؟"

"میں تو یہ کہتا ہوں کہ وکٹر ویلبی دراصل اُسی کے کاندھوں پر سوار ہو کر سفر کرتا ہے۔"

"گڈ، اس کا مقصد ہے کہ میں اس سے زیبی کے بارے میں معلومات بھی حاصل کر سکتا ہوں۔؟"

کومبی کسی سوچ میں ڈوب گیا۔ تھوڑی دیر خاموش رہنے کے بعد وہ بولا۔

"بہترین آئیڈیا ہے، تمہارا کیا خیال ہے راجہ نواز اصغر کیا وکٹر ویلبی یہ بات جانتا ہے کہ اب ــــ اس کے خلاف جو لوگ کام کر رہے ہیں اُن میں سرِ فہرست نام راجہ نواز اصغر کا ہے؟"

"نہیں۔ ہرگز نہیں۔ بلکہ جب ویکونا کے کیپٹن نے مجھے پانی میں گرایا تھا تو میں نے اس قسم کی کوشش کی تھی کہ اُسے اپنے بارے میں تفصیلات بتا دوں، میں جانتا ہوں کہ اگر وہ میرا نام سن لیتا اور وکٹر ویلبی سے ملاقات کرتا اور یہ بات بتا دیتا، تو شاید ویلبی

مجھے قتل کرنے کی اجازت نہ دیتا چونکہ میں براہ راست ترلوکا کا شکار ہوں اور ترلوکا مجھ سے انتقام لینے کے لیے نجانے کون کون سے منصوبے بنا چکا ہے۔"

"گڈ ویری گڈ، تو پھر یہ نیا نام سامنے لاؤ، کومبی بولا۔"

"کیا مطلب۔؟"

"میرا مطلب ہے راجہ نواز اصغر یہ نام اس کے لیے اجنبی نہ ہوگا کیونکہ ترلوکا نے اس بارے میں اسے تفصیلات ضرور فراہم کی ہوں گی۔ اور اگر زیبی کو وکٹر ویل بی نے ہی اغوا کرایا ہے تو پھر اپنی برگ کے ذریعے تمہارا کام بخوبی بن سکتا ہے، ہیڈن برگ کو مجبور کرو کہ وہ زیبی کو اپنی کے عوض تمہارے حوالے کر دے اگر زیبی اس کی دسترس میں نہیں ہے تو پھر یہ اس کا کام ہوگا کہ وہ زیبی کو حاصل کرے، کیونکہ اسی شکل میں اسے اپنی ہیڈن برگ واپس مل سکتی ہے، تم میرا مطلب سمجھ رہے ہو گے۔؟

میں کومبی کی آنکھوں میں دیکھ رہا تھا، بلاشبہ یہ بہترین تدبیر تھی، کومبی تو واقعی میرے لیے فرشتہ رحمت ثابت ہوا تھا۔ میں نے اس کی یہ بات منظور کر لی، پھر میں نے پوچھا۔

"اپنی برگ کہاں ہے۔؟"

"میں جس کوٹھی میں تمہیں لے چل رہا ہوں وہیں اپنی برگ کو رکھا گیا ہے۔ لیکن سنو، میں نے اس سے صحیح بات نہیں کہی، دراصل اس بچی پر مجھے بھی رحم آتا ہے، وہ بے قصور ہے۔ میں نے اسے یہی بتایا ہے کہ اس کے باپ ہیڈن برگ نے تحفظ کے لیے اسے میرے حوالے کر دیا ہے اور میں اُسے اس کے دشمنوں سے بچا کر اس جگہ پوشیدہ رکھے ہوئے ہوں اور یہ سب کچھ اس کے باپ کے ایما پر ہی ہو رہا ہے۔"

"گڈ، یہ بھی اچھی بات ہے۔"

"میں تو یہ کہتا ہوں کہ تم اسی عمارت میں رہائش اختیار کرو اور اس طرح تم اپنی برگ پر نگاہ بھی رکھ سکتے ہو اور وہیں سے دوسرے معاملات بھی کنٹرول کر سکتے ہیں۔"

"میں تمہاری اس اعانت کو ضرور قبول کروں گا مسٹر کومبی"، میں نے جواب دیا۔

"تو پھر اٹھو۔ ہم یہاں سے چلتے ہیں، کومبی نے اس بار فلیٹ سے نکلنے کے بعد سامنے کے دروازے کا رخ نہیں کیا تھا بلکہ وہ عقبی سمت سے ہوتا ہوا ایک شاندار شیورلیٹ کار میں آ بیٹھا۔ مجھے بھی اس نے اپنے قریب بیٹھنے کی دعوت دی اور کار اسٹارٹ کر کے آگے بڑھا دی۔

ہم لوگ خاموشی سے سفر کرتے رہے، فورڈ وہیں چھوڑ دی گئی تھی جس کے بارے میں کومبی نے مجھے بعد میں بتایا کہ وہ اسی جگہ کھڑی رہتی ہے اور جب وہ خود فورڈ کو استعمال کرنا چاہتا ہے، وہیں سے اٹھا لیتا ہے۔

ہم لوگ خاصا طویل سفر طے کرنے کے بعد بالآخر ایک ایسے علاقے میں پہنچ گئے، جو شہر کے مغربی کنارے پر واقع تھا یہاں فارم ہاؤس ٹائپ کی ایک خوبصورت عمارت موجود تھی جس کا احاطہ بے حد وسیع تھا اور جس میں بہت سے خوبصورت حصے نظر آ رہے تھے درمیان میں وہ سفید عمارت تھی جسے کومبی نے کوٹھی کا نام دیا تھا۔ دو آدمی یہاں موجود تھے، جو شیورلیٹ کو دیکھ کر مستعد ہو گئے تھے، کومبی بڑے اہتمام سے نیچے اترا اور میرے ساتھ اندر داخل ہو گیا۔

میں نے محسوس کیا تھا کہ کومبی نے یہاں حفاظت کے مناسب انتظامات کر رکھے ہیں۔ احاطوں کے آخری حصوں پر مجھے کچھ ایسے افراد نظر آئے، جو مسلح تھے اور مخصوص انداز میں گشت کر رہے تھے۔

عمارت میں داخل ہو کر بالآخر ہم ایک بڑے کمرے میں پہنچ گئے، جس سے ملحق ایک اور کمرہ تھا۔ کومبی نے مجھے دوسرا کمرہ دکھاتے ہوئے کہا۔

"یہ تمہاری خوابگاہ ہے مسٹر نواز، یہاں ٹیلی فون موجود ہے اور دیکھو یہ ایک خاص ٹیلی فون ہے اس کا تعلق کسی ایکسچینج سے نہیں ہے نہ اسے ٹیپ کیا جا سکتا ہے نہ اس پر ہونے والی گفتگو کہیں اور سنی جا سکتی ہے۔"

"اوہ گڈ، مجھے اس کی ضرورت تھی۔" میں نے خوش ہو کر کہا

"اور یہ مسٹر ہیڈن برگ کا فون نمبر ہے۔" کومبی نے ایک نمبر میرے سامنے کر کے کہا۔ میرا مطلب تم سمجھ رہے ہو گے۔؟

"اچھی طرح۔" میں نے جواب دیا۔ پھر میں نے کہا "ایک بات اور بتاؤ مسٹر کومبی۔

"پوچھو جان من ضرور پوچھو۔

"اپنی برگ کو اغوا کرنے کے بعد تم نے ہیڈن برگ سے رابطہ قائم کیا تھا۔"

"ہاں صرف ایک بار۔"

"کیا گفتگو ہوئی۔"

"میں نے اسے اطلاع دی تھی کہ اس کی بیٹی اب میرے قبضے میں ہے کومبی نے جواب دیا۔

"اس نے تمہارے بارے میں پوچھا۔"

"طاقت کے نشے میں چور تھا۔ فوراً بولا کہ ایک لمحہ ضائع بغیر میں اپنی برگ کو واپس پہنچا دوں ورنہ میرے خاندان کا نشان تک مٹا دیا جائے گا۔" میں نے ہنس کر فون بند کر لیا تھا۔

"اس نے تمہارے بارے میں جاننے کی کوشش نہیں کی"

"نہیں۔"

"نہ یہ پوچھا کہ اس کے عوض تم کیا چاہتے ہو۔"

"میں نے کہا تھا کہ وہ طاقت کے نشے میں چور ہے یہاں کے سارے خطرناک غنڈے اس کے قبضے میں ہیں اس نے پوچھا ہوگا کہ فوراً میرا پتا چلا لے گا اور اپنی برگ کے حصول میں اسے کوئی دقت نہیں ہوگی۔

"اس کے بعد کوئی رابطہ نہیں ہوا۔"

"نہیں۔"

"تمہارے خیال میں اس کی توجہ تم تک جا سکتی ہے۔؟"

"مشکل ہے۔ عام حالات میں، میں ایک مرنجان مرنج قسم کا آدمی ہوں اور ایسی کسی کارروائی میں ملوث نہیں ہو سکتا وہ لوگ میرے بارے میں یہ سوچ بھی نہیں سکتے۔ اور پھر اس انداز میں ہلاک ہونے والے صرف میرے ؟ ہی نہیں یہاں بے شمار لوگ ان کے شکار ہیں اور ایسے المیہ سے دوچار ہو چکے ہیں میں تنہا ہی نہیں ہوں۔

"گڈ مسٹر کومبی تمہارا نقطہ نگاہ ۔؟ تھا لوگوں کی تباہی ہے۔؟ یا اس کے علاوہ اور کچھ۔؟"

"میں ان لوگوں کو فنا کرنا چاہتا ہوں جو بے شمار خاندانوں کی تباہی کا سبب ہیں۔"

"تم نے کہا ڈیر کومبی کہ کچھ کرائے کے لوگ تمہارے تحت کام کر رہے ہیں ان میں کوئی کالی بھیڑ تو نہیں ہوگی۔"

"میرے خیال میں نہیں۔"

"کیوں۔؟"

"اس لیے کہ یہ سب مختلف ریاستوں سے آئے ہوئے لوگ ہیں اور مقامی غنڈوں سے ان کا کوئی تعلق نہیں ہے۔

"گویا پوزیشن مضبوط ہے۔"

"ہاں بظاہر میرے پلان میں خال نہیں ہے۔

"وہ سب تمہیں مسٹر کومبی کی حیثیت سے جانتے ہیں۔

"نہیں مسٹر ڈیڈ کی حیثیت سے۔"

"تو کیا تم یہاں اپنی اصل شکل میں ہو۔"

"نہیں دوست۔ میری اصل شکل یہ بھی نہیں ہے۔ میں ڈبل میک اپ میں تھا۔" کومبی کے جواب پہ اور میں حیران رہ گیا۔ پھر میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ اور میں نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

"ٹھیک ہے مسٹر کومبی اب آپ کا مشن میں نے سنبھال لیا، اور میں آپ سے وعدہ کرتا ہوں کہ اپنے اور آپ کے مفادات کو ہمیشہ مدنظر رکھوں گا آپ کی وجہ سے مجھے جو بہترین سہولتیں حاصل ہوئی ہیں انہیں میں کبھی نظر انداز نہیں کروں گا۔"

"میں صرف وکٹر ویل بی اور اس کے گروہ کی تباہی چاہتا ہوں مسٹر فرینڈس اور اس کے لیے میں اپنا سب کچھ قربان کرنے کو تیار ہوں بارہا میرے ذہن میں یہ خیالات بھی آئے کہ میں اپنے حلقۂ اثر میں ایک دوسری حیثیت سے متعارف ہوں اگر کبھی منظر عام پر آیا تو مشکلات کا سامنا کرنا پڑے گا لیکن اپنا اور آپ کا مشن ایک دیکھنے کے بعد میری یہ مشکل جس طرح حل ہوئی ہے آپ اس کے بارے میں بہتر طور سے سمجھ سکتے ہیں اور اس لیے آپ میرے لیے بہت قیمتی ہیں۔"

"تو پھر اب ہم اپنے معاملات کس طرح سنبھالیں گے۔"

"میرے جو آدمی یہاں موجود ہیں انہیں ہدایت کر دی جائے گی کہ ہر لمحہ آپ کے احکامات کی پابندی کریں اور اس کے ساتھ ساتھ ہی آپ کو جو تمام سہولتیں درکار ہوں گی میں فراہم کروں گا آپ اپنے طور پر کام کرنے کے لیے آزاد ہیں ہاں اگر کوئی مشکل صورت حال درپیش ہو اور آپ محسوس کریں کہ یہاں آپ کو میری ضرورت ہے تو میں اس کے لیے اپنی خدمات پیش کرتا ہوں آپ جب چاہیں مجھے اپنا شریک کار بنا لیں۔"

"ٹھیک ہے مسٹر کومبی۔ اب آپ مطمئن ہو جائیں اپنی ہیڈن برگ کے مسئلے کو بھی میرے کنٹرول میں دے دیں ویسے اپنی آپ کی صورت سے واقف تو ہو گی۔"

"کیوں نہیں۔ وہ اچھی طرح یہ بات جانتی ہے کہ میں اس کے باپ کے وفاداروں میں سے ہوں اور اس کی حفاظت کے لیے میں نے اسے یہاں رکھ چھوڑا ہے۔"

"آئیے۔ کیوں نہ ایک نگاہ اپنی کو دیکھ لیا جائے۔ میں نے کہا اور مسٹر کومبی نے اس بات پر آمادگی کا اظہار کر دیا۔"

"ہاں کیوں نہیں۔ آپ اس سے مل سکتے ہیں ہم دونوں اپنی جگہ سے اٹھے اور عمارت کے ایک اندرونی حصے میں پہنچ گئے جہاں کومبی نے اپنی ہیڈن برگ کو ایک مخصوص جگہ رکھا ہوا تھا کمرے کے دروازے پر دو آدمی پہرہ دے رہے تھے کومبی نے ان سے صورت حال دریافت کی تو انہوں نے کہا کہ سب کچھ ٹھیک ہے چنانچہ ہم دونوں دروازہ کھول کر اندر داخل ہو گئے اپنی ہیڈن برگ اداس سی شکل بنائے ہوئے ایک صوفے پر بیٹھی تھی ہم دونوں کو دیکھ کر اس کے چہرے پر عجیب سے تاثرات اُبھر آئے شکل و صورت سے معصوم لڑکی

لگتی تھی آنکھوں میں اداسی کی چمک بھی شوخیاں سی لیے ہوئی تھی بلاشبہ اس لڑکی کے ساتھ کوئی بدسلوکی نہیں کی جا سکتی تھی اس نے کومبی کی شکل دیکھتے ہوئے کہا۔

"انکل اس عمارت میں فون کے تار تو موجود ہیں فون کیوں نہیں ہے۔؟"

"کیوں۔ تم فون۔ کرو گی بے بی۔ کومبی نے نرم لہجے میں کہا۔

"میں ڈیڈی سے بات کرنا چاہتی ہوں۔"

"یہ مناسب نہیں ہو گا ظاہر ہے مسٹر ہیڈنبرگ نے تمہیں خود سے جدا رکھ کر تمہاری حفاظت کے لیے یہ سب کچھ کیا ہے اگر تم ان سے فون پر گفتگو کرو گی تو پھر پوشیدہ کہاں سے رہ سکو گی۔"

"مگر میں یہ تسلیم کرنے کے لیے تیار نہیں ہوں مجھے یقین نہیں ہے کہ تم۔ تم ڈیڈی کے آدمی ہو۔" اس نے روہانسی آواز میں کہا۔

"کیوں بے بی۔ تمہیں کیوں یقین نہیں ہے۔؟"

"اگر تم ڈیڈی کے آدمی ہوتے تو میرے ساتھ اس طرح پیش نہ آتے۔ ڈیڈی کے کسی آدمی کی یہ جرأت نہیں ہو سکتی کہ وہ۔ وہ مجھ سے آنکھ ملا کر بات کر سکے۔"

"لیکن۔ میں نے تمہارے ساتھ کوئی بدسلوکی تو نہیں کی بے بی۔" کومبی نے کہا۔

"بدسلوکی نہیں تو کیا ہے یہاں فون نہیں ہے جبکہ میں فون کی خواہش مند ہوں۔"

"یہ اس لیے ہے کہ مسٹر ہیڈنبرگ یہ پسند نہیں کریں گے کہ تم ان سے رابطہ قائم کرو اور ان کے دشمن اس فون کال کے سہارے تم تک پہنچ جائیں تم سمجھتی کیوں نہیں بے بی یہ سب تمہاری بہتری کے لیے کیا گیا ہے تمہارے نقصان کے لیے نہیں۔"

"میرا دل گھبرا رہا ہے میں کسی بھی قیمت پر ڈیڈی سے بات کرنا چاہتی ہوں۔"

"ٹھیک ہے میں کسی نہ کسی طرح ان سے تمہاری گفتگو کرا دوں گا۔" کومبی نے جواب دیا۔

"اوہ انکل۔ میں اس بات کے لیے تمہاری شکر گزار ہوں گی اس نے جواب دیا پھر بولی۔

"تو تم کب میری گفتگو ڈیڈی سے کرا رہے ہو۔"

"بہت جلد۔"

"یہ کون ہیں۔؟" اس بار وہ میری طرف رخ کر کے بولی اور میرے ہونٹوں پر ہلکی سی مسکراہٹ پھیل گئی۔

"میں بھی تمہارے ہمدردوں میں سے ہوں بے بی۔ تم بے فکر رہو جس وقت بھی تمہارے دشمنوں کا خطرہ ٹل گیا ہم تمہیں مسٹر برگ تک پہنچا دیں گے انہی کے ایما پر ہم نے تمہیں یہاں رکھا ہے۔"

"مگر میں تنہا بور ہوتی ہوں۔ یہاں کوئی بھی ایسا شخص نہیں جس سے میں بات کر سکوں اب دیکھو نا تنہائی کتنی تکلیف دہ چیز ہوتی ہے حالانکہ یہاں میری بے شمار دوست ہیں کیا تم ایسا نہیں کر سکتے کہ میری کچھ دوستوں کو بھی یہاں لے آؤ۔"

نہیں بے بی بات پھر جوں کی توں رہ جائے گی یعنی تمہارے دشمن تمہاری کسی دوست کے ذریعے تمہارا حال معلوم کر سکتے ہیں۔"

"ایسا کرو۔ میں تمہیں بتاؤں۔" وہ بچوں کے سے انداز میں بولی تم کیٹی پارک سن اور میری خاص دوست بریندا کو خاموشی سے اٹھا کر یہاں لے آؤ انہیں بھی یہیں بند کر دو اور ان کے والدین کو بھی نہ بتاؤ کہ وہ کہاں ہیں بڑا لطف آئے گا جب وہ مجھے یہاں دیکھیں گی اور پھر ان دونوں کی موجودگی میں، میں بور بھی نہیں ہوں گی۔ کیا تم ان دونوں کو جانتے ہو۔؟"

"اگر نہیں جانتے تو ان کے بارے میں معلومات حاصل کر لیں گے تم بے فکر رہو اس کے لیے بھی مسٹر برگ سے اجازت لینا ضروری ہو گی۔" کومبی نے جواب دیا اور تھوڑی دیر کے بعد ہم اسے سمجھا بجھا کر باہر نکل آئے باہر نکلتے ہوئے کومبی نے کہا۔

"اب تم بتاؤ وہ بدنصیب شخص اس معصوم لڑکی کا باپ ہے کیا اس کے جرائم کے پاداش میں اس لڑکی کو کوئی سزا دی جا سکتی ہے۔"

"ہرگز نہیں مسٹر کومبی، میں کسی بھی قیمت پر اس معصوم لڑکی کو کوئی نقصان پہنچانے کے حق میں نہیں ہوں۔"

"میں بھی اتنا درندہ نہیں ہوں یا یوں سمجھو کہ ذہنی طور پر مجرم نہیں ہوں حالانکہ اس لڑکی کو اغوا کرتے وقت میرے ذہن میں یہی خیال تھا کہ اس کا ایک ایک عضو پارسل کر کے ہیڈنبرگ پہنچا دوں لیکن تھوڑی سی گفتگو کرنے کے بعد میں نے یہ محسوس کر لیا کہ میں اسے کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا، میں اس قابل نہیں ہوں۔" کومبی نے جواب دیا۔

"بس مسٹر کومبی اب آپ آرام کریں میں اپنے طور پر سارے کام سنبھال لوں گا۔"

"تمہارا شکریہ بے فکر رہو یہاں اس جگہ تم ہر طرح محفوظ ہو اور تمہارا سامان تمہارے پاس پہنچا دیا جائے گا اور —— اگر تمہیں ضرورت محسوس ہوئی تو میرے کسی بھی آدمی سے کہہ دینا

یہ لوگ ایسے کاموں میں ماہر ہیں غرض یہ کہ جس طرح بھی تمہیں جس چیز کی ضرورت پیش آئے اس کا بندوبست بآسانی کیا جا سکتا ہے میں تم سے فون پر رابطہ قائم کروں گا لیکن اس فون پر جہاں کوئی گفتگو دوسری جگہ نہیں سُنی جا سکتی اب مجھے اجازت دو۔" میں نے مسٹر کومبی کو شکریہ کے ساتھ رخصت کیا تھا کومبی واقعی میرے لیے بہت ہی بڑی چیز ثابت ہوا تھا اور پھر اس شخص نے ایسے تباہ کن حالات میں میری مدد کی تھی کہ میں اپنی موت کا یقین کر چکا تھا اس کے بعد اس شخص کے خلاف کوئی بات نہیں سوچی جا سکتی تھی کافی دیر تک آرام کرنے کے بعد میں نے اس ٹیلی فون پر جس کا لیس ایکس چینج سے تعلق نہیں رکھتی تھیں وہ نمبر ڈائل کیا جس پر ہیڈنبرگ کے مل جانے کی امید تھی چند ہی لمحات کے بعد دوسری طرف سے رابطہ قائم ہو گیا اور ایک غرائی ہوئی آواز سنائی دی۔

"ہیلو۔ کون بول رہا ہے۔؟"

"تمہارا دوست ہیڈنبرگ۔"

"کون بدتمیز ہے تمیز سے گفتگو کرنا سیکھو۔"

"افسوس۔ میں ایک بدتمیز آدمی ہوں اگر بدتمیز نہ ہوتا تو تمہارے سینے میں سوراخ نہ کرتا۔"

"میں کہتا ہوں۔ کون ہو تم۔" ہیڈنبرگ کسی بھیڑیے کی طرح غرایا۔

"جو کچھ بھی تم سمجھ لو تمہاری مرضی ہے ویسے اگر تم چاہو تو حوالے کے لیے میں تمہیں ایجی ہیڈنبرگ کا حوالہ دے سکتا ہوں۔"

"اوہ۔ اوہ کتے۔ تو اپنی موت یقینی بنا تا جا رہا ہے میں دیکھوں گا تو میرے ہاتھ سے کس طرح بچ سکتا ہے میں دیکھوں گا تو کتنا چالاک ہے اور کب تک محفوظ رہ سکتا ہے۔"

"اگر یہ بات ہے تو دیکھتے رہو ویسے۔ تم نے مجھے جو گالیاں دی ہیں ان کا حساب کتاب تم سے الگ لوں گا۔"

"تو کیا چاہتا ہے آخر کیا چاہتا ہے تو ایجی کہاں ہے۔؟" ہیڈنبرگ نے بے چینی سے پوچھا۔

"میرے پاس موجود ہے اور ابھی تک خیریت سے ہے مگر تم اس کے لیے گہری سے گہری قبر تیار کرتے جا رہے ہو جوں جوں تم میرے معاملے میں تاخیر کرو گے اس کی خیریت خطرے میں پڑتی جائے گی تم اب تک اپنی کوششوں میں ناکام رہے ہو میں جانتا ہوں کہ وکٹر ویلی کے غنڈے اس شہر کے چپے چپے پر میری تلاش میں سرگرداں ہیں اور تمہاری بیٹی کو تلاش کر لینا چاہتے ہیں لیکن اتنے دن کی ناکامی کے بعد بھی تمہارے عقل ٹھکانے نہیں آئی بے وقوف انسان اب بھی میں تمہیں موقعہ دے رہا ہوں اس سے قبل کہ ایجی برگ کی لاش کے ٹکڑے تمہارے پاس پہنچائے جائیں بہتر ہو گا کہ تم عقل سے کام لو اور مجھ سے تعاون کرو جس آواز کو میں نے ٹیلی فون پر سنا تھا اس سے اس کے مالک کی شخصیت کا اندازہ لگا سکتا تھا اور پھر جیسا کومبی نے بتایا تھا کہ ہیڈنبرگ ان لوگوں میں سے ہے جو ناک پر مکھی نہیں بیٹھنے دیتے اگر ان کے لیے یہ الفاظ کہے جائیں تو ان کی ذہنی کیفیت کیا ہو سکتی ہے میرا اندازہ تھا کہ وہ اس وقت غصے سے کھول رہا ہو گا یا پھر ہو سکتا ہے اس ٹیلی فون کال کے سلسلے میں کوئی کارروائی کر رہا ہو پھر اس کی آواز سنائی دی۔

"تم کیا چاہتے ہو۔" اس بار اس کے لہجے میں نرمی تھی اور آواز کافی حد تک بدلی ہوئی تھی۔

"تمہاری بدقسمتی ہے ہیڈنبرگ کہ معاملہ اتنا آسان نہیں ہے جتنا تم سمجھ رہے ہو اگر تم میرا نام سنو گے تو تمہارے چودہ طبق روشن ہو جائیں گے۔"

سناؤ سناؤ اپنا نام سناؤ آج کل تو لاس اینجلس کے کتے بھی آسمان کی طرف منہ کر کے بھونکنے لگے ہیں۔" اس نے کہا

" لاس اینجلس کے کتے میں تمہی سے یہ بات کہہ رہا ہوں غور کر، میرا نام سن اور اس کے بعد اپنا جوتا اٹھا کر اپنے سر پر بیس بار مار لے تاکہ خود تمہیں اپنی بے وقوفی کا احساس ہو جائے میں راجہ نواز اصغر ہوں اور میں جانتا ہوں کہ وکٹر ویلی میرے جوتوں کی خاک سے زیادہ نہیں ہیں میرا براہ راست مقابلہ اس گندے انسان سے ہے جس کا نام ترلوکا ہے میں وہی ہوں ہیڈنبرگ جس نے ترلوکا کی جنت کو اجاڑ دیا اور کیلی لاس کی پہاڑیوں میں اس کے آدمی چوہوں کی طرح پکڑ کر بل میں بند کر دیے۔ میں وہی راجہ نواز اصغر ہوں جس نے ترلوکا کے سینے میں سوراخ کر کے اسے کتوں کی طرح دربدر مارا مارا پھرنے پر مجبور کر دیا لیکن اس کے بعد میں نے سکون کی زندگی گزارنے کا فیصلہ کیا تھا لیکن ترلوکا کی بدنصیبی ایک بار اسے پھر میرے سامنے لے آئی ہیڈنبرگ ابھی تو میں نے ابتدا کی ہے اور اس ابتداء کے نتیجے میں تمہارا مارکوس ٹریڈرس تباہ ہو چکا ہے اور میکلو کے اطراف میں تم نے جو منشیات کا اڈا بنا رکھا ہے وہاں سے کروڑوں روپے کی نشہ آور ادویات پولیس کے قبضے میں جا چکی ہیں ابھی تک میں نے یہاں قتل عام نہیں شروع کیا ہے اور اس انداز میں کام کر رہا ہوں کہ میرے ہاتھ زیادہ سے زیادہ خون سے رنگین نہ ہو سکیں لیکن تم لوگ سن لو اگر میری بیوی عزت و احترام کے ساتھ مجھے واپس نہ کی گئی تو میں تم

میں سے ایک ایک کے ساتھ وہ سلوک کروں گا کہ زمین آسمان کانپ اٹھیں گے میرا نام نواز اصغر ہے اور اگر تم ترلوکا کے کتوں کی حیثیت سے کام کرتے ہو تو یہ نام تمہارے لیے اجنبی نہیں ہو گا۔" دوسری طرف مکمل خاموشی چھا گئی تھی سانس لینے کی آواز البتہ ریسیور سے سنائی دے رہی تھی۔ کافی دیر اس طرح گزر گئی تو پھر میں نے اسے مخاطب کیا۔

"کیا تمہارا ہارٹ فیل ہو گیا ہیڈنبرگ۔"

"سنو سنو راجہ نواز اصغر سنو واقعی مجھے یہ اندازہ تھا کہ یہ تم ہو سکتے ہو واقعی مجھے یہ اندازہ نہیں تھا مسٹر نواز اصغر لیکن تم۔ تم یہاں لاس اینجلس میں اور تم نے۔ میرا مطلب ہے یہ سب کارروائی۔ مجھے تو اطلاع یہ ملی تھی۔ ہینڈنبرگ کے انداز میں جو نمایاں تبدیلی پیدا ہوئی تھی وہ بہت ہی عجیب سی تھی اس کی آواز کی ہلکی سی کپکپاہٹ کو میں اچھی طرح محسوس کر سکتا تھا۔ میں نے چند لمحات خاموشی اختیار کی اور پھر کہا۔

"میں تمہارے سپرد چند ذمہ داریاں کر رہا ہوں ہینڈنبرگ اینی برگ کو اس قیمت پر حاصل کر سکتے ہو کہ زیبی مجھے واپس مل جائے۔"

"مم۔ مگر۔ مگر۔ یہ میرا معاملہ نہیں ہے۔ میں نے۔ میں نے۔"

"میں تمہیں آخری بار وارننگ دے رہا ہوں کہ یہ کام تمہیں ہی کرنا ہے زیبی کو تین دن کے اندر اندر میرے پاس پہنچ جانا چاہیے اس وقت تمہیں اینی برگ بھی مل جائے گی لیکن ایک بات پر غور کر لو جو کچھ زیبی کے ساتھ ہوا ہو گا وہ ہی اینی برگ کے ساتھ بھی کیا جائے گا لیکن تین دن کے بعد ان تین دنوں میں وہ بالکل محفوظ رہے گی اس لیے بہتر ہے کہ تم فوری طور پر زیبی کے حصول کے لیے کوشش کرو تاکہ تمہاری بیٹی بچ جائے میں چند لمحات خاموش رہا اور ہیڈنبرگ کے جواب کا انتظار کرتا رہا ہیڈنبرگ کے انداز میں اب نمایاں تبدیلی ہو گئی تھی اس نے کہا۔"

"سنو راجہ نواز اصغر یہ بات صرف میرے اور تمہارے درمیان ہے میں تسلیم کرتا ہوں کہ میں ترلوکا کے ساتھیوں میں سے ہوں لیکن میری پوزیشن بہت بڑی نہیں ہے میں ترلوکا کے بہت ہی معمولی آدمیوں میں شمار ہوتا ہوں۔ یہاں کا انچارج وکٹر ویل ہے تم مجھے اس بات کا موقعہ دو کہ میں اس سلسلے میں معلومات حاصل کروں تین دن کی مہلت کسی کام نہیں آ سکتی اتنی جلدی میں کچھ نہیں کر سکتا تم نے جو کچھ کیا ہے وہ تمہارا ذاتی معاملہ ہے ابھی تک ان لوگوں کو اس بات کا علم نہیں ہے کہ اس کارکردگی کی پشت پر راجہ نواز اصغر ہے میں تم سے یہ بھی نہیں کہوں گا کہ میں تمہارے بارے میں کچھ نہیں جانتا تھا یہ حقیقت ہے کہ مسٹر ویل با کو تمہارے بارے میں ہدایات ملی تھیں لیکن نیویارک میں تمہاری بیوی کے اغوا کے سلسلے میں میرا کوئی ہاتھ نہیں رہا یہ کام کسی اور کے سپرد کیا گیا تھا البتہ مجھے اس کی بھنک ضرور مل گئی تھی میں ذاتی طور پر تمہیں یہ بتا دینا پسند کرتا ہوں کہ تمہاری بیوی کم از کم وکٹر ویل بی کے پاس نہیں ہے البتہ چونکہ وہ وکٹر ویل بی کے ذریعے اغوا ہوئی ہے اس لیے ویل بی اس کے بارے میں ضرور جانتا ہو گا۔ مجھے یقین ہے کہ زیبی کو ترلوکا کے حوالے کر دیا گیا ہو گا۔"

"ترلوکا کا قیام کہاں ہے؟" میں نے سوال کیا۔

"یقین کرو مجھے اس کے بارے میں کچھ نہیں معلوم۔" ہینڈنبرگ نے کہا۔

"اگر تمہیں نہیں معلوم مسٹر ہیڈنبرگ تو یہ تمہاری ذمہ داری ہے کہ تم معلومات حاصل کرو وکٹر ویل بی کے بارے میں مجھے تو کافی تفصیلات درکار ہوں گی لیکن میں تمہیں اس کی مہلت دیتا ہوں کہ تم اپنے طور پر کارروائی کر کے یہ معلومات حاصل کرو کہ زیبی کس جگہ ہے۔"

"میرے دوست تم اس تمام کارروائی کے لیے مجھ پر بھروسہ کر سکتے ہو میں تمہیں تفصیلات معلوم کر کے بتانے کی کوشش کروں گا لیکن میری بیٹی کو چھوڑ دو۔"

تم جانتے ہو ہیڈنبرگ کہ تمہارے یہ الفاظ حماقت کے علاوہ اور کچھ نہیں ہیں میں یہ کام تم ہی سے لے سکتا ہوں تم جس طرح اس سلسلے میں معلومات حاصل کر لو گے کوئی اور نہیں کر سکتا یہ بات کان کھول کر سن لو کہ اگر زیبی کے بارے میں مجھے معلومات حاصل نہ ہوئیں تو تمہاری بیٹی تمہیں کبھی نہیں مل سکے گی اس کے ساتھ وہ سلوک کیا جائے گا کہ تم اس کا تصور بھی نہیں کر سکتے زیبی کے عوض میں ایسی ایسی ہزاروں لڑکیوں کو قتل کر سکتا ہوں۔

"نہیں۔ خدا کے لیے نہیں۔" ہیڈنبرگ خوفزدہ لہجے میں بولا۔

"میں تمہیں پھر فون کروں گا ہیڈنبرگ اور اس کے بعد تمہیں مزید ہدایت دوں گا اس وقت تک کے لیے خدا حافظ۔" میں نے فون بند کر دیا۔

ایڈرن کومبی میرے اقدامات سے بہت خوش تھا۔ واقعی دوہری شخصیت کا مالک یہ شخص میرے لیے بے حد کارآمد تھا۔ اس کے سینے میں سلگتے ہوئے انتقام کے شعلے اس کے چہرے پر نظر نہیں آتے تھے۔ لیکن میں اس کے دل میں جھانک چکا تھا۔ اس کے دل میں انگارے ہی انگارے تھے۔

"تم غور کرو راجہ نواز اصغر! میرے دو ہی بچے تھے۔ میرے پاس بے انتہا دولت ہے۔ ہر انسان اپنے بچوں کے لیے ہی سب کچھ کرتا ہے۔ میں ایک امن پسند انسان تھا۔ لیکن میرے ساتھ جو کچھ ہوا، کیا اس کے بعد انسان رہنے کی کوئی گنجائش ہے؟"

"مجھے آپ کے دکھوں کا احساس ہے مسٹر کومبی!"

"میں خودکشی کر لیتا۔ کوئی دلکشی نہیں رہ گئی میرے لیے اس دنیا میں۔ لیکن کومبی کو زندہ سمجھنے والے بے وقوف ہیں۔ اب کومبی نہیں صرف اس کی شکل میں انتقام زندہ ہے۔"

میں نے اس کے الفاظ میں شدید تپش محسوس کی تھی۔ میں نے اس کی تائید کی۔

"اس کے باوجود ابھی تک ہیڈن برگ کی بیٹی زندہ ہے لیکن میں اپنے جنون سے خوفزدہ ہوں۔ کون جانے کس وقت وہ لڑکی میرے ہاتھوں ہلاک ہو جائے۔ بار ہا میرا دل چاہا ہے کہ اس کے بدن کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے کر دوں اور پھر ان ٹکڑوں کو کسی نہایت گنجان مقام پر اس طرح سجاؤں کہ ان سے میرے بچوں کے نام لکھ جائیں۔ تب پتا چلے گا ہیڈن برگ کو کہ دل کا درد کیا ہوتا ہے۔"

"آپ اپنی سوچ میں حق بجانب ہیں مسٹر کومبی! لیکن آپ نے اپنے بچوں کی یاد میں ایک مشن اپنا لیا ہے۔"

"مشن؟" وہ بولا۔

"ہاں، منشیات کے تاجروں نے نوجوان نسل کے خلاف ایک مہم چلا رکھی ہے۔ نہ صرف آپ کے بچے بلکہ ان کی عمر کے دوسرے بچے بھی ان کا شکار ہو رہے ہیں۔ آپ ان کے لیے کام کریں۔"

"وہی تو کر رہا ہوں۔ اب تمہارا کیا پروگرام ہے؟"

"میں نے آپ کو ہیڈن برگ سے ہونے والی گفتگو سنا دی ہے۔" میں نے کہا۔

"ہاں، تم نے اسے تین دن کا الٹی میٹم دیا ہے۔ لیکن تمہارا کیا خیال ہے کیا وہ تمہاری بیوی کو تلاش کرے گا؟"

"مشکل ہے۔" میں نے مایوسی سے کہا۔

"میرا بھی یہی خیال ہے۔ ایسی شکل میں تم کیا کرو گے؟" کومبی نے سوال کیا۔

میں چند لمحات کے لیے سوچ میں ڈوب گیا اور پھر میں نے گردن اٹھا کر کہا۔

"میں فیصلہ نہیں کر سکتا مسٹر کومبی! کہ اس کے بعد میں کیا کروں گا۔ باقی جہاں تک مسئلہ رہا این کا تو میرا خیال ہے کہ اس کا قتل کسی طور مناسب نہیں ہو گا۔ تاہم اس بات کے امکانات ہیں کہ میں طویل عرصے تک این برگ کو ہیڈن برگ کے حوالے نہ کروں۔"

"میں بھی یہی چاہتا ہوں۔ بلکہ اگر مناسب ہوا تو میں این برگ کو امریکہ سے نکال دوں گا اور ایسی جگہ پہنچا دوں گا جہاں اسے کوئی تکلیف تو نہ پہنچے اور پرسکون زندگی بسر کرے لیکن ہیڈن برگ اسے دوبارہ نہ حاصل کر سکے۔"

میں کومبی کی دلی کیفیات کو بخوبی محسوس کر رہا تھا۔ جانتا تھا کہ اپنے دونوں بچے کھونے کے بعد اسے بھلا کسی ایسے شخص سے کیا دلچسپی رہ سکتی ہے جو اپنی بچی کے لیے تڑپ رہا ہو جب کہ اس کا شمار انہی لوگوں میں ہو جنہوں نے اس کے بچوں کو اس سے دور کر دیا ہو۔

میں کومبی پر اپنا کوئی فیصلہ مسلط بھی نہیں کر سکتا تھا کیونکہ اس کی دلی کیفیات کا مجھے بخوبی اندازہ تھا۔ بہرطور اب یہ تین دن گزارنے تھے۔ اور اس دوران چند ضروری کام کر لینا بھی نہایت ضروری تھے۔ کومبی اپنے کاروبار کو بھی سنبھالتا تھا حالانکہ یہ صرف ایک ضمنی کارروائی تھی۔ اس جیسے شخص کو اب بھلا کاروبار وغیرہ سے کیا دلچسپی ہو سکتی تھی۔ لیکن انتقام کا جو جذبہ اس کے سینے میں پروان چڑھ رہا تھا۔ اس نے اسے بہت زیادہ محتاط کر دیا تھا۔ این برگ اسی عمارت میں تھی اور اس کی حفاظت کے لیے میں نے جو انتظامات کیے تھے۔ میں ان کا بخوبی جائزہ لے چکا تھا۔ اندازہ تو یہی تھا کہ کسی کو اس بات کا شبہ نہیں ہو سکتا کہ این برگ یہاں موجود ہے۔ لیکن اس کے باوجود اگر کوئی ایسی صورتحال پیش آ گئی تو اس کا مقابلہ کیا جا سکتا تھا۔

کومبی چلا گیا اور میں اس کی آرام دہ رہائش گاہ میں موجود اپنے بیڈ روم میں آ گیا۔ زیبی کی طرف سے اب کسی قدر قرار سا آ گیا تھا درد جب حد سے گزر جاتا ہے تو اس کی دوا خود بخود ہی ہو جاتی ہے۔ یہی کیفیت اب میری تھی۔ جب بھی زیبی کی یاد آتی دل میں اک ہوک سی اٹھتی لیکن اب یہ احساس ایک خوفناک انتقام کی شکل اختیار کر گیا تھا۔

زیبی کے بارے میں اب یہ بھروسہ نہیں رہ گیا تھا کہ وہ دوبارہ مجھے مل ہی جائے گی لیکن یہ بات بھی ذہن میں موجود تھی کہ اگر وہ نہ ملی تو اپنی زندگی ختم کرنے سے پہلے کم از کم ترلوکا کو اس روئے زمین سے مٹا دوں گا۔ جتنا بھی خون کرنا پڑے گا کروں گا اور اس میں کوتاہی نہیں کروں گا۔

اپنی دانست میں ان لوگوں نے مجھے قتل کرنے کی کوشش کی تھی اور بظاہر اس میں کامیاب بھی ہو گئے تھے لیکن اب انہیں

سنبھالنا ضروری تھا اور اس کے لیے بہتر یہی تھا کہ میں اپنے طور پر ہی عمل کر دں۔ یعنی پینیڈا اور انسپکٹر باؤل سے جب تک معاملات چل سکیں ٹھیک ہیں نہ چلیں تو جو ہوگا دیکھا جائے گا۔

تنہائی جب ذہن کو ڈسنے لگی تو دل چاہا کہ این برگ سے ہی کچھ گفتگو کر لوں اور میں اس کے پاس پہنچ گیا۔ معصوم لڑکی کو دیکھ کر تعجب ہوتا تھا کہ یہ ایک ایسے درندہ صفت باپ کی بیٹی ہے۔ اس نے سپاٹ اور سادہ نگاہوں سے مجھے دیکھا اور میں اس کے سامنے ہی کرسی پر بیٹھ گیا۔

"یقیناً تمہارا دل گھبراتا ہوگا این؟"

"میں نے تم لوگوں سے کہا تھا کہ میری دو سہیلیوں کو میرے پاس پہنچا دو۔ کیا تم یہ کام نہیں کر سکتے؟"

"نہیں این! کیا جا سکتا ہے یہ کام۔ لیکن ڈیئر یہ تو سوچو کہ تمہارے باپ نے تمہیں ساری دنیا سے چھپا کر یہاں محفوظ کیا ہوا ہے۔ اس شکل میں تمہارے بارے میں کسی کو معلوم ہونا مناسب نہیں ہے۔"

"میں ان تمام باتوں کو نہیں مانتی۔ میری بات کراؤ میرے ڈیڈی سے۔"

"نہیں بے بی۔ یہ ممکن نہیں ہے۔ فون ٹیپ بھی کیا جا سکتا ہے۔ تم کیوں اپنی زندگی کی دشمن بن گئی ہو۔"

"اچھا چھوڑو ان باتوں کو تم ہی بات کرو مجھ سے تمہارا نام کیا ہے؟"

"تم مجھے فرینڈس کے نام سے پکار سکتی ہو۔"

"کیا کرتے ہو؟"

"یوں سمجھ لو کہ تمہارے باپ کا ملازم ہوں۔"

"مگر پہلے میں نے تمہیں کبھی نہیں دیکھا۔"

"پہلے میں کبھی تمہارے سامنے آیا بھی تو نہیں۔" میں نے جواب دیا اور این خاموش ہو کر گردن ہلانے لگی۔

کافی دیر تک میں این برگ سے باتیں کرتا رہا اور اس کے بعد وہاں سے چلا آیا۔ اس وقت دل میں باہر جانے کا خیال نہیں آیا تھا۔ حالانکہ اگر میں چاہتا تو میک اپ کر کے باہر نکل سکتا تھا لیکن طبیعت پر کاہلیت سی سوار ہو گئی تھی۔ کوئی خاص منصوبہ ذہن میں نہیں تھا۔ بس یونہی ایک بے زاری کی سی کیفیت دل پر طاری تھی۔ رات کو ساڑھے سات بجے کومبی کا ٹیلی فون ملا اور اس نے مجھ سے میری خیریت پوچھی۔

"سب کچھ ٹھیک ہے مسٹر کومبی! آپ کیا کر رہے ہیں؟"

"میرے پاس کچھ کرنے کو ہے ہی کہاں۔ بس کاروباری معاملات ہیں۔ جنہیں بحالتِ مجبوری دیکھنا پڑتا ہے۔ ورنہ دل تو نہیں چاہتا۔" کومبی نے جواب دیا اور پھر بولا۔ "تم بھی یہ تین دن یونہی گزارو گے یا کوئی خاص منصوبہ ہے تمہارے ذہن میں؟"

"نہیں مسٹر کومبی! کوئی خاص منصوبہ نہیں ہے۔ ویسے میں اس دوران کوئی نہ کوئی پروگرام ضرور ترتیب دوں گا۔ آپ سے کب ملاقات ہوگی؟"

"میں کل صبح ناشتہ تمہارے ساتھ ہی کروں گا اور تھوڑی دیر کچھ تبادلہ خیال بھی رہے گا۔ اور اس کے بعد اپنے کام میں مصروف ہو جاؤں گا۔" کومبی نے جواب دیا۔

فون بند ہونے کے بعد میں تھوڑی دیر کچھ سوچتا رہا اور پھر میں نے فیصلہ کیا کہ گھر میں پڑے رہنے سے بہتر ہے کہ کچھ کیا جائے۔ اس وقت سوزُشا اور ٹریسا میرے ذہن میں آئیں۔ ان لڑکیوں کو یہاں خطرے میں ڈالے رکھنا مناسب نہیں تھا۔ براہِ راست مڈبھیڑ ہو چکی تھی ان لوگوں سے۔ اس لیے بہتر یہی تھا کہ انہیں یہاں سے روانہ کر دیا جائے۔

کومبی اس سلسلے میں میری باآسانی مدد کر سکتا تھا اور پھر بات کچھ تھی بھی نہیں۔ صرف ان کے لیے سیٹیں درکار تھیں۔ البتہ انہیں سمجھانا ضروری ہوگا۔ یونہی دل چاہا کہ ان سے ملاقات کروں چنانچہ پہلے میں نے اس ٹیلی فون پر جس کے نمبر ڈائریکٹری میں موجود نہیں تھے، ان کے ہوٹل کا نمبر ڈائل کیا۔ دونوں ہی اپنے کمرے میں موجود تھیں۔

فون ٹریسا نے ریسیو کیا تھا۔

"ہیلو ٹریسا! میں بول رہا ہوں۔"

"ہیلو! کہاں ہو تم؟ میں تم سے فوراً ملنا چاہتی ہوں۔"

"کوئی خاص بات؟"

"ایسی خاص بات کوئی نہیں ہے۔ بس ہم لوگ شدید بوریت کا شکار ہیں۔ کوئی ایسا کام بھی نہیں مل رہا جو ہمارے لیے دلچسپی کا باعث ہو۔"

"تو ٹھیک ہے یہ بتاؤ اطراف کی پوزیشن کیا ہے۔"

"ابھی تک تو سب کچھ ٹھیک ہے لیکن کب تک ٹھیک رہیں گے۔ یہاں رہنے کا کوئی جواز تو ہونا چاہیے۔"

"تو بہتر ہے کہ تم کسی عمدہ سے ہوٹل کا نام بتا دو مجھے۔ میں وہاں پہنچ جاؤں۔"

"کہیں اور جانے کی کیا ضرورت ہے۔ یہیں آجاؤ۔ ہم ڈائننگ ہال میں مل جائیں گے اگر تم کمرے میں نہ آنا چاہو تو۔"

"نہیں۔ یہ مناسب نہیں ہوگا۔ اچھی بات ہے۔ میں تمہارے کمرے میں ہی پہنچ رہا ہوں۔" میں نے کہا اور فون بند کر دیا۔

تقریباً آدھے گھنٹے کے بعد میں ان کے کمرے میں ان کے

سامنے بیٹھا ہوا تھا۔ یہاں تک پہنچتے ہوئے میں نے اطراف پر پوری طرح نگاہ رکھی تھی کہ کہیں میرا تعاقب وغیرہ نہ کیا جا رہا ہو۔ سوزُشا اور ٹریسا واقعی تھکی تھکی سی نظر آرہی تھیں۔ ٹریسا نے کہا۔

"نہیں بالکل عضوِ معطل کی حیثیت دے دی گئی ہے۔ کیا ہمارے لیے کوئی کام نہیں ہے؟"

"ڈیئر سوزُشا! مسٹر بگین نے تم لوگوں کو میری ذمہ داری پر یہاں بھیجا تھا۔ اور صورتِ حال سے تم نے اندازہ لگا ہی لیا ہوگا کہ میرے معاملات کس قدر خطرناک ہیں۔ دراصل میں یہ نہیں چاہتا کہ تم دونوں کو کوئی نقصان پہنچاؤں اور پھر سب سے بڑی بات تو یہ ہے کہ میں تمہاری حفاظت کا ذمہ دار بھی ہوں۔ اس وقت میں تمہارے پاس ایک خاص کام سے آیا ہوں۔"

"کہو کہو۔ کام کا نام تو لو۔"

"اتفاق سے وہ کام ایسا ہے کہ تمہیں پسند نہیں آئے گا۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"کیوں ایسی کیا بات ہے؟"

"میں چاہتا ہوں کہ تم دونوں واپس چلی جاؤ۔"

"ہم بھی یہی بات سوچ رہی تھیں کہ تم ہم سے اکتائے ہوئے ہو۔ لیکن یہ ممکن نہیں ہے۔"

"ڈیئر! اکتانے کی بات نہیں ہے۔" میں نے نرم لہجے میں انہیں سمجھانے کی کوشش کی۔ "بات دراصل یہ ہے کہ مجھے یہاں سے جانا پڑ رہا ہے۔"

"کہاں؟"

"میں نہیں کہہ سکتا کہ کس جگہ۔ کچھ نئے لوگ میرے ساتھی بنے ہیں۔ میں ان کے ساتھ سفر کرنا چاہتا ہوں۔"

"اور ڈیڈی کے کام کا کیا رہا؟" سوزُشا نے پوچھا۔

"مسٹر بگین سے کہہ دینا کہ انہوں نے جس سلسلے میں مجھ پر اعتماد کیا ہے، اس کی تکمیل کے لیے میں اپنے آپ کو وقف کر دیا ہے۔"

"تو ہماری روانگی کے علاوہ اور کوئی ایسی ترکیب نہیں ہو سکتی کہ ہم یہاں رک جائیں۔"

"نہیں۔ تمہارا یہاں رکنا قطعی مناسب نہیں ہوگا۔" دونوں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا۔ اور پھر سوزُشا بولی۔

"ہم تو بہت کچھ سوچ کر آئے تھے یہاں پر لیکن اب تم نہیں چاہتے تو تمہاری مرضی۔"

"تو پھر بتاؤ میں تمہارے لیے کیا انتظامات کروں؟"

"لیجیے، یہاں سے واپس جانا بھی کوئی مسئلہ ہے۔"

"تو پھر تم کب روانہ ہو رہی ہو؟"

"کل کسی بھی وقت ہم اپنی سیٹیں بک کرا لیں گے۔ ڈیڈی کے لیے کوئی پیغام ہے؟"

"ہاں، مسٹر بگین سے کہنا کہ میں انہیں کامیابی کی اطلاع سنانے کے لیے بہت جلد ان تک پہنچوں گا۔"

لڑکیوں سے کافی دیر تک گفتگو کرنے کے بعد، اور یہ وعدہ لینے کے بعد کہ وہ اب یہاں سے چلی جائیں گی۔ میں وہاں سے واپس چل پڑا۔

پینیڈا اور باؤل کے بارے میں مجھے کچھ نہیں معلوم تھا۔ ویسے یہ جانتا تھا کہ وہ لوگ میرے منتظر ہوں گے لیکن جو کچھ ظاہر ہو واقعات پیش آ چکے تھے، اس کے بعد یہ بات حماقت تھی کہ میں ان لوگوں سے ملاقات کی کوشش کروں۔ وہ لوگ اپنے طور پر کام کرتے رہیں۔ میں جو کچھ کر رہا ہوں کرتا رہوں گا۔ ہاں اگر کبھی ایسا ہی کوئی مسئلہ درپیش آ گیا جس میں ان کی مدد کی ضرورت ہوئی تو پھر ان سے رابطہ قائم کیا جا سکتا ہے۔

میں واپس اپنی رہائش گاہ پر آ گیا۔ این کے بارے میں پوچھنے پر پتا چلا کہ وہ سو چکی ہے۔ چنانچہ میں بھی ہلکا پھلکا کھانا کھانے کے بعد آرام کرنے چلا گیا۔ لیکن میرے ذہن میں لاتعداد خیالات کیڑوں کی طرح کلبلا رہے تھے۔ مجھے یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے ابھی تک اس سلسلے میں کوئی تسلی بخش کام نہ ہو سکا ہو۔ ترلوکا نے وار کر دیا تھا اور اس کے بعد سے آج تک میری بے بسی سے لطف اندوز ہو رہا تھا۔ بالکل یوں لگ رہا تھا مجھے کہ جیسے وہ مجھے ہزار آنکھوں سے دیکھ رہا ہو۔ مجھ پر مسکرا رہا ہو۔ کیا بگاڑ لیا تھا میں نے ان کا کچھ بھی تو نہیں۔ اسے کیا نقصان پہنچا تھا ابھی تک۔ کچھ بھی نہیں۔ میں ہی پاگل کتے کی طرح مارا مارا پھر رہا تھا۔

پھر کیا کروں۔ کیوں نہ قتلِ عام کروں۔ کیوں نہ ہر اس شخص کو قتل کر دوں جس پر ذرا بھی ترلوکا کے ساتھی ہونے کا شبہ ہو۔ ضرور ایسا ہی کرنا چاہیے۔ یہ امن پسندوں کی حماقت ہے۔ ہاں راجہ نواز اصغر ابھی سو رہا ہے۔ اسے جاگا ہوا نہیں کہہ سکتے۔ لیکن اس کے لیے اس کے لیے۔ لعنت ہے اس شرافت پر۔ لعنت ہے اس بے بسی پر۔ میں اٹھ کر بیٹھ گیا۔ ہرگز نہیں۔ بالکل نہیں۔ یوں ہوا تو کیا ہوا۔ بات کچھ اونچے پیمانے کی ہو۔ میرے بدن میں چنگاریاں سی بکھر گئیں۔

ساری رات میں بے سکون رہا تھا۔ دوسری صبح غسل وغیرہ سے فارغ ہوا ہی تھا کہ کومبی آ گیا۔

"ہیلو مسٹر کومبی!"

"ہیلو فرینڈس!"

"کیسے مزاج ہیں؟"

"میں تو حسبِ معمول ہوں۔ تم سناؤ کیسی گزری؟"

"بالکل ٹھیک ہوں۔"

"کیا پروگرام ہے؟" کومبی نے پوچھا۔

"کوئی خاص نہیں۔ انتظار کرنا ہوگا۔"

"ہاں یہی مناسب ہے۔" کومبی نے جواب دیا۔

رات ہی کو میں نے فیصلہ کر لیا تھا کہ جو کچھ کروں گا کسی دوسرے کو اس کا رازدار نہیں بناؤں گا۔ کومبی اپنا رونا روئے گا اور مجھے سمجھائے گا کہ جلد بازی مناسب نہیں ہے لیکن میرا دل جانتا تھا کہ میں کیسے کرب سے گزر رہا ہوں۔ اسی لیے میں نے کومبی کو اپنا پروگرام نہیں بتایا۔

کومبی نے میرے ساتھ ناشتہ کیا۔ اور دیر تک اس کے بارے میں گفتگو کرتا رہا۔ پھر اس نے اجازت مانگی اور چلا گیا۔ اس کے جانے کے بعد میں نے تیاریاں کیں اور باہر نکل آیا۔ میرے ارادے خطرناک تھے۔ سب سے پہلے مجھے ایک گاڑی کی ضرورت پیش آئی۔ میں نے تھوڑے فاصلے پر ایک پارکنگ لاٹ کا رُخ کیا۔ بہت سی گاڑیاں کھڑی ہوئی تھیں۔ میں کسی نئی گاڑی کا انتظار کرنے لگا۔ پانچ منٹ کے بعد مجھے ایک کار پسند آئی، اور میں نے اس کے اترنے والے کو غور سے دیکھا۔ اس نے کار روکی اور چابی جیب میں رکھ کر آگے بڑھا۔ اس کے ہاتھ میں بریف کیس تھا۔ میں پھرتی سے آگے بڑھا اور اس سے ٹکرا گیا۔ بریف کیس اس درمیانی عمر کے آدمی کے ہاتھ سے گر گیا۔

میں نے انتہائی معذرت اور شرمساری کے انداز میں بریف کیس اٹھا کر اسے دیا لیکن اس دوران اس کی کار کی چابی میرے ہاتھ آگئی۔ اس کے نگاہوں سے اوجھل ہوتے ہی میں نے کار کا دروازہ کھولا اور اسٹارٹ کر کے آگے بڑھا دی۔

ابھی گاڑی پارکنگ لاٹ سے باہر نہیں نکلی تھی کہ دفعتاً ایک چوڑے چکلے بدن کا آدمی جس کے بائیں گال پر زخم کا نشان تھا۔ نزدیک آ گیا۔ اس کے سامنے آ جانے کی وجہ سے کار روکنی پڑی۔

"کیا بات ہے؟" میں نے پوچھا۔

"صرف اگلے چوراہے تک پارٹنر۔ پلیز۔" وہ لجاجت سے بولا۔ اور میں نے اسٹیرنگ کے دوسری طرف کا دروازہ کھول دیا۔ وہ اندر آ بیٹھا تو میں نے کار اسٹارٹ کر کے آگے بڑھا دی اور پھر رفتار تیز کر دی۔

"میرا نام جیکب ہے۔" اس نے کہا۔

"ہوں۔" میں نے لاپرواہی سے کہا۔

"چاقو کا کاریگر ہوں۔" وہ پھر بولا۔ اور میں نے چونک کر اسے دیکھا۔ پھر نگاہ سامنے جما دی۔

"سمجھے نہیں پارٹنر!" وہ پھر بولا۔

"تمہیں اگلے چوراہے تک جانا ہے نا؟" میں نے کہا۔

"سو فیصدی۔" اس نے جواب دیا۔

"تو اتنے سے فاصلے تک سفر کرنے کے لیے تم اپنی زبان بند نہیں رکھ سکتے؟"

"ذرا مجبوری ہے پارٹنر!"

"کیا مجبوری ہے پارٹنر؟"

"یہی کہ میری زبان بند نہیں رہتی۔"

"تو پھر میں گاڑی روک رہا ہوں۔ اتر جاؤ۔" میں نے کہا اور بریک پر پاؤں ڈال دیا۔

"ارے۔ نہیں نہیں پارٹنر! چلتے رہو چلتے رہو۔ میں تم سے کہہ چکا ہوں کہ میں چاقو کا کاریگر ہوں۔" اور اب اس کی بات میری سمجھ میں آئی تھی۔

اس نے اپنے لباس سے ایک پتلی سی دھار کا پتلے سے پھل والا چاقو نکال لیا جو کمانی دار تھا اور ایک چھوٹا سا بٹن دبانے سے کھل گیا تھا۔

"اوہ۔ لوٹنا چاہتے ہو مجھے؟"

"نہیں پارٹنر! لوٹنے کا کیا سوال ہے۔ اپنی برادری کے آدمی ہو۔ آپس میں کوئی ایک دوسرے کو کہاں لوٹتا ہے۔" میں نے ایکسیلیٹر پر دباؤ بڑھا دیا اور سیدھا دیکھنے لگا۔ اس کے الفاظ اب میری سمجھ میں آ رہے تھے۔ لیکن اسے مجھ پر شبہ کیونکر ہوا؟ میں نے سوچا۔

چند لمحے خاموش رہنے کے بعد اس نے چاقو بند کیا اور میری گود میں ڈال دیا۔

"مقصد یہ نہیں تھا کہ یہ کاریگری تمہیں ہی دکھاؤں۔ بس یوں سمجھ لو کہ اس جدید دور میں بھی، میں پستول وغیرہ کا قائل نہیں۔ دھماکہ بھی ہوتا ہے اور پھر خواہ مخواہ کی مصیبتوں سے دوچار ہونا پڑتا ہے۔ چاقو کی بات ہی دوسری ہے۔ پارٹنر! اس طرح بدن کو چھوتا ہوا نکل جاتا ہے جس طرح بادِ صبا اور آدمی کو اس وقت پتا چلتا ہے جب اس کی آنتیں باہر آ جاتی ہیں۔"

میں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ البتہ اس بات پر مجھے حیرت ہوئی تھی کہ اس نے چاقو میری گود میں ڈال دیا تھا۔ تھوڑی دیر تک خاموشی رہی پھر میں نے کہا۔

"مقصد بتاؤ گے؟"

"پارٹنر! بات دراصل یہ ہے کہ میں نے تمہیں اس کی جیب سے چابی اڑاتے ہوئے دیکھ لیا تھا۔ آج میرا بھی یہی پروگرام تھا۔ کہ کوئی کار اٹھاؤں گا اور فروخت کر دوں گا۔"

"اوہ، یہ بات ہے۔"

"ہاں۔"

"تو پھر تم نے اپنا کام کیوں نہیں کیا؟"

"جب اپنی لائن کا آدمی مل جاتا ہے تو دل چاہتا ہے کہ مل جل کر کھایا جائے۔"

"گاڑی کہاں فروخت کرو گے؟" میں نے پوچھا۔

"جیکب ہے میرا نام پارٹنر! اور تقریباً پندرہ سال سے یہاں کے چپے چپے کی خاک چھان رہا ہوں۔ بھلا یہ بات مجھے کیونکر معلوم ہوگی کہ گاڑیاں ہاتھوں ہاتھ کہاں بکتی ہیں گو رقم زیادہ نہیں ملتی لیکن کام بن جاتا ہے۔ میرا خیال ہے کہ یہ گاڑی ہمیں اچھی خاصی رقم دے جائے گی۔ اگر تم چاہو تو ففٹی پرسنٹ۔" اس نے کہا اور میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

"اور اگر میں نہ چاہوں تو؟"

"نہیں پارٹنر! چاہنا تو ہوگا۔ ایک سے دو بہتر ہوتے ہیں۔ جیکب بڑے کام کی چیز ہے، ارے ارے اس طرف کہاں۔ چوراہا تو اس طرف ہے۔"

"ذرا تم سے مکمل تعارف حاصل کر لیا جائے۔" میں نے کہا اور کار ایک ایسی سڑک پر موڑ دی جو کافی حد تک سنسان نظر آ رہی تھی۔

"تعارف تو ہو گیا۔ میرا نام جیکب ہے۔ تم ہی نے اپنا نام نہیں بتایا کہ کب سے یہ کام کر رہے ہو؟"

"آج ابتدا کی ہے کہ درمیان میں تم ٹپک پڑے۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

میری عقابی نگاہیں کسی ایسی سنسان جگہ کی تلاش میں تھیں جہاں میں اسے سبق سکھا سکوں۔ گو اس نے چاقو میری جیب میں ڈال کر دوستی کا ثبوت دیا تھا۔ لیکن کسی ایسے آدمی کو منہ لگانا میرے لیے ممکن نہیں تھا جو چھچھورے قسم کا چوراچکا ہو۔ آخر ایک ایسی جگہ مجھے نظر آ ہی گئی اور میں نے پھرتی سے کار کا رخ موڑ دیا۔ جیکب نے اپنے بدن کو سنبھالنے کے لیے کھڑکی پکڑ لی تھی۔ اور جب میں نے کار کو بریک لگایا تو اس کا سر ونڈ اسکرین سے ٹکرا گیا۔

"ارے ارے پارٹنر خطرناک موڈ میں نظر آ رہے ہو۔" اس نے کہا۔ لیکن میں نے انجن لاک کر دیا۔ اور پھر میں نے کار کی چابی اپنی انگلی میں گھماتے ہوئے کہا۔

"آؤ مسٹر جیکب! ذرا تعارف ہو جائے۔"

"ارے ارے پارٹنر! بات یہ نہیں تھی۔ م۔ میں۔ تو میں تو۔"

"لو اپنا چاقو سنبھالو۔ میں ذرا تمہاری کاریگری دیکھنا چاہتا ہوں۔" میں نے درمیان سے اس کی بات کاٹی اور چاقو اس کی جانب بڑھا دیا۔

جیکب منہ پھاڑ کر ہنسنے لگا۔ اس کے دانت ٹیڑھے میڑھے تھے۔ اور یوں لگتا تھا جیسے مٹھی بھر کر اس کے منہ میں گیسٹر ڈال دیے گئے ہوں۔ حالانکہ خد و خال خوبصورت تھے اور اگر چہرے پر وہ زخم کا نشان نہ ہوتا تو اسے ایک حسین آدمی کہا جا سکتا تھا۔ بدن بھی خاصا تندرست اور توانا تھا۔ اس کے ہنسنے پر مجھے غصہ آ گیا۔ میں نیچے اتر آیا۔ وہ بھی دوسری طرف سے اتر آیا تھا۔

"دیکھو پارٹنر! استاد نے کہا تھا کہ اگر چاقو کو للکارا جائے تو کبھی نہ چوکنا۔ حالانکہ تم سے ملاقات کا مقصد یہ نہ تھا۔ لیکن چاقو کی بات مت کرو۔ اگر میرے پاس پستول ہوتا اور تم اسے چیلنج کرتے تو میں خاموش ہو جاتا اور اپنی ہار مان لیتا۔ لیکن استاد کنگ لوئی بڑی نایاب چیز تھے۔"

"کون؟" میں نے تعجب سے پوچھا۔

"کنگ لوئی چینی تھے۔ ستر سال کی عمر میں بھی چاقو کا وار ایسا کرتے تھے کہ بس یوں سمجھ لو کہ پتا بھی نہ چلے اور دو ٹکڑے ہو جائیں مجھے چاقو کا وار انہوں نے ہی سکھایا تھا۔ اور کہہ دیا تھا کہ پستول کا استعمال بے وقوفوں کا کام ہوتا ہے۔ چاقو کی بات ختم کر دو پارٹنر اور یار بن کر بات کرو۔"

"پہلے تمہارے چاقو کی جھلکیاں دیکھ لی جائیں پھر یاری بھی کر لی جائے گی۔" میں نے کہا۔

"دن کا وقت ہے پارٹنر! لوگ ہماری طرف متوجہ ہو جائیں گے۔"

"تو پھر بھاگ جاؤ۔ فضول قسم کی باتوں سے گریز کرو۔ میں گدھے قسم کے لوگوں کو زیادہ منہ نہیں لگاتا۔"

"اوہو، پارٹنر! گڑبڑ کر رہے ہو۔ باز آ جاؤ۔ دیکھو چاقو کا کھیل اچھا نہیں ہوتا۔ کیا تمہارے پاس چاقو موجود ہے؟"

"اگر تم ڈر رہے ہو تو میں تمہیں موقع دیتا ہوں کہ فوراً بھاگ جاؤ۔"

"نہیں پارٹنر! یہ بات نہیں ہے۔ آ جاؤ، میں تمہارے بدن کو زخمی نہیں کروں گا۔ بس تمہیں کچھ کھیل دکھاؤں گا۔ مثلاً تمہاری یہ قمیض اس سرے سے اس سرے تک کٹ جائے۔ یا یہ آستین اوپر سے نیچے تک دو حصوں میں تقسیم ہو جائے تو پھر مان لینا اپنے یار کو اور اگر نہیں کر سکا تو پھر تمہیں اجازت ہے کہ میرے جبڑوں کی ہڈیاں توڑ دینا۔" اس نے کہا اور کمانی دار چاقو ایک جھٹکے سے کھل گیا۔

میرے لیے یہ ایک نیک شگون تھا۔ راجہ نواز اصغر کی واپسی کا اندازہ بھی کرنا چاہتا تھا میں۔ اب تک جو کچھ کرتا رہا تھا اس پر خود اپنے آپ سے جھلاہٹ ہو رہی تھی۔ جتنا بڑا کام کرنے کے لیے نکلا تھا اپنے بُرے ہمانے پر ابھی تک کچھ نہ کیا تھا۔ اس کم بخت سے نمٹ لیا جائے اپنی قوتوں کو آزما لیا جائے۔ اگر

یہاں پر ناکامی ہوئی تو پھر سوچ لوں گا کہ زہبی ہمیشہ سے میری زندگی سے نکل چکی ہے۔

جیکب چاقو ہاتھ میں لیے ادھر سے ادھر گھما رہا تھا۔ اس کے بے ترتیب دانت باہر نکلے پڑ رہے تھے۔ پھر اس نے آہستہ سے کہا۔

"لو پارٹنر! سنبھالو چاقو۔" ان الفاظ کے ساتھ ہی وہ پھرتی سے آگے بڑھا لیکن میں اس کی آنکھوں میں دیکھ رہا تھا۔ اور آنکھیں کبھی دھوکا نہیں دیتیں۔ میں جانتا تھا کہ وہ جس سمت سے وار کر رہا ہے۔ اس سمت سے وار نہیں کرے گا۔ لیکن میں بھی اس کے لیے بخوبی تیار تھا۔ وہ کسی بھی سمت سے آتا۔ میرے داؤ سے نہیں بچ سکتا تھا۔

جوں ہی اس نے چاقو بائیں ہاتھ میں لینے کے بعد میری طرف وار کیا اور پھر پلٹ کر چاقو دائیں ہاتھ میں لے لیا۔ عین اسی وقت میں نے اس کے دائیں ہاتھ کے نیچے سے بغل پر ایک فلائنگ کِک لگائی تھی۔ وہ اچھل کر تین چار فٹ دور جا گرا اور پھر فوراً ہی اٹھ کھڑا ہوا۔ اب اس کی آنکھوں میں حیرت کے آثار تھے۔

"زندہ باد استاد زندہ باد، استاد کیا بات ہے۔ بالکل صحیح چیک کیا تو نے۔ اس کے ساتھ ہی وہ زمین پر بیٹھ گیا۔ اس نے سوئپ لگا کر میرے پیروں کو الجھانے کی کوشش کی لیکن بدنصیب تھا بے چارا۔ پنڈلی کی ہڈیوں پر پڑنے والی ٹھوکر نے ہی اس کے حلق سے کریہہ آوازیں نکال دی تھیں۔ میں نے اسی پر اکتفا نہ کیا اور ایک دم سے قلابازی کھا کر اس کی رانوں پر پہنچا اور دوسرے ہی لمحے اس کے ہاتھوں پر۔ پہلے پنڈلی پر ٹھوکر لگی تھی، چنانچہ اس کے دونوں ہاتھ پنڈلی پر آئے، پھر رانوں پر اور اس کے بعد وہ ایک دم بت ہو گیا۔

جونہی وہ چت ہوا میرا داہنا پاؤں اس کی کلائی پر پڑا جس میں چاقو دبا ہوا تھا اور دوسرے لمحے اس کی مٹھی کھل گئی، اس کے بعد میں نے پلٹ کر چاقو اٹھا لیا تھا اور پھر چاقو کو میں نے ذرا مختلف انداز میں اپنی مٹھی میں پکڑ لیا۔

وہ حیران سا اٹھ کھڑا ہوا تھا۔ پھر اس نے کہا۔

"کمال ہے، کمال ہے۔ نام تو بتا دو بھائی! اب تو نام بتا دو۔"

"بتاتا ہوں۔" میں نے کہا اور دوسرے لمحے میں نے چاقو ایک عجیب انداز میں اس کی طرف بڑھایا۔ وہ اچھل کر پیچھے ہٹا لیکن میرا مقصد کچھ اور ہی تھا۔ اس کے پیچھے ہٹتے ہی میں نے زمین پر بیٹھ کر ایک سوئپ لگائی اور وہ میرے داؤ میں آ گیا۔ اس سے قبل کہ وہ اچھلتا میں نے چاقو کا ایک دوسرا وار اس کے پیٹ پر کر دیا اور درحقیقت میرا مقصد یہ نہیں تھا کہ اس کی قمیض کاٹ دوں لیکن ہوا یہی، اس کی قمیض بائیں سے دائیں سمت اس طرح کٹ گئی تھی کہ اس کے پیٹ تک خراش نہیں آئی تھی۔ اس نے حیرت سے مجھے دیکھا اور اس کے بعد اپنی کٹی ہوئی قمیض کو اور پھر اس کے چہرے پر شرمندگی کے آثار نظر آنے لگے۔

"یہ بتاؤ کنگ لوئی سے ملاقات ہوئی ہے کبھی؟ تم چونکے تھے اس کے نام پر۔" وہ پیچھے ہٹتا ہوا بولا۔

"نہیں۔ مگر میں تمہاری اس سے ملاقات کر دیتا ہوں۔ کیا وہ زندہ ہے؟" میں نے پوچھا۔

"ارے نہیں نہیں بھائی۔ اگر تم اگلے جہاں میں بھیج کر میری اس سے ملاقات کرانا چاہتے ہو تو یہ تصور ذہن سے نکال دو۔ کیونکہ کنگ لوئی زندہ ہے اور اس وقت جاپان میں ایک بہت بڑا کلب کھولے لوگوں کو تربیت دے رہا ہے۔ مگر کیا صفائی ہے۔ واقعی یہ صفائی تو میرے ہاتھ کی بھی مگر چاقو میرے ہاتھ سے نکال لینا تمہارا فن ہے۔ گویا ایک فن میں تم میرے باپ ہوئے۔ پلیز باپ! اپنی اولاد کو قتل مت کرو۔" اس نے گردن جھکا کر کہا۔ اور کچھ اس قدر تمسخرانہ انداز میں کہا کہ مجھے ہنسی آ گئی۔

"دیکھو باپ! میں شروع ہی سے تم سے دوستی کا مظاہرہ کر تا رہا ہوں۔ بھائی اپنے پروفیشن کے آدمی ہو اگر ذرا سی ففٹی ففٹی کی بات کر لی تو کیا مصیبت آ گئی۔ چلو چھپن پرسنٹ دے دینا۔ تمہاری واقفیت بھی ہو گی کار خریدنے والوں سے۔ لیکن اگر ایک غریب آدمی کو بھی اس میں شامل کر لو تو کیا حرج ہے؟"

میں خاموشی سے اس کی آنکھوں میں دیکھ رہا تھا اور اس بار میں نے اس کی آنکھوں کو پڑھ کر اندازہ لگایا کہ وہ جو کچھ کہہ رہا ہے غلط نہیں کہہ رہا ہے۔ چنانچہ میں نے چاقو بند کر کے اس کی طرف اچھال دیا اور بولا۔

"تمیز سے بات کرنا چاہو تو واقعی میں تیار ہوں۔"

"واقعی میں بالکل تمیز سے بات کروں گا پارٹنر! مجھے موقع تو دو۔ ویسے تم نے مجھے اپنا غلام بنا لیا ہے یقین کرو کنگ لوئی کے بعد ایسا صاف ہاتھ پہلی بار دیکھا ہے۔ اور ایک فن میں تو تم بہر طور مجھ سے آگے نکل گئے۔"

"دیکھو جیکب! ایک فن کی بات مت کرو۔ تم جس طرح چاہو مجھ سے مقابلہ کر سکتے ہو۔ اگر مقابلے میں جیت جاؤ تو یہ گاڑی تم لے جانا۔ میں یہیں سے واپس چلا جاؤں گا۔"

"پارٹنر، پارٹنر! جیکب نے بڑی محنت کی ہے لیکن ایک چیز سے پرہیز کیا ہے۔ جسے دوست کہہ دیا اسے کہہ دیا۔ اس سے لڑائی جھگڑا کبھی نہیں کیا۔ ابتدا تم نے ہی کی تھی اگر چاقو کی بات نہ کرتے تو میں کبھی اس پر راضی بھی نہ ہوتا۔"

"ہوں، گویا تمہارا مقصد ہے؟"

"ہاں چیف! بہت کچھ سیکھا ہے مگر چلو تم سے ہار مانے لیتا ہوں۔ ہارنے میں بھی فائدہ ہے۔"

"تو پھر یہ بتاؤ کہ اس کار کی قیمت کتنی وصول ہو سکے گی؟"

"دیر کرنے میں کوئی فائدہ نہیں۔ ویسے اس پارکنگ لاٹ پر جتنی گاڑیاں کھڑی ہوتی ہیں۔ وہ ایسے لوگوں کی ہوتی ہیں جو دفاتر میں کام کرتے ہیں اور اپنی گاڑیاں کھڑی کر کے دوپہر تک کے لیے روپوش ہو جاتے ہیں، ہمارے پاس دوپہر تک کا ٹائم ہے۔ اس دوران ہم یہ گاڑی بیچ سکتے ہیں۔"

"گاڑی کی کتنی قیمت مل جائے گی؟"

"اب جتنی بھی ملے۔ یہ تو وہاں چل کر پتا چل جائے گا۔ ویسے اصل قیمت کی چوتھائی قیمت لگتے ہیں۔ رسک بھی تو ہوتا ہے۔"

"چوتھائی رقم کتنی ہو گی؟"

"کم از کم پانچ ہزار ڈالر۔" اس نے کہا اور میں اپنی جیبیں ٹٹولنے لگا۔ اتنی رقم تو میرے پاس بھی نہیں تھی۔ لیکن خاصی رقم نکل آئی۔ میں نے یہ رقم اس کے حوالے کرتے ہوئے کہا۔

"یہ بطور ایڈوانس قبول کرو اور یوں سمجھو کہ مجھے گاڑی نہیں بیچنی۔ تمہاری باقی رقم رات کو ادا کر دی جائے گی۔" میں نے کہا۔ اور وہ چونک کر مجھے دیکھنے لگا۔

"فروخت نہیں کرو گے گاڑی؟"

"نہیں۔ کافی دیر تک نہیں۔"

"اوہو ہو۔ جلدی یا دیر کا معاملہ ہے تو دوسری بات ہے۔ تم یوں کرو اپنا کام کر لو اس کے بعد ہم یہ گاڑی بیچ دیں گے۔ ویسے بھی دیکھو دوپہر تک یہ گاڑی ہمارے پاس رہ سکتی ہے۔ اس کے بعد پولیس اسے یقیناً تلاش کرے گی اور پولیس سے تو خدا ہی بچائے۔ ذرا سی دیر میں اندازہ لگائے گی کہ گاڑی کہاں ہے؟"

میں نے چند لمحات غور کیا۔ اور پھر میں نے کہا۔ "مگر جیکب! مجھے خود بھی گاڑی چاہیے۔"

"کس کام کے لیے؟ کوئی ڈاکہ واکہ ڈالنا ہے کیا؟" اس نے رازدارانہ انداز میں پوچھا۔

"یہی سمجھ لو۔"

"تو پھر یوں کرتے ہیں کہ اس گاڑی کو جتنی دیر تک تمہیں ضرورت ہے اپنے ساتھ رکھو۔ اس کے بعد اسے بیچ دیں گے۔ اور یہ رقم بھی تم اپنے پاس ہی رکھو۔ تمہاری جیب سے رقم لینا مجھے اچھا نہیں لگتا۔"

"نہیں کوئی بات نہیں۔ تم ٹھیک کہتے ہو۔ مگر پھر وہی سوال پیدا ہوتا ہے کہ مجھے گاڑی مستقل چاہیے۔"

"مستقل تو نہیں پارٹنر، ویسے شہر کی ساری گاڑیاں اپنی ہیں جب چاہو گے اٹھا لیں گے۔ تمہیں کام کیا کرنا ہے؟ یہ بتاؤ۔"

اب میں اسے کیا بتاتا کہ مجھے کیا کرنا ہے لیکن آدمی کچھ مزیدار معلوم ہو رہا تھا۔ چنانچہ میں نے اس کی بات مان لی اور چور بازار جا کر گاڑی فروخت کرنے کا فیصلہ کر لیا۔

وہ مجھے ساتھ لے کر چل پڑا اور تھوڑی دیر کے بعد ہم ایک عجیب و غریب مارکیٹ پہنچ گئے۔ بظاہر عمدہ قسم کی نظر آنے والی یہ دکانیں اس قسم کا کاروبار بھی کرتی ہوں گی، اس کا مجھے اندازہ نہیں تھا۔

جیکب نے مجھے وہیں بیٹھے رہنے کے لیے کہا اور خود اندر چلا گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ ایک دراز قامت شخص کو لے کر آیا۔ جس نے ادھر ادھر سے گاڑی دیکھی۔ اس کی نمبر پلیٹ دیکھی اور پھر جیکب سے گفتگو کرنے لگا۔ جیکب نے گردن ہلا دی تھی۔

تھوڑی دیر بعد جب جیکب واپس آیا تو اس کے ہاتھوں میں نوٹوں کے بنڈل دبے ہوئے تھے۔ جن میں سے تین چوتھائی رقم اس نے میرے حوالے کرتے ہوئے کہا۔

"پارٹنر، میں نے اپنا حصہ لے لیا ہے۔"

"جیکب! یہ رقم بھی رکھو۔ مجھے تم سے کچھ اور بھی کام ہے۔"

"ارے پارٹنر! نہیں، ایسی بات نہیں۔"

"اچھا تو پھر ففٹی پرسنٹ ٹھیک ہے۔ کام چونکہ تم نے کیا ہے اس لیے مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے۔"

"یہ تمہاری مہربانی ہے پارٹنر! دس ہزار ڈالر کی رقم کافی عرصہ تک چل جائے گی۔ میں ذرا آرام پسند قسم کا آدمی ہوں۔ اگر پیسے جیب میں آ جاتے ہیں تو پھر کام کرنا پسند نہیں کرتا میرا مطلب ہے کم از کم کار چوری کرنا۔

"ٹھیک ہے ٹھیک ہے۔ اب یہاں سے چلو کوئی ٹیکسی پکڑ کر کسی ہوٹل میں بیٹھیں گے اور کچھ بات وغیرہ کریں گے۔"

"ہاں، یہ ٹھیک ہے، تمہارے بارے میں جاننا بے حد ضروری ہے۔ حالانکہ تم نے مجھے اپنا نام ابھی تک نہیں بتایا۔

"مجھے فرینڈس کے نام سے پکار سکتے ہو۔" میں نے کہا اور اس نے مسکراتے ہوئے گردن ہلا دی تھوڑی دیر کے بعد ہم ایک ٹیکسی میں بیٹھ کر چل پڑے۔

ہوٹل کاسیانو کے ریفریشمنٹ ہال میں، میں اور جیکب بڑے ٹھاٹ سے داخل ہوئے تھے اور پھر ہم ایک میز پر جا کر بیٹھ گئے۔ جیکب نے خاصی چیزوں کا آرڈر دے دیا تھا۔ وہ پیٹو قسم کا آدمی تھا۔ میں نے تھوڑی سی چیزیں ان میں سے لیں۔ وہ بڑے اطمینان سے

صاف کرتا رہا اور جب کھا پی چکا تو بولا۔

"ہاں پارٹنر، میرا مطلب ہے فرینڈس! کتنے عرصے سے یہاں کام کر رہے ہو؟"

"گاڑی چرانے کا کام میں نے کبھی نہیں کیا۔"

"پھر کیا کرتے ہو؟ ویسے یہ چاقو کی صفائی والی بات میری سمجھ میں نہیں آئی۔ تم مجھے بتاؤ اگر یہ قمیض میں پینٹ میں دبا لیتا تو یقیناً اس وقت مجھے کھلے پیٹ پھرنا پڑتا۔"

"مجھے افسوس ہے کہ تمہاری قمیض ضائع ہوئی لیکن اب کسی اسٹور سے کپڑے خرید لینا۔"

"یہاں سے اٹھنے کے بعد یہی کروں گا۔ ویسے یہ قمیض بھی چل جائے گی۔ چونکہ نیچے سے کٹی ہے۔ اگر اوپر سے کٹی ہوتی تو نظر آتا اور مجھے فوراً ہی کپڑے تبدیل کرنا پڑتے۔ چونکہ لوگوں کی نظریں بلاوجہ ادھر اٹھتی رہتی ہیں۔"

"جیکب! میں یہاں اجنبی ہوں۔" میں نے کہا۔ اور جیکب چونک کر مجھے دیکھنے لگا۔

"کیا مطلب؟"

"مطلب یہ کہ میں اس جگہ کا باشندہ نہیں ہوں۔"

"باہر سے آئے ہو اور گاڑیاں چرانے کا کام کر رہے ہو۔"

"گاڑیاں چرانے کا کام میں نہیں کرتا۔ مجھے اس گاڑی کی ضرورت تھی۔ میں تم سے کہہ چکا ہوں۔"

"اچھا اچھا، میں بھول گیا تھا۔ خیر، یہ تو بتاؤ یہاں کیا کرنے کا ارادہ رکھتے ہو؟"

"بہت سے کام ہیں۔ لیکن تم اپنے بارے میں بتاؤ۔ کیا تم کسی کی دوستی قبول کر کے اس دوستی کو نباہنے کا فن بھی جانتے ہو؟"

"جاننا تو بہت کچھ ہوں پارٹنر مگر اس میں کچھ مزہ نہیں آتا۔ بہتر یہ ہوتا کہ ایک آدھ دن کی یاری رہے اور پھر ختم کر دی جائے۔"

"تو پھر ٹھیک ہے، ہمارا ہمارا کام ہو گیا۔ یہاں سے اٹھنے کے بعد ہم لوگ ایک دوسرے کے لیے اجنبی ہو جائیں گے۔" میں نے کہا۔ اور جیکب کسی سوچ میں ڈوب گیا۔ پھر آہستہ سے بولا۔

"فرینڈس! تمہاری طرف دل کچھ کھنچ رہا ہے مگر ایسے تم مجھ پر بھروسہ نہیں کرو گے۔ کوئی کام بتاؤ۔ یا جو کام تم کرنا چاہتے ہو۔ مجھے اس میں شریک کر لو۔ وعدہ ہے کہ پارٹنر شپ نہیں ہوگی یہ کام صرف تمہارے لیے کروں گا میں۔"

"کہاں رہتے ہو؟"

"مار نمبر واٹھارہ۔" اس نے جواب دیا۔

"میں ان علاقوں سے بھی صحیح طور پر واقف نہیں ہوں۔"

"کوئی بات نہیں۔ میں تمہیں اپنا فلیٹ دکھا دوں گا۔ بڑا فرسٹ کلاس فلیٹ رکھا ہوا ہے میں نے اور اس میں ایک شریف آدمی کی رہائش گاہ کا پورا پورا بندوبست کر رکھا ہے میں نے۔ اور جب میں وہاں جاتا ہوں تو لوگ سمجھتے ہیں کہ بہت ہی شریف قسم کا آدمی دفتر سے ملازمت کر کے واپس آ رہا ہے۔ تھکا ہارا اور بے بدھ اور لوگ میری تنہائی پر افسوس بھی کرتے ہیں۔ لیکن یقین کرو پارٹنر! میں نے آج تک کسی کو منہ نہیں لگایا۔ دراصل بہتر کام کرنے والے کے لیے یہی ضروری ہے کہ وہ جس محلے میں بھی رہے، وہاں اپنے آپ کو شریف سے شریف تر ظاہر کرے تاکہ اگر پولیس کبھی وہاں تک پہنچ بھی جائے تو محلے والے گواہی دے سکیں کہ ایک شریف آدمی سے ان کا آج تک واسطہ پڑ رہا ہے۔"

جیکب کی باتیں خاصی دلچسپ تھیں۔ مجھے یہ نوجوان پسند آیا۔ تب میں نے اس سے کہا۔

"جیکب! تمہاری تو خاصی واقفیت ہوگی یہاں؟"

"اسے کون نہیں جانتا جیکب کو۔ جس جگہ نکل جاتا ہوں لوگ پیار سے پکارتے ہیں اور اس کی وجہ یہی ہے کہ میں کبھی کسی سے جھگڑا نہیں کرتا۔ عام طور سے اپنے آپ کو تمام معاملات سے پیچھے ہٹا لیتا ہوں۔ اب اگر تم غصے سے یہ بات کرتے کہ میں گاڑی سے نیچے اتر جاؤں اور پارٹنر شپ کی بات نہ کروں تو یقین کرو کہ شاید میں تیار ہو جاتا، چونکہ جھگڑے کا قائل ہی نہیں ہوں۔ اب دیکھو نا انسان اپنی زندگی جھگڑے میں گزار دے تو پھر کوئی مزے کی بات ہے۔ لطف تو یہی ہے کہ دوستی زیادہ سے زیادہ اور دشمنی کا کوئی تصور نہ ہو۔"

"مگر میری دشمنی تمہیں مہنگی پڑ سکتی ہے۔"

"میں مہنگی سستی کی پروا نہیں کرتا دوست۔ جسے دوست کہہ دیا سو کہہ دیا۔"

"تو پھر یوں سمجھو جیکب! مجھے ایک بہت خطرناک کام کرنا ہے۔ ایک اتنا خطرناک کام جس کا تم تصور بھی نہیں کر سکتے۔"

"وہ کیا ہے؟"

"میں منشیات کی اسمگلنگ کرنا چاہتا ہوں۔" میں نے کہا۔ اور دفعتاً جیکب کے چہرے پر عجیب سے تاثرات نظر آنے لگے۔ تھوڑی دیر تک وہ میری شکل دیکھتا پھر اس کے انداز میں ایک اضمحلال کی سی کیفیت پیدا ہو گئی۔ اور اس نے کہا۔

"سوری پارٹنر۔ اس سلسلے میں جیک تمہارا ساتھ نہیں دے سکے گا۔"

"کمال ہے۔ ابھی دوستی کا دم بھر رہے تھے اور ایک اتنی

سی بات کے لیے پیچھے ہٹ رہے ہو۔ میں پیچھے نہیں ہٹ رہا۔ منشیات کی اسمگلنگ سے میرے دل کا درد وابستہ ہے۔ تم یقین کرو میں اس کے ہاتھوں اجڑا ہوں۔" جیکب نے کہا۔ اور میری آنکھوں میں دلچسپی کی چمک پیدا ہو گئی۔

چند لمحات میں خاموشی سے اسے دیکھتا رہا پھر میں نے کہا۔

"مجھے اپنی کہانی نہیں سناؤ گے جیکب!"

"بس کیا سناؤں پارٹنر، بس یوں سمجھو پڑھا لکھا آدمی ہوں ایک فرم میں ملازمت کرتا تھا۔ ایک بھائی تھا اپنا۔ مجھ سے دو سال چھوٹا تھا، ماں باپ بچپن ہی میں مر چکے تھے۔ ہم دونوں بھائیوں کی محبت بے مثال تھی۔ وہ پڑھ رہا تھا اور میں اس کے لیے ملازمت کرتا تھا۔ وہ غلط صحبت میں پڑ گیا۔ نشہ آور ادویات کا عادی ہو گیا۔ اور پڑھنے لکھنے سے بھاگ کر برائیوں کے راستے پر چل پڑا۔ میں آوارہ گرد بن گیا تھا۔ میں اس کی شکل دیکھ دیکھ کر کڑھتا تھا۔ لیکن بعد میں مجھے احساس ہوا کہ دراصل اس کا ستیاناس منشیات نے مارا ہے۔ چنانچہ میں نے اس پر سختی شروع کر دی اور مجھ سے بارہا وعدہ کرنے کے باوجود نشہ آور ادویات کے استعمال سے باز نہ رہ سکا۔ اور پھر ایک دن میری سرزنش سے تنگ آ کر اس نے خودکشی کر لی۔ ہاں فوسٹر مر گیا۔ اور میری دنیا ویران ہو گئی۔ بس یوں سمجھ لو پارٹنر اس دن کے بعد سے میرا اس دنیا سے دل اچاٹ ہو گیا۔ اب ایسے ہی زندگی گزارتا ہوں جیسے تنہا لوگ گزارتے ہیں۔ بھائی تھا تو زندگی سے دلچسپی بھی تھی۔ لیکن اب ادھر ادھر کے لوگ رہ گئے ہیں۔ دوستی کا قائل ہوں جھگڑے نہیں کرتا کسی سے۔ بس چھوٹا موٹا کام کرتا ہوں اور زندگی گزار رہا ہوں۔"

"کبھی تمہارے دل میں یہ خیال پیدا نہیں ہوا جیکب! کہ تم ان لوگوں سے انتقام لو، جو تمہارے بھائی کی موت کی وجہ بنے ہیں۔"

"بھلا میرے بھائی کی موت کا ذمہ دار اور کون ہو سکتا ہے میرے علاوہ؟" اس نے کہا۔

"کیا وہ نہیں جو منشیات کی تجارت کرتے ہیں؟" میں نے اسے سمجھانے کے انداز میں کہا۔

"ہاں، وہی ہیں۔ لیکن یہ تو ان کا کاروبار ہے۔ میں بھلا انہیں ان کے کاروبار سے کیسے روک سکتا ہوں؟"

"خواہ اس کاروبار سے فوسٹر جیسے کئی افراد موت کے گھاٹ اتر جائیں؟"

"مگر تم کہہ کیا رہے ہو پارٹنر۔ تم تو خود یہ کام کرتے ہو۔ کیا میں تم سے انتقام لوں گا؟"

"نہیں، جیکب! میں یہ کاروبار نہیں کرتا۔"

"ارے، ابھی تو تم کہہ رہے تھے؟"

"نہیں یار، میں تو تمہیں آزما رہا تھا۔ تمہیں جاننا چاہتا تھا۔" میں نے کہا۔

"تو پھر سمجھ لو کہ دنیا میں برے کاموں میں سے سب سے برا کام مجھے یہی لگتا ہے کہ انسان کو زندگی سے دور کر دیا جائے۔"

"ہم زندگی سے دور کرنے والے افراد کو زندگی سے دور کر دیں گے جو اس کے ذمہ دار ہیں۔"

"مگر کیسے؟ میں کسی کو قتل بھی نہیں کر سکتا۔"

"نہیں کر سکتے۔ مگر میرا ساتھ تو دے سکتے ہو۔"

"وہ کیسے پارٹنر؟"

"تمہارا زیر زمین دنیا سے تعلق رہا ہوگا؟"

"تعلق نہیں رہا۔ ایسے کاموں سے میں گھبراتا ہوں۔ کئی بار مجھے ایسے کام سونپنے کی کوشش کی گئی لیکن میں نے ایسا کوئی کام نہیں کیا۔" جیکب بولا۔

"ایسے لوگوں کو جانتے ہو جو اسلحہ سپلائی کرتے ہیں؟"

"کیا بات ہے، ضرورت ہے اس کی؟"

"ہاں۔"

"کیا چاہیئے؟"

"بہت کچھ۔ اسٹین گن، ہینڈ گرینیڈ اور ایسی ہی دوسری چیزیں۔"

"ارے باپ رے۔ کیا کسی محاذ پر جا رہے ہو؟" اس نے تمسخرانہ انداز میں کہا۔

"بس یہی سمجھ لو جیکب!"

مل سکتا ہے۔ سب کچھ مل سکتا ہے۔ لیکن پارٹنر بات ذرا کچھ گڑبڑ ہے۔ لوگ پوچھیں گے نہیں کہ جیکب تجھے ان چیزوں کی ضرورت کیوں پیش آ گئی ہے۔"

"یہ تمہارا معاملہ ہے، اگر تم دوستی چاہتے ہو جیکب تو پھر یہ چیزیں مجھے مہیا کر دو۔"

"لیکن کرو گے کیا؟"

"یہ بعد میں بتاؤں گا۔ پہلے یہ بتاؤ کہ تم یہ کام کرنے کے لیے تیار ہو یا نہیں؟"

جیکب کچھ دیر تک کچھ سوچتا رہا۔ پھر آہستہ سے بولا۔

"ہاں۔ یہ کام مشکل نہیں ہے میرے لیے۔ مسٹر کٹیلو کو جانتا ہوں جو اسلحہ کی خرید و فروخت کا کام کرتے ہیں۔ ذرا سنکی قسم کا آدمی ہے۔ لیکن میں انہیں ہینڈل کر لیتا ہوں۔ البتہ ہینڈ گرینیڈ کے بارے میں نہیں کہہ سکتا کہ وہ ان کے پاس ملیں گے یا

نہیں۔ اسٹین گن تو یوں سمجھ لو کہ تمہارے قبضے میں آگئی۔ ویسے کیا یہ بات سچ کہہ رہے ہو کہ تم منشیات کی اسمگلنگ کرنے والوں کو ہلاک کرنا چاہتے ہو۔ یا کسی بنک میں ڈاکہ ڈالنا چاہتے ہو۔ ہینڈ گرنیڈ تو بنک کے لاکرز کو توڑنے کے کام بھی آسکتے ہیں۔"

"احمق آدمی کبھی بنک لوٹتا ہے؟" میں نے پوچھا۔

"میں نے کہا نا کہ سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اپنا کاروبار تو بس یہی ہے کہ چھوٹا موٹا کام کرتا ہوں۔ چھوٹی موٹی ضرورتیں ہیں جوان کاموں سے پوری ہو جاتی ہے لیکن یہ بتاؤ تمہیں اسلحہ کب چاہیئے؟"

"اگر آج مل جائیں تو آج ہی۔" میں نے جواب دیا۔

"تو پھر ٹھیک ہے آجاؤ۔ ہم اس مطلوبہ شخص کے پاس چلتے ہیں۔" جیکب نے جواب دیا۔

جیکب پر اعتماد کرنے میں کوئی حرج نہیں تھا۔ وہ مجھے لے کر چل پڑا۔ اور پھر ہم مختلف گلیوں، سڑکوں اور راستوں سے گزرتے ہوئے ایک ایسے قدیم راستے میں جا نکلے جہاں کی عمارتیں بوسیدہ تھیں۔ اس خوبصورت شہر کا نیا رُخ تھا جو آج پہلی بار میرے سامنے آیا تھا۔

جیکب ایک عمارت کے گراؤنڈ فلور میں پہنچ گیا اور یہاں اس نے بیل بجا کر ایک شخص سے ملاقات کی جو اسلحے کی سپلائی کے سلسلے میں ہمارے کام آسکتا تھا۔ یہ شخص بھی مدقوق سی شکل کا ایک بوڑھا آدمی تھا۔ جیکب کو دیکھ کر اس نے گردن ہلائی اور مسکرا کر بولا۔

"اندر آجاؤ۔ ہم دونوں اندر داخل ہو گئے۔ ہمیں بٹھانے کے بعد وہ شخص ہم سے ہماری آمد کا مقصد پوچھنے لگا اور جیکب نے کہا۔

"ہاں میرے محترم بزرگ ہمیں کچھ اسلحہ درکار ہے۔"

"جیکب! تمہیں جو اسلحہ چاہئے ہوتا ہے۔ اس کے بارے میں جانتا ہوں۔ وہ تیرا پرانا سامان کیا ہوا؟" بوڑھے نے پوچھا۔

"تم جانتے ہو۔ میں صرف چاقو استعمال کرنے کا قائل ہوں۔ چنانچہ اس آتشیں اسلحے کی ضرورت مجھے نہیں۔"

"پھر اسلحہ کسے چاہیئے؟" بوڑھے نے پوچھا۔

"میرے گہرے دوست مسٹر فرینڈس کو، وہ اسلحہ استعمال کرنے کے سختی سے قائل ہیں۔"

"خوب بہت خوب۔ تو کیا چاہیئے انہیں؟"

"ہینڈ گرنیڈ۔ کیا تم انہیں عمدہ قسم کے ہینڈ گرنیڈ فراہم کر سکتے ہو۔ جیکب نے کہا۔

"خود ساختہ ہیں۔ بہترین استعمال ہے ان کا۔ دل چاہو جس کے مقابلے پر رکھ لو۔ مگر تم ان کا کرو گے کیا؟"

"میں نے کہا کہ مجھے نہیں، میرے پارٹنر کو ان کی ضرورت ہے۔"

"دیکھو جیکب بات یہ ہے کہ پولیس کے کانوں میں میرے بارے میں بھنک پہنچ چکی ہے۔ اکثر پولیس والے بھی کبھی کبھی مجھ سے اسلحہ خریدنے آجاتے ہیں لیکن اس کے ساتھ ساتھ ہی وہ یہ نگاہ بھی رکھتے ہیں کہ میں نے کس کو کیا دیا؟"

"جو کچھ تم سے لیا جائے گا وہ انتہائی صیغہ راز میں رہے گا۔ ہینڈ گرنیڈ دکھا دو۔ جیکب نے کہا اور بوڑھے شخص نے تھوڑی دیر کے بعد اندر سے عام سائز سے کچھ چھوٹے سائز کے ہینڈ گرنیڈ نکال کر ہمارے سامنے رکھ دیے۔

"بہترین کارکردگی رکھتے ہیں یہ۔ افسوس یہاں تجربہ نہیں کر سکتا۔ ورنہ تمہیں دکھاتا۔"

"یہ تجربہ ہم خود کرلیں گے۔ آپ یہ بتایئے کتنی قیمت ادا کی جائے آپ کو؟"

"دو ہزار ڈالر۔ یہ چھ ہینڈ گرنیڈ ہیں اس کی قیمت دو ہزار ڈالر ہوئی۔"

"ہمیں ایک اسٹین گن بھی درکار ہے۔"

"جیکب تم تو ان چیزوں کے قائل ہی نہیں تھے۔ میں نے کہا تھا نا تمہارے مطلب کا اسلحہ میرے پاس موجود نہیں ہے۔" اس نے ہنستے ہوئے کہا۔

"میں اب بھی ان چیزوں سے کوئی دلچسپی نہیں رکھتا۔ میرا پارٹنر تمہیں ان چیزوں کی ادائیگی کرے گا۔ اسٹین گن بھی دکھا دو۔"

اور تھوڑی دیر کے بعد جب ہم وہاں سے لوٹے تو وہ دونوں چیزیں خرید چکے تھے۔ جنہیں اس نے نہایت نفاست سے پیک کر دیا تھا۔

جیکب کچھ خوفزدہ نظر آرہا تھا۔ اس نے کہا۔

"اگر ہم اس سارے سامان سمیت پکڑے گئے تو یقین کرو کہ ضمانت بھی ناممکن ہو جائے گی۔"

"مگر ہم پکڑے کیوں جائیں گے؟"

"بس یونہی ڈر لگتا ہے فرینڈس! اب یہ بتاؤ کیا پروگرام ہے؟"

"فی الحال کچھ نہیں۔ مجھے یہ بتاؤ تمہاری اس دوستی کا میں کیا معاوضہ ادا کروں۔"

"ادا کرو گے؟" جیکب نے سوال کیا۔

"ہاں دل تو یہی چاہتا ہے۔ تم نے جس طرح بے لوث

میرے لیے کام کیا ہے۔ وہ میرے لیے بہت ہی متاثر کن ہے۔ ہماری تمہاری ملاقات کو زیادہ وقت نہیں گزرا لیکن تم نے میرے دل میں اپنے لیے مخصوص جگہ بنالی ہے۔"

"بس تو یہ سمجھو اپنا معاوضہ پورا ہو گیا۔" اس نے کہا۔

"نہیں جیکب! پھر بھی کچھ تو۔"

"نہیں پارٹنر! مسئلہ یہ نہیں ہے۔ نوٹوں کی بات درمیان میں نہ لاؤ۔ یہ بتاؤ تم رہتے کہاں ہو۔ کہاں لے جاؤ گے اس اسلحہ کو اور کس جگہ استعمال کرو گے؟"

"جہاں میں استعمال کروں گا جیکب! افسوس، تمہیں وہاں نہیں لے جا سکتا۔ نہیں نہیں دکھا سکتا کہ میری ضرورت کیا ہے۔ لیکن بہر طور میں تم سے ملاقات ضرور کرتا رہوں گا۔"

"نہیں نہیں میرے فلیٹ چلو۔ تھوڑی دیر میرے ساتھ رہو اس کے بعد واپس چلے جانا۔"

"کیا تم مجھے اپنے فلیٹ لے جانا پسند کرو گے؟"

"ہاں کیوں نہیں۔ میری نسبت تمہارا لباس بہت ہی شاندار ہے۔ لوگ مجھے غنڈہ سمجھ سکتے ہیں۔ لیکن تمہیں کون سمجھے گا؟" جیکب نے کہا اور میں ہنسنے لگا۔ ہم ایک ٹیکسی میں بیٹھ کر جیکب کے فلیٹ کی جانب چل پڑے تھے۔

جیکب کی وجہ سے مجھے جو آسانیاں فراہم ہو گئی تھیں۔ وہ بے مثال تھیں اور اس اتفاق پر میں دل ہی دل میں بہت مسرور تھا۔ ٹیکسی بالآخر ایک جگہ رک گئی۔ اور ہم بل ادا کر کے چل پڑے۔

فلیٹ بہت خوبصورت بے حد کشادہ تھا۔ اس کا فرنیچر بھی نہایت نفاست سے آراستہ تھا میں نے تعریفی نگاہوں سے اسے دیکھا۔ جیکب میرے لیے کچن میں چائے بنانے چلا گیا تھا۔

"یہاں تمہارے ساتھ کوئی اور نہیں رہتا؟"

"پہلے ہی بتا چکا ہوں کہ اک بھائی کے علاوہ دنیا میں اور کوئی نہیں تھا۔ بھلا کون رہے گا میرے ساتھ؟" جیکب نے جواب دیا۔

"اتفاق کی بات ہے جیکب کہ اس چھوٹے سے واقعے نے ہمیں اتنا قریب کر دیا۔"

"مگر میں خود کو تم سے قریب محسوس نہیں کرتا۔" جیکب نے جواب دیا۔

"ہاں، ظاہر ہے اتنی جلدی یہ کیسے ممکن ہے؟" میں بولا۔

"نہیں پارٹنر، یہ بات نہیں ہے۔ تم نے خود مجھے اپنے آپ سے دور رکھا ہے۔ اب تم بتاؤ اپنے آپ کو اچھا آدمی یا ایک مخلص دوست ثابت کرنے کے لیے انسان مزید کیا کچھ کر سکتا ہے۔ کیا اتنی جلدی کوئی کسی کے دل تک پہنچ سکتا ہے۔ اگر ایسی کوئی بات ہوتی تو میں وہ کوشش بھی کر ڈالتا لیکن تم مجھے اس کا موقع نہیں دے رہے۔"

"کیا کہنا چاہتے ہو جیکب؟"

"یہی کہ تم مجھے اپنے دوستوں میں شمار نہیں کر رہے جو کچھ کرتا رہا ہوں اب تک میں ہی کرتا رہا ہوں۔"

"نہیں جیکب! اس امداد کے بعد تو میں تمہیں اپنا دوست سمجھنے پر مجبور ہوں۔"

"تو پھر بتاؤ کیا پروگرام ہے تمہارا؟"

"جیکب! میرا پروگرام بہت خراب ہے۔ مجھے کل وہ سب کچھ کرنا ہے جس میں، میں تمہیں شریک نہیں کر سکتا۔"

"کیا کرنا ہے کم از کم یہ تو بتا دو اگر دولت کے حصول کا کوئی معاملہ ہے تو چلو وعدہ کرتا ہوں کہ اس میں سے کمیشن نہیں مانگوں گا۔ مانگوں تو گولی مار دینا۔ اب تو تمہارے پاس اسٹین گن وغیرہ موجود ہے۔"

"اگر کمیشن کی بات ہوتی تو میں تمہیں بخوبی کمیشن دینا پسند کرتا لیکن جس کام کے لیے میں یہ سب کچھ جمع کیا ہے وہ دولت کا معاملہ نہیں ہے۔"

"اچھا۔ اچھا چلو ٹھیک ہے جیکب کو تمہاری دوستی عزیز ہے۔ البتہ ایک وعدہ تو کر لو اگر کسی الجھن کا شکار ہو جاؤ تو جیکب سے رابطہ قائم کرو گے۔"

"ہاں جیکب! یہ میرا وعدہ ہے تم سے۔"

"یہ بھی نہیں بتاؤ گے کہ کہاں رہتے ہو؟"

"ہاں، فی الوقت یہ بھی نہیں بتاؤں گا۔ البتہ ایک بات ہے۔ جب میں اپنا کام مکمل کر لوں گا تو وعدہ کرتا ہوں کہ سیدھا تمہارے پاس آؤں گا اور تمہیں اس بارے میں تفصیل بتا دوں گا۔"

"واہ! میں مطمئن ہو گیا اور اب مجھے اس سلسلے میں تم سے کوئی شکایت نہیں ہے۔" جیکب نے چٹکی بجا کر کہا اور پھر بولا۔

"پارٹنر اگر کوئی صحیح جگہ نہ ہو تمہارے پاس رہنے کے لیے تو پھر جیکب کے اس فلیٹ کو اپنا ہی فلیٹ سمجھو۔ دل چاہے جب یہاں آجانا بلکہ میرے پاس دو چابیاں ہیں اس فلیٹ کی تم چاہو تو تم بھی یہاں آسکتے ہو۔ میں چند لمحات جیکب کو دیکھتا رہا اتنا مخلص انسان تھا کہ یقین نہیں آتا تھا اس دنیا میں خلوص کہاں ملتا ہے۔ گو پھر بھی تو تھا جس نے میرے ساتھ مخلصانہ سلوک کیا تھا۔ یہ دوسری بات ہے کہ اس نے ایک احسان کے جواب میں یہ سب

کچھ کیا تھا لیکن جیکب، اس پر تو میں نے کوئی احسان نہیں کیا تھا۔
بہرطور میں نے شکریہ کے ساتھ اس سے چابی قبول کرلی اور جیکب میرے اعتماد پر مسکرانے لگا پھر اس نے کہا۔

"دیکھو چیف! میں دوست قسم کا آدمی ہوں۔ دوستوں کے لیے بخوشی جان دے سکتا ہوں اور جب ایک ہی مقصد کے دو آدمی مل جائیں تو پھر زیادہ لطف آتا ہے۔ میں جو کچھ تم سے کہہ چکا ہوں اس میں کوئی اضافہ نہیں کروں گا۔ جیکب بزدل آدمی ہے اور صرف چھوٹے موٹے کام کرکے زندگی گزار سکتا ہے۔ لیکن دوستوں کے لیے وہ بھی بہت کچھ کرنے کو تیار رہتا ہے۔ تم نے یہ اسلحہ بے مقصد ہی نہیں حاصل کیا ہوگا لیکن تم اس کے بارے میں مجھے نہیں بتانا چاہتے تو میں تمہیں مجبور نہیں کروں گا۔ البتہ جیکب کی مدد کی ضرورت پیش آئے تو اس سے احتراز نہ کرنا۔ جیکب ہر وہ کام کرسکتا ہے۔ جو اس کے لیے ممکن ہو۔"

رات تک میں جیکب کے ساتھ رہا اور پھر میں نے اس سے واپسی کی اجازت مانگی۔ اپنا یہ اسلحہ اور سامان وغیرہ میں نے جیکب کے فلیٹ ہی میں چھوڑ دیا تھا۔ بس اب اسے ساتھ لے جانے کا رسک نہیں لے سکتا تھا۔ واپس ایک ٹیکسی لے کر چل پڑا۔

دن بھر کی جو کارکردگی رہی تھی وہ بڑی دلچسپ تھی حالانکہ سب کچھ اتفاقات کے سہارے ہوا تھا۔ جیکب اگر مجھے کار چرلاتے نہ دیکھ لیتا تو یقیناً اس سے ملاقات نہ ہوتی چونکہ وہ خود بھی اسی لائن کا آدمی تھا اس لیے اس نے یہ نئی کارروائی کی تھی اور اس نئی کارروائی سے مجھے بے حد فائدے حاصل ہوئے تھے کیونکہ بڑی رقم کا مسئلہ میرے لیے فی الحال مشکل ہی ہوجاتا۔ ظاہر ہے اس کے لیے مجرمانہ کارروائی کرنی پڑتی۔ یہ جو کچھ ہوا تھا وہ بہت دلچسپ تھا۔ جیکب کی وجہ سے میں ایک ایسے کام سے روشناس ہوگیا تھا جو آئندہ بھی باآسانی کیا جاسکتا تھا۔ مسٹر کومبی کی اس نئی رہائش گاہ میں کوئی خاص بات نہیں ہوئی۔ این برگ سے ملا۔ وہ حسبِ معمول اداس اور خاموش تھی۔ مجھ سے کہنے لگی کہ اس کا دل یہاں نہیں لگ رہا۔ یہ ڈیڈی بلاوجہ دشمن پال بیٹھے ہیں۔ ان کی وجہ سے اسے یہاں قید ہونا پڑا ہے۔ میں اسے تسلیاں دیتا رہا اور اس کے بعد آرام کرنے کے لیے لیٹ گیا۔

پچھلی رات بے سکون رہا تھا۔ اس لیے آج نیند ذرا گہری آئی۔ دوسری صبح جاگا تو طبیعت ہشاش بشاش تھی۔ مسٹر کومبی کو غالباً یہی وقت ملتا تھا۔ چنانچہ صبح کے ناشتے پر وہ بھی میرے ساتھ موجود تھے۔

"ایک ایک لمحہ شاق گزر رہا ہے مسٹر نواز اصغر!" وہ رکا پھر بولا۔ "میرا خیال ہے ہم نے اسے تین دن تک کا وقت دے کر غلطی کی ہے۔"

"اب تو جو کچھ ہونا تھا ہو ہی چکا ہے۔ مسٹر کومبی! آپ کو تھوڑا سا صبر کرنا ہوگا۔ جب آپ میرے سلسلے میں مجھ سے اس قدر تعاون کررہے ہیں تو اتنا تعاون اور سہی۔"

"ارے نہیں، میرا یہ مقصد نہیں تھا۔ یہ بات میں نے بس یونہی کہہ دی تھی۔" مسٹر کومبی نے کہا۔ اور پھر بولا۔ "اس کے علاوہ تو کوئی خاص پروگرام نہیں بنایا تم نے؟"

ایک لمحے کے لیے دل چاہا کہ مسٹر کومبی کو اپنے آج کے پروگرام سے آگاہ کرسکیں۔ لیکن پھر پتہ نہیں کیوں زبان رک گئی۔ ممکن ہے مسٹر کومبی کوئی اور مشورہ دے ڈالے اور میرا سارا منصوبہ خاک میں مل جائے۔

چنانچہ میں نے ان سے کچھ نہ کہا۔ مسٹر کومبی تھوڑی دیر کے بعد حسبِ معمول واپس چلا گیا۔ اور میں منصوبہ بندی کرنے لگا۔ جیکب کو اپنے پروگرام میں شامل کرلوں تو کوئی حرج نہیں ہے اور پھر ایک ایسے آدمی کی ضرورت بھی ہے جو میری مدد کرسکے۔ چنانچہ میں نے فوراً گھر سے نکل جانے کا فیصلہ کیا اور تھوڑی دیر کے بعد میں ایک ٹیکسی میں بیٹھا جیکب کے فلیٹ کی طرف جارہا تھا۔ مجھے خدشہ تھا کہ کہیں جیکب نکل نہ گیا ہو۔

لیکن وہ اپنے فلیٹ ہی میں موجود تھا۔ مجھے دیکھ کر مسکرایا۔ اور دروازے سے ہٹ گیا۔ میں اندر داخل ہوا تو اس نے دروازہ بند کردیا۔

"اتفاق کی بات ہے۔ میں تمہارے ہی بارے میں سوچ رہا تھا مسٹر فرنینڈس!"

"کیا سوچ رہے تھے جیکب؟"

"یہی کہ تم خاصے عجیب آدمی ہو۔"

"کہیں نکلے نہیں تم؟" میں نے پوچھا۔

"نہیں۔ فی الحال کوئی پروگرام نہیں ہے ابھی۔ میرے پاس جو رقم موجود ہے۔ وہ کافی دن تک مجھے گھر میں سکون دے سکتی ہے۔ اور میں تمہیں بتا چکا ہوں کہ میں اس قسم کا آدمی ہوں۔ لمبے لمبے ہاتھ مارنے اور دولت جمع کرنے کا مجھے شوق نہیں ہے۔"

"تمہیں تنہائی کی زندگی پسند ہے جیکب؟"

"تنہا رہتا کون ہے۔ رات کو میری محبوبہ آرہی ہے ہم نے ایک عمدہ سے ہوٹل میں ڈنر کرنے کا فیصلہ کیا ہے اور اس کے بعد ہم لوگ ساتھ ہی رہیں گے۔"

"لوہو۔ اوہو۔ گویا تم کوئی محبوبہ بھی رکھتے ہو؟"

"کوئی۔ یوں کہو کتنی؟" جیکب نے ہنستے ہوئے کہا۔

"تمہاری اس صفت کے بارے میں تو مجھے معلوم ہی نہیں ہوا۔"

"تم نے معلوم کرنے کی کوشش ہی کہاں کی پارٹنر بس اپنے آپ میں مست رہنے کے عادی ہو تم۔"

"سوری جیکب! اس کے لیے میں تم سے معافی چاہتا ہوں۔" میں نے کہا۔

"ارے نہیں نہیں۔ مذاق کررہا تھا میں تو۔ ویسے یہ تنہائی کی زندگی کیسے گوارہ کرلیتے ہو تم؟"

"بس جیکب کرنی پڑجاتی ہے لیکن تم نے اپنی محبوبہ کو دن ہی میں کیوں نہ بلایا؟"

"یہی کہا تھا۔ مگر وہ ٹیلی فون ڈیپارٹمنٹ میں ملازمت کرتی ہے۔ شام کو پانچ بجے میرے پاس پہنچے گی۔"

"اوہ اچھا اچھا، یہ بات ہے۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ جیکب نے مجھے کافی بنا کر پلائی اور کافی کے دوران میں نے اس سے اپنی خواہش کا اظہار کیا۔

"تم سے ایک کام لینا چاہتا ہوں جیکب!"

"ہاں ہاں، یہ ہوئی نا کام کی بات۔ بولو بولو، کہو کیا کام لینا چاہتے ہو؟" جیکب نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"یقیناً تمہیں بوٹنگ سے دلچسپی ہوگی؟"

"ارے، تمہیں یہ بات کیسے معلوم ہوئی؟ شاید تمہیں یہ سن کر خوشی ہو کہ میں دو بار کشتی رانی کا مقابلہ جیت چکا ہوں۔"

"یہ تو اور اچھی بات ہے۔ جیکب! یقیناً کرایے کی کشتیاں بھی یہاں مل جاتی ہوں گی؟"

"یہ کوئی پوچھنے کی بات ہے۔ سائنو بیچ پر بوٹنگ کمپنیاں پھیلی ہوئی ہیں۔ ایک ہزار کشتیاں چاہو تو حاصل کرلو۔ ایک [illegible] کی کیا بات کرتے ہو۔"

"تو پھر تیاری کرو ہمیں چلنا ہے۔" میں نے کہا۔ اور جیکب [illegible] نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگا۔

"کچھ کچھ کھل رہے ہو پارٹنر! کہاں چلنا ہے؟ کیسے چلنا ہے؟ [illegible] کم اتنا تو تمہیں بتانا ہی چاہیئے۔"

"سمندر میں مجھے ایک کارروائی کرنا ہے جیکب اور مجھے [illegible] سلسلے میں تمہاری مدد کی ضرورت ہے۔ یوں سمجھ کہ تمہارے [illegible] اس وقت میرا کوئی اور مددگار نہیں ہوسکتا۔"

"شرمندہ مت کرو جیکب کو جب دوست کہہ دیا ہے تو [illegible] نہیں بلکہ جو کچھ تم کروگے وہ میرا بھی فرض ہوگا۔" جیکب بولا۔

"اس کے لیے میں تمہارا شکر گزار ہوں بس یوں سمجھو مجھے ایک جہاز کے خلاف کارروائی کرنی ہے۔"

"جہاز کے خلاف؟" جیکب کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔

"ہاں۔"

"مگر کیا کارروائی کرنی ہے تمہیں؟"

"جیکب! براہ کرم تفصیلات اس وقت پوچھنا جب میں اپنا کام مکمل کرلوں۔"

"اچھا اچھا ٹھیک ہے۔ کوئی بات نہیں ہے۔ میں تمہاری ہدایت پر عمل کرنے کو تیار ہوں۔ تم جیسے دوست کی دوستی مجھے بہت عزیز ہے۔" جیکب نے کہا اور میں نے گردن ہلا دی۔ اس کے بعد میں نے جیکب سے اور کچھ فرمائشات کیں اور شرم بھی آرہی تھی۔ اس بے چارے مخلص شخص کو بار بار تکلیف دیتے ہوئے۔ لیکن اس کا سہارا میرے لیے بڑی اہمیت رکھتا تھا۔

تمام دستی بم پلاسٹک کے ایسے لفافوں میں محفوظ کیے گئے۔ جو واٹر پروف تھے اور سمندر میں ان پر پانی کے اثرات نہیں ہو سکتے تھے۔ اسٹین گن کو بھی پلاسٹک کے ایک ایسے ہی بیگ میں محفوظ کرلیا گیا۔ اور اس کے بعد میں نے ان تمام چیزوں کو اپنے بدن پر باندھنے کے انتظامات کیے۔ جیکب دلچسپی سے یہ تمام کارروائی دیکھ رہا تھا۔ پھر جب میں اپنے ساتھ لایا ہوا پلاسٹک سوٹ پہننے لگا تو جیکب نے ایک گہری سانس لی تھی۔

"خوفناک منصوبہ معلوم ہوتا ہے اور تم جیکب کو اس میں شریک نہیں کررہے تھے۔"

"میں تمہاری دوستی سے ناجائز فائدہ نہیں اٹھانا چاہتا تھا جیکب! لیکن کیا کروں تم خود ہی میرے ساتھ آکودے۔"

"بہرطور پارٹنر! تمہارے ساتھ رہ کر سب کچھ کرسکتا ہوں۔ بڑی محبت ہوگئی ہے تم سے۔ رات کو تمہارے بارے میں سوچتا رہا تھا۔ تمہاری شخصیت میں ایک ایسی کشش ہے جو انسان کو اپنی جانب کھینچتی ہے۔ ورنہ جیکب ہمیشہ جھگڑوں سے گھبراتا رہا ہے۔ بہرطور تم فکر مت کرو جو کام تم میرے سپرد کروگے۔ میں خلوصِ دل سے اسے انجام دینے کے لیے تیار ہوں۔"

"اس کے لیے میں تمہارا شکریہ ادا نہیں کروں گا جیکب! کیونکہ شکریہ ادا کرنا دوستی کو بدنام کرنے کے مترادف ہے۔"

جیکب خاموش ہوگیا۔ اس کے بعد میں اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا۔

"چلو جیکب! اب ہمیں چل دینا چاہیئے۔"

"ٹھیک ہے میں کپڑے تبدیل کرلوں۔"

"ہاں" میں نے کہا اور جیکب لباس تبدیل کرنے چلا گیا۔

درحقیقت جیکب کی معیت میرے لیے بڑی سود مند تھی نیز جتنی بے تکلفی سے اس شخص سے اپنی کیفیت کا اظہار کر دیتا تھا۔ وہ کسی اور سے ممکن نہیں تھا۔ میرا خیال تھا کہ مسٹر کوبی اس انداز میں میرا ساتھ نہیں دے سکتا تھا۔

ہم دونوں چل پڑے۔ سائو بیچ تک پہنچنے کے لیے ہم نے ٹیکسی ہی استعمال کی تھی۔ یہ ایک تفریحی ساحل تھا لیکن دن کے وقت یہاں خاموشی اور سناٹے کا راج ہوتا تھا۔ سوائے ان رومانی جوڑوں کے جو باہر کی دنیا کی گہما گہمی سے اکتا کر اس طرف نکل آتے تھے۔ اس وقت بھی کچھ لوگ یہاں نظر آ رہے تھے جن میں کچھ خواتین بھی تھیں۔ سمندر میں موٹر لانچیں اور بادبانی کشتیاں مثلاً رہی تھیں۔ ایک کمپنی سے ہم نے بھی ایک موٹر لانچ حاصل کی چھوٹی سی اس لانچ کو جیکب ہی نے پسند کیا تھا۔

اور اس کے بعد ہم لانچ میں بیٹھ کر چل پڑے۔ جیکب نے مسکرا کر مجھے دیکھا۔ اور بولا۔

"عجیب انسان، تو اپنا پروگرام بتا دو۔ یا اب بھی مجھے گومگو کے عالم میں رکھے رہو گے؟"

"جیکب! وہ اس طرف دیکھو۔" میں نے اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ اس دوران میری نگاہیں بھٹکتی رہی تھیں اور میں نے اس رخ کا بخوبی اندازہ لگا لیا تھا۔ جدھر ویکونا نامی جہاز لنگر انداز تھا۔ حالانکہ ویکونا نظر نہیں آ رہا تھا لیکن مجھے یقین نہیں آ رہا تھا۔ کہ وہ اس سمت بھی ہو سکتا ہے

"ہاں، ٹھیک ہے دیکھ لیا۔"

"بس اس طرف رخ کرنا ہے۔"

"اوکے باس!" جیکب نے موٹر لانچ کا رخ اس جانب کر دیا۔

"ہمیں سمندر میں ویکونا نامی جہاز کو تلاش کرنا ہے۔"

"گڈ۔ تلاش کرنا ہے پھر—؟" جیکب نے سوال کیا۔

"ویکونا تک سفر کرتے ہوئے مجھے لانچ میں پوشیدہ رہنا پڑے گا تاکہ اگر اوپر کوئی لانچ کی طرف دیکھے تو اسے اندازہ ہو جائے کہ لانچ میں صرف ایک آدمی ہے۔"

"ٹھیک ہے لانچ میں ایک ہی آدمی ہے۔" جیکب نے اپنے مخصوص انداز میں کہا۔

"پھر تم لانچ کو اس طرح سے ویکونا کے پاس سے گزار کر لاؤ گے کہ اوپر والوں کی نگاہوں سے لانچ چند لمحات کے لیے روپوش ہو جائے۔"

"لائیں گے۔ اس کے بعد—؟" جیکب نے پھر اپنے مخصوص انداز انداز میں کہا۔ اور مجھے ہنسی آ گئی۔

"بس، اس کے بعد میں سمندر میں اتر جاؤں گا۔"

"اور پھر ویکونا جہاز پر جاؤ گے۔ کیوں یہی بات ہے نا؟"

"ہاں۔"

"مگر کس طرح جاؤ گے؟ اوپر سے کوئی سیڑھی تو نہیں لٹکائی جائے گی تمہارے لیے۔"

"اس کا اندازہ بھی کر لیں گے جیکب!"

"بہت خطرناک کام کرنے جا رہے ہو میں صرف تمہیں دعائیں ہی دے سکتا ہوں۔ بہرطور، اس کے بعد بتاؤ میرا کیا مصرف ہوگا؟" جیکب نے پوچھا۔

"جیکب! تم لانچ لے کر دور نکل جانا۔ ویکونا پر ہنگامہ ہوگا، اور اس کے بعد میں موقع پا کر نیچے کود جاؤں گا۔ تمہاری لانچ اتنے فاصلے پر رہنی چاہیے کہ میں تمہیں بآسانی دیکھ سکوں۔ اطراف میں کشتیاں وغیرہ ضرور ہوں گی اور پھر سمندر میں کوئی ایسی کارروائی نہیں ہوگی جو دوسری کشتیوں کو نقصان پہنچائے۔ صرف میں اپنا کام کروں گا۔ اور اس کے بعد وہاں سے ہم راہِ فرار اختیار کریں گے۔"

"تو تم ویکونا کو تباہ کرنا چاہتے ہو؟"

"خیر، ان چند دستی بموں سے اتنا بڑا جہاز تو تباہ نہیں ہو گا لیکن میں وہاں کچھ لوگوں کو سبق دینا چاہتے ہوں۔ ان لوگوں کو جنہوں نے میری زندگی لینے کی کوشش کی تھی۔"

"اوہو۔ کیا ایسی کوئی کارروائی پہلے بھی ہو چکی ہے؟"

"ہاں۔"

"کون لوگ تھے وہ؟"

"منشیات کے اسمگلر۔"

"ہوں۔ تو پھر ٹھیک ہے میں تمہارا ساتھ دینے کو تیار ہوں، پوری طرح خلوصِ دل سے۔" جیکب نے جواب دیا اور میں نے مسکراتے ہوئے گردن ہلا دی۔

ہمارا رخ اسی جانب تھا جدھر دوسرے جہاز بھی لنگر انداز تھے۔ اور یہ دیکھ کر خوشی کی انتہا نہ رہی کہ ویکونا اسی طرح لنگر انداز تھا جہاں میں نے اسے پہلی بار دیکھا تھا۔ اس نے وہاں سے ہٹنے کی کوشش نہیں کی تھی۔

جیکب نے بھی ویکونا کو دیکھ لیا تھا۔ اس نے میرے شانے میں انگلی چبھوتے ہوئے کہا۔

"وہ اس طرف۔"

"ہاں جیکب! وہی ہے۔" میں نے جواب دیا اور ہم لانچ لے ویکونا کے نزدیک پہنچنے کی کوششیں کرنے لگے۔ تھوڑی دیر کے بعد ویکونا کے پاس پہنچ گئے۔ ویکونا کے ساتھ ساتھ چلتے ہوئے ہم آگے بڑھ گئے تھے۔ میں یہ جائزہ لینے کی کوشش کر رہا تھا۔ کہ ویکونا کے اوپری حصے پر کوئی موجود ہے یا نہیں۔

حالات پُرسکون تھے۔ ظاہر ہے ویکونا والوں کو اس قسم کا کوئی شبہ نہیں ہوگا کہ کوئی اس تک پہنچنے کی کوشش کرے گا۔ اس لیے وہاں پوری طرح سکون تھا۔ میں نے لنگر کی وہ زنجیر بھی دیکھ لی تھی۔ جو ویکونا سے نیچے نکلی ہوئی تھی۔ دو لنگر پڑے ہوئے تھے لیکن ان لنگروں کے ذریعے ایک مخصوص مقام تک پہنچا جا سکتا تھا اور اس کے بعد ویکونا کے اوپری حصے پر جانا تھا جس کے لیے تھوڑی سی جدوجہد کی ضرورت تھی۔ لانچ میں لنگر انداز کرنے کے لیے رسی پڑی ہوئی تھی۔ میں نے اس کے ایک بڑے سے ٹکڑے کو کاٹا اور میں نے اس کا ایک پھندا سا بنا لیا پھر اس کے اوپری حصے پر میں نے ایک خاص قسم کی ناٹ لگائی جس سے پھندا بنایا جا سکتا تھا۔

اپنے طور پر یہ تمام کارروائی مکمل کرنے کے بعد میں نے آخری بار ویکونا کے گرد ایک چکر لگایا اور میں نے جیکب کو اشارہ کیا۔ جیکب لانچ کو برق رفتاری سے دوڑاتا ہوا ویکونا کے قریب پہنچا۔ ویکونا سے تھوڑے ہی فاصلے پر اس نے انجن ایک دم بند کر دیا تھا۔ تاکہ ویکونا کے بالکل قریب کسی لانچ کی موجودگی کو محسوس نہ کیا جا سکے۔ وہ ایک ماہر ملاح تھا۔ میں اس دوران پوشیدہ ہی رہا تھا۔

اپنے پروگرام کے مطابق تاکہ مجھے اوپر سے دیکھا نہ جا سکے اور پھر سمندر میں اترنے میں بھی میں نے انتہائی پھرتی کا ثبوت دیا تھا۔ میں پانی میں کود گیا اور لانچ تیزی سے آگے بڑھتی چلی گئی تھی۔ تھوڑی دور جانے کے بعد جیکب نے انجن سٹارٹ کر دیا تھا۔ میں تیرتا ہوا لنگر کی زنجیر کی جانب بڑھ گیا تھا۔

دن کی روشنی نہ ہوتی تو میرا یہ کام مشکل نہ ہوتا لیکن بعض معاملات میں یہ وقت مناسب بھی تھا لیکن کسی کو یہ شبہ نہیں ہو سکتا تھا کہ دن کی روشنی میں کوئی شخص اتنی زیادہ دلیری سے اس طرح ویکونا پر آنے کی کوشش کرے گا شرط یہ تھی کہ مجھے اطراف سے نہ دیکھا جا سکے۔ بہرطور میں لنگر کی زنجیر سے چمٹا ہوا آگے بڑھتا رہا اور پھر اس کے آخری سرے پر پہنچ گیا۔

میں نے وہ جگہ ذہن نشین کر لی تھی جہاں مجھے رسی کا وہ پھندا بنا کر پھینکنا تھا جس کے ذریعے میں اوپر پہنچ سکتا تھا

چنانچہ میں نے انتہائی مہارت کے ساتھ پیروں کو زنجیر سے لپٹایا اور پھندا اوپر اچھال دی۔

میری پہلی ہی کوشش کارگر رہی تھی اور اس کے بعد میں اس سے لٹک رہا تھا آہستہ آہستہ اس کو پکڑ کر اوپر چڑھتا ہوا میں ویکونا کے عرشے پر پہنچ گیا اور پھر میں نے اوپر پہنچنے میں دیر نہیں لگائی تھی۔

عرشے پر پہنچ کر میں گھٹنوں کے بل بیٹھا اور ادھر دیکھنے لگا تھوڑے ہی فاصلے پر دو آدمی ٹہل رہے تھے۔ میں نے ادھر ادھر دیکھا کینوس کا ایک بڑا پردہ ایک سمت پڑا ہوا تھا۔

غالباً اس کے نیچے کچھ سامان رکھا ہوا تھا میں پھرتی سے اس طرف دوڑا اور پردے کی اوٹ میں ہو گیا۔ یہ بڑے بڑے ترپال تھے جو کچھ ایسی چیزوں پر ڈھکے ہوئے تھے جنہیں شبنم سے بچانا مقصود تھا لیکن فی الحال یہ میرے پوشیدہ ہونے کے کام کے تھے

ترپال کی اوٹ میں رک کر میں اطراف کا جائزہ لینے لگا اور یہیں میں نے اپنے آپ کو اس لباس سے آزاد کر لیا جسے پہن کر میں یہاں تک آیا تھا لیکن اب وہ سامان نکالنے میں مجھے دقت نہیں ہوئی تھی جو واٹر پروف پلاسٹک میں بند تھا۔

میں نے اس سامان کو احتیاط سے ایسی جگہوں پر رکھ دیا جہاں سے اسے نکالنے اور استعمال کرنے میں زیادہ دقت نہ ہو اور اس کے بعد میں اطراف کا جائزہ لے کر ان سیڑھیوں کی جانب بڑھ گیا جو نچلی منزل میں جاتی تھیں۔ اوپر موجود ملاحوں کو میں نے نظر انداز کر دیا تھا۔

نچلے حصوں میں صرف پانچ کیبن بنے ہوئے تھے تھوڑے ہی فاصلے پر وہ سیڑھیاں نظر آ رہی تھیں جو کیپٹن کے کیبن تک جاتی تھیں۔ کیپٹن کا یہ کیبن کنٹرول روم سے ملحق تھا اور بہت بڑے شیشے سے مجھے اندر کا منظر نظر آ رہا تھا۔

اندر تین آدمی بیٹھے ہوئے تھے جن میں ایک یقیناً وہی قوی ہیکل کیپٹن تھا جس نے نہایت بے دردی سے میری موت کے احکامات جاری کر دیئے تھے۔ میں نے اسٹین گن چیک کی اور اس کے بعد پھرتی سے پوزیشن لیتا ہوا کیپٹن کے کیبن کی جانب چل پڑا اور تھوڑی دیر کے بعد میں اس کیبن کے سامنے تھا میں نے کوشش کی تھی کہ مجھے دیکھا نہ جا سکے اور میں اس میں کامیاب رہا تھا پھر جب میں نے کیبن کے دروازے پر لات مار کر اسے کھولا تو اندر موجود تینوں آدمی بری طرح اچھل پڑے وہ چونک کر مجھے دیکھنے لگے تھے۔ ایک لمحے کے لئے ان کے چہرے

پر حیرت کے نقوش نظر آئے لیکن پھر ان میں سے ایک نے نہایت پھرتی سے زمین پر لوٹ لگائی اور اپنے لباس سے پستول نکالنے کی کوشش کی۔ بھلا یہ کہاں ممکن تھا کہ وہ اس کوشش میں کامیاب ہو جاتا میں نے اس وفادار شخص کو گولیوں سے چھلنی کر دیا۔ کیپٹن اور دوسرا آدمی خوفزدہ انداز میں اٹھ کھڑے ہوئے تھے انہوں نے اپنے ہاتھ بلند کر دیئے تھے میں مسکراتی نگاہوں سے انہیں دیکھنے لگا۔

"ہیلو کیپٹن! مجھے پہچاننے میں تمہیں کوئی دقت تو نہیں ہوئی ہوگی۔؟"

"کک۔ کون ہو تم۔؟" کیپٹن نے ہکلاتے انداز میں پوچھا۔

"کمال ہے۔ کیا لوگوں کی زندگی موت تمہاری آنکھوں میں اتنی قدر ارزاں ہے کہ تم موت کے حوالے ہونے والوں کی شکلیں بھی نہیں پہچانتے؟"

"تت۔ تم۔ تم۔ میرا مطلب ہے تم۔"

"ہاں۔ میں وہی ہوں جسے تم نے انتہائی دلیری سے سمندر میں غرق کرا دیا تھا۔"

"مگر۔ مگر تم۔ میرا مطلب ہے تم۔"

"ہاں! میں روح کی شکل میں واپس آگیا ہوں البتہ تمہیں اس بات پر حیرت ضرور ہوئی ہوگی کہ ایک روح اسٹین گن کیسے چلا سکتی ہے تو دیکھو میرا خیال ہے میں تمہیں اس کا نمونہ دکھا دوں۔ کیونکہ اب میں عقب میں آوازیں سن رہا ہوں یقیناً اسٹین گن کے برسٹ کی آواز جہاز پر سنائی دی ہے۔" میں نے کہا اور اس کے بعد دیر کرنے کا کیا موقع تھا چنانچہ میں نے ان کے پورے جسموں میں لائنوں کی شکل میں سوراخ بنا دیئے کیپٹن کے دونوں ہاتھ فضا میں پھیلے اور پھر وہ اوندھے منہ زمین پر آ رہا یہی کیفیت اس کے دوسرے ساتھی کی ہوئی تھی۔

چند ملاح دوڑتے ہوئے کیبن کی جانب آ رہے تھے میں پھرتی سے ایک آڑ میں ہو گیا۔ ملاحوں نے آوازیں تو سنی تھیں لیکن شاید صحیح صورت حال کا اندازہ نہیں لگا پائے تھے۔

چنانچہ جب میں نے دیکھا کہ تقریباً سات افراد ان سیڑھیوں سے چڑھ کر اوپر پہنچ چکے ہیں جو شیشے سے صاف نظر آتی تھیں تو میں نے پھرتی سے اسٹین گن کی نال سے شیشے کو توڑا اور اس کے بعد ان پر گولیوں کی بارش شروع کر دی۔ ایسی کھلی جگہ تھے وہ لوگ کہ ان کے لئے چھپنے کا موقع نہیں تھا اور پھر اسٹین گن زیادہ دیر نہیں لیتی۔

چنانچہ ان کے بدن فضا میں اچھلے اور نیچے گر کر تڑپنے لگے۔ میں چھلانگ لگا کر باہر آگیا تھا کیونکہ اب پورے جہاز پر اس ہنگامہ خیزی کی اطلاع ہو چکی ہوگی۔ پتہ نہیں کتنے افراد یہاں موجود تھے۔ میرا باہر نکل آنا ان کے لئے سود مند ثابت ہوا کیونکہ کم از کم میں انہیں دیکھنے میں کامیاب ہو گیا تھا جو ادھر ادھر سے جمع ہو کر اس سمت آ رہے تھے اس کے فوراً بعد میں نے ایک دستی بم کا سیفٹی کیچ ہٹا کر اسے ان لوگوں پر اچھال دیا۔

ایک خوفناک دھماکہ ہوا اس کے ساتھ ہی بے شمار انسانی چیخیں سنائی دیں۔ اسی دوران میں دوسرے بم کا سیفٹی کیچ بھی ہٹا چکا تھا۔ دوسرا بم پھینکنے کے بعد میں پھرتی سے نیچے اترا اور اسٹین گن سے گولیاں برساتا ہوا جہاز کے دوسرے حصے کی طرف دوڑنے لگا۔

وقفے وقفے سے میں دستی بم بھی استعمال کر رہا تھا۔ میں نے کنٹرول کیبن پر ایک بم پھینک کر اڑا دیا اور پھر ان کیبنوں پر تین بم پھینکے جو ایک قطار میں بنے ہوئے تھے۔ کیبن بری طرح اڑ گئے تھے اس کے ساتھ ہی کنٹرول کیبن میں آگ لگ گئی تھی جس کی ہواؤں کی وجہ سے جہاز کے دوسرے حصوں کو بھی اپنی لپیٹ میں لیتی چلی آ رہی تھی۔ پھر کیبنوں میں بھی آگ بھڑک اٹھی۔

انسانی شور جہاز پر بری طرح سنائی دے رہا تھا اوپر جو ملاح موجود تھے ان بے وقوفوں نے سمندر میں کودنے کے بجائے نیچے آکر حالات کا جائزہ لینا مناسب سمجھا تھا اور اس طرح وہ بھی موت کا شکار ہو گئے تھے۔

میں نے جتنی پھرتی سے یہ کام کر لیا تھا اس کی مجھے خود بھی توقع نہیں تھی۔ یہ کام خوش اسلوبی سے ہو گیا تھا وکیونا پر مرنے والوں کی تعداد کا مجھے کوئی صحیح اندازہ نہیں تھا لیکن اس کے باوجود یقین تھا کہ کم از کم پینتیس چالیس افراد اس خوفناک تباہی کا شکار ہوئے ہیں۔

جہاز کے نچلے حصے میں جو کارروائی ہوئی تھی اس کے اوپر کیا مشکلات ہیں اس کا جائزہ لینا ضروری تھا اور پھر یہ بھی دیکھنا تھا کہ میرے اس جہاز سے بچ کر فرار ہونے کے کیا امکانات ہیں۔ بہرحال میں برق رفتاری سے دوسرے حصے میں پہنچا اور — اوپر کی طرف چل پڑا۔

عرشہ پر پہنچ کر میں نے سمندر پر نگاہ دوڑائی۔ اندازہ

لگانا چاہتا تھا کہ آس پاس کے دوسرے جہازوں پر اس ہنگامے کی خبر پہنچ گئی ہے یا نہیں۔ لیکن یہ بھی خوش قسمتی تھی کہ بالکل قریب کوئی جہاز موجود نہیں تھا اور چونکہ دن کا وقت تھا اس لیے دستی بموں کے دھماکوں کی آوازیں بھی دب گئی تھیں اس لیے کوئی اس طرف متوجہ نہیں تھا۔ میں پھرتی سے اس طرف دوڑا جہاں سے میں اوپر آیا تھا جیکب کی لانچ زیادہ فاصلے پر نہیں تھی۔

اس وقت آرام سے اترنے کا موقع نہیں تھا اس لئے تھوڑا سا نیچے اتر کر میں نے سمندر میں چھلانگ لگا دی آن کی آن میں جیکب میرے پاس پہنچ گیا۔ اور میں لانچ پر چڑھ گیا۔ جیکب نے برق رفتاری سے لانچ آگے بڑھا دی تھوڑی دور پہنچ کر میں نے جہاز سے دھوئیں کے مرغولے اٹھتے دیکھے تھے۔

"تم نے تو جہاز تباہ ہی کر دیا۔" جیکب نے آگے دیکھتے ہوئے کہا۔

"ہاں جیکب یہ ضروری تھا۔"

"اب کیا پروگرام ہے؟"

"کوئی پروگرام نہیں آگے بڑھ جاؤ۔ ہم دوسرے لوگوں کی طرح جہاز کی تباہی کا منظر دیکھیں گے۔" میں نے کہا اور

جیکب نے ٹھنڈی سانس لے کر لانچ آگے بڑھا دی۔ اب پورا جہاز آگ کی لپیٹ میں آگیا تھا اور سمندر میں چاروں طرف ہلچل مچ گئی تھی۔ بے شمار موٹر کشتیاں جہاز کی طرف دوڑ رہی تھیں۔ سمندر میں وکیونا آگ کے ایک گولے کی مانند نظر آ رہا تھا اور اب کوئی کوشش اسے تباہ ہونے سے نہیں بچا سکتی تھی۔ چنانچہ میں نے جیکب سے کہا۔

"اوکے جیکب واپس چلو۔" جیکب نے خاموشی سے لانچ کا رخ کی طرف کر دیا تھا۔

راستے میں وہ بالکل خاموش رہا۔ ہم نے لانچ واپس کی اور پھر ایک ٹیکسی کر کے واپس چل پڑے۔ ٹیکسی ڈرائیور کو میں نے ایک اور جگہ کا پتہ بتا دیا تھا۔ یعنی یہ وہ جگہ نہیں تھی جہاں جیکب کا فلیٹ تھا۔

جیکب نے صرف میری طرف دیکھا تھا وہ اس بارے میں کچھ بولا نہیں تھا۔ جب ہم مطلوبہ جگہ پہنچ گئے تو میں نے ٹیکسی سے اتر کر بل ادا کیا اور ٹہلنے کے انداز میں جیکب کے ساتھ آگے بڑھ گیا۔

"یہاں کوئی کام ہے؟" جیکب نے پوچھا

"ہاں۔"

"اوہ اب کہاں چلو گے؟"

"کسی عمدہ سے ریستوران میں۔" میں نے جواب دیا اور جیکب گہری گہری سانس لینے لگا۔

"ایسی جگہ چلو جہاں بار بھی ہو۔" اس نے کہا۔

"تم نروس ہو؟" میں نے پوچھا۔

"بے حد۔ میں نے زندگی میں کوئی قتل نہیں کیا۔" جیکب نے میرے ساتھ چلتے ہوئے جواب دیا۔ تھوڑی دیر کے بعد ہم ایک ریستوران میں داخل ہو گئے جہاں بار بھی تھا۔ جیکب نے اپنے لیے مشروب اور میرے لئے کافی منگوائی تھی۔

مشروب کی چسکیاں لیتے ہوئے اس نے کہا "جہاز خالی تو نہ ہوگا۔"

"کیا مطلب؟"

"اس میں انسان بھی ہوں گے۔"

"تم انہیں انسان کہتے ہو جن کی نگاہوں میں دوسروں کی زندگی کوئی وقعت نہیں رکھتی۔"

"گویا وہاں لوگ موجود تھے۔"

"میں خالی جہاز تباہ کرنے کو نہیں گیا تھا۔"

"کتنے افراد تھے وہاں۔"

"بہت تھے۔" میں آہستہ سے بولا۔

"سب مر گئے ہوں گے آگ بہت زوردار تھی۔ زندہ جل گئے ہوں گے وہ لوگ۔"

"نہیں۔ جلنے سے پہلے وہ مر چکے تھے۔" میں سنگدلی سے جواب دیا۔

"اوہ۔ تو۔ تو تم انہیں قتل کر چکے تھے۔"

"ظاہر ہے جیکب! ویسے جیکب آج بھی ہم مسٹر کیٹلو کے پاس چلیں گے۔" میں نے کہا اور جیکب کو مشروب کا پھندہ لگ گیا۔ اس نے گلا صاف کرتے ہوئے پوچھا۔

"اب کس لئے؟"

"مجھے ان سے کچھ اور درکار ہوگا۔"

"کیا۔؟"

"وہی جو ان کے پاس ہوتا ہے۔"

"اب کیا پوری بندرگاہ تباہ کرنے کا ارادہ ہے؟" جیکب نے پوچھا۔

"نہیں جیکب وعدہ کرتا ہوں کہ کسی بے گناہ کو نقصان نہیں پہنچاؤں گا۔ میں صرف ان لوگوں سے دشمنی رکھتا ہوں جو انسانیت کے قاتل ہیں۔ صرف ان لوگوں کو ہلاک کیا ہے میں نے جو میرے سینے میں خنجر گھونپنے کے ذمہ دار ہیں۔"

"تم کوئی جنونی قاتل ہو۔ خدا کے لئے اپنے انتقام کا یہ روپ بدل دو۔" جیکب نے گڑگڑاتے ہوئے کہا۔

"اسی جہاز سے جیکب! میرے بدن میں لوہے کے وزن باندھ کر مجھے سمندر میں پھینک دیا گیا تھا۔ ان لوگوں نے اس ہستی کو مجھ سے چھین لیا جو دنیا میں مجھے سب سے زیادہ عزیز تھی تڑپ رہا ہوں میں اس کے لئے۔ تم میرے دل کی گہرائیوں میں نہیں جھانک سکتے جیکب۔

جیکب خاموشی سے مشروب پیتا رہا۔

"یہاں سے ہم مسٹر کیٹیلو کے پاس چلیں گے جیکب۔" میں پھر بولا۔

"جیسی تمہاری مرضی۔" جیکب آہستہ سے بولا اور میں مسکرانے لگا۔ بہر حال ہم مسٹر کیٹیلو کے پاس ہی گئے تھے اور پھر اس وقت جب جیکب اپنی محبوبہ کے ساتھ کسی عمدہ سے ہوٹل میں ڈنر کر رہا ہوگا۔ میں مارکوس ٹریڈرز میں معروف تھا۔ رات کو پونے نو بجے مارکوس ٹریڈرز کی عمارت خوفناک دھماکوں سے گونج اٹھی۔ یہی نہیں پٹرول بموں نے اس میں آگ بھی لگا دی تھی۔

ساڑھے نو بجے گرانڈ پارک کے قریب تین گنجے گولیوں کا شکار بنا دیئے گئے اور ساڑھے دس بجے ہوٹل نیویارک کے لان پر ایک دستی بم پھٹا اور چار گنجے اپنی کار میں ہلاک ہو گئے آج کا کوٹا پورا ہو گیا تھا۔

کوئی سوا گیارہ بجے میں مسٹر کومبی کی رہائش گاہ پہنچا تھا مسٹر کومبی وہاں موجود تھے۔ ان کے چہرے پر گہری سنجیدگی پائی جاتی تھی۔ مجھے دیکھ کر مسکرائے لیکن اس مسکراہٹ میں پھیکا پن تھا۔

"اس وقت مسٹر کومبی؟" میں نے سوال کیا۔

"سنا ہے صبح سے غائب ہو۔"

"کوئی کام۔" میں نے آرام کرسی میں دراز ہوتے ہوئے پوچھا۔

"بس ایک خیال کھینچ لایا ہے۔"

"کب آئے آپ؟"

"زیادہ دیر نہیں ہوئی۔ کچھ خبریں سن کر آیا ہوں۔ یہاں پہنچا تو پتہ چلا کہ تم صبح سے موجود نہیں ہو۔"

"جی ہاں گیا ہوا تھا۔"

"کیا میں یہ عظیم الشان کارنامے تمہارے نام سے منسوب کر دوں؟"

"کون سے کارنامے؟"

"ڈیکونا لاکھ کوشش کے باوجود غرق ہو گیا۔ وہ مکمل تباہ ہو چکا ہے۔ بہت سی لاشیں سمندر میں گم ہیں لیکن جو مل سکی ہیں وہ یا تو گولیوں سے چھلنی ہیں یا پھر بم کے ٹکڑے ان کے بدن میں پیوست ہیں۔"

"خوش خبری نہیں ہے آپ کے لئے؟"

"مارکوس ٹریڈرز کی عمارت زمین بوس ہو گئی ہے آس پاس کی عمارتوں کو بھی شدید نقصان پہنچا ہے۔"

"باقی دو خبریں آپ کو صبح ملیں گی۔" میں نے کہا اور مسٹر کومبی چونک پڑے۔

"وہ۔ وہ کہاں ہیں؟"

"گرانڈ پارک کے نزدیک تین گنجے ہلاک ہوئے۔ ہوٹل نیو یارک میں چار گنجوں کو ان کی کار میں اڑا دیا گیا۔ وقت ختم ہو گیا تھا مسٹر کومبی ورنہ دل تو بہت کچھ کرنے کو چاہ رہا تھا۔"

"میرے خدا تو تم نے ؟"

"ہاں۔ یہ وارننگ تھی ہیڈن برگ کے لئے۔ اس خاموشی کے موقع میں بالکل معطل ہو کر بیٹھ جانا بھی تو ٹھیک نہیں تھا۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ اور مسٹر کومبی اپنی جگہ سے اٹھ کھڑے ہوئے۔ مضطربانہ انداز میں ٹہلنے لگے تھے۔

"کیا مسٹر کومبی آپ کچھ پریشان ہو گئے؟" میں نے کہا۔

"پریشان؟" مسٹر کومبی نے عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھتے ہوئے کہا۔

"ہاں! کیا آپ کو یہ کھیل پسند نہیں آیا؟"

"میں واقعی پریشان ہو گیا ہوں۔ اس لئے نہیں کہ تم نے یہ طوفانی مہم کیوں انجام دی۔ بلکہ اس لئے کہ تمہاری اس شاندار کارکردگی کو نظر نہ لگ جائے۔ ان وارداتوں کی طرف پولیس بھی متوجہ ہو جائے گی اور تمہیں دوہری دشمنی سے واسطہ پڑے گا۔"

"مجھے اس کی پروا نہیں ہے۔"

"مجھے ہے۔ میں ہر قیمت پر تمہارا تحفظ چاہتا ہوں۔ تم میرے لئے کس قدر قیمتی ہو اس کا اندازہ تمہیں نہیں ہے۔ فرینڈس۔" مسٹر کومبی نے کہا۔

"آپ بہت ٹھنڈی طبیعت کے مالک ہیں مسٹر کومبی لیکن میں آپ جیسی سمندری فطرت نہیں رکھتا۔ میں زیبی کے بغیر زیادہ عرصہ جینا بھی نہیں چاہتا اور یہ تو اب ٹھا ہے۔ میں نے اپنے ذہن کے بند دروازے کھول دیئے ہیں اور اب ہر دروازے سے آگ نکل رہی ہے۔ میں شہر بھر میں قتل عام کروں گا۔ گنجے سر کے ایک شخص کو بھی زندہ نہیں چھوڑوں گا یہ میرا عہد ہے۔ آخر خود کام آ گیا تو کوئی حرج نہیں ہے۔"

"مگر اس میں خطرات ہیں۔"

"میں کہہ چکا ہوں کہ مجھے زندگی سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔"

"میرا خیال تھا تھوڑا انتظار کر لو۔ کل آخری دن ہے اگر ہیڈن برگ کوئی امید افزا جواب دیتا ہے تو ٹھیک ہے۔ ورنہ پھر اس قتل عام میں مَیں بھی تمہارا شریک ہوں گا۔"

"آج کا کوٹا ختم ہو گیا ہے۔ کل میں ہیڈن برگ سے رابطہ قائم کروں گا۔"

"کل کس وقت؟"

"جب آپ کہیں۔"

"میرا خیال ہے کل صبح ناشتے کے بعد ہم اس سے رابطہ قائم کریں گے۔ میں بھی تمہارے ساتھ ہوں گا۔ اس کے بعد ہم ایک لائحہ عمل بنائیں گے۔"

"ایک بات کہوں مسٹر کومبی۔" میں نے کہا۔

"ضرور کہو۔"

"آپ کی فطرت میں ٹھہراؤ ہے۔ اپنے بچوں کی موت کے بعد آپ نے جس طرح انتظار کیا وہ عام لوگوں کے لئے ممکن نہیں تھا۔ جذبات ایک طوفانی دھارے کی طرح ہوتے ہیں۔ طوفان کے سامنے بند باندھنا بہت صبر آزما کام ہے میں نے اپنے اس پروگرام سے اسی لئے آپ کو آگاہ نہیں کیا تھا کہ آپ مجھے نصیحتیں کریں گے روکنے کی کوشش کریں گے۔"

"اوہ۔ یہ عمر کا فرق بھی ہے فرینڈس۔ میں یہ لمحہ احتیاط کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑنا چاہتا۔ اگر اپنے مقصد سے قبل ہی موت آ جائے تو ہم اسے عقلمندی تو نہیں کہہ سکتے کیونکہ ہمارا دشمن بہر حال بچ جاتا ہے۔"

"آپ کی یہ منطق بھی درست ہے۔"

"بہر حال یہ وعدہ ہے تمہارا۔ کل سے قبل کچھ نہیں کرو گے۔"

"یقیناً۔ آج رات میں صرف سونے کا ارادہ رکھتا ہوں۔" میں نے جواب دیا۔

"مسٹر کومبی ایک محدود انسان تھے۔ میں ان کی ذہنی کیفیت کو سمجھتا تھا چنانچہ میں نہایت احترام سے ان سے گفتگو کرتا تھا اور پھر اس شخص کا مجھ پر احسان تھا اس نے میری زندگی بچائی تھی۔ اس لئے میں بھی اس سے کوئی ایسی بات نہیں کہہ سکتا تھا جو اس کی طبع نازک پر گراں گزرے۔ مسٹر کومبی کا اپنا ایک مقام تھا میری نگاہ میں کافی دیر تک وہ میرے ساتھ بیٹھے رہے اور میں نے ان سے وعدہ کیا کہ جو کچھ انہوں نے کہا ہے اس پر عمل کروں گا۔ اس کے بعد مسٹر کومبی رخصت ہو گئے۔

رات کو میں خاصا مطمئن تھا آج کے ہنگاموں میں جو کچھ ہوا وہ اطمینان بخش تھا اور وہ وکٹر ویل بی کو سوچنے پر مجبور کر دینے کے لئے کافی تھا۔

بہر طور دوسری صبح غسل وغیرہ سے فارغ ہو کر ناشتے کے لئے تیار ہوا ہی تھا کہ مسٹر کومبی حسب ارادہ پہنچ گئے۔ وہ پرسکون تھے میں نے مزاج پرسی کے بعد ان کے ساتھ ناشتہ کیا اور ناشتے سے فارغ ہونے کے بعد مسٹر کومبی نے مجھے ہدایت کی کہ بہتر ہے میں ہیڈ برگ سے گفتگو کر لوں۔

اینی برگ عموماً الگ ہی ناشتہ کرتی تھی اور اس کی ذہنی کیفیت کا ہمیں کوئی اندازہ نہیں تھا۔ ہیڈ برگ سے میرا فوراً ہی رابطہ قائم ہو گیا اور میری آواز سننے کے بعد اس نے بے چینی سے کہا۔

"اوہ۔ اوہ۔ مسٹر مسٹر۔ میں بے چینی سے آپ کے ٹیلیفون کا انتظار کر رہا تھا۔ براہ کرم بتائیے کیا کل کی وارداتوں میں آپ ہی کا ہاتھ ہے کل جو کچھ ہوا ہے۔"

"ہاں۔ مسٹر ہیڈ برگ آپ کو غور کرنے کے لئے محتاط کرنا ضروری تھا۔" میں نے جواب دیا۔

"جلد بازی کی آپ نے۔ جلد بازی کی ہم بہتر انداز میں آپ کے بارے میں سوچ رہے تھے۔"

"مجھے تم سے کوئی بہتری نہیں چاہیئے یہ آخری وقت ہے جب تمہیں فیصلہ کر لینا ہے میں جواب چاہتا ہوں۔"

"دراصل مسٹر نواز اصغر آپ شاید اس بات پر یقین نہ کریں کہ میں ان تین دنوں میں خود کو سولی پر لٹکتا ہوا محسوس کر رہا ہوں میں جن لوگوں کے زیر نگین کام کر رہا ہوں وہ جس قدر طاقتور ہیں اس کا اندازہ کسی حد تک آپ کو بھی ہوگا۔ میں یہ بات مانتا ہوں کہ میں اہم کارکن ہوں ان لوگوں کے ساتھ کام کرنے والا، لیکن میرے لئے بھی کچھ حدود مقرر ہیں۔ زیب النساء یا زیبی کے بارے میں مجھے کوئی تفصیل معلوم نہیں ہو سکی البتہ صرف اتنا اندازہ لگا سکتا ہوں میں کہ مسٹر ویل بی اس سلسلے میں

ہمارے گرانڈ چیف کے معاون کار رہے ہیں۔ مسٹر ویل بی بذات خود یقیناً آپ کو آپ کی بیوی کا صحیح پتہ بتا سکیں گے مجھے اس کی امید نہیں ہے کہ اس وقت بھی وہ ان کی تحویل میں ہو۔ براہ کرم میری باتوں پر یقین کیجئے گا اس سے زیادہ میں کچھ اور معلومات حاصل نہیں کر سکا تھا۔"

"مسٹر وکٹر ویل بی سے کہاں ملاقات ہو سکتی ہے؟" میں نے سوال کیا۔

"میں آپ کو ایک ایسی جگہ کا پتہ بتا رہا ہوں جس کے بارے میں بہت کم لوگوں کو معلوم ہے بظاہر مسٹر وکٹر ویل بی یہیں رہتے ہیں اور ان کا تمام کاروبار اسی جگہ پھیلا ہوا ہے لیکن یہاں سے تقریباً سو میل دور ایک قصبہ چیسٹر میلو ہے۔ چیسٹر میلو میں وکٹر ویل بی کی خصوصی رہائش گاہ ہے اور بہت کم لوگ جانتے ہیں کہ مسٹر ویل بی درحقیقت وہیں سے یہاں کے معاملات کنٹرول کرتے ہیں بہت کم ہی وہ کسی خاص تقریب میں یہاں نظر آجاتے ہیں ورنہ وہیں پر وہ رہائش رکھتے ہیں۔ وکٹر ویل بی ایک طرح سے چیسٹر میلو کے مالک ہیں وہاں ان کے بارے میں معلومات حاصل کرنے میں آپ کو کوئی دقت نہیں ہوگی لیکن اس بات کا خیال رکھئے گا کہ وہاں جتنے مکانات ہیں وہ سب ہی مسٹر ویل بی کے آدمیوں کے ہیں اور کسی مقامی شخص سے آپ کو مدد حاصل ہونا تقریباً ناممکن ہوگا بلکہ یوں سمجھئے کہ وہاں پہنچ کر آپ کو انتہائی خطرناک حالات سے دوچار ہونا ہوگا اجنبی لوگ وہاں آتے جاتے رہتے ہیں کسی اجنبی کو بہت ہی مشکل سے نہیں گزرنا ہوتا لیکن وہاں کے مقامی لوگ وکٹر ویل بی کے نمک خوار ہیں۔ آپ اگر چاہیں تو وہاں وکٹر ویل بی کو تلاش کر سکتے ہیں۔"

"آپ اس سلسلے میں میری کیا مدد کر سکتے ہیں مسٹر برگ؟" میں نے سوال کیا۔

"آپ جو بھی کہیں لیکن آپ یوں سمجھئے کہ آپ کی مدد کرنے کا مقصد ہے کہ میں زندگی سے ہاتھ دھو بیٹھوں۔"

"ہوں اور اگر مسٹر ویل بی سے وہاں ملاقات نہ ہوئی تو؟"

"تو پھر آپ جو سلوک میرے ساتھ کرنا چاہیں اس کے لئے حق بجانب ہوں گے۔"

"آپ نے اچھی طرح سوچ لیا ہے؟"

"ہاں۔ میں اپنی بیٹی کی زندگی کو دنیا کے تمام مفادات پر ترجیح دوں گا اگر آپ میری اس معلومات کے صلے میں مجھے میری بیٹی واپس کر دیں گے تو میں زندگی بھر احسان مند رہوں گا۔"

"شاید آپ مجھے بے وقوف سمجھتے ہیں مسٹر ہیڈن برگ، این برگ آپ کو اسی وقت ملے گی جب زیبی میرے قبضے میں آجائے گی۔"

"سنیے تو سہی مسٹر نواز اصغر! سنیے تو سہی پلیز۔ پلیز" ہیڈ برگ چیختا رہا اور میں نے ٹیلی فون بند کر دیا۔ مسٹر کومبی مجھے سوالیہ نگاہوں سے دیکھ رہے تھے۔ میں نے ٹیلیفون رکھ کے چند لمحات خاموشی اختیار کی اور پھر مسٹر کومبی سے کہا۔

"اس نے ایک قصبے کا نام لیا ہے جس کا نام چیسٹر میلو ہے۔"

"اوہ میلو۔ میلو سے ویل بی کا کیا تعلق؟" کومبی نے سوال کیا۔

"ویل بی کے بارے میں ہیڈن برگ نے یہی بتایا ہے کہ وہ وہیں رہتا ہے اور بہت کم یہاں آتا ہے وہیں سے وہ یہاں کے معاملات کنٹرول کرتا ہے۔"

"امکانات ہیں اس بات کے۔"

"بس تو ٹھیک ہے مجھے چیسٹر میلو ہی میں ویل بی سے ملاقات کرنا ہوگی۔"

"تنہا جاؤ گے؟" کومبی نے سوال کیا۔

"ہاں! بالکل تنہا۔"

"میں بھی تمہارے ساتھ چلوں گا۔"

"نہیں مسٹر کومبی براہ کرم آپ این برگ کی نگرانی رکھیئے گا مجھے وہاں تنہا ہی جانا چاہیئے۔"

"مگر۔ مگر وہاں اس کے آدمی بھی ہوں گے تم وہاں تنہا رہ جاؤ گے۔"

"نہیں میں جو کچھ بھی کروں گا تنہا رہ کر ہی کروں گا آپ کو میری طرف سے مطمئن ہی رہنا چاہیئے۔" میں نے کہا اور مسٹر کومبی پرخیال انداز میں گردن ہلانے لگے اور پھر بولے۔

"میں کسی بھی کام کے لئے ضد نہیں کرتا لیکن تم سے ایسی انسیت ہو گئی ہے کہ تمہاری زندگی ہر قیمت پر سلامت چاہتا ہوں۔"

"آپ مطمئن رہیں میں آسانی سے موت کا شکار ہونے والوں میں سے نہیں ہوں۔" میں نے جواب دیا۔

"مجھے کوئی خدمت بتاؤ میں اس سلسلے میں تمہاری کیا مدد کر سکتا ہوں۔"

"ابھی میں اپنے پروگرام پر غور کروں گا یہ اندازہ لگاؤں

گا کہ مجھے کیا کرنا چاہیئے اور اس کے بعد میں آپ کو تفصیلات بتا دوں گا۔" میں نے جواب دیا۔

مسٹر کومبی کی یہ نصیحت آمیز گفتگو مجھے سخت ناپسند تھی اول میں ان سے اس بارے میں متفق نہیں تھا کہ میں میلو جاتے ہوئے بہت زیادہ احتیاط رکھوں بعض اوقات ضرورت سے زیادہ احتیاط بھی نقصان دہ ثابت ہوتی ہے۔ چنانچہ میں نے مسٹر کومبی کو ایک طرح سے ٹال دیا تھا یہ کہہ کر کہ میں ابھی پروگرام بنا رہا ہوں یہ معلوم کرنے کے بعد کہ وکٹر ویل بی سے زیبی کا پتہ چل سکتا ہے میں بھلا کیوں کر اپنے آپ پر قابو پا سکتا تھا۔ مسٹر کومبی کافی دیر تک میرے ساتھ بیٹھے مجھ سے گفتگو کرتے رہے میلو کے بارے میں وہ اپنی جغرافیائی معلومات مجھے بہم پہنچا رہے تھے اور اس کے بعد وہ مطمئن ہو کر وہاں سے رخصت ہو گئے لیکن اس کے بعد سارا کام میرا اپنا تھا مجھے اس سے کوئی غرض نہیں تھی کہ این برگ کب تک یہاں رہتی ہے لیکن مجھے اپنے کام کے سلسلے میں کچھ ضروری انتظامات فوری طور پر کرنا تھے۔

مسٹر کومبی کے جاتے ہی میں فوراً اپنی جگہ سے نکل آیا اور اس بات کا خیال رکھتے ہوئے کہ کہیں مجھ پر کوئی نگاہ نہ رکھی جا رہی ہو سفر کرنے لگا۔

بازار سے میں نے بے شمار اشیاء خرید لی تھیں خصوصاً میلو تک کا سفر کرنے کے لئے میں وہ تمام ذرائع معلوم کئے تھے جو اس سلسلے میں ممکن تھے مجھے معلوم ہوا کہ چیسٹر میلو راستے میں پڑتا ہے اور وہاں تک جانے کے لئے بس کا سفر بھی اختیار کیا جا سکتا ہے اور یہی سفر میں نے سب سے بہتر تصور کیا تھا۔

جیکب سے ملاقات کا خیال بھی دل میں آیا تھا لیکن میں نے سوچا کہ ضروری اشیاء اب مسٹر کیڈلو سے براہ راست بھی حاصل کی جا سکتی ہیں اور پھر اس وقت تو مجھے کسی خاص چیز کی ضرورت بھی نہیں تھی۔ بس اپنی حفاظت کے لئے چند اشیاء درکار تھیں اور مسٹر کیڈلو نے اس سلسلے میں مجھ سے عدم تعاون نہیں کیا کیونکہ وہ مجھے پہچان چکے تھے ویسے اس شخص کے بارے میں میری کیفیت عجیب سی تھی یہ بوڑھا آدمی یوں سمجھا جائے تو غلط نہ ہوگا کہ اسلحے کا شہنشاہ تھا کوئی بھی چیز اس سے حاصل کر لو حاضر سٹاک میں مہیا نہیں ہوتی تو دوسرے دن کا وعدہ کر لیتا۔ میں نے کئی خطرناک قسم کے لوگوں کو اس سے ہتھیار خریدتے دیکھا تھا۔

پتہ نہیں اس کاروبار کی قانونی حیثیت کیا تھی مجھے اس سلسلے میں معلومات حاصل کرنے کی ضرورت بھی نہیں تھی کیڈلو سے رخصت ہونے کے بعد میں واپس آ گیا یہاں کے حالات بدستور تھے یہاں پہنچ کر میں نے اپنے سامان سے ایک کٹ نکالی اور پھر آئینے کے سامنے بیٹھ کر اپنے چہرے کی مرمت کرنے لگا۔ آج میں نے طویل عرصے کے بعد اپنے ہاتھوں سے میک اپ کیا تھا اور یہ میک اپ میری تمام تر مہارت کا نتیجہ تھا۔ میں اپنے چہرے کو مکمل طور پر تبدیل کر لینا چاہتا تھا اور اس طرح کہ آسانی سے میری شناخت نہ ہو سکے۔ اس کام سے فارغ ہونے کے بعد میں آخری پروگرام کے تحت نکل آیا اور پھر اس طرف چل پڑا جہاں سے چیسٹر میلو کے لئے بس چلتی تھی۔

شاندار ائیر کنڈیشن بس لمبے راستوں پر سفر کرتی تھی بھانت بھانت کے مسافر اس میں موجود تھے میں ان کے درمیان اجنبی بن کر سفر نہیں کرنا چاہتا تھا چنانچہ لوگوں سے گھل مل کر گفتگو کرتا ہوا میں چیسٹر میلو کی جانب چل پڑا۔

مسافروں سے گفتگو کر کے میں اپنے ذہن کو پُرسکون رکھنا چاہتا تھا چیسٹر میلو کے بارے میں مجھے زیادہ معلومات حاصل نہیں تھیں۔ لیکن میں نے جس انداز میں کام کرنے کا فیصلہ کیا تھا اس کے تحت میں ہر وہ اقدام کر سکتا تھا جو میرے مفاد میں ہو اور وکٹر ویل بی سے زیبی کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کے سلسلے میں ہو۔ بس خاصی تیز رفتاری سے سفر کر رہی تھی اور میں اپنا چھوٹا سا بیگ سنبھالے کبھی کبھی کھڑکی سے باہر کے مناظر دیکھنے لگتا تھا بیگ میں میری ضرورت کی تمام چیزیں موجود تھیں جو چیسٹر میلو میں میرے کام آ سکتی تھیں۔

ان میں پستول اس کے فالتو راؤنڈ اور میک اپ کا سامان نمایاں حیثیت رکھتا تھا جس کی مجھے کسی بھی جگہ ضرورت پیش آ سکتی تھی۔ چیسٹر میلو پر بس رکی اور میں نیچے اتر گیا۔ چاروں طرف سرسبز میدان بکھرے ہوئے تھے باغات جگہ جگہ نظر آ رہے تھے اور یہاں کا موسم ان درختوں کی وجہ سے انتہائی خوشگوار ہو گیا تھا۔

بس سے اترتے ہی تھوڑے فاصلے پر ایک آبشار نظر آیا جو کہ بلندی سے نیچے گر رہا تھا اور اس کے دامن میں

ایک ایسا سبزہ زار پھیلا ہوا تھا جسے دیکھ کر آنکھیں دنگ رہ جائیں یہاں میرے علاوہ اور کوئی نہیں اترا تھا۔ چھوٹی سی جگہ تھی جہاں بازار پھیلا ہوا تھا۔ بازار میں لوگ اپنے اپنے کاموں میں مصروف تھے اس بلندی سے جو اس جگہ تھی پیسٹر میلو کا قصبہ دور دور تک نظر آتا تھا۔ مکانات مخصوص طرز کے بنے ہوئے تھے جن کے چھتوں پر خاص طور سے گھاس ڈالی گئی تھی اس کے علاوہ کھپریل کی چھتیں بھی نظر آ رہی تھیں لیکن ان کی تعداد نہ ہونے کے برابر تھی۔

آتش دانوں کی چمنیاں دھواں اگل رہی تھیں اور جگہ جگہ دھوئیں کی پتلی لکیریں فضا میں منتشر ہوتی نظر آتی تھیں پتلی پتلی سڑکیں اطراف میں بکھری ہوئی تھیں جن پر سفر کرتے ہوئے واقعی لطف آتا ہوگا چونکہ ان کے دونوں طرف سبزہ زار پھیلے ہوئے تھے بلاشبہ وکٹر ویل لی نے اس علاقے کو اپنے لئے جنت نظیر بنا رکھا تھا۔

لیکن سوال یہ تھا کہ اب اس جنت میں میرا ٹھکانہ کون سی جگہ ہونا چاہیئے اور اس کے لئے مجھے کیا کرنا ہوگا۔ ظاہر ہے یہاں کے لوگوں میں داخل ہونے کی کوشش کروں گا۔ تو ایک اجنبی کو صاف طور پہ پہچان لیا جائے گا۔

چنانچہ کوئی ایسی حرکت کرنا تھی جو میری اجنبیت کو چھپا سکے۔ شام کے سائے پھیلتے جا رہے تھے اور بہت دور سے روشنیوں کی جگمگاہٹ ابھرنے لگی تھی میں نے سڑک سے ہٹ کر سنسان راستے اختیار کئے تھے تاکہ ایک اجنبی کی آمد کی شہرت فوری طور پر دور دور تک نہ پھیل جائے اس بات کے بھی امکانات تھے کہ وکٹر ویل لی یہاں نئے آنے والوں پر نگاہ رکھتا ہوگا۔

بہر طور یہ سفر اس وقت تک جاری رہا جب تک بستی کا پہلا مکان نہ آگیا اس پہلے مکان تک جب میں پہنچا تو آسمان تاریک ہو چکا تھا اور چاروں طرف تاریکی کا راج تھا البتہ قصبے کی روشنیاں جاگ رہی تھیں۔ کہیں کہیں مویشیوں کے چھوٹے چھوٹے فارم بھی نظر آ رہے تھے۔ یہاں رات گزارنے کے لئے ایسی جگہ کی تلاش مشکل نہیں تھی جہاں چھپ کر وقت گزارا جا سکے۔

اور فی الحال میں نے یہی مناسب سمجھا چنانچہ میں ایسے مکان کے احاطے میں داخل ہو گیا جو زیادہ کشادہ نہیں تھا لیکن بہت خوبصورت بنا ہوا تھا۔

احاطے کے ایک طرف مویشیوں کا باڑہ بنایا گیا تھا جس میں آسٹریلوی طرز کی گائیں موجود تھیں ایک سمت کچھ بھیڑیں بھی نظر آ رہی تھیں۔ میں نے ان بھیڑوں کے درمیان سفید ایپرن پہنے ہوئے ایک خوبصورت سی لڑکی کو دیکھا جو خدوخال نمایاں نہ ہونے کی وجہ سے صحیح طور پر نظر نہیں آ رہی تھی لیکن اس کی عمر کا اندازہ لگایا جا سکتا تھا . . . .

چند لمحات کچھ سوچتا رہا اور پھر آہستہ آہستہ آگے بڑھ گیا۔ لڑکی نے میرے قدموں کی آہٹ سن لی تھی وہ چونک کر مجھے دیکھنے لگی اور پھر شاید اس نے مجھے دیکھ لیا میں اس کے سامنے جا کھڑا ہوا تھا لیکن وہ مجھے دیکھ کر نہ گھبرائی نہ ہی اس کے چہرے پر پریشانی کے آثار پیدا ہوئے۔ سامنے ہی لگی ہوئی روشنی کی جھلک اس کے چہرے پر پڑ رہی تھی جس سے اب اس کے خدوخال نمایاں ہو گئے تھے اور میرے اندازے کی تصدیق ہو جاتی تھی۔ چند لمحات کے بعد اس نے سترنم آواز میں پوچھا۔

"کوئی چور ہو تم؟" میں چونک پڑا اس جملے اور اس لہجے میں کوئی ہم آہنگی نہیں تھی اگر وہ مجھے چور سمجھ رہی تھی تو اسے خوفزدہ ہو جانا چاہیئے تھا لیکن ایسی کوئی کیفیت اس کے انداز میں نہیں تھی تب میں نے نرمی سے کہا۔

"نہیں بے بی۔ میں چور نہیں ہوں۔"

"تو پھر کون ہو؟ یہاں کیا کر رہے ہو؟"

"بس یوں سمجھ لو مصیبت کا مارا ہوں اور پناہ لینے کے لئے یہاں آگیا ہوں پتہ نہیں تم مجھے کیا سمجھو لیکن بعض اوقات مجبوریاں انسان کو پتہ نہیں کیا کیا کرنے پر مجبور کر دیتی ہیں۔"

"مصیبت زدہ تو میں بھی ہوں میری ماں مجھ پر بہت مظالم کرتی ہے اور میرا باپ وہ ہر وقت نشے میں ڈوبا رہتا ہے اب دیکھو نا ان بھیڑوں کی دیکھ بھال بھی میرے ذمے ہے بھلا یہ کام کرنے سے مجھے کوئی خوشی ہوتی ہوگی۔" لڑکی میرے مطلب کی نظر آ رہی تھی۔ میں نے اس سے پوچھا۔

"تمہارا کیا نام ہے بے بی؟"

"ڈینی۔ ڈینی پلوشو۔" اس نے جواب دیا۔

"یہ پلوشو کون ہے؟"

"کوئی نہیں ہے بس یہ میرا پورا نام ہے۔ میری ماں مجھے ڈینیا کہتی تھی لیکن میری سوتیلی ماں نے میرا نام صرف ڈینی رہنے دیا۔ کیونکہ ایک ملازم کو اس نام سے بآسانی پکارا جا سکتا ہے۔"

...وہ اس طرح پریشانی کا شکار ہو میرے ...اس سے غم ناک اور کوئی بات نہیں ہو سکتی۔"

"تم نے اپنا نام نہیں بتایا مجھے؟"

"فرنینڈس ہے میرا نام۔" میں نے جواب دیا۔

"مسٹر فرنینڈس آپ کا مکان کہاں ہے اور آپ کس ...یبت کا شکار ہیں؟"

"بس کیا بتاؤں ڈینی کچھ لوگ میرے دشمن بن گئے ہیں مجھے قتل کر دینا چاہتے ہیں اس لئے میں اپنا مکان چھوڑ بھاگا ہوں۔"

"اوہ۔ یہ انسان کس قسم کے ہوتے ہیں بھلا کسی کی زندگی ...نے سے انہیں کیا ملے گا لوگ تو خود بخود مر جاتے ہیں پھر انہیں ...نے کے لئے یہ جدوجہد کیا معنی رکھتی ہے۔" وہ فلسفیانہ ...داز میں بولی۔

"مجھے افسوس ہے ڈینیا میں نے تمہیں پریشان کیا میں ...اپس چلتا ہوں۔" اور وہ چونک پڑی۔

"سنو۔ سنو۔ تم نے مجھے ڈینیا کے نام سے پکارا ہے؟"

"ہاں۔ چونکہ تمہارا نام یہی ہے۔"

"تم نے مجھے میری ماں کی یاد دلا دی ہے کچھ دیر رکو گے ...نہیں اور تم چھپنے کے ارادے سے یہاں آئے تھے۔"

"اب کیسے چھپوں گا تم نے تو مجھے دیکھ لیا ہے۔"

"ارے واہ۔ تو کیا میں تمہاری دشمن ہوں جو تمہارے بارے ...میں لوگوں کو بتا دوں گی۔"

"ڈینیا میں تمہارے لئے اجنبی جو ہوں بھلا اجنبیوں کے ...ساتھ لوگ اچھا سلوک کہاں کرتے ہیں۔"

"میں کروں گی۔" اس نے جواب دیا اور میں شکر گزار نگاہوں ...سے اسے دیکھنے لگا۔

"تم غور کرو میں ہنس رہا ہوں بول رہا ہوں تم سے باتیں ...کر رہا ہوں اور میرے دشمن میرے پیچھے لگے ہوئے ہیں اگر وہ ...مجھے مار ڈالیں گے تو پھر میں کہاں بول سکوں گا یہ دنیا ختم ہو جائے ...گی میرے لئے۔"

"وہ تمہیں کبھی نہیں مار سکیں گے۔ میں تمہیں یہاں پوشیدہ ...رکھوں گی۔"

"تمہیں تکلیف ہو گی ڈینیا۔"

"نہیں۔ کوئی تکلیف نہیں ہو گی آؤ میرے ساتھ۔" اس نے ...کہا اور پھر مجھے عمارت کے عقبی حصے میں لے گئی سامنے کا ...حصہ خاصا خوبصورت تھا لیکن عقبی حصہ بدنما اور بدصورت تھا ...وہیں پھر ایک چھوٹے سے کمرے میں لے جا کر اس نے مجھے بیٹھنے کے لئے کہا۔

"یہ کمرہ سب سے الگ تھلگ ہے کوئی یہاں نہیں آتا اس میں جو یہ دروازہ ہے یہ میرے کمرے میں کھلتا ہے یہاں دراصل پرانا سامان پڑا تھا لیکن ہم نے سارا سامان بیچ دیا ہے اور اب یہ کمرہ بیکار پڑا ہوا تھا تمہارے چھپنے کے لئے اس سے بہتر کوئی جگہ نہیں ہو سکتی۔ اس مکان میں میری سوتیلی ماں میرا بوڑھا نشے میں ڈوبا ہوا باپ اور میں صرف تین افراد رہتے ہیں یا پھر وہ دونوں ملازم جو صبح ہی صبح یہ بھیڑیں لے کر نکل جاتے ہیں اور پھر یہاں واپس پہنچانے کے بعد چلے جاتے ہیں ان کی دیکھ بھال کی ذمہ داری انہی کا کام ہے لیکن یہاں میری ماں کی وجہ سے صفائی رہتی ہے وہ لوگ بھیڑوں اور گایوں کے معاملات میں دوسری جگہ کام کرتے ہیں۔"

"تمہیں جو تکلیف میں نے دی ہے ڈینیا اس کے لئے مجھے بے حد شرمندگی ہے۔"

"نہیں نہیں ایسی کوئی بات نہیں ہے اچھا اب تم رکو میں جا رہی ہوں آخری کام کرنے کے بعد میں رات کو اس دروازے سے نکل کر تمہارے پاس آ جاؤں گی پھر ہم بیٹھ کر باتیں کریں گے۔"

"کسی کو شک نہیں ہوگا؟"

"کبھی نہیں ہوگا نشے میں ڈوبا ہوا شخص اپنا مقصد پورا کرنے کے بعد گہری نیند سو جائے گا"

"اچھا اب میں جاتی ہوں تم دروازہ اندر سے بند کر لو دونوں طرف سے۔" اس نے کہا اور باہر نکل گئی۔

ایک لمحے کے لئے مجھے سکون سا محسوس ہوا تھا کم از کم یہاں پوشیدہ رہنے کے لئے کوئی جگہ تو مل گئی یہی میرے حق میں بہتر تعاون کی روشنی میرے کام کے لئے معاون ثابت نہیں ہو سکتی تھی لیکن رات کی تاریکیوں میں، میں اپنا کام کر سکتا تھا اور یہ ضروری نہیں تھا کہ میں یہاں آنے کے بعد فوراً ہی مصروف عمل ہو جاتا۔

چنانچہ کچھ وقت سکون سے گزار لینا غیر مناسب نہیں تھا۔ رات کو تقریباً گیارہ بجے لڑکی میرے پاس اس درمیانی دروازے سے پہنچ گئی۔ اس نے اپنے ہاتھوں میں ایک ٹرے اٹھائی ہوئی تھی جس میں کھانے پینے کی چیزیں لگی ہوئی تھیں میں اس کی توقع کر رہا تھا جس انداز کی وہ لڑکی مجھے نظر آئی تھی اس سے یہ بات پہلے سے سوچی جا سکتی تھی کہ وہ میری اس ضرورت کو نظر انداز نہیں کرے گی۔ میں نے ایک بار پھر شکر گزار نگاہوں سے اسے دیکھا۔ اور پھر بولا۔

"ڈینیا۔ تمہیں میری وجہ سے بہت تکلیف ہو رہی ہے۔"

"دیکھو میں خود بھی پریشان حال ہوں تم نہیں جانتے کہ میں کن حالات سے گزر رہی ہوں اگر جوئن کا سہارا مجھے نہ ہوتا تو شاید میں مر ہی جاتی لیکن جوئن ایک ایسا لڑکا ہے جس نے ہمیشہ مجھے زندہ رہنے کی تلقین کی ہے اور کہا ہے کہ زندگی میں یہ اس قسم کے مراحل تو آتے ہی رہتے ہیں کبھی نہ کبھی یہ مصیبتیں ختم ہو جائیں گی۔"

"اوہ۔ یہ جوئن کون ہے۔؟"

"میرا دوست ہے بہت ہی مخلص انسان ہے اگر موقع ہوا تو تمہیں اس سے ضرور ملاؤں گی۔" اس نے کہا اور میں خاموشی سے اس کی شکل دیکھتا رہا پھر میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"کیا تم جوئن سے محبت کرتی ہو۔؟"

"بے پناہ۔ اس کے علاوہ میں ساری دنیا میں کسی کو نہیں چاہتی دنیا نے مجھے دیا ہی کیا ہے۔"

"تو پھر میرا شمار کن لوگوں میں ہوتا ہے؟"

"ایک ہمدرد انسان کی حیثیت سے میں تمہاری مدد کر رہی ہوں۔ باقی بھلا میرے اور تمہارے درمیان اور کون سی بات ہو سکتی ہے۔"

"میں اس کے لئے تمہارا شکر گزار ہوں ڈینیا۔ واقعی میں بھی صرف تمہاری ہمدردی کا ہی خواہاں ہوں۔"

"کھانا شروع کر دو میں اس سے زیادہ اور کچھ تمہارے لئے نہیں لا سکتی کیونکہ یہاں یہی سب کچھ ہوتا ہے۔"

"یہ تو بہت کچھ ہے ڈینیا۔ مجھے یہ بتاؤ کہ یہاں کے معاملات کیسے ہیں۔؟"

"کیا مطلب۔؟"

"میرا مطلب ہے چیسٹر میلو میں کیا ہوتا ہے۔؟"

"ارے۔ تو کیا تم اس قصبے کے رہنے والے نہیں ہو۔؟"

"نہیں۔ میں نے کہا نا میرے دشمن میری تلاش میں سرگرداں تھے اور میں ان سے بچتا ہوا یہاں آنکلا ہوں۔"

"اوہ۔ میں تو یہی سمجھی تھی کہ تمہارے وہ دشمن اس قصبے سے تعلق رکھتے ہیں اور تم خود بھی۔"

"نہیں ڈینیا۔ میں شہر سے آیا ہوں۔"

"اچھا اچھا تبھی تو ورنہ تم چھپنے کے لئے یہ جگہ منتخب نہ کرتے۔" وہ خواہ مخواہ ہنس پڑی۔ میں نے کھانا شروع کر دیا تھا وہ مجھے دیکھتی رہی اور اس کے بعد اس نے کہا۔

"یہاں تمہیں زیادہ آرام نہیں مل سکے گا لیکن تم اپنے دشمنوں سے محفوظ ہو جاؤ گے جب تم محسوس کرو گے کہ تمہارے دشمن یہاں سے چلے گئے ہیں تو پھر تم یہاں سے چلے جانا۔"

"ٹھیک ہے ڈینیا۔ لیکن تمہیں میرے لئے یہ تکلیف کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔" میں نے کھانے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

"نہیں نہیں۔ اس سے مجھے کوئی تکلیف نہیں ہوتی کم از کم ہم لوگ اتنے قلاش نہیں ہیں میری ماں بہت کچھ کما لیتی ہے۔"

"وہ کیسے۔؟"

"وہ یہاں ملازمت کرتی ہے۔"

"یہاں ملازمت؟ کیسی ملازمت۔؟" میں نے سوال کیا۔

"اوہ تم مسٹر ویل بی کو نہیں جانتے، مسٹر ویل بی بہت بڑے آدمی ہیں یوں سمجھ لو کہ یہ قصبہ زیادہ تر انہی کے آدمیوں پر مشتمل ہے دوسرے لوگ بھی یہاں رہتے ہیں لیکن ان میں زیادہ تر لوگ وہی ہیں جو مسٹر ویل بی کے آدمیوں میں شمار کئے جاتے ہیں۔"

"اچھا۔ یہ مسٹر ویل بی پورا نام کیا رکھتے ہیں۔؟"

"وکٹر ویل بی۔ بہت بڑا کاروبار ہے ان کا شہروں میں لیکن وہ قیام یہیں کرتے ہیں۔"

"کیا تم نے انہیں کبھی دیکھا ہے۔؟"

"ہاں کیوں نہیں۔ کئی بار اکثر وہ چہل قدمی کرتے ہوئے نظر آجاتے ہیں۔"

"اس قصبے میں کس طرف رہتے ہیں۔؟"

"یہاں سے بائیں سمت چلے جاؤ گے تو آخری سرا انہی کے مکان کا نظر آتا ہے اور ان کا مکان کیا ہے محل ہے پورا مسٹر ویل بی بہت شاندار شخصیت کے مالک ہیں بے شمار ملازم ہیں ان کے۔ ان کے مکان کے اطراف میں ملازمین کے ہی اتنے کوارٹر بکھرے ہوئے ہیں جتنی یہاں آدمی آبادی کے۔"

"خوب خوب بہت بڑے آدمی کا نام بتایا تم نے مجھے اچھا تمہارا بوائے فرینڈ جوئن کیا کرتا ہے۔؟"

"وہ بھی وکٹر ویل بی کے خاص آدمیوں میں سے ہے محل ہی میں رہتا ہے اور اس کی دیکھ بھال پر متعین ہے۔"

"خوب۔ کیا یہ ممکن نہیں ہو سکتا کہ میں وکٹر ویل بی کا محل دیکھ سکوں۔"

"جوئن یہ کام کر دے گا لیکن عام لوگوں کو اس محل میں

جانے کی اجازت نہیں ہے اگر میں جوئن سے سفارش کر دوں گی تو وہ تمہارا یہ کام کر دے گا۔"

"کہیں ایسا نہ ہو کہ جوئن وکٹر ویل بی کو میرے بارے میں بتا دے۔"

"کبھی نہیں بتائے گا جو کام میں اسے منع کر دوں گی وہ کبھی نہیں کرتا۔ یوں سمجھ لو مجھے اس پر اتنا اعتماد ہے جتنا اپنی ذات پر۔"

"یہ تو بڑی اچھی بات ہے لیکن جوئن سوچے گا تو سہی کہ تم مجھ پر اس قدر کیوں مہربان ہو۔"

"جوئن کبھی نہیں کہے گا یہ بات تم اسے نہیں جانتے۔" ڈینیا نے بڑے اعتماد سے کہا اور میں گہری گہری سانسیں لینے لگا۔ اس کا مقصد ہے کہ تقدیر مجھ پر مہربان ہے۔ وکٹر ویل بی کے مکان تک پہنچنا مشکل نہیں ہوگا۔

تھوڑی دیر بعد ڈینیا چلی گئی اور میں اپنے آئندہ پروگرام پر غور کرنے لگا اگر واقعی جوئن میرے لئے کارآمد ہو سکتا ہے تو ٹھیک ہے ورنہ کوئی اور ترکیب بھی کی جا سکتی ہے لیکن پتہ نہیں وہ کس ٹائپ کا آدمی ہو۔ لڑکی تو معصوم سی ہے لیکن اس کے بارے میں مجھے اندازہ نہیں تھا البتہ اس کے لئے مجھے زیادہ انتظار نہیں کرنا پڑا۔ دوسرا دن میں نے اسی جگہ نہایت سکون سے گزارا تھا اور ڈینیا نے میرا ہر طرح خیال رکھا تھا یہاں تک کہ وہ مجھے چائے بھی پہنچاتی رہی تھی۔

رات کو تقریباً دس بجے جوئن ڈینیا کے ساتھ یہاں آیا اور اسے دیکھ کر میں نے گہری سانس لی۔ اس کی عمر بھی پچیس تیئس سال سے زیادہ نہیں تھی۔ پوری طرح مونچھیں بھی سیاہ نہیں ہوئی تھیں اور شکل و صورت میں بھی وہ خاصا خوبصورت تھا۔

"ڈینیا مجھے تمہارے بارے میں بتا چکی ہے مسٹر فرننڈس تم بالکل بے فکر رہو ڈینیا نے جو کچھ کیا ہے میں اس سے بہت خوش ہوں اور اپنی خدمات بھی تمہیں پیش کرنا چاہتا ہوں۔"

"تم دونوں کتنے اچھے انسان ہو۔ میں تو اس دور میں ایسے انسانوں کا تصور بھی نہیں کر سکتا تھا۔" میں نے جواب دیا۔

"تم نے شاید ڈینیا سے مسٹر ویل بی کا محل دیکھنے کی خواہش کی تھی۔"

"ہاں۔ ڈینیا نے کچھ اس طرح تعریف کی تھی اس جگہ کی کہ میں اس کے لئے مجبور ہو گیا۔"

"میں تمہارے لئے بندوبست کر سکتا ہوں بڑی دلچسپ بات ہے یہ مجھے آج ہی اس بات کی ہدایت ملی تھی کہ کسی آدمی کو محل میں کام کرنے کے لئے لے آؤں۔ یہ شخص محل کی دیکھ بھال میں میرا معاون ثابت ہوگا کیا تم ایک ایسے شخص کی حیثیت سے وہاں رہنا پسند کرو گے یہ ضروری نہیں ہے کہ تم وہاں زندگی گزار دو جب تک ملازمت کرنا چاہو کر لینا اس طرح تم اپنے دشمنوں سے بھی محفوظ رہ سکو گے اور جو شخص مسٹر وکٹر ویل بی کے محل میں ملازم ہو جائے بھلا کس کی مجال ہے کہ اس کی طرف آنکھ اٹھا کر دیکھ سکے۔"

"اوہ ڈیئر جوئن تم نے ایک اتنی بڑی بات کہی ہے مجھ سے کہ میرا دل خوشی سے پھولا نہیں سما رہا کیا اتنی آسانی سے یہ سب کچھ ہو جائے گا کیا لوگ یہ نہیں پوچھیں گے کہ میں کون ہوں کہاں سے آیا ہوں۔"

"نہیں۔ کیونکہ تمہیں میرے ساتھی اور میرے معاون کی حیثیت سے وہاں رہنا ہوگا جس شخص کو میں منتخب کر لوں بھلا اس کام کے لئے کسی اور کو کیا اعتراض ہو سکتا ہے۔"

"تو پھر تم کب مجھے اس شکل میں وہاں روشناس کراؤ گے۔"

"مسٹر فرننڈس کو اگر اعتراض نہ ہو تو مجھے بھلا کیا اعتراض ہو سکتا ہے۔" ڈینیا نے جواب دیا۔

"ڈینیا میں تم لوگوں کا جس قدر شکر گزار ہوں کم ہے تم نے میرے اوپر اتنے احسانات کئے ہیں کہ میں تمہیں اس کا صلہ کبھی نہیں دے سکتا۔"

"دے سکتے ہو۔" ڈینیا نے جواب دیا۔

"ہمارے دوست بن کر جب بھی تم کو فرصت ہو ہمارے ساتھ کھانا پینا اور ہمیں اپنی دعاؤں میں یاد رکھنا۔" ڈینیا نے بڑے خلوص سے کہا اور میں آنکھیں بند کر کے گردن ہلانے لگا۔

جوئن سے میری کافی دیر تک بات چیت ہوتی رہی یہ فرشتہ صفت لوگ میرے لئے بڑے کارآمد تھے جن سے میری اس طرح ملاقات ہو گئی تھی بلکہ یہ کہنا غلط نہیں ہوگا کہ یہاں اس قصبے میں مجھے اتنا بڑا سہارا حاصل ہو گیا تھا۔

جوئن نے مجھے ایک جگہ بتا دی جہاں مجھے پہنچنا تھا۔ اس کے بعد اس نے کہا تھا کہ وہ مجھے اپنے ساتھ محل لے جائے گا۔ اس نے مجھے بڑا اعتماد دلایا تھا اور میں یہ خطرہ مول لے لینا چاہتا تھا۔ اس سے اچھی ترکیب تو کوئی اور نہیں ہو سکتی تھی کہ میں اس طرح وکٹر ویل بی کے محل میں داخل ہو جاؤں

ممکن ہے جوئن سچ ہی کہہ رہا ہو بہر طور مجھے اپنے طور پر بھی جائزہ لے لینا تھا۔

میں نے دوسری صبح اپنے سامان کا تھیلا اٹھایا اور اس جگہ پہنچ گیا جہاں کا جوئن نے مجھے پتہ دیا تھا زیادہ دیر انتظار میں نہیں گزری تھی کہ جوئن میرے پاس پہنچ گیا اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ تھی۔

"آؤ" اس نے کہا اور میں دھڑکتے دل کے ساتھ جوئن کے ساتھ چلتا ہوا ڈکٹر ویل بی کے مکان نما محل کی جانب بڑھنے لگا۔

ویل بی کی رہائش گاہ واقعی شاندار تھی۔ بے شمار ملازم موجود تھے یہاں اور ملازموں کی اس فوج میں کسی ایک آدمی کا گم ہو جانا کوئی حیثیت نہیں رکھتا تھا۔ اس کے علاوہ جو شخص یہاں کام کرتا تھا اسی کے سپرد سارے کام تھے اور کوئی دوسرا اس معاملے میں مداخلت نہیں کرتا تھا۔ جوئن نے مجھے میرا کام سمجھایا۔ عمدہ کام تھا اس طرح مجھے ویل بی کے سامنے جانے کا موقع مل سکتا تھا۔

یہاں آکر میں نے چند فیصلے کئے تھے۔ جلد بازی نقصان دہ ہوگی مناسب وقت میں اور صورت حال کا اچھی طرح جائزہ لے کر کام کروں گا تاکہ کوئی خطرہ نہ رہے۔

جوئن میری ذمہ داریاں میرے سپرد کرکے مطمئن ہو گیا تھا۔ میں نے تندہی سے اپنا کام شروع کر دیا اور جو ذمے داریاں میرے سپرد تھیں انہیں انجام دینے لگا۔ رہنے کے لئے جوئن نے مجھے ایک جگہ دے دی تھی۔ جوئن کا کہنا درست تھا کوئی میری طرف متوجہ نہیں ہوا تھا۔

تین دن گزر گئے میں نے یہی وطیرہ اختیار کیا کہ کام کرنا اور رات کو آرام سے سو جانا تاکہ کسی نے اگر مجھ پر نگاہ بھی ڈالی ہو تو وہ مطمئن ہو جائے۔ چوتھے دن جوئن نے کہا۔

"مسٹر فرنینڈس ! آپ بے حد عجیب انسان ہیں"

"کیوں جوئن ؟"

"آپ نے خود کو اس قدر محدود کیوں کر لیا ہے ؟"

"تو پھر کیا کروں ۔؟"

"یہاں تفریح گاہیں بھی ہیں، زندگی کی دوسری دلچسپیاں بھی موجود ہیں مناسب جگہ میں"

"مجھے اپنے دشمنوں سے خطرہ ہے جوئن"

"اوہ کوئی آپ کا کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔ یہ نشان جو آپ کے سینے پر آویزاں ہے آپ کے تحفظ کی ضمانت ہے اس کی موجودگی میں آپ کی طرف آنکھ اٹھانے والا ہمیشہ کے لئے اندھا ہو سکتا ہے"

"کیا واقعی ۔؟"

"سو فیصدی"

"تب ٹھیک ہے" میں نے کہا اور چوتھے دن میں نے میلو کے پورے علاقے کی سیر کی۔ اس دن میں ڈینیا سے بھی ملاقات کی اور وہ میرے اطمینان سے بہت خوش ہوئی۔ اس نے مجھے چائے پلائی اور بہت سی باتیں بھی کیں اس نے۔ کافی دیر کے بعد میں واپس پہنچ گیا۔ اسی شام میں نے یہاں آنے کے بعد پہلی بار ڈکٹر ویل بی کو دیکھا۔ اس کی شخصیت میں کوئی خاص بات نہیں تھی۔ عام سا آدمی تھا۔ بہر حال شکل و صورت سے کیا ہوتا ہے۔

ایک ہفتہ میں نے نہایت سکون سے گزارا۔ اب میں اندرونی علاقے میں فرو کش تھا اور زیادہ سے زیادہ اندر رہنے کی کوشش کرتا تھا۔ یہ ایک شام کی بات ہے میں ویل بی کے رہائشی حصے کی صفائی کرا رہا تھا۔ اس دن اتفاق سے باہر کوئی موجود نہیں تھا۔ میں نے جائزہ لے لیا تھا چنانچہ میں نے فیصلہ کر لیا کہ ویل بی کے خاص رہائشی کمرے کا جائزہ لوں گا۔

اور موقع غنیمت جان کر میں ویل بی کے کمرے میں داخل ہو گیا۔ میں نے دروازہ اندر سے بند کر لیا اور پھر نہایت پھرتی سے وہاں رکھی چیزوں کو ٹٹولنے لگا۔ ابھی میں نے یہ کام شروع ہی کیا تھا کہ دفعتاً کمرے میں ایک آہٹ ہوئی اور میں چونک کر پلٹ پڑا۔ پھر میری آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں ایک پوری دیوار اپنی جگہ سے غائب ہو گئی تھی اور دیوار کے دوسری طرف ایک وسیع ہال مجھے نظر آ رہا تھا۔ ہال میں ایک کرسی پر ویل بی بیٹھا ہوا گہری نگاہ سے مجھے دیکھ رہا تھا اس کے چہرے پر گہری سنجیدگی کے آثار نظر آ رہے تھے۔

دفعتاً اس نے مجھے اشارہ کیا اور میں اس کے قریب پہنچ گیا۔

"کیا تلاش کر رہے تھے ؟" اس نے پوچھا۔

"میں صرف صفائی کر رہا تھا مسٹر ویل بی"

"جھوٹ مت بولو۔ دلیر لوگوں کی طرح بات کرو تم کون ہو میں جاننا چاہتا ہوں"

"مم۔ آپ کا ایک ادنیٰ ملازم ہوں جناب" میں نے کہا۔

"نہیں دوست۔ لوگوں کا خیال ہے کہ میں ایک بے خبر

ت مند ہوں جو اپنی اس رہائش گاہ کے حالات سے قطعی
نف رہتا ہے لیکن ایسا نہیں ہے میں ایک ایک فرد
گاہ رکھتا ہوں"

"میرے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے مسٹر ویلبی ؟"

"کسی خاص مقصد سے یہاں آئے ہو۔ ورنہ چہرے پر
ے اپ نہ ہوتا"

"میک اپ"

"ہاں عمدہ میک اپ ہے۔ لیکن میں خود ہر طرح کے
اپ کا ماہر ہوں اس لئے میں نے اندازہ لگا لیا"

"ہوں۔ اس کا مقصد ہے آپ سے کھل کر بات کرنا پڑے گی"

میں اس کی دعوت دیتا ہوں تمہیں"

میری اصلیت جاننے کے بعد آپ اس قدر پرسکون نہ
ں گے مسٹر ویلبی" میں نے کہا

ممکن ہے ایسا ہو۔ لیکن اگر ایسا ہوا بھی تو تم کیا کرو گے ؟"
میں آنا بے بس بھی نہیں ہوں، کم از کم تمہیں ضرور ختم
ا ہوں"

بہت بڑی بات کہی ہے تم نے۔ مجھے پسند بھی آئی ہے
ھیل رکھے ہوئے ہیں جن سے تم ناواقف ہو اس لئے
سے مار کھا سکتے ہو۔ لیکن میں تم سے وعدہ کرتا ہوں
یں سے کوئی چیز استعمال نہیں کروں گا اور صرف جسمانی
وں گا تم سے۔ لیکن ممکن ہے کہ اس کی ضرورت بھی
نئے اور میرے تمہارے درمیان کوئی مفاہمت ہو جائے"
ب۔ تمہارے لئے یہ کام مشکل ہوگا"
ن ہے مشکل نہ ہو"
سٹر ویلبی۔ سب سے پہلے میں تمہیں اپنا نام بتا دوں
کر تمہیں خوشی ہوگی"
اؤ"
ں خادم کو راجہ نواز اصغر کہتے ہیں۔ میں نے اس کے
نگاہ جماتے ہوئے کہا۔ ویلبی اچھل پڑا تھا۔ پھر وہ
بولا۔
مائی گاڈ۔ واقعی مجھے حیرت ہوئی۔ میں کچھ اور ہی سمجھا
یال تھا تم ان دوسرے پاگلوں میں سے ہو جو اپنے
ی موت کے بعد مجھ سے انتقام لینے کی کوششوں
ال رہتے ہیں۔ مگر تم۔ تم میرے خدا۔ تم یہاں

"لمبی کہانی ہے مسٹر ویلبی ! مجھے خوشی ہے کہ تم نے میرے نام سے اجنبیت کا اظہار نہیں کیا"

"ایک بات بتاؤ۔ یہاں کے بارے میں تمہیں کیسے معلوم ہوا ؟"

"کچھ کرم فرماؤں سے جن کی زندگی خطرے میں ڈالنا میرے لئے ممکن نہیں ہے"

"راجہ نواز اصغر ! میں نے تم سے کسی اجنبیت کا اظہار نہیں کیا کیونکہ تم کسی تعارف کے محتاج نہیں ہو۔ مجھ سے کیا چاہتے ہو ؟"

"زیبی کہاں ہے ۔؟"

"تمہاری بیوی ۔؟"

"ہیں !" میں نے جواب دیا۔

"وہ ترلوکا کی تحویل میں ہے"

"اسے تم نے اغوا کرایا تھا ؟"

"ہاں یہ ذمہ داری مجھے دی گئی تھی"

"مقصد ۔؟"

"تمہاری ترلوکا سے دشمنی۔ کیلی لاس میں ترلوکا کے ہیڈ کوارٹر کو تباہ کرنے میں تمہارا ہاتھ تھا۔ ترلوکا تمہیں سبق دینے کے لئے بے چین تھا"

"اور یہ سبق اس طرح دیا گیا"

"ہاں۔ تم تلملاتے پھر رہے ہو۔ نیویارک میں تمہاری ہنگامہ خیزیوں کی خبر ہمیں ملتی رہی تھیں لیکن یہ نہیں معلوم تھا کہ تم یہاں تک آ پہنچے ہو"

تب تمہاری معلومات نہایت ناقص ہیں۔ مارکوس ٹریڈرز پر پولیس ایڈ اور پھر اس کی تباہی ویکونا کی تباہی کے بارے میں تمہاری کیا معلومات ہیں ۔؟" میں نے کہا اور وہ حیران ہو گیا۔

"تو کیا۔ تو کیا ۔؟"

"ہاں۔ اور اس کے بعد جو کچھ ہوگا اس کا اندازہ تمہیں نہیں ہے ویلبی ! تمہیں زیبی کو اغوا کرنے کی سزا ملے گی۔ تمہیں بتانا ہوگا کہ ترلوکا کہاں ہے ۔؟"

"ترلوکا سان انتونیو کی پہاڑیوں میں مقیم ہے اس بار اس نے جس جگہ کا انتخاب کیا ہے وہاں پوری امریکی حکومت بھی نہیں پہنچ سکتی تمہاری اوقات ہی کیا ہے" ویلبی نے حقارت آمیز لہجے میں کہا۔

سان انتونیو۔ ٹھیک ہے مسٹر ویلبی۔ زیبی کو اغوا کرکے تم

نے اسے یہاں پہنچا دیا ہے اس سے تو بعد میں حساب کتاب ہو جائے گا۔ یہاں میں تمہارے لئے آیا ہوں۔"

"میرے لئے۔" ویلبی ہنسا "کم از کم میرے بارے میں مکمل معلومات تو حاصل کر لیتے۔ میں نے یہ تمام اپنی محنت سے حاصل کیا ہے مسٹر نواز اصغر، تمہارے بارے میں میں نے بہت کچھ سنا ہے آؤ حسرت پوری کر لو۔ میرے گھر میں مجھے سزا دو یہ تجربہ میرے لئے کافی دلچسپ رہے گا۔" ویلبی نے کہا۔

میں نے غور سے اسے دیکھا اور پھر گہری سانس لے کر بولا "ہاں مسٹر ویلبی۔ تمہارے بارے میں یہی سنا تھا کہ تم ایک نامی عفریت ہو جسے ناقابل تسخیر سمجھا جاتا ہے اس لئے ضروری ہے کہ تمہارا کھیل ختم کر دیا جائے۔"

حالانکہ کھیل میں ختم کرتا ہوں۔ لیکن یہ کھیل میں ختم نہیں کروں گا کیونکہ۔"

"ہاں کیونکہ۔؟"

"کیونکہ مجھے اس کی اجازت نہیں ہے۔"

"کوئی نئی سوجھی۔؟" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"تم احمق ہو راجہ نواز اصغر! مجھے تعجب ہے ترلوکا نے تمہیں اتنی اہمیت کیوں دی ہے۔"

"تفصیل بتا دو جان من! میں نے کون سی حماقت کی ہے۔"

میں موڈ میں ہوتا جا رہا تھا۔

"ترلوکا تمہیں قتل نہیں کرنا چاہتا۔"

"تو پھر۔؟"

"اگر وہ تمہیں قتل کرنا چاہتا تو کہیں بھی کسی بھی جگہ تمہارے بدن میں لاتعداد سوراخ کئے جا سکتے تھے۔"

"پھر وہ کیا چاہتا ہے۔؟"

"میں نہیں کہہ سکتا کیونکہ مجھے اس بارے میں کچھ نہیں معلوم لیکن چونکہ تم نے اس کے ایک ٹھکانے کو تباہ کیا ہے۔ اور اسے تمہاری وجہ سے کچھ پریشانیاں اٹھانی پڑی ہیں اس لئے شاید اس نے تمہارے بارے میں کچھ اور ہی سوچا ہے۔"

"وقت ضائع کر رہے ہو ویلبی! کسی کا انتظار ہے شاید۔" میں نے کہا اور ویلبی کا چہرہ سرخ ہو گیا۔ وہ میرے سامنے جھک گیا اس نے دونوں ہاتھ پھیلائے۔

میری نگاہیں بغور اس کا جائزہ لے رہی تھیں اور میں اندازہ لگا رہا تھا کہ وہ لڑائی بھڑائی کے فن سے کس حد تک واقف ہے۔ مجھے سدھے ہوئے بدن کا مالک تھا جو پینترے بدل رہا تھا وہ ماہرانہ تھے۔ گویا مقابلہ برابر کا ہوگا۔

دفعتاً اس نے اپنی جگہ سے چھلانگ لگائی کوئی اور ہوتا تو یقیناً اس چھلانگ سے غلط فہمی کا شکار ہو جاتا اور فوراً ہی پینترہ بدل لیتا کیونکہ اس کا اندازہ ایسا ہی تھا لیکن میں اس کی ٹانگوں کی جنبش سے اندازہ لگا چکا تھا کہ یہ چھلانگ صرف دھوکہ ہے دراصل وار اس کے بعد ہوگا۔ چنانچہ میں نے اپنی جگہ سے جنبش نہیں کی۔ وہ دوبارہ اور پھر تیسری بار اسی انداز میں اچھلا لیکن میں نے جنبش نہیں کی۔ البتہ چوتھی بار اس نے انداز بدل دیا اور میری طرف آیا اور اس بار میں نے اسے شاندار جواب دیا تھا۔ میں خود بھی اچھلا اور فضا میں ہمارے پاؤں وزنی ستونوں کی طرح ایک دوسرے سے ٹکرائے۔ ویلبی کو اس بار سنبھلنے کے لئے سخت محنت کرنی پڑی تھی کیونکہ اس نے وار کیا تھا اور اس کی قوت مدافعت کرنے کے لئے اطمینان بخش نہیں تھی۔ اس لئے اس کا چوٹ کھا جانا یقینی تھا لیکن جب وہ زمین پر گرا اور اس کا گرنا میرے لئے تسلی بخش ثابت نہ ہوا تو میں سنبھل گیا۔ یقیناً وہ عام قسم کا آدمی نہیں تھا حالانکہ اس سے قبل میں نے اسے عام سا آدمی سمجھا تھا اور یہ سوچا تھا کہ وہ لڑنے بھڑنے کے لئے بہت زیادہ موزوں نہیں ہے لیکن بعض لوگ ظاہری شخصیت سے جو نظر آتے ہیں باطن میں وہ نہیں ہوتے۔ ویلبی بے حد چست اور پھرتیلا تھا۔

چنانچہ اس نے اپنے آپ کو سنبھال لیا اور کھڑا ہو گیا البتہ اس کے ہونٹوں پر مجھے مسکراہٹ نظر آئی تھی۔

"گڈ۔ گڈ ویری گڈ۔ میں اپنا ارادہ بدلتا جا رہا ہوں۔"

"کیا مطلب مسٹر ویلبی؟" میں نے بھی دلچسپی سے پوچھا۔

بظاہر میرا اندازہ ایسا نہیں تھا جیسے میں اس سے جنگ کر رہا ہوں بلکہ یوں محسوس ہوتا تھا جیسے ہم دونوں کسی خاص قسم کے کھیل میں مصروف ہوں۔

"تم نے بہترین قوت مدافعت کا اظہار کیا ہے بے شک میں اس بات کی تعریف کئے بغیر نہیں رہوں گا کہ ان حملوں سے بچنا عام آدمی کے لئے ممکن نہیں ہے۔"

"چلو مسٹر ویلبی آجاؤ ہم دونوں کو تھوڑی سی پریکٹس اور کرنی ہے۔" میں نے ہاتھ ہلاتے ہوئے کہا اور ویلبی اپنے دونوں ہاتھ فضا میں گھما کر سیدھا ہو گیا اس نے کئی بار پینترے بدلے اور اپنی جگہ چھوڑ کر ادھر سے ادھر ٹہلنے لگا پھر اس

ے دفعتاً اپنے دونوں ہاتھ فضا میں گھمانا شروع کر دیئے اور ِنا میں ایک سنسناہٹ کی آواز پھیل گئی اس کے ہاتھ فولاد ا چھریاں محسوس ہو رہے تھے یوں لگ رہا تھا جیسے ہوا ان ے ٹکرا کر کٹ رہی ہو اور جب ویلبی ان ہاتھوں کو گھما کر آگے ہ آیا تو میں نے اپنے آپ کو ان سے بچانے کے لئے بھرپور بنش کی ہیں اس کی ایک جنبش پر نگاہ رکھ رہا تھا۔

دفعتاً اس نے مجھ پر حملہ کر دیا لیکن ہاتھوں کو گھمانے کے ماز سے میں سمجھ چکا تھا کہ وہ کس انداز میں مجھ پر حملہ کرے گا ۔لبی اس کا کوئی ایسا ہی شاندار جواب دینا چاہتا تھا کہ ویلبی لطف آجائے۔ چنانچہ جب ویلبی سامنے سے میری سمت لو دفعتاً میں سیدھا زمین پر لیٹ گیا اور لیٹنے کا یہ انداز ولی نہیں تھا میں نے اسے بڑی محنت سے سیکھا تھا یعنی ن پر نہ تو ہاتھ ٹکیں نہ بدن کا کوئی دوسرا حصہ۔ بلکہ صرف پاؤں ذریعے زمین تک آیا جائے اور اپنے آپ کو سنبھالے رکھا ئے۔

جب اس کے ہاتھوں کی پہنچ مجھ تک نہ ہوئی تو وہ بے ار آگے بڑھ آیا اور میرے لئے یہی موقع غنیمت تھا۔ میں ونوں پاؤں ویلبی کے پیروں میں پھنسائے اور ایک زوردار ٹ بدل کر اسے پلٹ دیا۔

لیکن ویلبی نے پھرتی سے زمین پر ہاتھ ٹکائے اور رے لمحے وہ ہاتھوں کے بل الٹا کھڑا ہو گیا یعنی اب اس ونوں پاؤں اوپر تھے اور ہاتھ نیچے تھے۔

یعنی وہ اگر یہ نہ کرتا تو بلاشبہ زمین پر جا پڑتا میں اس س فن کی تعریف کئے بنا نہ رہ سکا۔ اتنا خوبصورت مقابل ھے نہیں ملا تھا واقعی اس سے جنگ کرنے میں لطف آ رہا ر وہ ہاتھوں کے بل نہ کھڑا ہو جاتا تو میں نے اسے دو منٹ ں زیر کر لیا تھا۔

لیکن ہاتھوں کے بل کھڑے ہونے کے بعد اس نے ر قلابازی کھائی یعنی ہاتھوں کی ہتھیلیوں پر اچھلا اور ا کھڑا ہو گیا اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیلی ہوئی تھی گڈ ویری گڈ۔ واقعی راجہ نواز اصغر۔ راجہ نواز اصغر ہے ے کہا اور پھر آہستہ سے بولا۔

مگر تم بھی تو مجھ پر حملہ کرو۔ ابھی تک تم صرف حملے روک ہو۔"

مناسب وقت آنے دو مسٹر ویلبی کہیں تمہارے کوئی حسرت نہ رہ جائے میں تمہیں پورا پورا موقع دینا چاہتا ہوں۔" میں نے کہا اور ویلبی نے فوراً پینترا بدل لیا اس نے ایک چکر لگا کر فضا میں چھلانگ لگائی اور دونوں ٹانگیں میری طرف اچھال دیں۔ لیکن میں تو صرف اسے طرح دے رہا تھا میں دونوں ٹانگوں کے نیچے سے دوسری جانب نکل گیا۔

پھر میں نے پہلا وار اس کی گردن پر کر دیا۔ اس بار ویلبی بوکھلا گیا تھا وہ اپنے آپ کو سنبھالتا ہوا سامنے والی دیوار سے جا ٹکرایا لیکن اس نے دونوں ہاتھ دیوار سے ٹکرا دیئے تھے اور سانپ کی طرح پلٹ رہا تھا۔

اب اس کے چہرے کی مسکراہٹ کافور ہو گئی تھی ایک بار پھر اس نے کوشش کی لیکن میں نے پھر اسے ناکام بنا دیا اور اس کے بعد وہ میرے قریب آکر کھڑا ہو گیا اس کے چہرے پر عجیب سی کیفیت پھیلی ہوئی تھی۔ پھر اس نے آہستہ سے کہا۔

"ویری گڈ۔ اگر ہم دشمنوں کے انداز میں سامنے نہ آتے تو میں تم سے یہ داؤ سیکھنے کی کوشش کرتا۔"

"سیکھ لو سیکھ لو اب بھی کیا حرج ہے جہنم میں تمہارے کام آئے گا۔" میں نے کہا۔

"آؤ فاصلے گھٹائیں۔" اس نے کہا اور آہستہ آہستہ آگے بڑھنے لگا۔ میں نے اس کا یہ چیلنج بھی قبول کر لیا اور ہم دونوں کو ایک دوسرے کے ہاتھوں میں انگلیاں پھنسالیں۔ ویلبی کے ہونٹوں پر شیطانی مسکراہٹ پھیل گئی تھی وہ اپنے آپ کو اس سلسلے میں بہت طاقتور سمجھتا تھا اس نے بہت پھرتی سے میری انگلیاں موڑنے کی کوشش کی لیکن پنجہ کشی تو ہمارا خاندانی ورثہ ہے۔

سرزمین سرائے عالمگیر کے جوان زندگی کی کڑی دھوپ سے گزرتے ہیں اور ان کے فولادی ہاتھ ناقابل تسخیر ہوتے ہیں۔ میں وہ تو نہیں تھا لیکن میری رگوں میں دوڑنے والا خون سرزمین پنجاب سے تعلق رکھتا تھا۔

اور پنجاب کی قسم میں نے ویلبی کے دونوں ہاتھوں کو اس طرح موڑا کہ اس کے حلق سے چیخیں نکل گئیں۔ اسے امید نہیں تھی کہ وہ اس طرح میرے ہاتھوں میں آ پھنسے گا۔ میری انگلیاں اس کے ہاتھوں میں پیوست ہو گئی تھیں اور اب صرف ایک ہی کام ہو سکتا تھا کہ اس کے ہاتھ ناکارہ ہو جائیں۔ میں انہیں چھوڑنے پر آمادہ نہیں تھا۔ اس نے دفعتاً

میرے ہاتھوں کے وزن پر اُٹھ کر میرے پیٹ پر گھٹنا مارا یہ ضرب زوردار تھی لیکن میں اسے برداشت کر گیا اور جواب میں میرے حلق سے ایک غراہٹ نکلی میں نے اس کے دونوں ہاتھ اوپر اٹھائے اور پھر اس طرح انہیں اونچا کر دیا کہ وہ جوڑ کی طرف اونچے اٹھ گئے اور اس کے بعد میں نے ایک خوفناک جھٹکا دیا اور ڈیلبی کے حلق سے کٹے ہوئے بکرے کی سی آواز نکل گئی۔

اس کی دونوں کہنیاں ٹوٹ گئی تھیں اسے شاید موت کے بعد بھی اس بات کا افسوس رہا ہوگا کہ اس نے میرے ہاتھوں میں ہاتھ کیوں ڈالے تھے وہ بری طرح پلٹا اور نیچے گر پڑا۔

لیکن نیچے گرنا تکلیف کی وجہ سے نہیں تھا بلکہ اس بار بھی وہ چال چل گیا تھا اس نے دونوں پاؤں پوری قوت سے میری پنڈلیوں پر مارے اور اس بار میں اس کی ضرب سے نیچے گر پڑا تھا وہ پھرتی سے اٹھا اور بے اختیار اس دروازے کی جانب دوڑ پڑا جہاں سے باہر نکلا جا سکتا تھا۔

غالباً بازو ٹوٹ جانے کی وجہ سے وہ بے بس ہو چکا تھا اور اب اس میں لڑائی کی سکت نہیں تھی لیکن مجھے اس کے اس طرح بھاگ نکلنے کی امید نہیں تھی میں نے بھی ایک چھلانگ لگائی اور دروازے کے قریب پہنچ گیا۔ ڈیلبی ہاتھوں سے دروازہ نہیں کھول سکا تھا لیکن اس نے اپنے پیروں سے اس پھرتی سے دروازہ کھولا کہ میں حیران رہ گیا اور پھر دوسرے لمحے وہ باہر نکل گیا۔ اگلے لمحے میں بھی اس دروازے سے باہر تھا۔

ڈیلبی اس قدر برق رفتاری سے دوڑ رہا تھا پھر وہ اس بڑے ہال میں گھس گیا جہاں میں پہلی بار اس سے ملاقات کی تھی اس نے دروازہ بھی اس پھرتی سے بند کیا تھا یقیناً وہ اب اپنی جان بچانے کے چکر میں تھا لیکن میں اسے کوئی موقع نہیں دینا چاہتا تھا چنانچہ میں ادھر ادھر دیکھنے لگا۔ مجھے ایک چوڑا روشندان نظر آیا تھا اس تک پہنچنا خاصا مشکل کام تھا۔

بہرطور میں اس روشندان تک پہنچنے میں کامیاب ہو ہی گیا اور میں نے وہیں سے ڈیلبی کو دیکھا وہ ہال کے اندر موجود تھا اور بڑی بے چینی سے اپنے ہاتھوں کو جنبش دے رہا تھا۔ لیکن اس کے دونوں ہاتھ ٹوٹ چکے تھے اور اس طرح جھول رہے تھے کہ اب انہیں سنبھالنا اس کے لئے مشکل تھا۔

میں روشندان سے اندر کود گیا اور ڈیلبی خوفناک نگا[ہوں] سے مجھے دیکھنے لگا اس حال میں شاید وہ اضطراری کیف[یت] ہی میں گھس آیا تھا ورنہ یہ جگہ اس کے لئے مناسب ن[ہیں] تھی میں بند دروازہ کے سامنے آ جما۔

وکٹر ڈیلبی متوحش نگاہوں سے ادھر ادھر دیکھ [رہا] بھاگنے کی کوئی راہ اس کے سامنے نہیں تھی پھر اس [نے] ہوئی آواز میں کہا۔

"سنو۔ سنو۔ بات سنو۔ مذاق ہی مذاق میں کھیل ملبا ہو گیا تم نے میرے دونوں ہاتھ ناکارہ کر دیئے ہیں تمہیں خود سے برتر تسلیم کرتا ہوں لیکن اب یہ کھیل ختم کر[و]"

"ہاں۔ مسٹر ڈیلبی کھیل ختم ہی کرتا چلا آیا ہوں میں تک ترلوکا تک براہ راست پہنچنے کا طریقہ بتاؤ مجھے۔"

"میں۔ میں تمہیں اس تک لے چلوں گا لیکن وہاں تم کیا کرو گے۔؟"

"مجھے اپنی بیوی کی تلاش ہے۔"

"ترلوکا نے اسے اپنے لئے ایک چیلنج بنا لیا ہے آسانی سے تمہاری بیوی تمہیں واپس نہیں کرے گا۔"

"میں اس مشکل کو آسان بناؤں گا مسٹر ڈیلبی فی الح[ال] تمہیں رخصت کرنا ہے۔"

"سنو۔ سنو مجھے ہلاک نہ کرو۔ میں اس وقت بے بس ہوں مجھے موقع دو کہ میں تمہارے لئے کچھ کر سکوں۔"

بہتر یہ ہوگا کہ اب تم اپنی روحانی قوتیں استعمال کر[و] کے بعد سنا ہے کہ روحانی قوتیں بڑھ جاتی ہیں" میں اس طرف بڑھتا ہوا بولا۔ میری آنکھوں میں خون جھلک [رہا] تھا۔ ڈیلبی کو چھوڑ دینے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔ [میں] جانتا تھا کہ وہ سانپ ہے اور سانپ کی فطرت ڈسنا [ہے] وہ مجھے ضرور ڈس لے گا۔ ترلوکا پہلے سے زیادہ ہوشیار ہو [جائے] گا اور پھر اس چیلنج کو پورا کرنا بھی میرے لئے ضروری تھا۔

چنانچہ میں نے آگے بڑھ کر ڈیلبی پر حملہ کر دیا اس [نے] اب بھی اپنے پیروں کو استعمال کرنا چاہا اور میں اس با[ت] کی داد دیئے بغیر نہ رہ سکا کہ ٹوٹے ہوئے ہاتھوں والا یہ [شخص] پیروں سے اپنی بہترین مدافعت کر رہا تھا۔

بلاشبہ وہ اپنے فن کا ماہر تھا لیکن مجھ پر خون سوار [تھا] میں بھلا اسے کہاں چھوڑ سکتا تھا چنانچہ میں نے بالآخر اسے

پکڑ لیا اور اس کے بعد میں نے وکٹر ڈیلبی کے نرخرے پر اپنے انگوٹھے جما دیئے۔ میں اس کی گردن دبا رہا تھا اور ڈیلبی کی آنکھیں اور زبان باہر نکلی چلی آ رہی تھی۔ اس کے ہاتھ تو مدافعت کے لئے بالکل ناکارہ تھے۔

چنانچہ تھوڑی دیر کے بعد وہ سرد ہو گیا وہ مر چکا تھا وکٹر ڈیلبی کی موت یقینی طور پر لاس اینجلس کے لئے ایک عجیب و غریب حادثہ ہوگی۔

لیکن بہرطور میرے لئے یہ سب کچھ ضروری تھا میں یہ کرنے کا دل سے خواہش مند تھا۔ اسے ہلاک کرنے کے بعد اب چیسٹر میلو میں میرا رکنا بے سود تھا۔ یہاں میرے کچھ دوست بھی تھے جن کی مدد سے مجھے یہاں پہنچنا نصیب ہوا تھا لیکن جذباتی حماقتیں اب میرے لئے ضروری نہیں تھیں ان سے ملنا ضروری نہیں تھا۔ بہتر یہ تھا کہ چیسٹر میلو سے نکل جاؤں۔

پہلا مسئلہ وکٹر ڈیلبی کی رہائش گاہ سے نکلنے کا تھا میں نے واپس پلٹ کر دروازہ کھولا اور باہر نکل آیا۔ راہداری سنسان تھی۔ پہلے میں راہداری میں کوئی نہیں تھا کیونکہ یہ خاص ڈیلبی کا علاقہ تھا اس لئے لوگ یہاں آتے ہوئے کتراتے تھے کافی دیر تک میں ڈیلبی کی اس رہائش گاہ میں چکراتا رہا۔

نکلنے کے لئے کوئی مناسب موقع دیکھ رہا تھا اور پھر جونہی مجھے موقع ملا میں خاموشی سے باہر نکل آیا۔ تھوڑی دیر کے بعد میں ڈیلبی کی رہائش گاہ کے احاطے میں تھا یہاں کاریں کھڑی ہوتی تھیں۔ چونکہ میں یہاں ایک خاص آدمی کی حیثیت سے روشناس ہو چکا تھا اس لئے مجھ پر زیادہ نگاہ نہیں رکھی جاتی تھی۔

میں ان کاروں میں ایک ایسی کار تلاش کرنے لگا جس میں چابی لگی ہوئی ہو۔ لیکن ایسی کوئی کار یہاں موجود نہیں تھی دفعتاً ایک شخص میرے قریب پہنچ گیا یہ ڈرائیور کی وردی میں تھا اس نے بغور مجھے دیکھتے ہوئے کہا۔

"کیا تلاش کر رہے ہو۔؟"

"مجھے کار چاہیئے۔" میں نے کہا

"کیا مطلب۔؟"

"مسٹر ڈیلبی نے ایک ضروری کام میرے سپرد کیا ہے انہوں نے کہا ہے کہ کوئی بھی کار لے کر میں نکل جاؤں۔"

"کار تو میری بھی ہے اگر تم چاہو تو میں تمہیں تمہاری مطلوبہ جگہ لے جا سکتا ہوں۔"

"جلدی چلو مسٹر ڈیلبی نے ایک اہم کام میرے سپرد کیا ہے" میں نے اس شخص سے کہا اور باوردی شخص نے جیب سے جلدی سے چابی نکال کر کار کا دروازہ کھول دیا۔ پھر وہ اسٹیئرنگ پر آ بیٹھا۔ میں جلدی سے عقبی دروازہ کھول کر پیچھے بیٹھ گیا تھا۔

"کہاں چلنا ہے۔؟"

"شہر" میں نے جواب دیا اور کار اسٹارٹ ہو کر چل پڑی یہ جاننے کی کوشش نہیں کی تھی اس نے کہ میں کہاں جا رہا ہوں اور مسٹر ڈیلبی نے کیا کام میرے سپرد کیا ہے۔ کار برق رفتاری سے چیسٹر میلو سے لاس اینجلس کی طرف بڑھ گئی تھی اور میں دل ہی دل میں خوش تھا کہ میں نے ایک اہم کام سرانجام دے دیا تھا۔ کار جب ایک ایسی ہی سنسان جگہ پہنچی جہاں میں اپنا کام کر سکتا تھا تو دفعتاً میں نے ڈرائیور کو مخاطب کر کے کہا...

"مسٹر"

"جناب کیا بات ہے۔"

"براہ کرم ذرا کار روکو۔"

"کوئی خاص بات ہے۔؟"

"ہاں۔ میں ذرا جھاڑیوں کی سمت جاؤں گا۔ میں نے ایک مخصوص اشارہ کرتے ہوئے کہا اور اس نے کار سڑک کے کنارے کر کے روک دی۔ جیسے ہی اس نے بریک لگا کر کار کا انجن بند کیا میں نے دفعتاً پچھلی سیٹ سے آگے بڑھ کے اس کی گردن دونوں ہاتھوں میں دبوچ لی۔

اور پھر اس شخص کو بھی اپنی زندگی سے ہاتھ دھونے پڑے تھے۔ میں نے اسے ہلاک کرنے کے بعد ڈرائیونگ سیٹ کے برابر کا دروازہ کھولا اور پھر اسے ہاتھوں میں اٹھائے ہوئے ان جھاڑیوں کی طرف چل پڑا جن کی طرف میں نے اسے اشارہ کیا تھا اور چند لمحات کے بعد میں نے اسے جھاڑیوں میں اچھال دیا۔ اب کار میں بیٹھ کر شہر تک آنے میں مجھے کوئی دقت نہیں پیش آ سکتی تھی چنانچہ میں نے کار اسٹارٹ کی اور برق رفتاری سے چل پڑا۔

ڈیلبی کی موت کے بارے میں متعدد خیالات ذہن میں آ رہے تھے دل چاہ رہا تھا کہ کس طرح بینیڑا اور مسٹر پاڈل کو اس بارے میں اطلاع دوں لیکن یہ دونوں حضرات بہت خطرناک ثابت ہو سکتے تھے اب میرے لئے اور پھر انسپکٹر پاڈل کے بارے میں میں نہیں کہہ سکتا تھا کہ اس کے ذہن

میں کیا ہے۔ میں ایک خطرناک مجرم تھا۔ قتل کئے تھے میں نے جیل سے بھاگا ہوا تھا۔ پاؤل نے بے شک مجھے اس بات کا موقع دیا تھا کہ میں ڈیلبی کے خلاف کام کروں اور یہاں سے منشیات کی اسمگلنگ کا سلسلہ ختم کردوں۔

لیکن یہ کام ختم کرنے کے بعد وہ نہایت معذرت کے ساتھ مجھ سے کہے گا کہ وہ قانون سے مجبور ہے اور مجھے نہیں چھوڑ سکتا۔

میں ان تمام جھگڑوں میں نہیں پڑنا چاہتا تھا سان انتونیو کے بارے میں مجھے معلوم ہو چکا تھا کہ کم از کم میں اپنے اس مشن کو نامکمل نہیں کہہ سکتا تھا۔ سان انتونیو کی پہاڑیوں میں ترلوکا کو تلاش کرنا اب میرے لئے ضروری ہو گیا تھا۔

وکٹر ڈیلبی کو اس بات کی امید نہیں تھی کہ وہ میرے ہاتھوں مارا جائے گا اس لئے اس نے جوش میں آکر مجھے یہ بات بتا دی تھی کہ ترلوکا سان انتونیو کی پہاڑیوں میں موجود ہے لیکن اب یہ اطلاع میرے لئے نہایت کارآمد تھی اور میں اپنی پہلی فرصت میں سان انتونیو جانا چاہتا تھا۔

تھوڑی دیر کے بعد میں شہر میں داخل ہو گیا۔ کار کو اس جگہ تک لے جانے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا جہاں میری رہائش گاہ تھی۔ مجھے مسٹر کومبی کے اس مکان پر جانا تھا جہاں میں مقیم تھا۔ کار چھوڑنے کے بعد میں کافی دور تک پیدل چلتا رہا اور پھر میں نے ایک ٹیکسی روکی اور اس میں بیٹھ کر اس جگہ چل پڑا جہاں مسٹر کومبی کا مکان تھا۔

مکان کی کیفیت حسب معمول تھی۔ ملازم اپنے اپنے کاموں میں مصروف تھے۔ مسٹر کومبی یہاں موجود نہیں تھے میں اینی برگ کے کمرے کی جانب چل پڑا اس سے ملنا چاہتا تھا ویسے ہیڈن برگ نے جس طرح میری رہنمائی مسٹر ڈیلبی تک کی تھی اس کے لئے میں اس کا شکر گزار تھا اور اب اینی برگ کو چھوڑ دینا برا نہیں تھا چونکہ ڈیلبی ہلاک ہو چکا تھا۔

ہاں اگر مسٹر کومبی ہیڈن برگ کو بھی ہلاک کر دینا چاہتے تھے تو پھر دوسری بات تھی لیکن اس کے لئے ان سے کم از کم مشورہ کر لینا ضروری تھا۔ اینی برگ کے کمرے کا دروازہ کھلا ہوا تھا یہ دیکھ کر مجھے حیرت ہوئی۔

کمرے میں داخل ہوا تو اینی برگ موجود نہیں تھا بہت ہی حیرت ہوئی تھی مجھے اس بات پر۔ کیا مسٹر کومبی نے اینی برگ کو چھوڑ دیا یا اینی برگ خود ہی نکل گئی۔ میں نے کچھ ملازموں کو بلایا اور ان سے این کے بارے میں پوچھا۔

"سر وہ مسٹر کومبی کے ساتھ ہی کہیں چلی گئی تھیں۔"

"کہاں۔؟"

"ہمیں نہیں معلوم۔"

"اوہ اچھا اچھا" میں نے کہا اور اپنے کمرے میں آگیا یہاں سے میں نے مسٹر کومبی کو ان کے آفس ٹیلی فون کیا دفتر پر مسٹر کومبی سے رابطہ قائم ہو گیا تھا میری آواز سن کر انہوں نے حیرت سے کہا۔

"اوہ۔ واپس آگئے مسٹر فرنینڈس۔؟"

"ہاں۔"

"کیا رہا۔؟"

"کیا آپ سے ملاقات نہیں ہو سکتی مسٹر کومبی۔؟"

"کیوں نہیں ہو سکتی جہاں کہو وہاں آجاؤں۔"

"بہتر ہے یہیں آجائیں۔"

"مگر فون پر مجھے کچھ تو بتا دو تمہیں کامیابی ہوئی یا نہیں۔"

"ہاں۔ میں کامیاب ہو گیا ہوں۔"

اوہ۔ گڈ ویری گڈ۔ ویری گڈ۔ مسٹر کومبی کا لہجہ عجیب سا تھا جس پر میں نے اس وقت غور نہیں کیا تھا۔

بہر حال تھوڑی دیر کے بعد مسٹر کومبی وہاں پہنچ گئے بہت ہی بدحواس نظر آرہے تھے چہرے پر سخت تجسس اور جوش کے آثار تھے میرے کمرے میں داخل ہوئے اور دروازہ اندر سے بند کر لیا پھر وہ متجسس نگاہوں سے چاروں طرف دیکھنے لگے اور پھر انہوں نے آہستہ سے پوچھا۔

"تم چیسٹر میلو گئے تھے۔؟"

"ہاں۔ وہیں گیا تھا میں آپ کو بتا دیا تھا میں نے۔"

"ہاں۔ وہ تو بتا دیا تھا لیکن۔ لیکن کامیابی کے بارے میں کیا بات ہے کیا رپورٹ ہے۔؟"

"میں نے وکٹر ڈیلبی کو قتل کر دیا۔" میں نے جواب دیا اور مسٹر کومبی جیسے سکتے میں رہ گئے۔

"کیا واقعی۔؟" تھوڑی دیر کے بعد انہوں نے پوچھا۔

"میں جھوٹ نہیں بولتا مسٹر کومبی! میں نے آپ کے بدترین دشمن کو قتل کر دیا۔ میں نے اس کے ہاتھ توڑ دیئے اور اسے ایسی موت مارا کہ موت کے بعد بھی اسے افسوس رہے گا۔"

"مگر تم۔ مگر تم وہاں تک پہنچے کس طرح۔؟"

"بس یوں سمجھ لیجئے کہ جدوجہد کبھی مایوس نہیں کرتی۔"

"ہاں۔ اس میں کوئی شک نہیں ہے۔" مسٹر کومبی اڑے اڑے سے لہجے میں بولے اور پھر وہ مجھ سے وکٹر ڈیلبی کی موت کے بارے میں تفصیلات معلوم کرنے لگے۔ میں نے انہیں پوری کہانی سنا دی تھی۔ مسٹر کومبی کے چہرے سے یہ اندازہ نہیں ہوتا تھا کہ وہ خوش ہیں کہ ناخوش۔ لیکن بہر طور میں جانتا تھا کہ انہیں اس بات سے خوشی ہوئی ہوگی۔ ذرا غیر جذباتی قسم کے آدمی تھے کسی بھی بات پر پُرجوش نہیں ہوتے تھے یہ ساری باتیں کرنے کے بعد میں نے ان سے پوچھا۔

"آپ نے اینی برگ کو کہاں چھوڑ دیا۔"

"میں نے اسے اس کے باپ ہیڈن برگ کے پاس واپس پہنچا دیا۔"

"کیوں اتنی جلدی کیوں۔؟"

"اس لئے کہ ہیڈن برگ اپنا کام کر چکا تھا۔"

"کیا یہ بات عجیب نہیں ہے مسٹر کومبی۔؟"

"میرا خیال ہے عجیب نہیں ہے کیا تم اسے رکھنا چاہتے تھے۔؟" مسٹر کومبی نے سوال کیا۔

"ہاں۔ ابھی اس سلسلے میں سوال کرنا ضروری تھا۔" میں نے کہا۔

"اب کیا معلوم کرنا چاہتے تھے۔؟"

"ترلوکا کے بارے میں۔" میں نے کہا

"ترلوکا کے بارے میں کیا معلوم کرنا چاہتے تھے۔؟"

"بس ہیڈن برگ اس سلسلے میں ہماری کیا مدد کر سکتا تھا۔ یہی اس سے پوچھنا تھا لیکن بہر طور مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے اگر آپ نے اپنے طور پر کوئی کام کر لیا ہے تو بھلا مجھے اعتراض کا کیا حق پہنچتا ہے۔" میں نے جواب دیا۔

"تم نے مجھے ایک ایسی خبر سنائی ہے کہ میں بدحواس ہو گیا ہوں۔" مسٹر کومبی پیشانی ملتے ہوئے بولے۔

"کیا آپ کی یہ خواہش نہیں تھی مسٹر کومبی۔؟"

"بے شک تھی لیکن۔ لیکن تمہاری کامیابی پر۔ تمہاری کامیابی پر۔ میں کچھ نروس سا ہو گیا ہوں۔"

"نا صرف یہیں تک مسٹر کومبی بلکہ میں مسٹر ڈیلبی کی زبان تک کھلوانے میں کامیاب ہو گیا تھا۔"

"کیا مطلب۔؟"

"مجھے علم ہو چکا ہے کہ ترلوکا سان انتونیو کی پہاڑیوں میں موجود ہے اور اس بار اس نے اپنا یہ اڈا بنایا ہے۔" میں نے جواب دیا اور مسٹر کومبی کا چہرہ ایک دم سُرخ ہو گیا وہ عجیب سے انداز میں مجھے دیکھ رہے تھے اور پھر آہستہ سے بولے۔

"میرے خدا، میرے خدا۔ لاجواب تمہاری معلومات کا کوئی جواب نہیں ہے۔ آخر تم نے اس شخص کی زبان کس طرح کھلوائی وہ ایسا انسان تو نہیں تھا جتنی آسانی سے اس نے تمہارے سامنے یہ سب کچھ اگل دیا۔"

"یہ میرا اپنا کام تھا مسٹر کومبی! بہر طور اب ترلوکا کے بارے میں ہم جان چکے ہیں اور ہمارا کھیل یہیں پر ختم نہیں ہوتا مسٹر کومبی آپ کو مزید محنت کرنا ہوگی اپنا انتقام لینے کے لئے آپ کو میرا ساتھ دینا پڑے گا۔"

"میں خلوص دل سے تیار ہوں راجہ نواز اصغر میں خلوص دل سے تیار ہوں واقعی تم نے مجھے حیران کر دیا ہے۔" مسٹر کومبی نے جواب دیا کافی دیر تک ہم لوگ ساتھ ساتھ بیٹھے رہے مسٹر کومبی مجھ سے اسی موضوع پہ باتیں کرتے رہے تھے میں نے ان سے اینی برگ کی واپسی کے بارے میں تفصیلات معلوم کیں اور مسٹر کومبی مجھے تفصیلات بتانے لگے۔ میں نے اس بات پر کسی حیرت کا اظہار نہیں کیا تھا۔ بہر طور تھوڑی دیر کے بعد مسٹر کومبی نے مجھ سے واپسی کی اجازت مانگی اور کہنے لگے۔

"میرے خیال میں تم اب آرام کرو۔ یا کوئی اور پروگرام ہے۔؟"

"نہیں کوئی پروگرام نہیں ہے۔"

"پھر میں چلتا ہوں کچھ ضروری کام رہتے ہیں۔؟"

"او کے مسٹر کومبی!" میں نے جواب دیا اور پھر میں انہیں رخصت کرنے دروازے تک آیا تھا۔

شام تک سوتا رہا تھا تقریباً چھ بجے جاگا غسل کیا اور پھر باہر نکل کر ایک ملازم کو پکارا۔

"جناب عالی۔"

"چائے کے ساتھ کوئی ہلکی پھلکی چیز۔ مسٹر کومبی نے تو فون نہیں کیا۔؟"

"کیا تھا جناب۔"

"کوئی پیغام میرے لئے۔"

"نہیں بس آپ کے بارے میں پوچھا تھا اور ہمیں ہدایت کی تھی کہ انہیں آرام سے سونے دیا جائے۔ رات کا کھانا وہ آپ کے ساتھ ہی کھائیں گے۔"

"جاؤ۔ چائے لگا دو۔" میں نے کہا اور ملازم نے چائے لگا دی ساڑھے آٹھ بجے مسٹر کومبی آگئے تھے۔

"ہیلو فرینڈس!"

"ہیلو مسٹر کومبی!"

"خوب آرام کیا، تھکن اتر گئی ہوگی!"

"ہاں!"

"شہر کی پوزیشن معلوم ہے۔؟"

"کوئی خاص بات!"

"ہاں مسٹر وکٹر ویلبی کی موت کی اطلاع پولیس کو دے دی گئی ہے۔ اخبارات نے راجہ نواز اصغر کے بارے میں بہت کچھ لکھا ہے شام کے اخبارات بہت سنسنی خیز ہیں!"

"اوہ۔ اخبارات کو نواز اصغر کے بارے میں اطلاع کیسے مل گئی!"

"پولیس آفیسر مسٹر باؤل نے بیان دیا ہے۔ انہوں نے تم سے اپیل بھی کی ہے کہ وہ جہاں بھی ہو ان سے ملاقات کرے۔ یہ بہت ضروری ہے!" مسٹر کومبی نے کہا۔

"خوب۔ مسٹر باؤل کو اپنی خیریت بھی خطرے میں نظر آ رہی ہوگی!"

"وہ کیوں۔؟"

"ظاہر ہے وہ بھی اس قاتل کا ساتھ دے چکے ہیں انہیں خدشہ ہوگا کہ میں کسی اور کے ہاتھوں گرفتار ہو کر کہیں ان کے بارے میں تفصیلی بیان نہ دے دوں!"

"اوہ۔ یہ معاملہ ہے!"

"آپ کا کیا خیال ہے۔؟"

"ہاں اس بات کے امکانات تو ہیں، پھر تمہارا کیا خیال ہے اس بارے میں؟" مسٹر کومبی نے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"احمق ہیں وہ لوگ۔ میرا مشن اتنا مختصر تو نہیں ہے۔ ابھی مجھے بہت کچھ کرنا ہے!"

"یقیناً!" مسٹر کومبی نے کہا اور بولے "میرا خیال ہے اب ہمیں آئندہ کا طریقہ کار تعین کر لینا چاہیئے!"

"کس سلسلے میں!"

"تم سان انتونیو جانے کا ارادہ رکھتے ہو نا۔"

"ہاں مسٹر کومبی۔ میری زندگی کا تو اب ایک ہی مقصد ہے!" میں نے گہری سانس لے کر کہا۔

"لیکن وہاں تک پہنچنے کے لئے کیا طریقہ کار اختیار کرو گے؟"

"مجھے معلومات حاصل کرنا ہوں گی انتظامات کرنے ہوں گے اس کے بعد ہی فیصلہ کیا جا سکتا ہے!"

"میں نے کچھ اور ہی سوچا ہے!"

"کیا۔؟"

"میں تمہیں آسانی سے سان انتونیو پہنچا سکتا ہوں!"

"وہ کیسے مسٹر کومبی!" میں نے سوال کیا۔

"میں نے ایک شخصیت کو رات کے کھانے پہ مدعو کیا ہے وہ اس سلسلے میں ہمارے لئے بے حد کار آمد ہوگی!"

"کون ہے وہ۔؟"

"تمہارے لئے اجنبی نہیں ہے ملاقات کرو گے تو حیران رہ جاؤ گے!" مسٹر کومبی نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"آپ سسپنس پیدا کر رہے ہیں مسٹر کومبی!"

"بات اتنی ہی دلچسپ ہوگی تمہارے لئے کہ مجھے لطف آئے گا جب تم اس شخصیت کو دیکھو گے!"

"کیا میں اس سے پہلے بھی مل چکا ہوں؟"

"بہت اچھی طرح!"

"ٹھیک ہے، اگر آپ بچوں کی طرح کھیلنا چاہتے ہیں تو مجھے اس پر کوئی اعتراض نہیں ہے مسٹر کومبی، کیونکہ بڑی سے بڑی شخصیت بعض اوقات بچوں کی سی حرکتیں کرتی ہیں!"

"بھئی دراصل میں تمہارے اس کارنامے پر اس قدر خوش ہوں کہ بے اختیار میرا دل قہقہے لگانے کو چاہتا ہے تم شاید اس بات پر یقین نہ کرو کہ مجھے ویلبی کی موت سے کتنی خوشی ہوئی ہے اور بات صرف میری نہیں ہے، مقامی پولیس اور انتظامیہ کے اہم ترین عہدے داران اس بات پر دل ہی دل میں بے پناہ خوش ہیں کہ ویلبی جیسے عفریت سے انہیں نجات مل گئی۔ یہاں کون نہیں جانتا تھا کہ منشیات کی اس زبردست اسمگلنگ کے پیچھے کس کا ہاتھ ہے، لیکن وکٹر ویلبی نے اس طرح اپنے پنجے حکومت میں گاڑ رکھے تھے کہ کوئی اس کا نام بھی نہیں لے سکتا تھا۔ اس سلسلے میں بڑے بڑے لوگوں نے کوششیں کیں اور فنا ہو گئے۔ گو مسٹر ویلبی کو ایک بہت بڑے صنعت کار اور تاجر کی حیثیت سے اہمیت دی جاتی تھی، لیکن انتظامیہ کے وہ نیک نفس عہدے دار جو منشیات کی اسمگلنگ کے خاتمے کی خواہش رکھتے تھے، اس سلسلے میں بے بس تھے اور انہیں اب اس بات پر بے پناہ خوشی ہوگی کہ ویلبی جیسا خطرناک شخص فنا ہو گیا۔ باقی رہی اس کے گروہ کی بات تو وہ کوئی ایسی بات نہیں ہے انتظامیہ اس سے نمٹ لے گی بلکہ میں تمہیں بتا دوں جگہ جگہ چھاپے مارے جا رہے ہیں اور

منشیات کے ذخیرے پکڑے گئے ہیں کیونکہ اس بات کا علم تو انتظامیہ کو تھا کہ سپلائی کہاں کہاں سے ہوتی ہے اور جس قدر المناک واقع رونما ہوئے ہیں، وہ کس کے ذمے ہیں لیکن بس ہاتھ ڈالتے ہوئے سب ہی گھبراتے تھے جانتے تھے کہ ویلبی کی دشمنی کس قدر مہلک ہوگی ان کے لئے اس لئے کسی نے کوشش نہیں کی تھی۔ ویلبی کی موت کے فوراً بعد سب ہی مصروف عمل ہو گئے، میں تو انسپکٹر باؤل اور پینٹر کے بارے میں بھی یہی کہتا ہوں کہ اگر ان کی تم سے ملاقات ہو تو شاید وہ تمہارا شکریہ ادا کرنے سے گریز نہیں کریں گے۔ یہ دوسری بات ہے کہ ایک قاتل کی حیثیت سے وہ دوبارہ تمہیں گرفتار کر لیں۔ قانون اپنی جگہ اور شکر گزاری اپنی جگہ۔ مسٹر ویلبی نے کہا اور ہنس پڑے۔

اس وقت باہر سے ملازم نے آکر اطلاع دی کہ معزز مہمان پہنچ گئے ہیں۔ مسٹر کومبی نے گردن ہلائی اور ملازم کو ہدایت کی کہ مہمانوں کو آرام سے بٹھایا جائے۔ ملازم فوراً ہی واپس پلٹ گیا تھا، اس کے جانے کے بعد مسٹر کومبی نے مجھ سے کہا۔

"آؤ اب ہم اپنے مہمانوں سے ملتے ہیں!" میں ان کے ساتھ اٹھ گیا۔ مسٹر کومبی ڈرائنگ روم میں جانے کی بجائے ایک مخصوص کمرے کی طرف چل پڑے تھے۔ میں نے ان سے پوچھا۔

"اس طرف کہاں؟"

"وہ لوگ وہیں بیٹھے ہوں گے، چونکہ ہماری یہ نشست خاص پرائیویٹ ہے اس لئے میں نے ملازموں کو حکم دے دیا تھا کہ مہمانوں کو اسی جگہ بٹھایا جائے!"

مسٹر کومبی کی اس بات پر میں نے زیادہ توجہ نہ دی اور ان کے ساتھ اس اندرونی کمرے میں داخل ہو گیا جو زیادہ کشادہ نہیں تھا لیکن جسے میں دیکھ چکا تھا۔

مسٹر کومبی نے کمرے کا دروازہ کھولا اور مجھے اندر چلنے کا اشارہ کیا، میں اندر چلا گیا لیکن واقعی مسٹر کومبی نے جو کچھ کہا تھا وہ درست ہی کہا تھا۔ ان مہمانوں میں سے ایک کو دیکھ کر کم از کم میری آنکھیں حیرت سے پھٹی کی پھٹی رہ گئی تھیں مجھے اپنی بصارت پر یقین نہیں آ رہا تھا یہ کیسے ممکن ہے بھلا یہ کیسے ممکن ہے!

وہ اینی برگ تھی، ہاں وہی معصوم لڑکی جسے مسٹر کومبی نے یرغمال بنا رکھا تھا اس کے ساتھ ہی ایک بھاری جبڑوں والا ایک پستہ قامت آدمی تھا جو عمدہ سوٹ میں ملبوس تھا دونوں مجھے دیکھ کر کھڑے ہو گئے، میں نے پلٹ کر مسٹر کومبی کی طرف دیکھا اور مسٹر کومبی مسکرانے لگے۔

"ہاں یہ اینیتا برگ ہیں، تم انہیں اینی برگ کہہ سکتے ہو اور یہ مسٹر ہیڈن برگ ہیں، وہی جن سے تم گفتگو کرتے رہے ہو!"

"ہیلو!" ہیڈن برگ نے گردن خم کر کے کہا۔

"ہیلو!" میں چکرائے ہوئے انداز میں بولا اور پھر میں نے آگے قدم بڑھا دیئے، وہ ایک میز کے گرد بیٹھے ہوئے تھے۔ مسٹر کومبی نے میرے لئے کرسی گھسیٹی اور میں اس پر بیٹھ گیا، لیکن میرا ذہن اس وقت واقعی کام کرنا چھوڑ چکا تھا سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ یہ کیا قصہ ہے تب مسٹر کومبی نے کہا۔

"کیوں مسٹر فرینڈس یا راجہ نواز اصغر آپ کو ان دونوں مہمانوں کو دیکھ کر حیرت نہیں ہوئی۔؟"

"یہ کھیل میری سمجھ میں واقعی نہیں آسکا مسٹر کومبی!" میں نے بوکھلائے ہوئے انداز میں کہا۔

"ہم آپ کو سمجھا دیں گے مسٹر راجہ نواز اصغر، مکمل طور پر سمجھا دیں گے!" مسٹر کومبی بولے اور پھر انہوں نے ہیڈن برگ کی طرف رخ کر کے کہا۔

"کیا خیال ہے مسٹر ہیڈن برگ کھانا کھا لیا جائے یا ابھی آپ گفتگو کرنا پسند کریں گے۔؟"

"ہماری گفتگو اب کھانے کی میز پہ ہی ہو تو زیادہ بہتر ہے اینی کہتی ہے کہ اسے بھوک لگ رہی ہے!" مسٹر ہیڈن برگ نے کہا۔

"لیکن میں پہلے اس بارے میں تفصیل جاننا چاہتا ہوں مسٹر کومبی!"

"فکر نہ کرو ڈیئر! ساری تفصیل تمہیں معلوم ہو جائے گی اور وہ تمہارے لئے غیر دلچسپ نہیں ہوگی!" مسٹر کومبی نے کہا۔

"نہیں مسٹر کومبی ان تمام معاملات میں پہلی بار آپ کی پوزیشن میری نگاہوں میں مشکوک ہوئی ہے اور جب تک میرا ذہن آپ کی طرف سے صاف نہیں ہو جائے گا کچھ اور نہیں کہا جا سکتا!" میں نے کہا اور مسٹر کومبی عجیب سے انداز میں مجھے دیکھنے لگے۔ پھر وہ گہری سانس لے کر بولے۔

"ٹھیک ہے جیسا آپ پسند کریں مسٹر نواز اصغر! کیا معلوم کرنا چاہتے ہیں آپ؟"

"اینی برگ آپ کی قیدی تھیں اور مسٹر ہیڈن برگ

وہ تھے جنہیں آپ بلیک میل کر رہے تھے۔" میں نے کہا اور مسٹر کومبی گردن ہلانے لگے۔

"افسوس یہ دونوں باتیں غلط تھیں" کومبی نے کہا اور میں چونک کر اس کی شکل دیکھنے لگا۔

"کیا مطلب۔؟"

"بات ذرا تفصیل سے بتانا پڑے گی راجہ نواز اصغر۔ یعنی وہاں سے جب تم ویکونا پر پہنچے تھے اور وہاں سے تمہیں کیپٹن نے سمندر برد کر دیا تھا اور درحقیقت یہ کیپٹن کی بہت بڑی غلطی تھی اور اس غلطی کے محرک مسٹر ڈکٹر ویلبی ہی تھے۔ ترلوکا نے انہیں یہ ہدایات دی تھیں کہ راجہ نواز اصغر کو کبھی اس طرح نقصان نہ پہنچایا جائے۔

•

بلکہ اس کی زندگی کا تحفظ کیا جائے کیونکہ وہ ترلوکا کا شکار ہے۔ یہ بھی حقیقت ہے کہ وہ لوگ تمہارے بارے میں نہیں جان سکے تھے اگر وہ جانتے تو تمہیں ہلاک نہ کرتے وہ تمہیں پولیس کا آدمی ہی سمجھتے تھے۔"

کومبی ایک لمحے کے لئے رکا۔ اور پہلی بار مجھے ایک عجیب سا احساس ہوا۔ میرے بدن میں چیونٹیاں سی رینگنے لگیں اور میری چھٹی حس کچھ کہہ رہی تھی۔ بہر حال میں نے خود کو پرسکون رکھا اور خاموش بیٹھا رہا۔

"لیکن۔ ترلوکا نے اپنے خصوصی اسکواڈ کو ہدایت کر دی تھی کہ تم پہ نگاہ رکھے۔"

"خصوصی اسکواڈ۔" میں نے کہا۔

"یہ لوگ اس وقت سے تمہارے پیچھے تھے مسٹر نواز جب تم نے زیبی کی گمشدگی محسوس کی تھی۔"

اب مجھے اس بات کا کوئی شبہ نہیں رہا تھا کہ مسٹر ایڈان کومبی وہ نہیں ہیں جو آج تک نظر آتے رہے ہیں۔ ان کی شخصیت کچھ اور ہی تھی۔

انہوں نے کہا۔ "تو مسٹر نواز یہ خصوصی اسکواڈ مستعد تھا کہ اگر کہیں سے آپ کو نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہو تو وہ آپ کی مدد کرے اور آپ کو محفوظ رکھے۔ چنانچہ آپ کو سزائے موت نہیں دی جا سکتی تھی کیونکہ اس جگہ انتظامات کر لئے گئے تھے جہاں سزائے موت دی جانے والی تھی۔ لیکن آپ نے خود ہی اپنا بچاؤ کر لیا اور پولیس کے چنگل سے نکل گئے۔"

"ایک سوال کر سکتا ہوں مسٹر کومبی۔؟" میں نے ہونٹ بھینچ کر کہا۔

"ضرور۔"

"آپ کو یہ معلومات کہاں سے حاصل ہوئیں۔؟"

"اوہ۔ یہ سوال وقت سے کچھ پہلے کر رہے ہیں مسٹر نواز۔" کومبی نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"یہ ضروری ہے۔" میں نے سپاٹ لہجے میں کہا۔

"آپ کی مرضی۔ یہ معلوم کرنے کے بعد آپ کی اس کہانی سے دلچسپی ختم ہو جائے گی۔"

"اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ براہ کرم آپ اس کی وضاحت کریں۔"

"جیسی آپ کی مرضی۔ آپ کو یہ سن کر شاید خوشی ہوگی کہ میں اس خصوصی اسکواڈ کا انچارج ہوں۔"

"آپ۔" میرے رونگٹے کھڑے ہو گئے۔

"جی ہاں۔"

"گویا آپ۔؟"

"ہاں۔ میں ترلوکا کے خصوصی اسکواڈ کا چیف کومبی ہوں۔" مسٹر کومبی نے جواب دیا اور میرا ہاتھ بے اختیار جیب کی طرف رینگ گیا۔ پستول میری جیب میں موجود تھا۔ دوسرے لمحے میں نے اسے باہر نکال لیا۔

"بقیہ کہانی میں ذرا مختلف انداز میں سنوں گا مسٹر کومبی۔" میں نے غراتے ہوئے انداز میں کہا۔

"میرا تعلق ترلوکا کے خصوصی اسکواڈ سے ہے اور ترلوکا نے بلا وجہ یہ منصب مجھے نہیں دیا۔ تمہارے بارے میں مجھے مکمل ہدایات مل چکی ہیں اور میں نے ہر لمحہ تم پر نگاہ رکھی ہے۔ تمہارا پستول اس وقت خالی کر دیا گیا تھا جب تم سو رہے تھے۔"

"اوہ۔" میں نے پستول کے وزن کو محسوس کیا اور پھر اسے میز پر ڈال دیا۔ وہ واقعی خالی تھا۔

"باقی کہانی سنانے کی اجازت ہے۔" کومبی نے کہا۔

"ضرور۔" میں گہری سانس لے کر بولا۔ یہ ذہنی جھٹکا برداشت کرنا بڑا مشکل کام تھا لیکن اب کیا کیا جا سکتا تھا۔ مسٹر کومبی نے کہا۔

"بات یہیں تک محدود نہیں ہے مسٹر نواز۔ ایک نگاہ عقب میں بھی ڈال لو۔" میں چونک کر پلٹا۔ عمارت کے دو ملازم دروازے پہ موجود تھے جانے پہچانے لوگ تھے اس سے قبل یہ میری خدمت کرتے رہے تھے۔ لیکن اس وقت دونوں کے ہاتھوں میں اسٹین گنیں نظر آ رہی تھیں اور وہ مستعد تھے۔ کومبی نے کہا۔

"آپ مسٹر ہیگن سے ملے۔ معمولی سے کارکن تھے ان کے موسومے آپ یہاں پہنچے اور ہمیں بھی آپ کے ساتھ سفر کرنا

پڑا۔ اس کے بعد آپ کی کارکردگی پر نگاہ رکھی گئی۔ مسٹر ویلبی کو آپ کے بارے میں اطلاع دے دی گئی تھی لیکن وہ آپ پر نگاہ رکھنے میں ناکام رہے جس کے نتیجے میں وہ ترلوکا کی نگاہوں سے گر گئے۔ ایک بے خبر انسان کو ترلوکا جیسے شخص کا خادم نہیں ہونا چاہیئے۔ چنانچہ فیصلہ کیا گیا کہ ویلبی کو اس منصب سے ہٹا دیا جائے۔ آپ کو انہوں نے ——— جہاز سے نیچے پھینک دیا اور میں نے آپ کو بچا لیا اور یہاں لے آیا ہیڈن برگ ڈکٹر ویلبی کے نہیں میرے ساتھیوں میں تھے اور اینتا برگ بھی میرے لئے کام کر رہی تھیں۔ پھر منصوبے کے تحت آپ کو ویلبی کے راستے پر لگایا گیا۔ لیکن ویکونا کی تباہی سات گنجوں کا قتل اور مارکوس ٹریڈرز کی تباہی ہماری غفلت کے نتیجے میں ہوئی میں یہ سوچ کر مطمئن ہو گیا تھا کہ اب آپ میرے قبضے میں ہیں اور میرے بغیر کچھ نہیں کریں گے۔ لیکن آپ نے مسٹر نواز مجھے بتلائے بغیر یہ کام کر ڈالا۔ بہر طور یہ نقصان افسوسناک تھا لیکن برداشت کرنا پڑا۔ ہیڈن برگ نے آپ کو ویلبی کا پتہ بتا دیا اور آپ نے ویلبی کو ختم کر دیا۔ ترلوکا بہت بڑا انسان ہے وہ کیا کرتا ہے اس کا کسی کو پتہ نہیں چلتا۔ آپ کے لئے اس کی ہدایت ہے کہ آپ کو کوئی نقصان نہ پہنچے۔"

میں سکتے کے عالم میں بیٹھا تھا۔ شدید دکھ تھا اس بات کا کہ کومبی نے مجھے بڑے اطمینان سے بے وقوف بنایا تھا لیکن بہر حال جو ہونا تھا ہو چکا تھا۔

"اب کیا پروگرام ہے۔" میں نے پوچھا۔

"میں نے آپ سے کہا تھا کہ میں آسانی سے آپ کو سان انتونیو پہنچا سکتا ہوں۔"

"اوہ۔ تو اب تم مجھے ترلوکا کے پاس بھجواؤ گے۔" میں نے کہا۔

"ہاں۔ یہ اس کا حکم ہے۔"

"ترلوکا وہاں کیا کر رہا ہے۔؟"

"وہ کیا کرتا ہے کسی کو نہیں معلوم۔"

"تم اس کے غلام کیوں بنے ہوئے ہو۔؟"

"اس لئے کہ اس کی غلامی کسی ملک کا وزیر اعظم ہونے سے کہیں بہتر ہے اس کے خادموں کو جو اختیارات حاصل ہوتے ہیں وہ بڑے بڑوں کو حاصل نہیں ہوتے۔"

"ٹھیک ہے میں خود بھی اس سے ملاقات کرنا چاہتا ہوں۔" میں نے کہا اور وہ تینوں مسکرانے لگے۔ زہر لگ رہی تھی ان کی مسکراہٹ مجھے لیکن اس وقت واقعی بے بس تھا۔

اینی برگ نے کہا۔ "میں آپ کے ساتھ سان انتونیو جاؤں گی۔ مسٹر نواز۔"

"کب جانا ہے ہمیں وہاں۔؟"

"ابھی۔ آج ہی۔ یہ معلومات آپ کو فراہم کرنے کے بعد یہ ضروری ہے کہ فوری عمل کیا جائے۔" اینی برگ نے کہا اور دفعتاً اس نے اپنا وہ ہاتھ سامنے کر دیا جو میز کے نیچے تھا۔ اس ہاتھ میں لپ اسٹک دبی ہوئی تھی اس نے لپ اسٹک کا پچھلا حصہ دبایا اور اس سے ایک بھورے رنگ کا غبار سا نکل پڑا جس کا رخ میرے چہرے کی طرف تھا۔ مجھے اپنا سانس بند ہوتا محسوس ہوا تھا۔ میں نے دونوں ہاتھ میز کی سطح پر ٹکا کر اٹھنے کی کوشش کی لیکن۔ یوں لگتا تھا جیسے میرے ہاتھ میرے نہ رہ گئے ہوں۔ پورا بدن بے جان ہو گیا تھا اور اس کے بعد مجھے ہوش نہ رہا۔

جس وقت ہوش آیا تو چاروں طرف اندھیرا پھیلا ہوا تھا ایک لمحے تک تو کوئی احساس نہ ہوا لیکن پھر احساسات جاگنے لگے واقعات یاد آئے اور میں اچھل پڑا۔ پھر میں نے اپنے بدن کے نیچے کی جگہ ٹٹولی۔ کوئی بستر ہی تھا نرم اور آرام دہ بستر۔ اور غور کیا تو ایک تیز ٹھنڈک محسوس ہوئی۔ کانوں میں ائیر کنڈیشنر چلنے کی آواز آ رہی تھی لیکن یہ اندھیرا۔ کیا میں اندھا ہو گیا ہوں۔ روشنی کی کوئی رمق بھی تو نہیں تھی۔

میں نے پاؤں زمین پر رکھے قالین تھا اتر کر کھڑا ہو گیا اور اس جگہ کے بارے میں اندازہ لگانے لگا۔ تاریکی میں سیدھا آگے بڑھا اور ایک دیوار کے قریب پہنچ گیا۔ دیوار ٹٹولی تو سوئچ بورڈ پر ہاتھ پڑا تین بٹن تھے ایک ایک کر کے دبائے تو ایک بٹن سے کمرے میں روشنی ہو گئی۔

ہاں اسے کمرہ ہی کہا جا سکتا تھا لیکن گول اور ناہموار دیواریں قدرتی تھیں یعنی پتھروں کی۔ اور یہ جگہ یقیناً غاروں میں تھی۔

فوراً ہی ایک نام ذہن میں ابھرا۔ سان انتونیو۔ یقیناً مجھے بے ہوش کر کے سان انتونیو میں ہی لایا گیا تھا۔ دل کو ایک عجیب سا احساس ہوا تھا۔ اگر یہ جگہ سان انتونیو ہی ہے تو پھر ممکن ہے زیبی بھی یہاں موجود ہو۔ میں بلاشبہ ترلوکا کی تحویل میں آ گیا تھا۔ کیا وہ آسانی سے زیبی کو میرے حوالے کر دے گا۔ وہ میرے ساتھ کیا سلوک کرے گا۔ بے شمار خیالات ذہن میں آ رہے تھے۔ غاروں کی یہ دنیا مجھے بڑی عجیب لگ رہی تھی، گو پہلی بار اس قسم کے واقعات سے واسطہ نہیں پڑا تھا اس سے قبل بھی بعض اوقات ایسا ہوا تھا لیکن اس بار صورت حال کچھ مختلف تھی۔

میں سوچ رہا تھا کیا اب ترلوکا مجھے زندہ چھوڑ دے گا میرے اور اس کے درمیان ابھی بہت سے حسابات باقی تھے بہرطور زندگی کی اتنی پرواہ نہیں تھی۔ بات صرف زیبی کی تھی اور اس کے لئے مجھے کوئی فیصلہ کرنا تھا۔

کافی دیر تک غار میں کھڑا ہی تمام باتیں سوچتا رہا پھر غور کیا کہ یہ ایئرکنڈیشنر کہاں چل رہا ہے ہوا کہاں سے آ رہی ہے غار کی دیواروں میں مجھے چھوٹے چھوٹے تین تین سوراخ دو تین جگہ نظر آئے اور تیز سرد ہوا اسی جانب سے آ رہی تھی نیچے فرش پر موٹا سرخ قالین بچھا ہوا تھا، جس میں پاؤں دھنسے جاتے تھے۔ ایک جانب بڑی خوبصورت سی رائٹنگ ٹیبل رکھی ہوئی تھی، دو آرام کرسیاں پڑی ہوئی تھیں اور ایک بیڈ۔ اس چھوٹے سے گول غار میں نہایت ہی مناسب انتظام کیا گیا تھا۔

پھر مجھے اس کے دروازے کی تلاش ہوئی اور ایک سمت دروازہ بھی نظر آ گیا۔ گول سوراخ تھا جس کے اوپر سیاہ رنگ کا ایک خوبصورت بٹن لگا ہوا تھا، میں نے اس کے قریب پہنچ کر بٹن پر انگلی رکھی تو پتھریلا دروازہ اتنا بے آواز کھلا کہ ہلکی سی سرسراہٹ بھی محسوس نہ ہو سکی، گول سوراخ جس کا قطر چھ فٹ سے کم نہیں تھا کھل گیا۔

اس میں سے بآسانی باہر نکلا جا سکتا تھا، سوراخ کھلنے کے بعد دوسری طرف ایک روشن جگہ نظر آئی، گویا مجھے قید نہیں کیا گیا تھا۔ اگر ان لوگوں نے اس بات کا انتظام نہیں کیا تھا تو پھر مجھے کیا پڑی تھی کہ اس غار میں پڑا ہوا سڑتا رہتا۔ چنانچہ باہر نکل آیا۔

یقیناً رات کا وقت تھا اور رات بھی غالباً اتنی کہ شاید اس کا دوسرا پہر گزر چکا ہو۔ کلائی پر بندھی ہوئی گھڑی میں وقت دیکھا تو دو بجے تھے، میرا اندازہ درست تھا۔

غار کے باہر ایک لمبی سی راہداری تھی جسے راہداری کہا جا سکتا تھا، ورنہ درحقیقت وہ ایک سرنگ سی تھی، سرنگ کے دونوں طرف پتھریلی اور سپاٹ دیواریں تھیں، البتہ چھت پر تقریباً دس فٹ کی بلندی پر بلب لگے ہوئے تھے ہر بلب تقریباً سو سو واٹ کا تھا اور ان سے تیز روشنی ہو رہی تھی۔

سرنگ کا اختتام ایک بڑے سے ہال میں ہوا تھا جہاں روشنی تھی یہ ہال بھی قدرتی غار میں تھا۔ سامنے بھی ایک دروازہ نظر آ رہا تھا، میں تجسس میں ڈوبا ہوا دروازے کی طرف بڑھ گیا اور پیچ در پیچ راستوں سے گزرتا ہوا بالآخر ایک ایسی جگہ پہنچ گیا جہاں اس غاروں کی دنیا کا آخری دروازہ تھا۔ تازہ ہوا کے جھونکے اندر آ رہے تھے۔ اب تک مجھے کوئی انسان نہیں ملا تھا جس پر مجھے حیرت ہوئی تھی۔ لیکن اتنی آزادی سے میں یہاں آ گیا تھا۔ یہ انوکھی بات تھی۔

میں باہر نکل آیا سر پر تاروں بھرا کھلا آسمان تھا چاند نہیں نکلا تھا اس لئے بس تاروں کی مدھم روشنی میں یہ جزیرہ دوازے کی مانند نظر آ رہی تھی۔

جگہ جگہ روشنیاں جھلک رہی تھیں۔ ایک عجیب سی آواز کانوں میں آ رہی تھی۔ ہاں یہ آواز اس وقت مجھے عجیب ہی لگی تھی حالانکہ ایک طویل عرصہ اس آواز سے میرا واسطہ رہا تھا۔ یہ گٹار کی آواز تھی۔

نہ جانے اس آواز نے کیا سحر طاری کیا مجھ پر کہ اس کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ جگہ جگہ آوارہ گردوں کے گروہ نظر آ رہے تھے۔ چرس اور دوسری منشیات کی بو فضا میں رچی ہوئی تھی پرانی یادیں تازہ ہونے لگیں۔ اس ماحول ان آوازوں نے مجھے کچھ یاد دلا دیا تھا۔ ماضی کے اوراق کھلنے لگے تھے۔

دل میں ایک عجیب احساس لیے آگے بڑھتا گیا اور اس جگہ پہنچ گیا جہاں آوارہ گرد نشے میں ڈوب کر رقص کر رہے تھے درمیان میں ایک سوکھا مدقوق سا شخص گٹار بجا رہا تھا۔ میں ان کے درمیان آ کھڑا ہوا۔ کسی نے میری طرف توجہ نہیں دی تھی۔ میں کھڑا گٹار سنتا رہا۔ پھر نہ جانے دل میں کیا آئی کہ آگے بڑھ کر میں نے گٹار بجانے والے کے بازو پر ہاتھ رکھ دیا۔ وہ چونک کر مجھے دیکھنے لگا۔

"لاؤ۔ گٹار مجھے دے دو۔" میں نے کہا۔

"ضرور لو۔" اس نے خوش اخلاقی سے کہا اور گٹار میرے ہاتھ میں تھما دیا۔ آوارہ گرد رک کر مجھے دیکھنے لگے تھے۔ میں نے گٹار کے تار چھوئے۔ انہیں ترتیب دیا۔ اور پھر برسوں پرانا ایک نغمہ گٹار سے پھوٹ پڑا۔ میں اس نغمے میں گم ہو گیا اس سے قبل بھی گٹار بجایا تھا۔ ماہر تھا میں اس فن کا لیکن آج جو نغمہ میں نے اس گٹار پر بجایا اس سے قبل کبھی نہ بجایا تھا۔ آج میرا دل رو رہا تھا۔ میں ٹوٹا ہوا تھا۔ میں قیدی تھا چنانچہ گٹار رو رہا تھا اور آوارہ گرد ساکت تھے۔

میں گٹار بجا رہا تھا۔ مست ہو گیا تھا اس کی دھن میں پھر میں اس وقت چونکا جب کسی نے گٹار کے تاروں پر ہاتھ رکھ دیا۔

ایک نوجوان لڑکی تھی حسین خدوخال کی مالک۔ عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھ رہی تھی۔ پھر اس نے کہا۔ "لاؤ گٹار مجھے دے دو۔ کتنا رلاؤ گے۔"

[illegible] گٹار میرے ہاتھ سے لے لیا

رلانے والے کہاں سے آ گیا تو۔" ایک طرف سے آواز ابھری

"ہم پیدا ہوئے تھے تو روئے تھے۔ ہوش سنبھالا تو رو رہے تھے ہم نے بڑی مشکل سے آنسو روکے تھے۔ تو نے ہمیں پھر رلا دیا کون ہے تو۔" ایک اور آواز ابھری۔

"آج تو نے ہمیں غمزدہ کر دیا۔"

"کون ہے تو۔"

"موسیقی کے دیوتا۔ ہمارے ڈوبے ہوئے دلوں کو تازہ کر دے ایک نغمہ ہمارے لئے۔"

"ایک نغمہ ہمارے لئے۔"

چاروں طرف سے آوازیں ابھرنے لگیں۔ میں سنبھل گیا خواہ مخواہ جذباتی ہو گیا تھا۔ واقعی اپنے ساتھ ان بے چاروں کو رلانے سے کیا فائدہ۔ میں اب اس منزل میں کہاں تھا کچھ سوچا اور گٹار لڑکی کے ہاتھ سے لے لیا۔

مجھے یقین نہیں تھا کہ گٹار پر میری انگلیاں اب بھی اسی انداز میں چل سکتی ہیں۔ میں نے ایک نغمہ چھیڑا ایک مست کن نغمہ۔ اور ذرا سی دیر میں آوارہ گردوں پر سرور چھا گیا وہ خوشی سے رقص کرنے لگے۔ چاروں طرف سے سسکاریاں ابھر رہی تھیں۔

وہ لڑکی میرے شانے سے شانہ لگائے کھڑی تھی اس کی آنکھوں میں حیرت کی چمک تھی۔ دیر تک میں گٹار بجاتا رہا۔ میں نے وہی دھن شروع کر دی تھی جو میری ہی پیدا کردہ تھی۔ پھر میں نے گٹار اس شخص کے حوالے کر دیا جس سے لیا تھا۔

"نہیں فنکار۔ یہ میرا نہیں ہے۔" وہ عاجزی سے بولا۔

"کیا مطلب۔؟"

"یہ گٹار میرا نہیں ہے۔ اب تک اس نے یہ سحر نہیں پھونکا تھا۔ اس نے اپنے نغمے چھپا رکھے تھے مجھ سے۔"

"کیا نام ہے تمہارا۔؟"

"جونس الباغو۔"

"ڈیئر جونس۔ ان تاروں کو اپنا پیار دے دو۔ یہ تمہارے لئے نغمے تخلیق کریں گے۔ تمہارے پیار میں کمی ہو گی۔"

"وہ پیار کہاں ہے۔؟"

"تمہارے دل میں۔ اپنا دل ان تاروں میں شامل کرو تمہیں مایوسی نہ ہو گی۔"

"میں اسے تمہارا عطیہ سمجھ کر وصول کرتا ہوں۔" اس نے کہا اور بڑی عقیدت سے گٹار میرے ہاتھوں سے لے لیا۔

میں وہاں سے آگے بڑھ گیا۔ وہ میرے بارے میں تعریفی فقرے کہہ رہے تھے۔ کافی دور چل کر میں نے محسوس کیا کہ کوئی میرے پیچھے آ رہا ہے۔ پلٹ کر دیکھا تو وہی لڑکی تھی جس نے گٹار میرے ہاتھ سے لے لیا تھا۔

"ہیلو۔ میں رک گیا اور وہ خاموشی سے میرے قریب آ گئی۔" کیا بات ہے۔؟"

"میرا دل تمہاری انگلیوں میں رہ گیا ہے۔ واپس کر دو گے" وہ بولی۔

"نہیں بے بی۔ زندگی خوابوں کا نام نہیں ہے۔"

"خواب زندگی ہوتے ہیں۔ میں نے ہمیشہ تمہارے خواب دیکھے ہیں"

"زندگی جاگتی آنکھوں میں پلتی ہے۔ خواب دھوکہ ہوتے ہیں۔" میں نے کہا۔

"میں دھوکہ کھانا چاہتی ہوں۔"

"ہوش آئے گا تو دکھی ہو جاؤں گی۔"

"ہوش میں نہیں آؤں گی۔" اس نے کہا اور میں اسے دیکھنے لگا پھر آگے بڑھ گیا۔ وہ میرے ساتھ آ رہی تھی۔

"کیا نام ہے؟"

"گیتلو۔" اس نے کہا۔ میں ایک پتھر پر بیٹھ گیا۔ وہ میرے پیروں کے پاس بیٹھ گئی تھی۔

"تنہا ہو؟"

"ہاں۔"

"یہاں کب سے ہو۔؟"

"ایک ماہ سے۔ ایک ٹولی کے ساتھ آئی تھی۔ یہاں ہرے کرشنا ہرے راما کا سب سے بڑا اجتماع ہوتا ہے۔"

"کیا نام ہے اس جگہ کا۔ کونسی جگہ ہے یہ۔؟"

"تم نہیں جانتے۔؟"

"تم بتا دو۔"

"سان انتونیو۔" اس نے کہا اور میں ٹھنڈی سانس لے کر رہ گیا۔ شبہ تو پہلے بھی تھا لیکن اب یقین ہو گیا تھا۔

●

سان انتونیو کے بارے میں میری معلومات نہ ہونے کے برابر تھی گیتو سے اس سلسلے میں معلومات حاصل کر سکتا تھا لیکن جو کچھ بھی کرنا تھا سوچ سمجھ کر کرنا تھا۔ پہاڑی غار میں جہاں مجھے

ہوش آیا تھا میری ضروریات کا تمام سامان موجود تھا اور اس کے بعد مجھ پر کوئی پابندی نہیں رکھی گئی تھی۔ ترلوکا کے بارے میں جو کچھ سنا تھا اس سے یہ اندازہ تو بخوبی ہو گیا تھا کہ وہ اپنی دنیا کا مغرور ترین آدمی ہے اور کسی کو بھی خاطر میں نہیں لاتا۔ میرے ساتھ اس نے جو بے بلی کا کھیل شروع کیا تھا اگر وہ چاہتا تو جس طرح زیدی کو اغوا کیا گیا تھا اسی طرح ہم لوگوں پر گولیوں کی بارش بھی ہو سکتی تھی اور یوں اس کے دشمن راجہ نواز اصغر کا کھیل ختم ہو جاتا لیکن اس نے ایسا نہیں کیا تھا میں اچھی طرح جانتا تھا کہ وہ مجھ سے انتقام لینا چاہتا ہے اور شاید یہ انتقام اسی طرح ہو کہ مجھے اپنی شدید بے بسی کا احساس ہو جائے اور میں خود کو اس کے سامنے ایک نحیف اور لاغر انسان کی حیثیت سے پیش کروں یقیناً ایسی ہی بات تھی اور اس لیے اس نے میرے خلاف لئے گہرے جال بچھائے تھے۔ سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ اب کیا کروں۔ میں نے سوچا کہ اپنی انا کو برقرار رکھنا ضروری نہیں ہے یہاں اس ماحول میں آنے کے بعد یہ تو دیکھا جائے کہ ترلوکا کتنے پانی میں ہے اور اس کے لیے میں نے اپنے دل میں ہی فیصلہ کیا کہ میں یہاں ایک انسان کی حیثیت سے رہوں گا۔ نواحی علاقے کافی سرسبز و شاداب نظر آرہے تھے۔

سان ان تو نیو کا یہ حصہ صرف پہاڑیوں پر ہی مشتمل نہیں تھا بلکہ یہاں آوارہ گردوں کے لیے کیمپنگ بھی بنائی گئی تھی اور بہت دور ایک جگہ سڑک بھی نظر آرہی تھی۔ میں نے سوچا کہ اس سڑک کی طرف نکلا جائے پتہ تو چلے کہ ترلوکا مجھے کہیں قید رکھنا چاہتا ہے یا اس نے مجھے ذہنی طور پر معطل کرنے کے لیے کچھ اور انتظامات بھی کیے ہیں۔ چنانچہ گیتو سے خاصی دیر تک گفتگو کرنے کے بعد میں وہاں سے آگے بڑھ گیا۔ گیتو نوجوان تھی گیتوں سے پیار کرتی تھی اور میرے گٹار کی کشش اسے میرے نزدیک لے آئی تھی۔ اس سے جان چھڑانے کے لیے خاصی محنت کرنا پڑی اور اس کے بعد میں سڑک کی سمت نکل آیا۔ میں نے سڑک کے کنارے کنارے سفر شروع کر دیا۔ مجھے اندازہ نہیں تھا کہ یہ سڑک کہاں جاتی ہے ممکن ہے یہ مجھے کسی آبادی تک لے جائے ممکن ہے یہاں سے نکل لینے کا خمیازہ راستے ہی میں بھگت لینا پڑے لیکن تجربات تو اب زندگی میں شامل ہو گئے تھے اس سے آگے جو کچھ بھی ہو گا دیکھا جائے گا۔ میں چلتا رہا ذہن کو آزاد چھوڑ دیا تھا۔ کوئی فکر خود پر مسلط نہیں کی تھی بس میں نے محسوس کر لیا تھا کہ میں ایک آوارہ گرد ہوں۔ دنیا کے جھمیلوں سے آزاد کھانے پینے کے لیے بھی کوئی چیز نہیں تھی لیکن مجھے کوئی فکر نہیں تھی اب ترلوکا کو آزمانا تھا۔ تھوڑے فاصلے پر باغات نظر آئے جہاں پھل لگے ہوئے تھے۔ میں نے اطمینان سے پھل کھائے اور وہاں سے آگے بڑھ گیا ابھی تک مجھے کسی نے روکنے کی جدوجہد نہیں کی تھی

تاحدِ نگاہ خشک پہاڑ اور ویرانے نظر آرہے تھے۔ کوئی سواری مجھے سڑک پر چلتی ہوئی نظر نہیں آئی تھی۔ یہاں تک کہ کافی وقت گزر گیا۔ بھوک لگ رہی تھی کیونکہ اس دوران کھانے پینے کا کوئی تذکرہ نہیں ہوا تھا بہرطور غم کھانے کے علاوہ اور کیا کیا جاسکتا تھا۔ زیدی کا تصور ذہن میں آیا تو میں نے اپنے ذہن کے تمام راستے بند کر لیے۔ اس وقت اسے یاد کرنا مناسب نہیں تھا۔ ترلوکا نے مجھے اپنے مدِمقابل طلب کر لیا تھا اور اب جو کچھ کیا جانا تھا وہ اس طرح کیا جانا تھا کہ ترلوکا خود اپنی اس بلندی کا شکار ہو جائے۔

نہ جانے کتنا وقت مزید گزر گیا پھر دائیں ہاتھ پر ایک پہاڑ نظر آیا جس کی چوٹی پر سفید برف جمی ہوئی تھی لیکن مجھے پہاڑ کے دامن میں کچھ سیڑھیاں بھی نظر آئیں۔ یہ مخصوص انداز کی سیڑھیاں تھیں۔ پیاس شدید لگ رہی تھی میری نگاہیں پانی کی تلاش میں بھٹکنے لگیں بہرطور میں نے سڑک چھوڑ دی اور ان سیڑھیوں کی جانب قدم بڑھا دیئے۔ چوٹی کے ایک مخصوص حصے تک پہنچنے کے لیے کافی سیڑھیاں طے کرنی پڑی تھیں۔ مشکل چڑھائی تھی لیکن میں اوپر پہنچ گیا اوپر پہنچنے کے بعد مجھے ایک دلچسپ جگہ نظر آئی۔ ایک چٹان سائبان کی طرح جھکی ہوئی تھی اور اس کے نیچے کافی ٹھنڈک تھی۔ میں اس مسطح جگہ بیٹھ گیا بس یوں لگتا تھا جیسے کوئی پلیٹ فارم ہو۔ تقریباً ایک گھنٹہ آرام کرنے کے بعد نیچے اترا اور پھر اپنے سفر پر روانہ ہو گیا۔ دلچسپ بات تھی گویا ترلوکا نے مجھے پوری پوری آزادی دی تھی۔ میں سست رفتاری سے چلتا رہا۔ یہاں تک کہ شام ہو گئی سورج چھپ گیا۔ بہت دیر سے آسمان پر بادلوں کے ٹکڑے جمع ہونا شروع ہو گئے تھے جس کی وجہ سے دھوپ کی شدت میں کمی ہو گئی تھی۔ اب میرے دونوں سمت گہری گھاٹیاں شروع ہو گئی تھیں البتہ یہ سڑک سیدھی تھی اور ہموار چل رہی تھی۔ پھر کانوں کو ایک تبدیلی کا بھی احساس ہوا غالباً کسی گاڑی ہی کے انجن کی آواز تھی۔ اتنے طویل سفر کے دوران پہلی بار اس سڑک پر کسی گاڑی کے انجن کی آواز سنائی دی تھی۔ میں رُک کر دیکھنے لگا۔ ایک خوبصورت کار تھی جس کے انجن کی آواز بہت مدہم تھی لیکن اطراف کے سناٹے میں بخوبی سنائی دے رہی تھی میں رُک کر اسے دیکھنے لگا جھٹپٹا ہو چکا تھا اس لیے ڈرائیونگ کرنے والے کی شکل نظر نہیں آرہی تھی لیکن بہرطور وہ میرے قریب آتی جا رہی تھی رفتار زیادہ تیز نہیں تھی۔ میں نے اس پر نگاہ ڈالی لیکن رکنے یا لفٹ لینے کی کوشش نہیں کی وہ میرے قریب سے آگے بڑھ گئی لیکن پھر تھوڑی دور چلنے کے بعد رُک گئی میں اپنی جگہ کھڑا رہا تھا کار ریورس ہوئی اور میرے بالکل نزدیک پہنچ گئی۔ ایک لمحے کے لیے میرے ذہن میں بے شمار خیالات آئے اتنی دیر کے بعد اور اتنے لمبے سفر کے بعد یہ گاڑی ادھر سے گزری ہے یقیناً ان لوگوں نے

ل ہی نظر انداز تو نہ کر دیا ہے۔ ممکن ہے کسی خاص ذریعے سے اہ رکھی جا رہی ہو اور اب وہ مزید کوئی قدم اٹھانے کے مند ہوں۔ فیصلہ تو کر ہی چکا تھا کہ خود کو اس طرح معصوم بنا ترلوکا کو اپنے راستے کی تمام مزاحمتیں ختم ہونے کا احساس ہو بنھلا جائے وہ محسوس کرے کہ میں گویا اس کی دعوت پر پہنچا ہوں اور عیش سے زندگی گزار رہا ہوں۔ بہرطور میں کھڑا رہا۔ کار کی کھڑکی سے کسی نے منہ نکال کر میری طرف یا اور میں دو قدم آگے بڑھ گیا۔ کار کے اندر جو کوئی تھا اُسے یرے حلق سے ایک ہلکی سی آواز نکل گئی۔ وہ ایک خوبصورت نقش و نگار کی لڑکی تھی جس کے بال گہرے سنہرے تھے اور ل سے اندازہ ہوتا کہ جرمن نسل سے تعلق رکھتی ہے۔

ہیلو!" اس نے شیریں آواز میں کہا۔

ہیلو!" میں نے بھی اسی انداز میں جواب دیا۔

آجاؤ۔" اس نے شاید مجھے کوئی آوارہ گرد ہپی سمجھا تھا اور از سے اختیار کرنا تھا کیونکہ ان علاقوں میں ہپیوں ہی کا گزر ل نے برابر کا دروازہ کھول دیا اور میں اطمینان سے اندر داخل ں کے برابر کی سیٹ پر جا بیٹھا۔ اندر پہنچ کر میں نے دیکھا کہ وہ ی لباس پہنے ہوئے تھی شانوں پر سمور کی کھال پڑی ہوئی ن حیرت انگیز طور پر اس کے بال لمبے تھے۔ جرمن لڑکیاں بال بہت کم رکھتی ہیں۔ بدن سے کوئی اعلیٰ قسم کی خوشبو اٹھ ی میرے اندر بیٹھنے کے بعد اس نے کار آگے بڑھا دی۔

کہاں سے آرہے ہو؟" تھوڑی دور چلنے کے بعد اس نے ے بال جھٹکتے ہوئے کہا۔

سان ان تو نیو سے۔" میں نے جواب دیا۔

کہاں سے؟"

سان ان تو نیو۔" میں نے پھر کہا اور وہ ہلکا سا قہقہہ لگا کر ہنس پڑی۔

کیوں۔؟ اس میں ہنسنے کی کیا بات ہے؟"

اس سے پہلے ان علاقوں میں نہیں آئے شاید" اس کے پر شرارت آمیز مسکراہٹ تھی۔

میں اب بھی نہیں سمجھا مس۔"

شیلی۔ میرا نام شیلی ہے۔"

شکریہ مس شیلی۔ میرا نام فرنینڈس ہے۔"

اوہ۔ اچھا اچھا مسٹر فرنینڈس آپ ان علاقوں میں شاید آئے ہیں۔"

بھی معلوم کرنا چاہتا ہوں آپ نے یہ الفاظ کیوں کہے۔"

اس لیے کہ سان ان تو نیو کوئی محدود علاقہ نہیں ہے۔ آپ اگر چار دن اور چار رات اسی طرح سفر کرتے رہیں تب بھی سان ان تو نیو کی مکمل وسعتوں میں نہیں گھوم سکتے۔"

"اوہ۔ یہ بات ہے۔" میں ہنس پڑا۔

"ہاں اب بتایئے آپ نے کیوں کہا کہ آپ سان ان تو نیو سے آرہے تھے۔"

"دراصل میں جن پہاڑیوں میں موجود تھا میں انہیں ہی سان ان تو نیو کی پہاڑیاں سمجھتا تھا۔"

"کوئی کیمپنگ ہو گی شاید۔" لڑکی نے کہا۔

"شاید۔"

"ویسے آپ مجھے تارک الدنیا معلوم ہوتے ہیں۔ مسٹر فرنینڈس۔"

"نہیں۔ گم کردہ دنیا ہوں۔" میں نے جواب دیا اور ایک لمحے کے لیے اس کا پاؤں ایکسیلیٹر سے ہٹ گیا۔ پتہ نہیں یہ کوئی استراری کیفیت تھی یا صرف اتفاق۔ کیونکہ دوسرے لمحے گاڑی نے پھر موشن بنا لیا تھا۔

"عجیب جواب دیا تھا آپ نے۔ آوارہ گردوں کا عموماً یہ خیال تو نہیں ہوتا۔"

"میں نہیں جانتا کہ لوگ کس کس انداز میں سوچتے ہیں۔ میں صرف حالات کا قائل ہوں حوادث کا قائل ہوں ہمارا رشتہ صرف ماحول سے ہے ہم حالات کے ہاتھوں کی کٹھ پتلیاں ہیں۔ نظر آنے والے تاروں کی حرکت سے متحرک۔ خود ہماری اپنی کوئی حیثیت نہیں۔ ہم وقت کے غلام ہیں اور غلاموں کی سوچ اپنی نہیں ہوتی۔ میں نے صحیح کہا کہ میں تارک الدنیا نہیں گم کردہ دنیا ہوں۔ میں نے خود اپنی منزل کھو دی ہے اور اب مجھے خود پتا نہیں کہ کتنا سفر کرنا ہے۔ صحیح بات تو یہ ہے مس شیلی کہ زندگی صرف ایک سفر ہے۔ سفر کے مختلف انداز ہوتے ہیں۔ ایک خطۂ زمین کے چھوٹے سے مکان میں رہ کر بھی سفر جاری رہتا ہے اور دنیا گردی میں ہر قسم کے راستوں سے گزر کر بھی۔ بالآخر یہ سفر ختم ہو جاتا ہے اور زندگی شاید سکون کی وادیوں میں جا سوتی ہے۔"

"فلاسفر ہو۔" وہ ہلکے سے مسکرائی۔

"زندگی کا فلسفہ یکساں ہی ہے۔ تم مجھے اپنی زندگی کے بارے میں بتاؤ کیا تمہاری زندگی کے سفر کا رُخ کسی اور جانب ہے یا تم ساکت ہو۔"

"مجھے بوجھل باتیں ناپسند ہیں۔" وہ بولی

"اوہ۔ معافی چاہتا ہوں۔ واقعی لڑکیوں کو اتنی بوجھل باتوں سے کیا دلچسپی ہو سکتی ہے۔"

"میں لڑکی ہوں لیکن جاہل نہیں ہوں۔ البتہ مجھے گھٹے گھٹے ماحول کی باتیں پسند نہیں ہیں شاید تمھاری زندگی کے ساتھ کوئی گہری کہانی وابستہ ہے۔"

"نہیں تمام کہانیاں بھول چکا ہوں صرف یہ سڑک یاد ہے جو سیدھی چلی جا رہی ہے۔ میں نہیں جانتا کہ اس سڑک کے راستے کس کس طرف منقطع ہوتے ہیں۔"

"آگے ایک بستی ہے۔ گرہنو، خوبصورت علاقہ ہے تمھیں پسند آئے گا۔"

"تم کہاں جا رہی ہو۔؟"

"بس یوں سمجھ لو فی الحال گرہنو تک لیکن یہ بھی ممکن ہے اس سے آگے بڑھ جاؤں۔"

"تم بھی آوارہ گرد ہو۔"

"ہاں یہ کہہ سکتے ہو، تمھارے فلسفے کی زبان میں، میں بھی آوارہ گرد ہی ہوں۔ اس نے گول مول سا جواب دیا۔ میں اس جواب کو بخوبی سمجھتا تھا۔ میں جانتا تھا کہ وہ کون ہے لیکن خود کو بہلا وہ دینے کے لیے میں اس سے احمقانہ گفتگو کر رہا تھا۔ اور اگر وہ عقل مند ہے اور میرے بارے میں جانتی ہے تو اس کے دل میں بھی یہ خیال موجود ہوگا کہ میں اتنا احمق نہیں ہوں کہ اس کی شخصیت کو سمجھ نہ سکوں تاہم میرا فیصلہ اب بھی وہی ہے کہ حالات کو سطحی نگاہ سے دیکھو اور نظر انداز کرتے رہو۔

"تمھارا شکریہ کہ تم نے اپنی کار میں مجھے کسی آبادی تک جگہ دی۔"

"گرہنو سے تقریباً ایک میل پہلے ایک خوبصورت جھیل ہے۔ دراصل تم نے مجھے میرے سوالوں کا جواب نہیں دیا ویسے یہ جواب مجھے خود مل گیا ہے۔"

"بڑی اچھی بات ہے لیکن میں تمھارے الفاظ کا مطلب نہیں سمجھ سکا۔"

"میں نے کہا نا تم سے میں پوچھ رہی کہ ساں ان تو نہو کے بارے میں کیا جانتے ہو؟ لیکن اس سے پہلے ہی تم نے مجھ سے ایک بات کہی تھی جس سے میں سمجھ گئی کہ ان علاقوں کے بارے میں تمھاری معلومات نہ ہونے کے برابر ہے۔ ویسے تم ذرا مختلف قسم کے انسان معلوم ہوتے ہو۔"

"کیا مطلب؟"

"اس سے قبل بھی میں کئی آوارہ گردوں کو لفٹ دے چکی ہوں۔ سب کے سب چرس کے نشے میں ڈوبے ہوئے دنیا سے بیزار قابلِ رحم لیکن تمھاری یہ خوبی ہے کہ تم ان آوارہ گردوں کی طرح گندے نہیں ہو۔ اُن میں سے بعض تو ایسے تھے کہ مجھے اپنی حماقت پر شرمندہ ہونا پڑا۔"

وہ ہنسنے لگی۔ پھر اس نے ایک خوبصورت جگہ گاڑی روک دی۔ سامنے ہی ایک خوبصورت جھیل نظر آ رہی تھی جس کے کنارے درختوں میں گھرے ہوئے تھے۔ اس نے دونوں ہاتھ پیچھے کر کے اور پاؤں پھیلا کر ایک انگڑائی لی اور آہستہ سے بولی۔

"خوب تھک گئی ہوں لیکن ابھی تھوڑی دیر کے بعد چاند نکل آئے گا اور یوں محسوس ہوگا کہ یہ جھیل اس چاندی کا ایک ٹکڑا ہے، ساری جھیل چاندی سے جگمگائے گی تو ماحول میں پھول ہی پھول کھل جائیں گے اور اس وقت یہ علاقہ اتنا خوبصورت ہو جائے گا کہ تم تصور نہیں کر سکتے۔"

"ہوں۔" میں نے آہستہ سے کہا۔ دفعتاً وہ چونک کر بولی۔

"بھوکے ہو؟" میری آنکھوں میں مسکراہٹ آ گئی۔

"محسوس تو یہی ہوتا ہے۔" میں نے کہا۔

"اوہ، ایک منٹ۔" وہ دروازہ کھول کر نیچے اُتر گئی۔ کار کی ڈگی میں کافی گنجائش تھی اور پوری ڈگی بھری ہوئی تھی۔ خوراک کے ڈبے، پیٹرول کے ٹن اور نہ جانے کیا کیا۔ اس نے پکی ہوئی خوراک کے چند ڈبے، ڈبل روٹی اور پانی کا ٹن نکال لیے اور پھر ایک چھوٹی سی دری نکالی اور اُسے قریب ہی زمین پر بچھا دیا۔

"بیٹھو۔" وہ بے تکلفی سے بولی۔ اور پالتی مار کر بیٹھ گئی۔ ابھی چاند نہیں نکلا تھا لیکن ستاروں کی مدہم روشنی میں اُس کے خدوخال بے حد حسین نظر آ رہے تھے۔ وہ ٹن کٹر سے ڈبے کاٹنے لگی۔ میں نے کٹر اس کے ہاتھ سے لے لیا اور وہ چونک کر مجھے دیکھنے لگی۔ اور پھر وہ ہنس پڑی۔

"کیوں؟" میں نے ایک ڈبہ کھولتے ہوئے پوچھا۔

"اگر تم موجود نہ ہوتے تو مجھے ہی یہ کام کرنا پڑتا۔ دراصل مرد خود کو عورت سے برتر سمجھنے کا عادی ہو چکا ہے۔ اچھے اور بُرے انداز میں وہ خود کو عورت پر فوقیت دیتا ہے اور اس برتری پر وہ مطمئن ہوتا ہے۔ حالانکہ عورت جسمانی طور پر مرد سے طاقت ور ہے۔"

"ہاں۔ میں اسے تسلیم کرتا ہوں۔" میں نے شرارت بھرے انداز میں کہا۔ اور اس طرح وہ مجھے دیکھنے لگی جیسے میرا جملہ سمجھ نہ پائی ہو۔ میں نے خاموشی سے ڈبے کھول کر اس کے سامنے رکھے تو وہ بول پڑی۔

"تم کچھ کہتے کہتے رُک گئے تھے۔"

"نہیں میں جملہ پورا کر چکا ہوں۔" میں نے شرارت سے کہا۔

"تم نے عورت کی جسمانی قوت کو تسلیم کیا تھا آخر کیوں؟"

"چھوڑو شیلی۔ بیکار باتیں ہیں۔" میں نے کہا۔ اور دفعتاً وہ ...ب پڑی۔

"اوہ۔ اوہ۔ اب سمجھی میں۔ اب سمجھی۔ بڑی دلچسپ بات ہے۔"

"ویسے کیا شیلی تم مجھ سے متفق نہیں ہو؟"

"بھئی میں اس سلسلے میں تجربات نہیں رکھتی۔" اس نے کہا ...قہقہہ لگایا۔ کھانے کے بعد ہم نے سرد کافی پی اور خالی ڈبے ...طرف اُچھال دیے۔ پھر کھڑے ہو کر چادر اُٹھائی اور اُسے ڈگی میں ...س کر باقی بچا ہوا سامان بھی رکھ دیا گیا۔ لڑکی نے ایک کارٹن ...تی سگریٹ کا پیکٹ نکال لیا اور میری طرف رُخ کر کے بولی۔

"پیتے ہو۔"

"نہیں۔"

"کیا مطلب؟"

"بدقسمتی سے پیتا نہیں ہوں۔"

"بھرے ہوئے ہیں۔" اس نے کہا۔

"ٹھیک ہے لیکن میں پیتا نہیں ہوں۔"

"تعجب کی بات ہے۔ ویسے میں پی لیتی ہوں۔" اس نے کہا اور ...ہرے کش لینے لگی۔ چرس کی ہلکی ہلکی بو فضا میں پھیل گئی تھی۔ ...پنے کھڑکیوں کے شیشے چڑھا کر دروازے لاک کیے اور آگے بڑھ ...یں اس کے ساتھ ساتھ ہی تھا۔ ہم دونوں جھیل کے کنارے کنارے قدمی کرنے لگے۔ پھر وہ آہستہ سے بولی۔

"اُن آوارہ گردوں کے بارے میں تمھارا کیا خیال ہے۔ آوارہ ...یا زندگی سے اکتاہٹ کیا زندگی کی نشاندہی کرتی ہے۔"

"پتہ نہیں۔ بس یہ لوگ انسانی تہذیب کا مذاق اُڑاتے ...ن کا خیال ہے کہ پتھر کے دور کا انسان زیادہ مہذب اور امن ...ا اور اس دور کا انسان غیر مہذب اور وحشی ہے۔ موجودہ تہذیب ...وں کی تہذیب ہے۔ یہ خود کو فریب دیتے ہیں۔ نشہ آور دوا ...دکو غرق کر کے اپنے آپ کو بھول جانے کے خواہش مند ہوتے ...ونکہ یہ دنیا سے اپنے آپ کو ہم آہنگ نہیں کر سکتے اس لیے ...ی طرح آنکھ بند کر لینے پر انحصار کرتے ہیں۔ حالانکہ آنکھ بند کر لینے ...قدار نہیں بدل جاتے شیلی۔ سوائے اس کے کہ انسان دنیا سے ...تعلق ہو جاتا ہے۔"

"صحیح کہا تم نے۔ بڑی خوبصورت بات ہے۔ میں خود بھی ان ...ق نہیں ہوں کیا ضرورت ہے کہ سر جھاڑ منہ پھاڑ بنا کر دنیا ...عل پر بھول کر سڑکوں پر گلیوں میں، شہروں میں آوارہ ...نے پھرو، بھوکے پیٹ رہو، چرس کے کش لگاتے رہو اور ...ے بعد خود کو ایک نسل سمجھ لو۔ میں تو اس نسل کو بدترین نسل تصور کرتی ہوں۔" میں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ ہم دونوں کافی دیر تک جھیل کے کنارے چہل قدمی کرتے رہے اور پھر پہاڑوں کی اوٹ سے چاند نے سر ابھارا اور پھر مسکراتا ہوا باہر آ گیا۔ اس کی حسین روشنی نے زمین کو منور کر دیا۔ تاریکی چھٹی اور مناظر اُجاگر ہو گئے۔ لیکن اس کے ساتھ ہی کہیں سے سازوں کی آواز اُبھری اور ہم دونوں چونک پڑے۔ گٹار کی آواز تھی بے ہنگم اور بے سرا نغمہ۔"

"یہ کون ہے۔" میرے منہ سے بے ساختہ نکلا۔ اور شیلی مسکرانے لگی تھی۔

"تمھارے خیال میں کون ہو سکتا ہے۔"

"کیا کہا جا سکتا ہے۔ یہاں تو اس جھیل اور جھیل کے اطراف بکھرے ہوئے درختوں کے علاوہ کچھ نظر نہیں آ رہا۔"

"گویا تمھارے خیال میں یہ کوئی آفاقی نغمہ ہے۔" اس نے سوال کیا۔ روحوں کی کارستانی۔ ویسے کیا تم روحوں پر یقین رکھتے ہو۔"

"روح ہی تو کائنات کی سب سے لطیف شے ہے۔ بھلا روحوں پر کون یقین نہیں رکھتا۔"

"ویسے یہ مجھے اسی نسل کے لوگ معلوم ہوتے ہیں ان اطراف میں جگہ جگہ بکھرے ہوئے ہیں ان کے لیے کوئی بھی جگہ ان کی پسند کی ہو سکتی ہے ضروری نہیں ہے کہ آبادیاں قریب ہوں۔ ویسے گرہنو میں کئی منشیات کے اڈے موجود ہیں اور وہاں سے ہی انھیں منشیات حاصل ہو سکتی ہے۔ آؤ چلیں دیکھیں یہ جیسے بھی ہوتے ہیں انھیں دیکھ کر لطف آتا ہے۔" میں اس کے ساتھ ساتھ چل پڑا۔ ہم دونوں اس آواز کی سمت بڑھ رہے تھے۔ میں سست رفتاری سے چل رہا تھا اس بات پر اس نے مجھے چونک کر دیکھا اور ہنستے ہوئے بولی۔

"تمھارے قدموں میں روانی نہیں ہے۔ تم واقعی شاید روحوں کی حقیقت پر غور کر رہے ہو۔" میرے ہونٹ سکڑ گئے لیکن پھر میں نے خود کو سنبھال لیا اور خاموشی سے اس کے ساتھ آگے بڑھتا گیا۔ اس نے صحیح سمت رُخ کیا تھا تقریباً دو فرلانگ چلنے کے بعد ہمیں کچھ روشنی نظر آئی۔ راستے میں اس کے بعد کوئی تبصرہ نہیں کیا اور روشنی میں نگاہیں جمائے آگے بڑھتے رہے۔ وہاں مشعلیں روشن تھیں اور اس روشنی میں آوارہ گردوں کا ایک ہجوم نظر آ رہا تھا مرد نما عورتیں اور عورت نما مرد۔ دم لگ رہے تھے غم مٹ رہے تھے، چاندنی میں غلیظ دھواں گندگی پیدا کر رہا تھا اور چاندنی دھوئیں کو کاٹ رہی ہماری طرف کسی نے توجہ نہیں دی۔ یہاں کوئی کسی کی طرف توجہ نہیں دیتا تھا۔ اطراف میں چھوٹے چھوٹے چٹان نما ٹیلے بکھرے ہوئے تھے۔ ہم دونوں بھی ایک ٹیلے کے نزدیک بیٹھ گئے۔ اس طرف کوئی مشعل روشن نہیں تھی۔ ہم ان لوگوں کو دیکھنے لگے ایک بڑا

قدآور آوارہ گرد گٹار بجا رہا تھا اور جھوم رہا تھا۔ دوسرے آوارہ گرد رقص کر رہے تھے۔ دفعتاً شیلی نے میری طرف دیکھا اور بولی۔

"تمھیں موسیقی سے دلچسپی ہے۔"

"کیوں نہیں موسیقی کسے ناپسند ہوتی ہے۔"

"مجھے گٹار بہت پسند ہے لیکن یہ آدمی یا تو نشے میں ہے یا پھر اسے گٹار بجانا نہیں آتا۔"

"تمھیں گٹار پسند ہے۔" میں نے کہا۔

"بے حد۔ میں خود بھی بجاتی ہوں لیکن اتفاق سے میرا گٹار ٹوٹ گیا ہے۔"

"اور یہ نغمہ تمھیں ناپسند ہے۔"

"یہ کوئی نغمہ ہے میں نے کہا نا یہ گٹار کے ساتھ مذاق ہو رہا ہے۔"

"تو پھر میں اس شخص سے درخواست کرتی ہوں کہ تم گٹار بجاؤ۔"

"ارے نہیں نہیں۔ میں نہیں۔" اس نے آہستہ سے کہا۔ میں گہری نگاہوں سے اسے دیکھنے لگا۔ میرا خیال تھا کہ وہ مجھ سے فرمائش کرے گی اور یہ خیال اس وجہ سے تھا کہ اگر اس کو میرے پیچھے لگایا گیا ہے تو یہ بھی بتایا گیا ہوگا کہ گٹار میرے ہاتھوں میں آنے کے بعد کچھ اور بن جاتا ہے۔ لیکن اس کے انداز سے ایسی کوئی بات ظاہر نہیں ہوئی تھی۔ ویسے یہ ضروری بھی نہیں تھا کہ میرے بارے میں بتاتے ہوئے اسے میرے گٹار بجانے کی تفصیل بھی بتائی گئی ہو بہرطور وہ میری فرمائش پر آگے بڑھی اور ہم دونوں ان آوارہ گردوں میں شامل ہو گئے۔ دراز قد اپنے نغمے کی آخری دھن بجا رہا تھا۔ پھر اس نے نغمہ ختم کیا۔ گلے سے گٹار کی ڈوری نکالی اور اسے رکھنے لگا۔ لیکن میں نے آگے بڑھ کر گٹار تھام لیا تھا۔ اس نے بوجھل آنکھوں سے مجھے دیکھا اور فراخ دلی سے گٹار میرے حوالے کر دیا۔ میں نے گٹار بڑے احترام سے شیلی کو پیش کر دیا تھا۔ وہ شرمندہ شرمندہ سی گٹار کی ڈوری گلے میں ڈال کر گٹار کے تاروں پر انگلیاں پھیرنے لگی۔ آوارہ گردوں نے تالیاں بجائی تھیں اس کے بعد شیلی نے ایک نغمہ چھیڑ دیا۔ میں جاننا چاہتا تھا کہ وہ گٹار بجانے کے سلسلے میں کس قدر مہارت رکھتی ہے۔ لیکن مجھے اندازہ ہو گیا کہ بس کام چلانے والی بات ہے۔ آوارہ گرد اس کا نغمہ سن رہے تھے بہرطور یہ اس دراز قامت سے اچھا نغمہ تھا چنانچہ وہ جھوم رہے تھے۔ شیلی نے ایک نغمہ سنانے کے بعد گٹار کی ڈوری اپنے گلے سے نکالی لیکن آوارہ گرد اس سے فرمائش کرنے لگے کہ وہ کچھ اور نغمے سنائے۔

"ارے نہیں نہیں۔ بس میں زیادہ نہیں جانتی۔" اس نے کہا اور میں نے گٹار کی ڈوری اپنے گلے میں ڈال لی۔ شیلی میرے اس انداز کو دیکھ کر چونک پڑی تھی۔ بہت ہی عرصہ کے بعد میں نے گٹار پر وہ دھن چھیڑی۔ جس کا تعلق میری روح سے تھا جس کا تعلق میرے وطن سے تھا اور جس کو چھیڑنے کے بعد خود مجھے اپنے ہوش و حواس پر قابو نہیں رہتا تھا۔ میں نے آہستہ آہستہ گٹار کے تاروں پر لال میری پت رکھیو کی دھن شروع کر دی۔ اب اس کے سُر دوسرے تھے جبکہ گٹار وہی تھا نشے میں بدمست ہپی بھی چونک پڑے۔ دھن ہی ایسی تھی کہ دلوں کو بند کر دیتی تھی۔ نغمہ بلند ہوتا گیا اور مُردوں میں زندگی دوڑ گئی کسی نے میری طرف دیکھنے کی ضرورت محسوس نہیں کی تھی سب رقص میں مصروف ہو گئے تھے۔ لال میری پت رکھیو۔ میری آنکھوں سے نہ جانے کب آنسوؤں کی لڑی بہنے لگی۔ لال شہباز قلندر۔ دل میں درد تھا دُکھن تھی ایک تصور تھا اس کا جو میری زندگی بن گئی تھی اور جو نہ جانے کہاں گم تھی ان پہاڑیوں میں یا کہیں اور کیا اب زندگی سے اس کا کوئی تعلق نہیں رہا تھا۔ زیبی جو میری آنکھوں میں دہکتی ہوئی آگ بن گئی تھی میرے دل میں سلگتا ہوا انگارہ بن گئی تھی اب میری نگاہوں سے اتنی دور تھی کہ میں اس کا صرف تصور کر سکتا تھا اور یہی تصور گٹار کے تاروں میں درد بن کر سما گیا تھا۔ میں گٹار بجاتا رہا۔ شیلی پھٹی پھٹی نگاہوں سے مجھے دیکھ رہی تھی دفعتاً کسی طرف سے ایک لڑکی آگے بڑھی اور میرے قریب پہنچ گئی۔

دبلے پتلے قد و قامت کی وہ لڑکی میرے بالکل قریب تھی۔

لیکن میں نے ان آوارہ گردوں میں اچھی خاصی زندگی گزاری تھی چنانچہ اس حرکت پر مجھے کوئی تعجب نہیں ہوا۔

بدمست آوارہ گرد گٹار کی دھن پر سر دھنتے رہے رقص کرتے رہے اور پھر نغمہ ختم ہو گیا پیر رُک گئے عجیب آوازیں سنائی دینے لگیں۔

لیکن فوراً بعد میں نے ایک اور دُھن شروع کر دی تھی۔ یہ ایک طربیہ دھن تھی سسکاریاں ہیجان خیز آوازیں کھنڈرات میں گونجنے لگیں دیوانے مست ہو گئے وہ ناچنے لگے اور تھوڑے فاصلے پر شیلی خاموش کھڑی مجھے دیکھتی رہی نغمہ آخری مرحلے میں داخل ہوا اور پھر رُک گیا۔ ناچتے بدن رک گئے جیسے چابی ختم ہو گئی ہو پھر میرے نزدیک بیٹھی ہوئی لڑکی نے آہستہ سے سر اٹھایا اور اس کی آواز اُبھری۔

"ایک اور صرف ایک اور۔" میں نے اس کی جانب دیکھا۔ پھیکا لمبوترا چہرہ اُلجھے ہوئے بال لیکن یہ شکل میری جانی پہچانی

تھی۔ میں اسے دیکھنے لگا پھر آہستہ آہستہ مجھے یاد آ گئی اس کا نام لیلی فرینکلین تھا آوارہ گرد ہی تھی کہیں کسی جگہ مجھے ملی تھی مگر یہ اس دور کی بات تھی جب میں بھی کچھ اور تھا۔

اس کے ساتھ گزرے ہوئے لمحات مجھے یاد آ گئے میں نے اس کا بازو پکڑ کر اُسے اٹھایا اور آہستہ سے بولا۔

"لیلی۔"

"پہچانتے ہو مجھے۔" اس نے جواب دیا۔

"ہاں۔ کیوں نہیں مگر تم میں بہت فرق ہو گیا ہے۔"

"ہاں۔ میں مر چکی ہوں۔ میں بہت پہلے مر چکی ہوں۔ نواز میں مر چکی ہوں۔"

"کیسی ہو لیلی۔"

"ایک روح کیسی ہوتی ہے تمھارے سامنے ہے۔"

"کس چیز کی ضرورت ہے تمھیں۔"

"نہیں۔ موت چاہیے صرف موت۔"

"نہیں اسی کیمپ میں ہو۔" میں نے چور نگاہوں سے شیلی کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"ہاں نہیں ملتی ہوں۔"

"میں تم سے پھر ملاقات کروں گا۔" لیلی کچھ نہ بولی۔ میں نے گٹار واپس اس کے مالک کو دے دیا اور وہ نشیلے لہجے میں بولا۔

"نہیں فنکار نہیں۔ میں اب اس کے قابل نہیں ہوں' ان تاروں سے جو نغمے نکل چکے ہیں وہ ان ہی میں قید ہو کر رہ جائیں گے دوبارہ یہ نغمے ان تاروں سے نہیں نکلیں گے اس لیے اسے اپنے ساتھ لے جاؤ جب بھی میں یہ گٹار بجاؤں گا مجھے اپنی کم علمی کا احساس ہوگا۔

"نہیں دوست۔ یہ تمھاری ملکیت ہے۔ میں نے گٹار کی ڈوری اس کے گلے میں ڈال دی اور اس کے شانے پر تھپکی دی وہ گردن جھکا کر کھڑا رہ گیا تھا۔ پھر میں شیلی کے نزدیک پہنچ گیا اور میں نے اس سے کہا۔

"آؤ شیلی واپس چلیں۔" اس نے کوئی جواب نہیں دیا اور خاموشی سے میرے قدموں سے قدم ملا کر چلنے لگی۔ میں اس کی گہری خاموشی کو محسوس کر رہا تھا۔ تھوڑی دور چل کر میں نے کہا۔

"کیا بات ہے شیلی کوئی اُلجھن ہے تمھیں۔"؟

"اوہ نہیں' ایسی کوئی بات نہیں۔" وہ چونک کر مسکرا دی۔

"کیا سوچنے لگی تھیں۔"؟

"بس' انہی لوگوں کی زندگی کے فلسفے پر غور کر رہی تھی' بھلانے یہ لوگ کس طرح زندہ ہیں کیوں زندہ ہیں' ہر چیز کا ایک مقصد ہوتا ہے' بظاہر ان کے سامنے کوئی مقصد نہیں ہے۔ چھوڑو ان باتوں کو' لیکن یہ گٹار' اتنا خوبصورت گٹار کیسے بجا لیتے ہو۔"؟

"تمھیں پسند آیا۔" میں نے پوچھا۔

"تم پسند آنے کی بات کرتے ہو' میں نے اتنا خوبصورت گٹار کبھی نہیں سُنا' کاش میرا گٹار میرے پاس ہوتا تو میں جھیل کے کنارے بیٹھ کر رات بھر تم سے نغمے سنتی۔"

"کوئی بات نہیں ہے' زندگی طویل ہے اور لوگوں کے کہنے کے مطابق دنیا گول' ممکن ہے کبھی ہماری تمھاری ملاقات اس طرح ہو جائے کہ ہم دونوں میں سے کسی ایک کے پاس گٹار موجود ہو۔"

"وہ لڑکی کون تھی۔"؟

"ایک پرانی شناسا۔ یونہی کبھی کسی ایسی آوارہ زندگی کے سفر میں مل گئی تھی۔"

"بہت بے تکلف معلوم ہوتی تھی تم سے۔" شیلی کے لہجے میں عورت اُبھر آئی۔

"نہیں شیلی ایسی بات نہیں' ان لوگوں کی اپنی دنیا ہوتی ہے اور اس دُنیا میں وہ اپنے ساتھیوں کا تعین کر لیتے ہیں۔"

"اس نے تمھیں اپنا ساتھی بنایا تھا۔"؟

"جس انداز میں تم سوچ رہی ہو' اس انداز میں نہیں۔"

"نہیں نہیں۔ میں کسی انداز میں نہیں سوچ رہی۔" وہ آہستہ سے بولی۔

ہم دونوں کار کے نزدیک واپس پہنچ گئے' چاندنی شباب پر تھی' میں کار سے ٹک کر کھڑا ہو گیا اور جھیل کے چمکتے ہوئے پانی کی طرف دیکھتا رہا' شیلی کے انداز میں' میں نے ایک عجیب سی کیفیت محسوس کی تھی' اور میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ اُبھر آئی تھی۔ یہ بے وقوف لڑکی میرا تعاقب کرنے کے لیے میرے پیچھے لگائی گئی ہے لیکن اگر اگر یہ میرے جال میں پھنس جائے تو کیسا ہو' ممکن ہے مجھے اس کے ذریعے نرلوکا کے بارے میں کچھ تفصیلات معلوم ہو سکیں' کام مشکل تھا' لیکن کوشش کرنے میں کوئی حرج نہیں تھا' چنانچہ میں نے اپنے ذہن میں منصوبہ بندی کر لی۔

بہت عرصہ ہوا تھا' جب دل آوارہ تھا' کوئی پاس نہیں تھا' تنہائی تھی لیکن اب جبکہ زیبی نے میری زندگی میں ٹھہراؤ پیدا کر دیا تھا' تو میرے ذہن سے پرانی باتیں بالکل نکل چکی تھیں' اور میں خود کو ایک ٹھہرا ہوا انسان سمجھتا تھا جسے اپنی پچھلی زندگی پر بارہا شرم محسوس ہوتی تھی۔

زیبی نے میری زندگی میں آنے کے بعد دوسری تمام چیزوں سے بے نیاز کر دیا تھا لیکن آج زیبی کے حصول کے لیے ہی میں

ایک بار پھر انہی راستوں کی طرف سفر کر رہا تھا، ہاں راجہ نواز اصغر کو انہی راستوں پر لوٹا دیا گیا تھا جہاں سے وہ کبھی کا گزر چکا تھا یہ راستے قتل و غارت گری کے راستے تھے۔ یہ وہ راستے تھے جن کے بارے میں، میں نے سوچا تھا کہ اب کبھی ان پر واپسی نہیں ہوگی میں نے زیبی سے ایک دن کہا تھا۔

"زیبی انسان کبھی سوچ بھی نہیں سکتا کہ آئندہ اس کی زندگی کیا ہوگی"؟

"یہ خیال کیوں آیا نواز"؟

"تمھارے ساتھ یہ زندگی گزارتے ہوئے"

"یہ زندگی تمھیں پسند ہے نواز"؟

"ہاں زیبی اور میری دعا ہے کہ زندگی میں کبھی ان راستوں پر دوبارہ سفر نہ کروں" میں نے خلوصِ دل سے کہا تھا۔

سچی بات تو یہ ہے کہ اب مجھے وہ راستے یاد ہی نہیں رہے تھے شیلی کے بارے میں محسوس کر رہا تھا کہ اس کا موڈ خاصا بگڑا ہوا ہے جس طرح اس لڑکی

سے ملا تھا اس کو دیکھتے ہوئے شیلی کے اندر کی عورت جاگ اٹھی تھی۔ حالانکہ میرا اس کا رشتہ ہی کیا تھا۔

بہر طور یہی عورت اپنے آپ کو مرد کے ہم پلہ ثابت کرنے کی کوشش کرتی ہے۔ اپنے بگڑے ہوئے موڈ کا ثبوت اس نے اس طرح دیا کہ کار میں داخل ہوگئی اور اندر داخل ہو کر تمام شیشے چڑھا لیے۔ کار کی سیٹ کھولی اور لیٹ گئی۔

میں چند لمحات اپنی جگہ کھڑا اس کی کارروائی دیکھتا رہا اور پھر جھیل کے کنارے کی جانب بڑھ گیا۔ میں اب خود بھی اُسے دوسرے طریقوں سے مارنا چاہتا تھا۔ میں نے جھیل کے کنارے ایک جگہ پینسکی اور لیٹ گیا۔

میری نگاہیں چاند پر جمی ہوئی تھیں اور ذہن آہستہ آہستہ ماضی کی طرف لوٹ رہا تھا یہی چاند میرے گھر کے آنگن میں بھی نظر آتا تھا۔ چوڑا چکلا آنگن جہاں دوسری چارپائیاں بھی بچھی ہوئی تھیں بارش کے موسم میں بھیگی بھیگی ہوائیں ہمارے آنگن میں اُمڈ آتی تھیں۔

ڈیوڑھی سے حقّے کی آوازیں اُبھرتی تھیں اور پھر شیرے ملے ہوئے تمباکو کی سوندھی سوندھی خوشبو پورے آنگن میں چکراتی ہوئی پھرتی تھی۔

اس وقت جب ڈھلے ہوئے آسمان سے بادل چھٹتے تو چاند کی مسکراہٹ کیسی پاکیزہ ہوتی تھی۔ ہنستا ہوا کیسا بھلا لگتا تھا وہ لیکن آج کا چاند داغ دار تھا۔ یہ داغ دل کے داغ تھے میرے

یہ داغ بلند ہو کر چاند کی پیشانی پر جا چمکے تھے۔ کل اور آج میں بہت فرق تھا۔ چاند سے نگاہیں نہ ملائی گئیں۔

زیبی یاد آ رہی تھی۔ موجوں کا طوفان اُبل رہا تھا اگر یہ طوفان کناروں سے بہہ نکلا تھا تو پھر کبھی نیند نہیں آسکے گی ان طوفانوں کو روکنا چاہیے۔ اس سیلاب کو دل سے جھٹک دینا چاہیے جو زندگی کا روگ بن جاتے ہیں۔ زیبی جہاں بھی ہو خدا کرے زندگی کی دلچسپیوں سے بہرہ ور ہو، خدا کرے اُسے کوئی ذہنی کرب نہ ہو۔

لیکن یہ دعا بھی اپنے آپ کو ایک شرم کی حیثیت سے محسوس ہو رہی تھی۔ زیبی مجھ سے کم متردد نہیں ہوگی۔ اگر وہ زندہ ہے تو یقینی طور پر اس کی کیفیت مجھ سے مختلف نہ ہوگی۔

میں نے کروٹ بدلی اور سونے کی کوشش کرنے لگا جھیل کی طرف سے چلنے والی ہوائیں فرحت بخش تھیں۔ ہواؤں کا جادو سر چڑھا اور آنکھوں میں بھاری پن پیدا ہوگیا اور پھر آنکھ جھپک ہی رہی تھی کہ پشت پر قدموں کی چاپ محسوس ہوئی اور میں فوراً چونک پڑا۔

کوئی جانور بھی ہو سکتا ہے۔ میں نے پلٹ کر دیکھا۔ ایک انسانی بدن میرے قریب آ چکا تھا۔ میں نے اُسے غور سے دیکھا فرینکلین ہی تھی۔ بکھرے ہوئے بال، بہکی بہکی چال، چاندنی رات میں وہ ایک چڑیل معلوم دے رہی تھی۔

حالانکہ یہ حسین ماحول سنسان کنارہ، رومان پرور فضا ذہن میں دوسرے خیالات پیدا کرنے کے لیے کافی تھی اور یہ لڑکی جانی پہچانی تھی۔ اس کے خطوط آنکھوں میں بسے ہوئے تھے اس نے آہستہ سے مجھے پکارا۔

"نواز!"

"کیا بات ہے" میں نے کسی قدر درشت لہجے میں کہا میرا سارا منصوبہ فیل ہوا جا رہا تھا۔ جانتا تھا کہ شیلی کار کے شیشوں میں سے مجھے ضرور دیکھ رہی ہوگی۔ وہ رُک گئی۔ اس نے بوجھل پلکیں اُٹھا کر مجھے دیکھا پھر ایک قدم آگے بڑھ کر میرے قریب پہنچ گئی۔

"نواز۔ میں تمھارا ساتھ چاہتی ہوں"

"کیا فضول باتیں کر رہی ہو۔ کیسا ساتھ۔" میں نے غصیلے انداز میں پوچھا۔

"نواز۔ میں بے سہارا ہوں مجھے زندگی میں اتنے داغ ملے ہیں کہ اب میں داغ داغ ہوں"

"شیلی۔ سوری مس فرینکلین، میں آپ کی کوئی مدد نہیں کر سکتا۔ میں اب وہ نواز نہیں ہوں جو کبھی تمھیں ملا تھا۔"

"میں پرانے نواز کو واپس لانا چاہتی ہوں"

"کیا بکواس کر رہی ہو تم۔ جاؤ واپس لوٹ جاؤ میری دنیا بدل گئی ہے۔"

"نواز۔ میں تمھارا ساتھ نہیں چھوڑنا چاہتی۔ نواز میں گزرے ہوئے لمحات کو لوٹانا چاہتی ہوں"

"بدقسمتی سے میں مشرق کا باشندہ ہوں مس فرینکلین ہم لوگ سر پھرے ہوتے ہیں جو آنسو آنکھ سے ٹپک جائے اس کی کوئی قیمت نہیں ہوتی۔ یہ ہمارا ایمان ہے تم عورت کے معیار سے گری ہوئی شخصیت ہو۔ بس پلیز چلی جاؤ۔ میں سونا چاہتا ہوں"

وہ مجھے دیکھتی رہی لیکن مجھے اس سے کوئی دلچسپی نہیں تھی۔ تب وہ آہستہ آہستہ اُٹھی اور کھڑی ہوگئی۔

"سنو۔ میں تمھیں کسی قیمت پر نہیں چھوڑوں گی کچھ بھی ہو جائے، مجھے زندگی کے وہ لمحات واپس چاہئیں جو تم میرے ساتھ گزار چکے ہو"

"میں کہتا ہوں یہاں سے چلی جاؤ۔ میں سونا چاہتا ہوں"

"میں بھی تمھارے قدموں میں سو جاؤں گی" اس نے کہا۔

"میں تمھیں اُٹھا کر جھیل میں پھینک دوں گا" میں نے غراتی ہوئی آواز میں کہا اور اُٹھ کر کھڑا ہوگیا۔ وہ سہم گئی تھوک نگلنے کی آواز بار بار سنائی دی تھی۔ پھر اس کی لرزتی ہوئی آواز سنائی دی۔

"تمھارے پاس تھوڑی سی چرس ہوگی" میرا دل چاہا کہ ایک زوردار تھپڑ لگاؤں اس کے منہ پر آخر وہ اپنی اصلیت پر آگئی تھی۔

"چرس نہیں ہے لیکن تم اس رقم سے چرس خرید سکتی ہو" میں نے جیب سے کچھ کرنسی نوٹ نکال کر اس کے حوالے کر دیئے۔

"اوہ تھینک یو ڈیئر۔ تھینک یو۔ ہو سکے تو مجھے معاف کر دینا۔ تھینک یو" اس نے پیسے لیتے ہوئے کہا اور واپسی کے لیے مڑ گئی۔ لیکن اس انداز میں پلٹ پلٹ کر دیکھتی جا رہی تھی کہ جیسے میں اسے آواز دوں گا۔

پھر جب وہ نگاہوں سے اوجھل ہوگئی تو میں نے گہری سی سانس لی اور سوچنے لگا کہ اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ مس فرینکلین کے ساتھ میرا بہترین وقت گزرا تھا۔

لیکن۔ لیکن وہ میرا پلان فیل کر گئی تھی کمبخت۔ شیلی نے اس کی وجہ سے مجھ سے کنارہ کشی اختیار کی تھی اور اب تو وہ اور بھی بگڑ گئی ہوگی۔

سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ کیا کروں لیکن ابھی اتنا ہی سوچنے پایا تھا کہ دوسری طرف سے پھر آواز اُبھری اور میں چونک پڑا دہشت زدہ ہو کر دیکھا۔

شیلی مسکرا رہی تھی۔ وہ میرے بالکل قریب کھڑی تھی اس نے اپنے طویل بال پیچھے کر کے باندھ لیے تھے اور اس انداز میں وہ خاصی حسین نظر آ رہی تھی۔ اس کے ہونٹوں پر ایک سیک مسکراہٹ تھی۔

"ہیلو شیلی نیند نہیں آئی۔"

"چاندنی رات میں کار کی چھت کے نیچے نیند کیسے آئے گی؟"

"میں نے سوچا تم سو گئی ہو"

"ایک سانپ کو تمھارے قریب دیکھ کر آگئی۔ میں نے سوچا وہ تمھیں نقصان نہ پہنچا دے۔"

"شکریہ۔" میں نے مختصراً کہا اور وہ گھاس پر میرے نزدیک بیٹھ گئی۔ کافی دیر تک خاموش رہی اور اس کے بعد کہا۔

"وہ لڑکی تمھیں کسی اور نام سے مخاطب کر رہی تھی!"

"ہاں۔ نواز کے نام سے، اس وقت میرا یہی نام تھا۔

"اس وقت"؟

"ہاں۔ ماضی کی باتیں ہیں۔ ماضی ہی میں رہنے دو۔ ان کو حال میں لائیں گے تو مجھے دکھ ہوگا"

"کوئی بات نہیں ہے، بس یوں سمجھ لو کہ میں نے سب کچھ بھلا دیا، لیکن میں تم سے اپنے سلوک کی معافی چاہتی ہوں۔ ذہن کچھ اُلجھ سا گیا تھا میری نگاہوں میں تمھاری وقعت بڑھ گئی ہے"

"شرمندہ نہ کرو شیلی۔ تم نے میرے اوپر احسانات کیے ہیں"

"میں نے"

"ہاں بس تم مجھے وہاں سے یہاں تک لائی ہو اور تم نے خواہ مخواہ ایک اجنبی کو اتنی حیثیت دی ہے" میں نے کہا اور وہ آہستہ سے مسکرا دی۔ اس کی آنکھوں میں عجیب سے تاثرات نظر آ رہے تھے۔

بدمست آوارہ گرد غل غپاڑہ مچا رہے تھے۔ گٹار کی دھنیں فضاؤں کے دوش پر تیرتی ہوئی یہاں تک پہنچ رہی تھیں۔ شیلی جھیل کے پانی پر نگاہیں جمائے بیٹھی ہوئی تھی اور میں یہ سوچ رہا تھا کہ یہ زیبی سے غداری تو نہیں ہے"

لیکن میرے دل نے اندر سے کہا کہ زیبی کے حصول کے لیے ہی تو یہ سب کچھ ہو رہا ہے ورنہ راجہ نواز اصغر کی تو زندگی کا رُخ ہی بدل گیا تھا۔

رات کے آخری پہر میں، میں نے شیلی کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"ساری رات آنکھوں میں گزر چکی ہے شبلی کیا تمھیں نیند نہیں آ رہی۔"

"اوہ۔ ڈیئر فرینڈس تمھاری موجودگی میں نیند کا تصور تک نہیں کیا جا سکتا۔ یوں محسوس ہوتا ہے جیسے سو گئی تو آنکھ کھل جائے گی یہ لمحات مجھے خوابوں سے الگ نہیں محسوس ہو سکتے۔" میرے چہرے پر کرب کے آثار ابھر آئے جو سو فیصدی اداکاری پر مبنی تھے شبلی نے اس کیفیت کو محسوس کر لیا اور اٹھ کر بیٹھ گئی۔

"ارے میں نے کوئی ایسا جملہ تو نہیں کہا تھا جس سے تم اداس ہو جاتے۔ کیا بات ہے۔"؟

"کچھ نہیں شبلی بس ایسے ہی ذرا بے وقوف قسم کا آدمی ہوں۔"

"فرینڈس ڈیئر۔ کیا بات ہے پلیز مجھے بتاؤ۔" وہ بے چینی سے بولی۔

"جو تصور میرے ذہن میں ابھرا ہے شبلی۔ تم اسے الفاظ کی شکل میں برداشت نہیں کر سکو گی۔"

"میں سمجھی نہیں۔" وہ ایک بار پھر بولی۔ اس کے دراز بال کھل گئے تھے

میں نے اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا۔

"شبلی۔ زندگی میں کچھ دوست اس طرح ملتے ہیں کہ انسان سوچ بھی نہیں سکتا کہ وہ دل و جان کے اس قدر قریب ہو جائیں گے کیا ہم اپنے ان چند لمحات کو کوئی اور نام دے سکتے ہیں۔"

"نہیں۔"

"بعض اوقات دھوکا کھانے کو جی چاہتا ہے بعض دھوکے ایسے حسین ہوتے ہیں کہ انسان اپنے آپ کو ان میں لپیٹے رکھنا چاہتا ہے لیکن جب یہ احساس ہو جائے کہ یہ سب کچھ ایک وقتی کیفیت کا نتیجہ ہے تو تم خود سوچو کہ دل کے ٹوٹنے کی آواز کتنی دور تک پھیلتی ہوگی۔"

"تمھارا ایک لفظ بھی میری سمجھ میں نہیں آیا۔"

"شبلی۔ کیا تم اس بات سے انکار کرو گی کہ تم وہ نہیں ہو جو نظر آ رہی ہو۔" میرے ان الفاظ پر وہ ایک دم سیدھی ہو گئی اس نے اپنے بکھرے ہوئے بال سمیٹ لیے میں اس کے چہرے کی ہیجان انگیز کیفیت بخوبی دیکھ رہا تھا اور دل ہی دل میں مسکرا رہا تھا میرے لفظوں نے اس پر کاری ضرب لگائی تھی۔ وہ کسی قدر نگاہیں چرا کر بولی۔

"میں۔ میں اب بھی نہیں سمجھی۔"

"ڈیئر شبلی۔ زندگی ایک بار جاتی ہے ایک بار ملتی ہے لیکن بعض لمحات ایسے ہوتے ہیں کہ زندگی ان پر قربان کر دینے کو جی چاہتا ہے۔ تم صرف ایک بار صرف ایک بار یہ کہہ دو کہ تم وہ نہیں ہو جو نظر آ رہی ہو اور یہ بھی کہہ دو شبلی کہ یہ تمھاری مجبوری ہے اور اس کے بعد مجھے قتل کر دو مجھے کوئی اعتراض نہیں ہوگا۔ یہ پیش کش میں خود تمھیں کر رہا ہوں سمجھیں شبلی۔ یہ سب کچھ میں کہہ رہا ہوں تم سے۔"

شبلی ایک دم سنبھل گئی تھی پھر اس نے کہا۔

"تم کیسی باتیں کر رہے ہو فرینڈس۔"

"بس یہی دکھ کی بات ہے شبلی۔ اتنے سچے الفاظ سن کر بھی تم مجھ پر یقین نہیں کر سکتیں کیونکہ۔" لادلا۔ میں خاموش ہو گیا۔ وہ نیم باز آنکھوں سے مجھے دیکھ رہی تھی۔ اس کے انداز میں ایک عجیب سی کیفیت تھی لیکن دوسرے لمحے وہ سنبھل گئی۔

"اگر تم میری طرف سے کسی غلط فہمی کا شکار ہو تو میں چاہتی ہوں کہ اسے دل سے نکال دو۔" میں ٹھنڈی سانس لے کر خاموش ہو گیا میں نے آنکھیں بند کر لیں چند لمحات اسی طرح خاموش رہا۔ اس نے مجھے اتنی طویل خاموشی میں مبتلا پا کر پھر مخاطب کیا۔

"فرینڈس۔"

"ہاں شبلی۔"

"کیا سوچ رہے ہو۔"؟

"وہ سوچ رہا ہوں شبلی جو سوچنا نہیں چاہتا لیکن ذہن کمبخت ہے کہ خیالات سے باز نہیں آ رہا۔ چلو ٹھیک ہے جو کچھ بھی کرنا چاہتی ہو۔ مگر۔ مگر میرے سامنے صاف ستھری شخصیت اختیار کرو شبلی۔ میں تم سے بے حد متاثر ہوں۔"

"اور میں بھی تم سے متاثر ہوں فرینڈس۔"

"نہیں شبلی تمھارے یہ الفاظ حقیقتوں پر مبنی نہیں ہیں کچھ کہنا چاہتی ہو کچھ جاننا چاہتی ہو تو سنو میں تم سے صرف ایک بات کہوں گا۔"

"کہو۔ فرینڈس۔"

"میرے بارے میں تم اچھی طرح جانتی ہو شبلی کہ میں کون ہوں اور میں بھی یہ بات جانتا ہوں کہ ترلوکا نے تمھیں میرے پیچھے لگایا ہوا ہے۔ میں اچھی طرح جانتا ہوں شبلی کہ میں ترلوکا کے جال میں آ پھنسا ہوں اور یہاں سان ان تونیو میں پہنچنے کے بعد میں قدم قدم پر اس کے رحم و کرم پر ہوں شبلی اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ ہم نے یہ لمحات جس انداز میں بھی گزارے ان کے حسن سے انکار نہیں کیا جا سکتا لیکن۔ لیکن۔ شبلی میں تمھارے بارے میں جذباتی انداز میں سوچنے لگا ہوں۔ میں ذرا مختلف قسم کا انسان ہوں کوئی عورت میری زندگی کی منزل نہیں بن سکتی۔ تم۔ تم شبلی تم میرے وجود میں بہت دور تک اتر گئی ہو شاید تمھیں اس بات پر یقین نہ آئے۔ اگر تم ساری حقیقتوں کو جانتی ہو تو تم اس

بات پر شبہ ضرور کرو گی لیکن شبلی میں۔ میں تم سے بہت متاثر ہو گیا ہوں۔"

شبلی منہ پھاڑے مجھے دیکھ رہی تھی۔ اس کے انداز میں حیرت تھی۔ تھوڑی دیر تک وہ خاموشی سے مجھے گھورتی رہی پھر اس نے کہا۔

"فرینڈس۔ ان ساری باتوں کا مقصد سمجھ میں نہیں آیا۔"

"سب کچھ سمجھنے کے بعد انکار کرتی رہو تو مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے۔ میں تمھیں مجبور نہیں کروں گا۔" میں نے جواب دیا۔ اور وہ دوسری طرف دیکھنے لگی۔

ایسا محسوس ہوتا تھا جیسے وہ اپنے ذہن کو بھٹکنے سے بچانا چاہتی ہو پھر اس نے آہستہ سے کہا۔

"تمھارے خیال میں میرا کردار کیا ہے۔"

"شبلی بس۔ میں جو کچھ کہنا چاہتا تھا کہہ چکا ہوں اس سے زیادہ میں کیا کہوں۔"

"تو پھر سنو فرینڈس میں تمھیں زندہ سلامت دیکھنا چاہتی ہوں۔ میں تمھاری ذات کے نقوش کو اپنے احساسات میں جذب کر لینا چاہتی ہوں میں اس زندگی میں کسی آلودگی کو پسند نہیں کرتی میرا خیال تھا کہ شاید تم اس حد تک نہیں جاؤ گے لیکن۔ لیکن۔"

"بہر طور جو کچھ بھی ہوا شبلی میں اس سے آگے کچھ نہیں کہوں گا۔"

"تم نے میرے پندار کو شکست دی ہے فرینڈس۔ اس کے بعد ممکن ہے میں کسی ایسی مصیبت میں پھنس جاؤں کہ میری زندگی بھی ممکن نہ ہو لیکن میں اتنی بے کردار بھی نہیں ہوں۔ سمجھ میں نہیں آ رہا کہ میں کیا کروں۔"

"کوئی الجھن اپنے ذہن پر سوار نہ ہونے دو شبلی جذبات کے بھنور سے نکل آؤ۔" میرے دل میں ایک بات آئی تھی کہے بغیر نہ رہ سکا میں بس یوں سمجھ لو کہ۔ کہ۔" میں خاموش ہو کر جھیل کے پانی کی طرف دیکھنے لگا۔ شبلی خاموشی سے میری شکل دیکھ رہی تھی اور پھر وہ اپنی جگہ سے اٹھ کھڑی ہوئی۔ وہ غالباً میری نگاہوں سے بچنا چاہتی تھی۔ میں نے بھی تعرض نہیں کیا۔ دانہ ڈال دیا تھا اور اب اس کے بعد دیکھنا چاہتا تھا کہ اس کا نتیجہ کیا نکلتا ہے۔

شبلی نے پھر میرے پاس آنے کی کوشش نہیں کی یہاں تک کہ صبح کی روشنی نمودار ہو گئی اور تھوڑی دیر کے بعد اطراف میں اجالا پھیل گیا شبلی نیم دراز تھی۔ جب سورج کی کرنیں براہِ راست ہم دونوں پر پڑنے لگیں تو ہم اپنی اپنی جگہ سے اٹھ گئے جھیل کے پانی سے منہ ہاتھ دھویا اور خوب اچھی طرح اپنے آپ کو صاف ستھرا کرنے کے بعد میں شبلی کی طرف بڑھ گیا۔

"ظاہر ہے کہ یہ نہیں پوچھ سکتا میں تم سے کہ تم سوئی تھیں یا نہیں۔"

"نیند کا کیا سوال ہے اور پھر وقت ہی کتنا رہ گیا تھا۔" اس نے نرم لہجے میں کہا۔

"آؤ کچھ کھا لو۔ اس کے بعد گرینو چلیں گے جو یہاں سے زیادہ دور نہیں ہے۔"

"ٹھیک ہے۔" میں نے جواب دیا۔ اور ہم نے خاموشی سے عمدہ قسم کا ناشتہ کیا۔ جس کا بندوبست شبلی کے پاس تھا۔ ناشتہ کرنے کے بعد میں اس کے ساتھ کار میں آ بیٹھا اور شبلی نے کار اسٹارٹ کر کے آگے بڑھا دی۔ آگے سڑک خاصی وسیع تھی۔ اس نے ایک طرف اشارہ کر کے کہا۔

"یہ یہاں کی کچھ تاریخی عمارتیں ہیں۔"

میں نے ان عمارتوں کو دیکھتے ہوئے کہا۔ "کیا تاریخ ہے ان کی۔"

"مجھے اس سلسلے میں تفصیلات نہیں معلوم بس ایک دو بار ادھر سے گزری تھی اور ان عمارتوں کے بارے میں یہی پتا چلا تھا مجھے آؤ کیوں نہ ایک نگاہ ان پر قریب سے ڈال لی جائے۔"

"نہیں، تم جانتی ہو، گم کردہ راہ ہوں، کوئی خاص منزل نہیں ہے، کہیں بھی چلا جاؤں، میری زندگی کا مقصد تمھارے علم میں ہے۔"

شبلی نے کار ایک طرف اتار دی اور پھر اسے ان کھنڈرات کے پاس لے جا کر روک دیا۔ میں نے سفر کے دوران ایک اور کار کو پیچھے آتے ہوئے دیکھا تھا لیکن اس پر غور نہیں کیا تھا۔ کھنڈرات کے نزدیک شبلی نے کار روکی اور نیچے اتر گئی۔ میں اس کے قریب ہی کھڑا ہوا تھا۔ دفعتاً میں نے محسوس کیا کہ وہ پیچھے ہٹ رہی ہے اور پھر چند ہی لمحات کے بعد میں نے دوسری کار کے انجن کی آواز سنی۔

وہ بہت برق رفتاری سے اس طرف آئی تھی پیچھے پہنچتے ہی کار کا دروازہ کھلا اور اس میں سے تین آدمی نیچے اتر آئے۔ وہ تینوں تنومند تھے اور عمدہ سوٹوں میں ملبوس تھے، وہ سب میرے اطراف میں آ کر کھڑے ہو گئے، شبلی پیچھے ہٹ گئی تھی، وہ تینوں تیز نگاہوں سے مجھے دیکھ رہے تھے، اور پھر وہ آہستہ آہستہ میری طرف بڑھنے لگے۔

میں خاموشی سے اپنی جگہ کھڑا رہا تھا شبلی نے اپنی اصلیت نمایاں کر دی تھی یہ جان کر کہ میں اس کی طرف سے ....

مشکوک ہو گیا ہوں اس نے یہی فیصلہ کیا تھا کہ مجھے سزا دے۔

تینوں آدمی اس طرح میرے نزدیک کھڑے تھے جیسے کہ مجھے ہیں ہی ڈالیں گے لیکن جیسے ہی وہ مجھ پر حملہ آور ہونے میں جھکائی دے کر گھوم گیا۔ میں نے ان میں سے ایک کی پنڈلی پر ٹھوکر ماری اور وہی پاؤں دوسرے کی ٹھوڑی پر۔ ایک نیچے بیٹھ گیا اور دوسرا دو قدم آگے بڑھا میں نے اچھل کر اسے گردن سے پکڑ لیا پھر میں نے اسے جھکایا اور اپنی لات تیسرے کی پنڈلی پر ماری وہ وہیں ڈھیر ہو گیا تھا۔ پھر میں نے ایک گھٹنہ اس جھکے ہوئے شخص کی ٹھوڑی پر مارا۔ وہ اپنا منہ پکڑ کر بیٹھ گیا تھا۔ اس سے فارغ ہوا تو ایک لات اس کے سر پر رسید کر دی۔ جو پنڈلی پکڑ کر بیٹھ گیا تھا اور پھر ایک گھونسا اس کی ناک پر جمایا جو گرنے کے بعد اٹھنے کی کوشش کر رہا تھا۔

ان تینوں کو بے کار کرنے میں، میں نے زیادہ وقت نہیں لگایا تھا۔ وہ مسلح تھے اور میں نہتا۔ لیکن میں ان کے پستول خاطر میں نہیں لایا تھا۔ ویسے مجھے یقین تھا کہ وہ اندھا دھند فائرنگ کرنے کی کوشش نہیں کریں گے، کیونکہ شیلی بھی ان کی زد میں آ سکتی تھی۔

شیلی دلچسپ نگاہوں سے مجھے دیکھ رہی تھی، پھر اس نے ان تینوں کے پاس جا کر باری باری ایک ایک کو دیکھا اور پھر اس نے مایوسی سے ہونٹ سکوڑ لیے۔ پھر وہ آہستہ سے بولی۔

"آؤ۔" میں اطمینان سے اس کے ساتھ واپس چل پڑا تھا۔ وہ کار میں جا کر بیٹھ گئی اور اس نے پھر ڈرائیونگ سیٹ سنبھال لی۔

"یہ انتہائی دلچسپ معاملہ تھا۔ وہ ان تینوں آدمیوں کی ناکامی پر متردد نہیں تھی اور نا ہی اس نے بھاگنے کی کوشش کی تھی۔ پھر اس نے کار اسٹارٹ کر کے کہا۔

"خوبصورت کھنڈرات تھے شیلی۔" میں نے جواب دیا اور وہ ہنس پڑی۔ پھر بولی۔

"مجھے اب ان کھنڈرات سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔" میں خاموشی سے سڑک پر دیکھتا رہا۔ تھوڑی دیر کے بعد کار ایک خوب صورت سے قصبے میں داخل ہو گئی۔

قصبہ بڑا آئیڈیل تھا اس میں حسین ترین عمارتیں بنی ہوئی تھیں۔ شیلی نے ایک انتہائی حسین عمارت کے پورچ میں کار روک دی۔ میں اطراف کا جائزہ لے رہا تھا۔ شیلی مجھے ان حالات کے باوجود یہاں لے آئی تھی اس کا مقصد تھا کہ اس کے ذہن میں کوئی بات ضرور ہے۔

عمارت کے ڈرائنگ روم میں پہنچ کر اس نے سنجیدگی سے میری شکل دیکھی اور بولی۔

"اطمینان سے بیٹھو۔ میں ابھی آتی ہوں۔"

"اطمینان۔" میں مسکرایا۔

"تمہیں مجھ پر اطمینان کرنا ہو گا۔"

"واقعی اس کے لیے تم نے بڑی محنت کی ہے۔"

"طنز کر رہے ہو مجھ پر۔"

"ارے نہیں نہیں ایسی بھی کیا بات ہے۔"

"دیکھو۔ اگر تمہیں مجھ پر اعتبار نہیں تھا تو پھر میرے کہنے پر یہاں تک چلے کیوں آئے۔"

"اس لیے کہ مجھے تم پر اعتبار تھا۔"

"کافی پیو گے۔؟"

"نہیں شکریہ۔" میں نے جواب دیا اور وہ چلی گئی۔ میں گہری نگاہوں سے ڈرائنگ روم کا جائزہ لینے لگا۔ لڑکی کا رویہ دلچسپ تھا۔ میں جانتا تھا کہ وہ مجھ پر مسلط کی گئی ہے اور وہ ان تین حملہ آوروں سے بے خبر بھی نہیں تھی لیکن یہ بھی ٹھیک تھا کہ اس نے ان تینوں کی کوئی مدد نہیں کی تھی اور خود نیوٹرل رہی تھی مجھے بہت پہلے کی وہ نرس یاد آ گئی جس نے اس طرح میری مدد کی تھی اور کیلی لاس کی پہاڑیوں میں ترلوکا کو شدید ترین نقصانات سے دوچار ہونا پڑا تھا۔

میں سمجھتا تھا کہ یہ ترلوکا کی دوسری حماقت ہے کم از کم اسے لڑکیوں کو میرے راستے پر نہیں ڈالنا چاہیے تھا یا پھر وہ اتنا مغرور اور خود کو بلند سمجھنے کا عادی ہے کہ اس نے اس بارے میں غور کرنے کی ضرورت ہی نہیں محسوس کی۔

تھوڑی دیر کے بعد لڑکی ایک خوبصورت لباس میں میرے سامنے آ گئی اس کے بدن سے بھینی بھینی خوشبو اٹھ رہی تھی لباس بھی نہایت پرکشش تھا وہ میرے نزدیک آ کر صوفے پر بیٹھ گئی۔

"ہاں ڈیئر نواز اصغر اب تم مجھے اپنے بارے میں تفصیل سے بتاؤ۔"

"میرا نام فرینڈس ہے۔"

"نہیں۔ اب یہ ساری باتیں بے کار ہیں۔ چونکہ میں اور تم ایک دوسرے سے بے خبر نہیں رہے ہیں۔"

"تب پھر تبادلۂ معلومات ہو سکتا ہے ڈیئر شیلی۔" میں نے جواب دیا۔

"یہ عمارت کافی حد تک محفوظ ہے میں اگر خوفزدہ تھی تو انہی تینوں آدمیوں سے جو ہمارے تعاقب میں لگے ہوئے تھے۔"

"چلو۔ یہ بات ہے تو مجھے ان تینوں آدمیوں کے بارے میں بتاؤ وہ کون تھے۔؟"

"کیا یہ بات اب تم سے چھپی ہوئی ہے۔"

"نہیں ڈیئر شیلی تبادلۂ معلومات کی بات ہے تو پھر ہم دونوں کو ایک دوسرے کے سوالات کا جواب دینا ہو گا۔"

"ترلوکا ہی کے آدمی تھے لڑکی نے کہا۔"

"اور تم۔"

"میں بھی اس کے ایما پر تمہارے پیچھے لگی ہوئی ہوں۔"

"تم نے مجھے کہاں دیکھا۔؟"

"اس کیمپنگ میں نواز جہاں تم موجود تھے تمہاری خواہش ہے تو میں ان تمام الفاظ کو دہرانے میں عار محسوس نہیں کرتی جن کے بارے میں تم بھی جانتے ہو اور میں بھی۔ اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ تم اس وقت سان انتونیو کے علاقے میں ہو اور تمہیں یہ بھی معلوم ہونا چاہیئے کہ ترلوکا اب یہاں کے چپے چپے پر چھا چکا ہے وہ صرف منشیات کا اسمگلر ہی نہیں ہے بلکہ لاتعداد جاہل اور تعلیم یافتہ لوگوں کا روحانی رہنما بھی ہے۔ ترلوکا کی شخصیت میں نواز اصغر کچھ ایسی قوتیں بھی پوشیدہ ہیں کہ ہم سب ان سے خوفزدہ رہتے ہیں وہ دلوں کا حال جان لیتا ہے میں تمہیں صرف اپنے بارے میں بتاؤں گی میں بھی اس کا ایک مہرہ ہوں ایک بہت اچھے خاندان سے میرا تعلق ہے اور یہ مت سمجھو کہ وہ خاندان بے دست و پا ہے اس سلسلے میں ایسے ایسے لوگ موجود ہیں جو اگر چاہیں جو اگر چاہیں تو ان علاقوں میں تباہی مچا دیں۔"

"لیکن میں اچھی طرح جانتی ہوں کہ ترلوکا کی قوتیں ان سب پر حاوی ہیں اور میں خود بھی ایک ایسے ہی جال میں پھنسی ہوئی ہوں اور اس کی بنیاد پر ترلوکا کے لیے کام کرتی ہوں شیلی کے انداز میں اب ایسی کیفیت پیدا ہو گئی تھی جس سے مجھے یہ معلوم کرنے میں دقت نہیں ہوئی کہ وہ اس وقت جو کچھ کہہ رہی ہے سچ کہہ رہی ہے اس کے اندر کی عورت بول رہی تھی پتا نہیں اس کے ذہن کا کون سا خانہ متاثر ہو گیا تھا جس نے اسے یہ سب کچھ سچ سچ کہنے پر مجبور کر دیا تھا ورنہ عام حالات میں وہ ترلوکا کی ہرکارہ ہونے کی حیثیت سے مجھے کچھ نہ بتاتی۔"

"اگر ایسی بات ہے شیلی۔ تو مجھے افسوس ہے۔"

"نہیں افسوس کرنے کی بات نہیں ہے میں تم سے مفاہمت چاہتی ہوں۔"

"مگر یہ بات ترلوکا کے خلاف ہو گی۔"

"اس کے خلاف میں نہیں جا سکتی نواز اصغر کیونکہ اس کے ہاتھ بہت لمبے ہیں تاہم اگر میرے ذریعے تمہارا کوئی کام بن سکا تو اس بات پر دل چاہے تو یقین کر لو کہ میں تمہاری مدد ضرور کروں گی میں ذہنی طور پر تھکی ہوئی ہوں جو کچھ کر رہی ہوں اس سے خوش نہیں ہوں۔"

"تو پھر یہ بتاؤ کہ پہلے میری کہانی سنو گی یا مجھے اپنے بارے میں بتاؤ گی۔"

"تمہاری کہانی سے کسی حد تک مجھے واقفیت حاصل ہے۔ یعنی تم ترلوکا کے خلاف بہت کچھ کر چکے ہو تمہاری شخصیت خطرناک قرار دے دی گئی ہے لیکن ترلوکا تمہیں چوہے کی موت مار دینے کا خواہش مند ہے شاید کسی موقعے پر وہ تم سے یہ بات کہے کہ وہ تمہیں اپنے ہاتھوں سے قتل نہیں کرے گا بلکہ تمہیں خودکشی کرنا ہو گی۔"

"او۔ وہ خودکشی۔ میں نے کہا۔"

"ہاں۔ اس کا یہی عہد ہے کہ وہ تم جیسے لوگوں کو اپنے ہاتھ سے نہیں مارے گا بلکہ خودکشی پر مجبور کر دے گا۔"

"تو پھر یہ تینوں آدمی یہاں کس لیے آئے تھے؟"

"میں نہیں جانتی ان کے بارے میں مجھے علم نہیں ہے کہ انہوں نے تم پر حملہ آور ہونے کی کوشش کیوں کی لیکن اس کی مجھے ہدایت مل چکی تھی شاید وہ تمہیں مار مار کر ادھ مرا کر دیتے اور اس کے بعد تمہیں یہاں آزاد چھوڑ دیا جاتا سان انتونیو کے کسی بھی علاقے میں چلے جاؤ تم ترلوکا کی نگاہوں سے دور نہیں رہو گے۔"

"دلچسپ بات ہے بہر طور شیلی میں تمہیں اپنے بارے میں ضرور بتائے دیتا ہوں میرا نام راجہ نواز اصغر ہے پاکستان کا رہنے والا ہوں سرزمین پنجاب کا باشندہ ہوں ایک شریف انسان کی حیثیت سے زندگی بسر کرنا چاہتا تھا لیکن تقدیر نے اس کے مواقع فراہم نہیں کیے اور برائیوں کے راستے پر چل نکلا اسمگلنگ کے بہت سے گروہوں سے منسلک رہا زندگی ہنگاموں میں گزاری اور اس کے بعد ترلوکا کی راہ پر آ پڑا۔ ترلوکا نے کچھ ایسی گفتگو کی تھی کہ اپنے دین کی توہین برداشت نہ کر سکا اور اس کے خلاف صف آرا ہو گیا جس کے نتیجے میں اسے کیلی لاس میں میرے ہاتھوں تقریباً اپنے گروہ کا خاتمہ ہی برداشت کرنا پڑا اس کے بعد وہ روپوش رہا اس دوران ایک لڑکی جس نے ترلوکا کے خلاف میری مدد کی تھی میری زندگی میں داخل ہو گئی اور میں نے اس سے شادی کر کے نیویارک میں اپنا مستقل ٹھکانہ بنا لیا۔"

"ترلوکا اس دوران پتا نہیں کیسے کیسے حالات اور مصائب سے گزرا اور اس کے بعد اس نے اپنے قدم جما کر میرے خلاف کارروائیوں کا آغاز کیا اور اس کی ابتدا یہ کی کہ زیبی کو اغوا کر لیا زیبی میری زندگی میں بہت بڑا دخل رکھتی ہے اور میں اس کے بغیر خود کو نامکمل سمجھتا ہوں۔ بس یہ ہے میری کہانی۔"

"تم ترلوکا کے کئی آدمیوں کو قتل کر چکے ہو شاید وکٹر ویلی بھی

کو بھی جو لاس اینجلس میں ترلوکا کے لیے بڑی اہمیت کا حامل تھا۔“

”ہاں۔ یہ میرے دل میں خواہش ہے کہ میں اُسے اتنے نقصانات پہنچاؤں کہ وہ بدحواس ہو جائے۔“

”ہوں۔ راجہ نواز اصغر تم تنہا ہو نا۔“

”ہاں۔ میں سمجھا نہیں۔“

”تنہا ہونے کے باوجود تم ترلوکا سے ٹکرانے کی ہمت کر رہے ہو۔ کیلی لاس میں ترلوکا اگر تمہارے ہاتھوں دھوکا کھا چکا ہے تو یہ بھی سمجھ لو کہ یہ صرف اس کی بدقسمتی تھی ورنہ اس کا کیا سوال ہے حکومتیں اس کا کچھ نہیں بگاڑ پار ہیں تو ایک شخص کیا بگاڑے گا۔“

”ہونہہ۔ مجھے تم جیسی ذہین لڑکی کی ضرورت ہے پہلے میں تمہارے بارے میں کوئی صحیح اندازہ نہیں لگا سکا تھا لیکن اب اگر تم چاہو تو۔“

”مجھے کیا ملے گا اس سے میں کیا کروں گی اپنی زندگی کھو کر۔“

”مقصد۔ میں نہیں سمجھا۔“

”مجھے بھی تو زندگی میں ٹھوس راستے چاہئیں لولو۔ تم میری کیا مدد کر سکتے ہو اور پھر تمہارے ذہن میں ایک ایسی لڑکی موجود ہے جو تمہاری بیوی بھی بن چکی ہے پر میرے لیے کیا رہ جاتا ہے۔“

میں اس کے ان الفاظ پر دنگ رہ گیا تھا یہ لڑکیاں کہیں بھی ہوں میرا تجربہ ہے کہ احمق ضرور ہوتی ہیں بتائیے مجھ جیسا بے کار آدمی جو کسی طور اس کے لیے کار آمد نہیں تھا اس کی توجہ کا مرکز بن گیا تھا صرف اس کی رفاقت میں پتا نہیں اس کی کیا وجہ تھی تاہم میں نے اس سے کہا۔

”تم کہنا کیا چاہتی ہو شیلی۔“

”کچھ نہیں بے کار ہے۔“ وہ عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگی۔

”تم جس انداز میں سوچ رہی ہو کیلی مجھے شاید ان راستوں پر آنے میں قطعی ناکامی ہو گی۔“

”نہیں نہیں اب میں کسی انداز میں نہیں سوچ رہی مجھ سے کیا چاہتے ہو یہ بتاؤ۔“

”شیلی میں تو تم سے کچھ بھی نہیں چاہتا تھا تم بھی میری ہم سفر بن گئی تھیں اور اس کے بعد جو کچھ کیا تم نے ہی کیا تم مجھ سے اگر کہہ دیتیں تو میں ان تینوں آدمیوں کے ہاتھوں زخمی ہو جاتا بھلا مجھے کیا پڑی تھی کہ میں تمہارے ساتھ یہاں تک آ تا تم خود مجھے یہاں تک لائی ہو اس کے بعد جو بھی تم چاہو۔“ لڑکی کسی سوچ میں ڈوب گئی پھر اس نے کہا۔

”اگر میں تمہارے ساتھ مل جاؤں تو کیا تم میری مدد بھی کرو گے۔“

”مگر تم تو کہتی ہو کہ ترلوکا سے بچنا کسی طور ممکن نہیں ہے پھر کیا فائدہ میرا ساتھ دے کر۔“

”اب تم خود ایسی گفتگو کر رہے ہو آخر کچھ تو حاصل ہو مجھے میں بھی تو کچھ لوگوں کو جواب دہ ہوں۔“

”اچھا ایک بات بتاؤ“ میں نے کہا۔

”کیا۔؟“

”کیا ترلوکا سے تمہاری براہ راست ملاقات ہے۔“

”سوال ہی نہیں پیدا ہوتا بڑے بڑے اسے نہیں دیکھ سکتے تو میں کیا چیز ہوں وہ ایک بہت بڑی قوت ہے۔ راجہ نواز اصغر اتنی بڑی قوت کے مجھے تعجب ہے کہ کیلی لاس میں اُسے تمہارے ہاتھوں نقصانات کیسے ہو گئے۔ بہر طور شاید تمہیں یہ ن کر دلچسپی ہو کہ تمہیں سان انتونیو لے آیا گیا ہے وکٹر ویل پی کو ترلوکا خود ختم کرنا چاہتا تھا اگر ایسا نہ ہوتا تو تم اس طرح کامیاب نہ ہو پاتے۔ یہ کام تمہارے ہاتھوں کرانے کے بعد ترلوکا نے تمہیں یہاں لا ڈالا ہے۔ اور اب تمہارے لیے کوئی خاص ہدایت نہیں ہے سوائے اس کے کہ تمہیں سان انتونیو میں آزاد گھومنے دیا جائے بس اتنا کہا ہے اس نے کہ تمہارے مشاغل پر نگاہ رکھی جائے۔“

”اور اس کے ساتھ ساتھ ہی اس نے یہ تین آدمی بھی میرے پیچھے لگا دیے بات کچھ ہضم نہیں ہو رہی شیلی۔“

”میں جھوٹ نہیں بول رہی اگر تم تیار ہو تو تمہارے لیے میں یہاں ایک مصروفیت تلاش کر دوں۔“

”کیا۔“

”تم میری مدد کرو میرا ایک کام کرنا ہو گا تمہیں۔“

”کیا کام ہے۔؟“ میں نے سوال کیا۔

”چند لوگوں کو تمہارے ذریعے بے وقوف بنانا چاہتی ہوں اس کے لیے ایک پروگرام ہے میرے ذہن میں۔“

”میرے ذریعے؟“

”ہاں۔ تمہارے ذریعے۔“

”کون لوگ ہیں وہ۔ اور اس کا مقصد کیا ہو گا۔“

”بہت معمولی سا۔“ لڑکی نے جواب دیا۔

”لیکن میری حیثیت کیا ان لوگوں کو یہ اندازہ نہیں ہو گا کہ میں کون ہوں۔“

”تم ذہین آدمی ہو اور اس کے ساتھ ساتھ میں تمہیں آسانیاں بھی فراہم کروں گی۔“

”ہوں۔“ میں نے پرخیال انداز میں گردن ہلائی اور پھر آہستہ سے بولا۔

”اس کا صلہ مجھے کیا ملے گا شیلی۔ دیکھو نا ہم دونوں ایک دوسرے کی مدد کر رہے ہیں اور مجھے کم از کم یہ معلوم ہونا چاہیے کہ میں اپنے مقصد میں کس طرح کامیاب ہو سکتا ہوں۔“

”اس سلسلے میں تمہارا جو کام ہے وہ میں کروں گی۔“

”مطلب۔“

”تم اپنی بیوی کی تلاش میں یہاں آئے ہو نا یہ بتاؤ اگر ترلوکا کو ختم کرنے کا تصور تمہارے ذہن سے نکل جائے اور تمہاری بیوی تمہیں مل جائے تو کیا تم یہ بات تسلیم کر لو گے۔“

میں کسی سوچ میں ڈوب گیا کم از کم اس لڑکی کے ذریعے اگر یہی کام ہو جائے کہ زیبی کے بارے میں پتا چل جائے تو کیا حرج ہے۔ ترلوکا کا مسئلہ بعد میں بھی نمٹا جا سکتا تھا۔ میں نے پرخیال انداز میں گردن ہلائی اور آہستہ سے بولا۔

”یہ ممکن ہے۔“

”اس کے علاوہ میں تمہیں ایک بڑا معاوضہ بھی پیش کر سکتی ہوں۔“

”جو معاوضہ تم مجھے دو گی اس کے بعد کسی اور چیز کی ضرورت مجھے نہیں رہتی۔“

”پھر بھی۔ میں تمہارے لیے بہت کچھ کروں گی۔“

”چلو چھوڑو ان باتوں کو اب یہ بتاؤ کہ کام کیا ہو گا۔ میں نے کہا اور وہ پرخیال انداز میں گردن ہلانے لگی پھر کہنے لگی۔

”بتا دوں گی اس کے بارے میں اب تم یہاں دوستوں کی مانند رہو۔“

”کیا ترلوکا کو اس بات کا پتا نہیں چل سکے گا کہ ان تینوں کو زخمی کرنے کے بعد تم نے میرا ساتھ دیا ہے۔“

”نہیں نہیں۔ تم اس سلسلے میں فکر مت کرو میں سب کچھ ٹھیک کر لوں گی۔“ میں پرخیال انداز میں اس کی شکل دیکھنے لگا تھا یہاں آ کر لڑکی کچھ اُلجھنے لگی تھی اس کے خیال میں بلکہ اس کے الفاظ میں ترلوکا وہ آدمی تھا جو سان انتونیو کے چپے چپے کی نگرانی رکھتا تھا لڑکی نے یہ بھی کہا تھا کہ میں کہیں بھی ہوں ترلوکا کی نگاہیں مجھ پر ہوں گی اور اس کے بعد وہ مجھے کسی ایسے کام میں ملوث کر رہی تھی جو ایک ذاتی نوعیت کا حامل تھا۔

اس وقت ترلوکا کی نگاہیں کہاں بھٹک جائیں گی یہ بات سمجھ میں نہ آنے والی تھی اگر لڑکی کسی طور فراڈ کر رہی ہے تو پھر کیا ضروری ہے کہ وہ مجھے زیبی کے بارے میں معلومات حاصل کر کے بتا بھی دے۔

میں نے پہلا نظریہ جو قائم کیا تھا لڑکی کے بارے میں اس میں رخنے پڑتے ہوئے نظر آ رہے تھے یہ بات کم از کم ذہن کو مطمئن نہیں کرتی تھی لیکن سوال یہ پیدا ہوتا تھا کہ اب کیا کیا جائے سان انتونیو کے بارے میں جس قدر معلومات حاصل ہو سکتی تھیں وہ اس لڑکی سے حاصل کی جا چکی تھیں اگر شیلی کسی نئے ہنگامے میں مجھے پھنسانا چاہتی ہے تو پھر یہ فیصلہ کرنا تھا کہ میں ان ہنگاموں میں پھنسوں یا نہ پھنسوں۔

”کیا سوچ رہے ہو۔“ وہ آہستہ سے بولی۔

”کوئی خاص بات نہیں شیلی۔ بس ایسے ہی کچھ اُلجھنیں ذہن میں آ گئی ہیں۔“

”میرا تو یہی مشورہ ہے کہ تمام اُلجھنوں کو ذہن سے نکال دو۔“

”کیا تم مجھے اپنا کام نہیں بتاؤ گی۔ اگر تم اپنا کام مجھے بتا دو تو میں اس کے لیے ایک نظریہ تو قائم کر لوں کہ مجھے کیا کرنا ہو گا۔“

”اتنی جلدی بھی کیا ہے ڈارلنگ۔ آرام سے رہو یہ گھر محفوظ ہے تمہارے لیے۔“

”تمہارے الفاظ کے مطابق تو میں پورے سان انتونیو کو ہی اپنے لیے محفوظ سمجھتا ہوں اچھا چلو یہ بتا دو کہ ترلوکا کا قیام کہاں ہو گا۔؟“

”سان انتونیو کے علاقے ہی میں ہے کبھی کہیں ہوتا ہے اور کبھی کہیں۔“

”کیا یہاں باقاعدہ درس نہیں ہوتا۔“

”درس؟“ اس نے سوال کیا۔

”ہاں۔ لیکن لاس اینجلس کی پہاڑیوں میں تو ترلوکا ہرے کرشنا ہرے راما تحریک کے پیروکاروں کو باقاعدہ درس دیتا تھا انسانیت کے بارے میں بتاتا تھا۔“

”میرے خیال میں اب ایسا کوئی درس نہیں دیا جاتا۔ وہ خاموشی سے اپنے کام میں مصروف ہے۔“ شیلی نے جواب دیا اور میں خاموش ہو گیا پھر شیلی آہستہ سے بولی۔

”اب اٹھو یہاں سے اٹھو۔ میں تمہیں تمہاری آرام گاہ دکھا دوں میں کچھ فیصلے کر رہی ہوں اور اس کے بعد تمہیں ان فیصلوں سے آگاہ کر دوں گی۔“ اس کے سوا اور کوئی چارہ کار نہیں تھا کہ میں اس کی بات مان لیتا۔

اس نے جو آرام گاہ مجھے دکھائی وہ انتہائی نفیس اور آرام دہ تھی ملحقہ باتھ روم میں غسل کرنے کے بعد میں اس بستر پر آ کر لیٹ گیا جو میرے لیے ہی تھا۔ لڑکی چلی گئی تھی پہلے تو میں نے اس کے بارے میں یہی سوچا تھا کہ وہ میرے بارے میں سنجیدہ ہو گئی ہے لیکن کیا کہا جا سکتا ہے اس کی اُلجھی ہوئی گفتگو پر یقین کسی طور نہیں کیا جا سکتا تھا۔

لیکن اس کے سوا چارہ کار بھی کیا تھا میرے پاس اور کوئی ذریعہ نہیں تھا اگر ترلوکا نے اس لڑکی کے ذریعے مجھ پر یہ جال پھینکا ہے اور میرے سلسلے میں کوئی پروگرام ترتیب دیا گیا ہے تو سچی بات یہی تھی کہ اس وقت میں اسے اس کی کارروائیوں سے نہیں روک سکتا تھا بہتر یہی تھا کہ میں اپنے طور پر اس کا آلۂ کار بنا رہوں اور جب بھی مجھے موقعہ ملے میں کوئی داؤ کھیل جاؤں اس کے علاوہ اور کچھ نہیں کر سکتا تھا۔

چنانچہ اب اس کے علاوہ کوئی چارہ کار نہیں تھا کہ میں آرام کی نیند سو جاؤں اور میں نے یہی کیا۔

صبح کو جاگا تو شیلی میرے لیے ناشتہ تیار کر چکی تھی اس کے چہرے پر اب شگفتگی ہی شگفتگی تھی یوں لگتا تھا جیسے وہ ترو تازہ ہو گئی ہو میں نے مسکراتی ہوئی نگاہوں سے اسے دیکھا تو وہ مسکرا دی۔

"ہیلو۔ رات کیسی گزری؟"

"بہت خوب گزری بڑی آرام دہ۔ طویل عرصے کے بعد اتنی آرام دہ نیند نصیب ہوئی ہے۔"

"ہم آج یہ جگہ چھوڑ دیں گے۔"

"کہاں چلو گی۔؟"

"میڑوول۔" اس نے جواب دیا۔

"یہ سان انتونیو کا ہی کوئی علاقہ ہے۔"

"ہاں۔ ایک نو آباد شہر لیکن انتہائی جدید اور اعلیٰ خصوصیات کا حامل۔"

"وہاں کیوں چلنا ہے ہمیں۔؟"

"بس میں تم سے کہہ چکی ہوں کہ تم میری مدد کرو گے۔ اور میں تمہاری اس وقت تک جب تک مجھے تم سے کوئی نقصان نہ پہنچے یہ بات ذہن نشین رکھنا کہ میں دل سے تمہاری ہمدرد ہوں ممکن ہے ہمیں کچھ ایسے واقعات پیش آئیں جو تمہاری سمجھ میں نہ آتے ہوں لیکن یوں سمجھ لو کہ میں اس سلسلے میں تمہاری رہبر رہوں گی۔"

"شیلی۔ اس انداز میں میں نے کبھی کام نہیں کیا زندگی بھر لیکن تم پہ بھروسہ کر رہا ہوں۔"

"مطمئن رہو جو کچھ ہو گا تمہارے حق میں بہتر ہو گا۔" شیلی نے جواب دیا اور میں دل ہی دل میں مسکرانے لگا میں سوچ رہا تھا کہ احمق لڑکی اپنی دانست میں مجھے بیوقوف بنانے میں کامیاب ہو گئی ہے حالانکہ ایسی بات نہیں تھی۔

"جن لوگوں سے ہمارا واسطہ پڑے گا اس سلسلے میں نواز اصغر وہ بہت خطرناک لوگ ہیں ممکن ہے تمہیں ان پر اپنا فن دکھانے کی ضرورت پیش آئے۔"

"شیلی۔ میری سمجھ میں ایک بات نہیں آئی ترلوکا نے کیا اپنے کارکنوں کو اس بات کی اجازت دے دی ہے کہ وہ اپنے ذاتی معاملات میں بھی ملوث رہیں؟"

"یہ ذاتی معاملہ میری زندگی سے گہرا تعلق رکھتا ہے بس یوں سمجھ لو کہ اگر میرا یہ کام ہو جاتا ہے تو میں اپنی زندگی بھی داؤ پر لگانے کے لیے تیار ہوں۔"

"اور تم مجھے کام کے بارے میں کچھ نہیں بتاؤ گی۔"

"پلیز نواز اصغر ابھی کچھ نہیں۔" اس نے کہا اور میں خاموش ہو گیا۔

شیلی اپنے طور پر کارروائیاں کرتی رہی میں چونکہ دل میں فیصلہ کر چکا تھا کہ اب اس کے معاملات میں کوئی دخل نہیں دوں گا اس لیے میں صرف ایک خاموش تماشائی بنا رہا۔

دوپہر کو گیارہ بجے کے قریب وہ ضروری تیاریوں کے ساتھ باہر نکل آئی میں اس کے ساتھ تھا اور اس کے باڈی گارڈ کی حیثیت رکھتا تھا۔

کھانے پینے کا سامان اس نے ساتھ لے لیا تھا اس کا مقصد تھا کہ میڑوول کا سفر بھی لمبا ہی ہے بہر طور ہم دونوں کار میں بیٹھ کر چل پڑے شیلی ڈرائیو کر رہی تھی اور میں پرسکون نگاہوں سے اطراف کا جائزہ لے رہا تھا خاصا خوبصورت علاقہ تھا جس سے کار گزر رہی تھی دور تک کھیت پھیلے ہوئے تھے ان کے اختتام پر باغات نظر آ رہے تھے جن میں جھولتے ہوئے پھلوں کی خوشبو ہواؤں کی روش پر تیرتی ہوئی سڑک پر پھیل رہی تھی اور موسم بڑا خوشگوار محسوس ہو رہا تھا۔

سفر جاری رہا ایک طرح سے پکنک کا انداز تھا پھر راستے میں ایک جگہ شیلی نے کار روکی یہاں ہم نے لنچ کیا لنچ کے دوران شیلی کہنے لگی۔

"ہم ایک ایسی جگہ چل رہے ہیں میڑوول کے بارے میں تو میں تمہیں بتا ہی چکی ہوں لیکن میڑوول میں ایک شخص چارلس نامی ہے جو کافی خطرناک ہے اور یہ ہو سکتا ہے کہ تمہارا مقابلہ چارلس سے ہو جائے۔"

"شیلی اچانک تم نے یہ فیصلہ کیوں کر لیا کہ مجھے اپنے کام میں اس طرح شریک کر لو۔"

"اس کی وجہ ہے ان تین آدمیوں کی تم نے جس طرح پٹائی کی تھی اس سے مجھے اندازہ ہو گیا کہ تم ذہن کے ساتھ ساتھ ہاتھ پاؤں کا استعمال بھی بخوبی جانتے ہو۔"

"کیا تمہیں یہ خدشہ نہیں ہے کہ میں بالآخر تمہارے راز سے

واقف ہو جاؤں گا۔"

"دیکھو نواز اصغر صرف ابتدائی باتیں ہیں جن کے بارے میں تمہیں بتانا چاہتی ہوں بس یوں سمجھ لو کہ کچھ ایسے لوگ ہیں جن سے میرا ذاتی معاملہ چل رہا ہے اگر وہ لوگ زیر ہو جاتے ہیں تو میں ترلوکا کی نگاہوں میں بہت بڑی حیثیت کی مالک بن کر جاؤں گی ترلوکا کے کام کہیں بھی رکے نہیں رہتے لیکن بعض اوقات وہ ہاتھ ڈالنا پسند نہیں کرتا اس لیے کہ کچھ لوگوں سے وہ جھگڑا مول لینا نہیں چاہتا اگر یہ کام میں کر لوں تو تم یقین کرو کہ ترلوکا اس کے عوض مجھے بہت کچھ دے سکتا ہے اور اگر مجھے اس کی قربت حاصل ہو گئی تو اس بات کے بھی امکانات ہیں کہ میں زیبی کو مانگ لوں یا اگر یہ نہ بھی ہو سکا تو بھی کم از کم یہ پتا لگا لوں کہ زیبی ہے کہاں۔" میں خاموشی سے گردن ہلا کر رہ گیا۔

دل ہی دل میں، میں سوچ رہا تھا کہ بے وقوف لڑکی ایک وقت ایسا آئے گا جب تم اپنی تمام تر چالوں سمیت میرے ہاتھوں ہی فنا ہو جائے گی اگر ترلوکا کے مسئلے میں تو نے میری مدد نہیں کی تو میں اپنے اس وقت کے ضائع ہونے کا تجھ سے پورا پورا وصول کروں گا چنانچہ میں نے پوری طرح خاموشی اختیار کر لی تھی۔

میں اس شخص چارلس کے بارے میں سوچ رہا تھا جس کا حوالہ مجھے دیا گیا تھا بالآخر ہم میڑوول پہنچ گئے دیکھنے کے قابل جگہ تھی صاف کشادہ سڑکیں وسیع و عریض جگہ جگہ سبزہ ہی سبزہ نظر آ رہا تھا۔ خوبصورت طرز کے دو منزلہ مکان بنے ہوئے تھے یہاں تیسری منزل کسی مکان کی نہیں تھی ایک مثالی قصبہ آباد کیا گیا تھا جس کا حسن قابل دید تھا اطراف میں پہاڑ پھیلے ہوئے تھے جن کی دھندلی چوٹیوں پر برف پھیلی ہوئی تھی۔

بادل پہاڑوں کی چوٹیوں سے نیچے اترے ہوئے تھے اور ماحول میں خنک سی کیفیت نظر آ رہی تھی۔

ہم نے ایک انتہائی خوبصورت جگہ قیام کیا یہاں ایسے مکانات مل جاتے تھے جو یہاں آنے والوں کے لیے بنے ہوئے تھے اور ان کا معقول کرایہ وصول کیا جاتا تھا۔

شیلی نے ایک ایسی ہی جگہ پسند کی تھی اور وہاں وہ فروکش ہو گئی۔

کمرہ ہوٹل نما نہیں تھا بلکہ ایک طرح سے اُسے گیسٹ ہاؤس کہا جا سکتا تھا نیچے کاؤنٹر بنا ہوا تھا جس پر ایک معمر عورت بیٹھی ہوئی تھی جس کے بال سفید تھے سروس بہت عمدہ تھی ضرورت کی ہر چیز یہاں فراہم کر دی جاتی تھی۔

یہاں تک کہ کھانے وغیرہ کا انتظام بھی اسی انداز میں کر دیا جاتا تھا جیسے ہوٹلوں میں ہوتا تھا شیلی بہت مستعد نظر آ رہی تھی اس نے اپنے ساتھ لائے ہوئے سامان میں سے ایک عمدہ ساخت کا پستول نکال کر مجھے دیا اور میں پستول کے چیمبر چیک کرنے لگا۔

"یہ کس لیے شیلی۔؟"

"تم کیا سمجھتے ہو کیا یہاں ہماری آمد پوشیدہ ہو گی۔"

"کیا مطلب۔؟"

"کچھ لوگوں کو ہماری آمد کا علم اس سے پہلے کہ ہم شہر میں پہنچیں ہو چکا ہو گا۔"

"او ہو کون ہیں وہ لوگ۔"

"چارلس اور اس کے ساتھی۔"

"یہ چارلس ہے کیا چیز۔؟"

"بہت بڑی چیز ہے بس یوں سمجھ لو کہ یہ وہ لوگ ہیں جن پر ترلوکا بھی ہاتھ نہیں ڈالتا اور اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ یہ ترلوکا کے راستے میں مزاحم نہیں ہوتے۔"

"گویا۔ بات وہیں پر پہنچ جاتی ہے کہ یہ صرف تمہارا ذاتی معاملہ ہے۔"

"ہاں۔ ایک طرح سے ذاتی ہی سمجھ لو لیکن میں تم سے کہہ چکی ہوں کہ در پردہ ترلوکا ان لوگوں کو پسند نہیں کرتا یوں سمجھ لو ایک تنظیم ترلوکا کی ہے تو دوسری تنظیم ان لوگوں کی ہے۔"

"ان لوگوں کی تنظیم کا کیا نام ہے۔؟"

"کوئی نام نہیں ہے بس تنظیم کہلاتی ہے۔"

"ان کا کام کیا ہے۔" میں نے سوال کیا اور شیلی الجھی ہوئی نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگی پھر اس نے معذرت آمیز انداز میں گردن ہلائی۔

"اگر یہ بات صرف میری زندگی کی ہوتی تو میں تمہیں اپنا رازدار بنا سکتی تھی لیکن ایسا نہیں ہے تمہیں بہت سی الجھنوں سے گزرنا ہو گا جو کچھ میں کہوں کرتے جاؤ۔"

"حالانکہ اس سے قبل میں نے کبھی کسی عورت کے احکامات پر اس طرح عمل نہیں کیا شیلی لیکن میں اپنی فطرت کے خلاف تمہارے ساتھ یہ رعایت برت رہا ہوں۔"

"میں اس کے لیے زندگی بھر تمہاری شکرگزار رہوں گی۔" شیلی نے جواب دیا۔

یہ پورا دن ہم نے اس قیام گاہ ہی میں گزارا میں اور شیلی مختلف موضوعات پر گفتگو کرتے رہے تھے۔ رات ہو گئی، ہوٹل یا ہوٹل نما مکان کا کاروبار بند ہو گیا اس کی مالکن نے ہم سے ہماری ضروریات کے بارے میں پوچھا اور جب ہم نے اس

سے اس کا شکریہ ادا کر کے کہا کہ اب کوئی چیز درکار نہیں ہے تو وہ چلی گئی گویا اب ان لوگوں سے رابطہ نہیں قائم ہو سکتا تھا۔ رات کے تقریباً گیارہ بجے تھے جب ہمارے کمرے کے دروازے پر ہلکی سی دستک ہوئی اور شیلی چونک پڑی اس کے چہرے پر ایک معنی خیز مسکراہٹ پھیل گئی تب اس نے آہستہ سے کہا۔

"میں اس الماری کے پیچھے ہوئی جاتی ہوں دیکھو کون ہے۔"

میں مستعد ہو کر دروازے کی جانب بڑھ گیا پستول میرے پاس موجود تھا اور میں کسی بھی لمحے اسے نکال سکتا تھا۔ میں نے دروازہ کھولا اور ایک لمحہ کے لیے ساکت ہو گیا۔ بھاری بدن کا ایک شاندار اور صحت مند آدمی میرے سامنے کھڑا تھا لیکن اس کے ہاتھ سیاہ پستول کی نال میری پیشانی سے آکر چپک گئی تھی۔

"پیچھے ہٹو۔" اس نے غراتے ہوئے لہجے میں کہا۔ اور میں پیچھے ہٹ گیا۔ دفعتاً عقب سے کوئی ایسی حرکت جس کی وجہ سے ہلکی سی آواز ہوئی اور آنے والا چونک کر اس کی طرف دیکھنے لگا یہی ایک لمحہ میرے لیے کافی تھا۔ میں نے اس کے ریوالور والے ہاتھ پر ٹھوکر ماری اور جیسے ہی اس کا ہاتھ بلند ہوا میں نے اس کی کلائی کو گرفت میں لے کر اس کے ہاتھ کو اونچا اٹھا دیا۔ بھاری بھرکم شخص نے ہاتھ چھڑانے کی بھرپور کوشش کی وہ اگر چاہتا تو فائر بھی کر سکتا تھا لیکن وہ یہ بات جانتا تھا کہ یہاں گولی چلانا اس کے حق میں نہیں ہوگا چونکہ اطراف میں اور بھی لوگ مقیم تھے اس کی یہ کمزوری میرے لیے بہتر ثابت ہوئی میں نے پوری قوت سے گھٹنہ اس کے پیٹ پر مارا اور پھر اس کی گردن پر دوسرا گھونسا رسید کر دیا۔ اس طرح ریوالور پر اس کی گرفت مضبوط نہ ہو سکی اور ریوالور اس کے ہاتھ سے گر گیا۔ وہ زمین پر جا پڑا تھا پیٹ پر پڑنے والی ضرب نے اسے خاصی تکلیف میں مبتلا کر دیا تھا میں اب اس کو موقع نہیں دے سکتا تھا چنانچہ میں نے اسے گریبان سے پکڑا اور ایک جھٹکے سے ایک طرف دھکیل دیا وہ دیوار سے جا ٹکرایا تھا اس درمیان شیلی بھی باہر نکل آئی اور اس نے اندر آنے والے کا پستول اپنے قبضے میں کر لیا میرا شکار بری طرح دیوار سے ٹکرایا تھا اس نے بمشکل تمام خود کو سنبھالا لیکن کھڑا ہونے کی کوشش میں کامیاب نہ ہو سکا۔ اسی وقت شیلی اس کے نزدیک پہنچ گئی اس نے پستول کی نال آنے والے کی پیشانی پر رکھتے ہوئے کہا۔

"ہیلو، چارلس! کیسے مزاج ہیں تمہارے۔"

"ہاں ہاں! خبردار اپنے ہاتھوں جنبش مت دو ورنہ میں تمہیں زندہ نہ چھوڑوں گی۔" شیلی کی آواز میں بے پناہ غراہٹ تھی۔ آنے والے نے جس کا نام چارلس لیا تھا اور جس کا تذکرہ شیلی مجھ سے پہلے ہی کر چکی تھی قہر آلود نگاہوں سے شیلی کی طرف دیکھا اور پھر اس کے ہونٹوں پر طنزیہ مسکراہٹ پیدا ہو گئی۔

"تم جانتی ہو تم مجھے کبھی گولی نہیں مار سکتیں۔" اس نے کہا۔

"نہیں چارلس وقت بدل گیا ہے مجھے تمہاری زندگی سے اب کوئی دلچسپی نہیں ہے۔"

"جھوٹ بول رہی ہو اگر ایسا ہوتا تو تم سب سے پہلا کام یہی کرتیں کہ مجھے ختم کر دیتیں۔" میں ان کے درمیان ہونے والی گفتگو سن رہا تھا اور میری نگاہیں معنی خیز انداز میں دونوں کا چہرہ دیکھ رہی تھیں۔ میں جاننا چاہتا تھا کہ کہیں یہ سب کچھ ڈرامہ تو نہیں ہے لیکن میں نے جو کچھ کیا تھا وہ خاصا مناسب تھا۔ چارلس کے ہونٹوں پر خون جمع ہو گیا تھا اس نے اپنی آستین سے خون پونچھا اور میری طرف متوجہ ہو کر بولا۔

"تمہارا کیا خیال ہے مسٹر! کیا یہ لڑکی مجھے گولی مار سکتی ہے۔"

میں نے گہری نگاہوں سے چارلس کو دیکھا اور آہستہ آہستہ اس کی طرف بڑھ گیا اور پھر میری بھرپور ٹھوکر اس کے پیٹ پر پڑی وہ تھوڑا سا اٹھ کر بیٹھ گیا تھا لیکن اس ٹھوکر نے اسے اوندھا کر دیا اور وہ سر کے بل نیچے آ گیا۔

"یہ تمہیں گولی مار سکتی ہو یا نہ مار سکتی ہو لیکن میں ٹھوکریں مار مار کر تمہیں ختم کر دوں گا۔" میں نے کہا لیکن اس بار وہ مجھے دھوکا دینے میں کامیاب ہو گیا تھا وہ اس طرح اوندھا گرا کہ مجھے یہ گمان گزرے کہ اس کے پیٹ میں سخت تکلیف ہوئی ہے اور اس کی وجہ سے وہ اوندھا ہوا ہے لیکن نیچے گرتے ہی اس نے دونوں ہاتھ آگے بڑھائے اور میرے ٹخنوں کو اپنی گرفت میں لے کر پھرتی سے کھینچ لیا۔ اب یہ دوسری بات ہے کہ میں نے بھی انتہائی ذہانت اور مہارت سے کام لیتے ہوئے الٹی قلابازی کھائی تھی ورنہ اس طرح گرتا کہ کھوپڑی کا پچھلا حصہ شاید بالکل چور چور ہی ہو جاتا۔ میں الٹی قلابازی کھا کر پھر پیروں کے بل نیچے آ گیا تھا لیکن اس کے ساتھ ہی مجھے اسے سزا بھی دینی تھی چنانچہ جیسے ہی میرے دونوں پاؤں زمین پر جمے میں نے اچھل کر ایک ٹھوکر اس کے گھٹنے میں رسید کر دی۔ البتہ یہ ٹھوکر ہلکی پڑی تھی چونکہ وہ بھی کچھ پیچھے ہو گیا تھا البتہ اس بار اس نے جو حرکت کی وہ میرے لیے متوقع نہیں تھی وہ اس طرح اچھلا تھا جیسے مجھ پر حملہ آور ہو رہا ہو لیکن ہوا یوں کہ اس کی دونوں ٹانگیں شیلی کی کمر کے گرد لپٹ گئیں اور اس نے عقب سے شیلی کے ریوالور والے ہاتھ کو جکڑ لیا۔ میں ٹھٹک کر رہ گیا صورت حال یکایک تبدیل ہو گئی تھی اب اس صورت حال سے نجات کا ذریعہ

صرف شیلی تھی اور مجھے یہ دیکھ کر مسرت ہوئی کہ شیلی بالکل ہی احمق لڑکی نہیں تھی۔ چونکہ چارلس کا پورا وزن اس کے بدن پر آ پڑا تھا اس لیے وہ اس طرح ڈگمگائی جیسے گر رہی ہو لیکن وہ پھرتی سے پیچھے ہٹ گئی تھی اتنی کہ وہ چارلس کو لیے ہوئے دیوار تک پہنچ گئی اور پھر اس نے پوری قوت سے چارلس کو پیچھے سے رگڑ دیا۔ میرے لیے بس اتنا ہی موقع کافی تھا میں پھرتی سے اچھلا اور چارلس کے قریب پہنچ گیا۔ میں نے اس کے بال پکڑے اور پوری قوت سے اس کا سر دیوار پر دے مارا۔ شیلی کو فوراً ہی اس سے نجات مل گئی تھی لیکن سر کی یہ ضرب اس کے حواس چھیننے کا باعث بن گئی اور وہ دیوار پر گہری خون کی لکیر چھوڑ کر نیچے آ رہا۔ شیلی نے اپنا پستول اس کی گردن پر رکھ دیا تھا لیکن چند ہی لمحات کے بعد ہم دونوں کو احساس ہو گیا تھا کہ درحقیقت وہ بے ہوش ہو گیا ہے۔ میں نے ایک گہری سانس لی اور شیلی کی طرف متوجہ ہو گیا جو خونی نگاہوں سے چارلس کو گھور رہی تھی۔ کمرے میں خاموشیاں چھائی ہوئی تھیں ہماری ہنگامہ خیزیاں اتنی محدود تھیں اور اس مہارت سے کی گئی تھیں کہ ابھی اطراف میں رہنے والوں کو اس کمرے میں ہونے والی کسی واردات کی کوئی اطلاع نہیں ہو سکی تھی تاہم میں غور سے باہر کی آوازیں سن رہا تھا اور سوچ رہا تھا کہ کہیں کوئی جاگ نہ گیا ہو۔ بہرطور چھوٹے موٹے دھماکے تو ہوئے ہی تھے لیکن آس پاس کے لوگ بے خبر ہی تھے کسی کو اس ہنگامہ خیزی کی اطلاع نہیں ہو سکی تھی۔ شیلی نے سوالیہ نگاہوں سے میری طرف دیکھا اور پھر چارلس کی طرف متوجہ ہو گئی پھر اس نے آہستہ سے کہا۔

"کیا یہ یہاں تنہا آیا ہوگا نواز اصغر؟"

"یہ بات تم ہی بتا سکتی ہو شیلی۔" میں نے بیزاری کے انداز میں کہا۔

"اوہ میرا خیال ہے یہ تنہا نہیں ہوگا۔"

"تو پھر؟"

"تمہیں تکلیف ہو گی تمہیں باہر جانا ہوگا۔"

"اوکے۔ میں دیکھتا ہوں۔" میں نے کہا اور خاموشی سے دروازے سے باہر نکل آیا۔ پستول میرے پاس موجود تھا اندر کے ڈرامے کے بارے میں نے کوئی اندازہ نہیں لگایا تھا کہ وہ کسی حد تک ہے لیکن جو کچھ ہوا تھا اس سے اندازہ ہوتا تھا کہ کم از کم چارلس کی حد تک کہ ڈرامہ نہیں ہے کیونکہ وہ بڑا خونخوار ہو رہا تھا

اور ہر قیمت پر شیلی پر قابو پا لینا چاہتا تھا۔ میں نے دروازہ احتیاطاً باہر سے بند کر دیا تھا اور چند لمحات کے بعد میں باہر نکل آیا۔ دروازے کا چوکیدار دروازے پر موجود تھا مجھے دیکھ کر اس نے گردن جھکائی اور میں سر ہلاتا ہوا فٹ پاتھ پر نکل آیا۔ باہر آ کر میں نے دونوں اطراف کا جائزہ لیا کوئی مشکوک شخصیت نظر نہیں آئی تھی البتہ تھوڑے ہی فاصلے پر سڑک کی دوسری جانب ایک سیاہ رنگ کی کار کھڑی ہوئی تھی میں نے دروازے کی طرف دیکھا چوکیدار میری جانب ہی متوجہ تھا میں اس کے قریب پہنچ گیا۔

"یہ کار کس کی ہے؟" میں نے سوال کیا۔

"ابھی ایک صاحب اندر گئے ہیں۔" چوکیدار نے جواب دیا۔

"اوہ اوہ اچھا اچھا۔ دراصل وہ میرا دوست ہے اور میرے ہی پاس آیا تھا مجھے اس کی کار سے کچھ سامان نکالنا ہے۔" میں نے کہا اور کار کے نزدیک پہنچ گیا۔ چوکیدار نے میری جانب توجہ نہیں دی بہرطور میں یہ سوچ رہا تھا کہ اگر یہ شخص کار میں تنہا آیا ہے تو کیا کار کی تلاشی لے لینا مناسب ہوگا۔ میں نے اندر دیکھا اور پھر کسی کو نہ پا کر اوپر پہنچ گیا۔ جب میں نے دروازہ کھولا اور اندر داخل ہوا تو شیلی چارلس کو ایک مضبوط رسی سے باندھ کر فارغ ہو چکی تھی۔ میری آہٹ پا کر اس نے مستعد نگاہوں سے مجھے دیکھا۔

"کیا پوزیشن ہے؟" اس نے پوچھا۔

"کوئی نہیں ہے۔ سب ٹھیک ٹھاک ہے۔"

"گڈ۔ میں عقبی کھڑکی سے جھانک کر باہر دیکھ چکی ہوں ادھر بھی کوئی نہیں ہے۔ بہرطور یہ شخص تنہا ہی آیا ہے اور مجھے اس بات پر حیرت ہے۔"

"میں یہ نہیں پوچھوں گا کہ تمہیں یہ حیرت کیوں ہے۔" میں نے جواب دیا اور شیلی ہنسنے لگی۔

"ہاں میں جانتی ہوں کہ تمہارا ذہن بے پناہ الجھنوں کا شکار ہوگا لیکن یہ بھی جانتی ہوں کہ اس کے لیے مجھے تم معاف کر دو گے۔"

"بہت پہلے معاف کر چکا ہوں۔ اب اس کے بارے میں کیا خیال ہے۔"

"ہونا تو یہ چاہیے کہ میں پہلی فرصت میں اسے ٹھکانے لگا دوں اس کی زندگی میرے لیے بے حد خطرناک ہے لیکن ایک خطرہ بھی ہے۔"

"وہ کیا؟"

"سورڈی ہورڈی ایک خطرناک عورت ہے یوں سمجھ لو کہ وہ اس کی محبوبہ ہی نہیں اس کی دست راست بھی ہے۔"

"خوب! یہ کون خاتون ہیں؟"

"بتا چکی ہوں۔"

"تو اب آپ کو سورڈی کی فکر ہے۔"

"ہاں، میں اس کو باآسانی ٹھکانے لگا سکتی ہوں، لیکن صورتِ حال کا مجھے کوئی خاص اندازہ نہیں ہے۔"

"اگر ایسا ہے تو سورڈی کا زندہ رہنا ہمارے لیے خطرناک ہوگا۔ تم یوں کرو کہ اگر تم کو سورڈی کا ٹھکانہ معلوم ہے تو تم اس کے پاس چلی جاؤ۔ اس شخص کو میں سنبھالے رکھوں گا۔"

"نہیں میرے ذہن میں ایک اور ترکیب ہے۔"

"کیا؟"

"میں تمہیں ایک فون نمبر دیتی ہوں تم اسے فون کر کے یہاں بلا لو۔"

"کمال ہے شیلی۔ تمہاری کوئی بات میری سمجھ میں نہیں آ رہی لیکن اب میں اسے سمجھنے کی کوشش نہیں کروں گا۔ فون نمبر بتاؤ۔" میں نے کہا۔ اور شیلی نے ایک فون نمبر مجھے بتا دیا۔ میں نے ٹیلی فون کے نزدیک پہنچ کر شیلی کے بتائے ہوئے نمبر ڈائل کیے۔ اور دوسری طرف سے فوراً ہی فون ریسیو کر لیا گیا۔

"ہیلو۔"

"کون؟ مس سورڈی بول رہی ہیں۔"

"ہاں! کیا بات ہے؟"

"میں چارلس کا دوست ہوں۔ براہ کرم آپ میرے بتائے ہوئے پتہ پر پہنچ جائیں چارلس آپ سے کچھ ضروری باتیں کرنا چاہتا ہے۔"

"اس وقت اسے کیا مصیبت درپیش آ گئی۔ کہاں ہے، پتہ بتاؤ۔" میں نے یہ پتہ دوہرا دیا اور پھر فون بند کر دیا۔ شیلی اس دوران میری گفتگو سن رہی تھی۔ چارلس آہستہ آہستہ ہوش میں آتا جا رہا تھا لیکن جونہی اس نے آنکھیں کھولیں شیلی نے تیزی سے پستول کا دستہ اس کے سر کی پشت پر مار دیا اور چارلس پھر بے ہوش ہو گیا۔ تب شیلی آہستہ سے بولی۔

"میرا خیال ہے ہم اسے باتھ روم میں بند کیے دیتے ہیں اس کا سامنے ہونا مناسب نہیں ہے۔"

"ٹھیک ہے جیسا تم پسند کرو۔" میں نے جواب دیا اور پھر چارلس کو کھینچتا ہوا باتھ روم میں لے گیا۔ اس کے ہاتھ وغیرہ تو بندھے ہوئے تھے اس لیے خطرہ نہیں تھا کہ وہ باتھ روم میں کوئی کارروائی کر سکے گا۔ چنانچہ میں اسے خوب ٹٹول کر باتھ روم میں ڈال آیا۔ زیادہ دیر نہیں گزری تھی کہ دروازے پر ہلکی سی دستک ہوئی اور شیلی نے آگے بڑھ کر دروازہ کھول دیا۔ اندر آنے والی ایک بھرے بھرے بدن کی عورت تھی یقیناً یہی سورڈی تھی۔ شیلی کے اشارے پر وہ خاموشی سے اندر آ گئی اس نے اِدھر اُدھر دیکھا اور میں دروازہ بند کر کے اس کی متوجہ ہو گیا۔

"ہیلو مس سورڈی۔"

"کون ہو تم؟" اس نے اچانک خطرے کا احساس کر لیا تھا۔

"چارلس کا وہی دوست جس نے آپ کو فون کیا تھا۔"

"چارلس کہاں ہے؟"

"چارلس! اس کے بارے میں تو میڈم ہی بتا سکیں گی۔" میں نے شیلی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

"کون چارلس؟ یہاں کوئی چارلس نہیں ہے۔" شیلی نے جواب دیا اور لڑکی کسی قدر سراسیمہ سی ہو گئی۔ اس کے چہرے پر عجیب سے آثار نظر آ رہے تھے پھر اس نے ایک دلیلد سے ٹکتے ہوئے کہا۔

"میں یہاں سے جانا چاہتی ہوں۔"

"کہاں جانا چاہتی ہو ڈیئر سورڈی۔"

"تم لوگ مجھے کیسے جانتے ہو۔ چارلس کو کیسے جانتے ہو؟"

"اگر میں تم سے یہ کہوں کہ میں تو ڈاکٹر ڈی کو بھی جانتی ہوں تو تم کیا محسوس کرو گی۔" میں نے شیلی کی زبان سے یہ نام پہلی بار سنا تھا۔ ڈاکٹر ڈی کون ہے اس بارے میں مجھے کوئی علم نہیں تھا۔

"ہوں اس کا مقصد ہے کہ تم لوگ کوئی بہت چال باز ہو مجھ سے کیا چاہتے ہو؟"

"ڈاکٹر ڈی کے بارے میں معلومات اور ان کاغذات کا پتہ جو تمہارے پاس محفوظ ہیں۔"

"کون سے کاغذات؟"

"بزنس ٹو۔" شیلی نے اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا۔ میری کھوپڑی ہوا میں گھومنے لگی تھی۔ یہ شیلی تو آفت لڑکی ہے۔ نہ جانے کیا کیا جھگڑے پال رکھے ہیں اس نے بہرطور میں نے فیصلہ کر لیا تھا کہ فی الحال تو اس کا ساتھ ہی دوں گا۔

"تمہیں پتہ نہیں کیا فضول باتیں کر رہی ہو۔"

"ڈیئر تمہیں اچھی طرح معلوم ہے کہ میں کون ہوں! بننے کی کوشش کر رہی ہو وہ دوسری بات ہے بزنس ٹو کے کاغذات میرے ہاتھ لگنے ہی چاہئیں ورنہ یہ سمجھ لو کہ تم مصیبت میں پھنس جاؤ گی بلکہ تمہاری زندگی ممکن نہیں ہے۔ اگر بزنس ٹو کے کاغذات تم میرے حوالے کر دو تو شاید میں تمہیں زندہ بھی چھوڑ دوں گی۔"

"فضول بکواس مت کرو میں اس سلسلے میں کچھ نہیں جانتی۔"

"تب تم ہمارے بارے میں جان چکی ہو اور بہتر یہی ہے کہ تم سے نجات حاصل کر لی جائے۔ جہاں تک معاملہ رہا بزنس ٹو کا تو میرا خیال ہے کہ ڈاکٹر ڈی وہ کاغذات میرے حوالے کرنے پر مجبور ہو جائے گا۔"

"ہوں اگر ایسی بات ہے تو تم نے سیدھا ڈاکٹر ڈی پر ہی ہاتھ کیوں نہیں ڈالا۔"

"اس لیے کہ اسے ہماری یہاں آمد کا علم ہو گیا ہے اور ابھی وہ اسی چکر میں ہو گا کہ ہم کون ہیں اور کیا کر رہے ہیں اگر ایسا نہ ہوتا تو مسٹر چارلس یہاں آنے کی کوشش نہ کرتے۔"

"یہاں۔" سورڈی پھر چونک پڑی۔

"ہاں وہ غسل خانے میں آرام کر رہے ہیں۔" شیلی نے کہا اور سورڈی بے اختیار غسل خانے کی طرف جھپٹ پڑی۔

"جونہی وہ غسل خانے میں داخل ہوئی میں نے شیلی کو تیر کی طرح غسل خانے کی طرف بڑھتے ہوئے دیکھا۔ غسل خانے کا دروازہ ایک دھماکے سے بند ہو گیا۔ میں آہستہ آہستہ چلتا ہوا دروازے کے قریب پہنچا اور اسے کھول کر دیکھنے کی کوشش کی لیکن شیلی نے دروازہ اندر سے بند کر لیا تھا پھر میرے کانوں میں عجیب سی آوازیں آنے لگیں جیسے شیلی اور سورڈی آپس میں لڑ پڑی ہوں کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اب مجھے کیا کرنا چاہیے ایک لمحہ کے لیے تو دل چاہا کہ یہاں سے نکل بھاگوں لیکن اس طرح فرار ہو جانا بھی عقل کی بات نہیں تھی میں اپنے آپ کو آزمانا چاہتا تھا دیکھتا ہوں وہ کب تک نہیں کھلتی۔ تھوڑی دیر تک اندر ہنگامہ ہوتا رہا اور اس کے بعد دروازہ کھلا شیلی باہر نکل آئی لیکن میں اس کی حالت دیکھ کر چونک پڑا اس کے بال الجھے ہوئے تھے لباس بے ترتیب تھا آنکھیں دیوانگی کے تاثر سے خوفناک ہو گئی تھی۔ چہرہ آگ کی طرح سرخ ہو رہا تھا مجھ سے نگاہ ملی تو اس کے چہرے پر عجیب سی کیفیت نظر آئی پھر وہ آہستہ آگے بڑھی اور پھر میرے نزدیک پہنچ گئی۔ میں شیلی کے بارے میں پہلے ہی اندازہ لگا چکا تھا کہ وہ جو کچھ نظر آتی ہے اس سے کہیں آگے کی چیز ہے۔ اس کا سانس دھونکنی کی طرح چل رہا تھا میرے نزدیک آ کر وہ بیٹھ گئی اور اپنے سانسوں کو اعتدال پر لانے لگی میں خاموشی سے اس کا جائزہ لے رہا تھا پھر اس نے آہستہ سے پوچھا۔

"باہر کا تو سب معاملہ ٹھیک ہے۔"

"بالکل ٹھیک۔ لیکن تمہاری حالت ٹھیک نہیں ہے۔"

"ہاں میں اپنے آپ کو نارمل کرنے کی کوشش کر رہی ہوں۔"

"لڑکی کا کیا ہوا؟"

"میں نے ان دونوں کو ٹھکانے لگا دیا۔"

"دونوں کو!" میں چونک پڑا۔

"ہاں دونوں کو، میں اپنے پیچھے کوئی نشان نہیں چھوڑ سکتی، سمجھے تم، ایک بھی نشان میں نہیں چھوڑنا چاہتی۔"

"شیلی میں تمہاری مزید کیا مدد کر سکتا ہوں۔" اس نے نگاہیں اٹھا کر مجھے دیکھا گھورتی رہی اور پھر اس کی آنکھوں سے آنسو لڑھک پڑے۔

"ارے ارے! کمال کی عورت ہو بھئی۔ ابھی ابھی دو انسانوں کا خون کر کے آ رہی ہو اور اب معصوم لڑکیوں کی طرح رو رہی ہو۔"

"ہاں میں معصوم لڑکی ہی تو تھی سمجھے تم نواز اصغر میں معصوم لڑکی تھی لیکن مجھ سے میری معصومیت چھین لی گئی۔ ساری دنیا میں میرا کوئی نہیں تھا سوائے ایک بھائی کے۔ صرف ایک بھائی ہی تھا میرا جس پر میں جان چھڑکتی تھی سنا نواز اصغر، اب میں تم سے جھوٹ نہیں بول رہی۔ اب تک جو فریب تم سے کرتی رہی ہوں اس پر شرمندہ ہوں۔ ان لوگوں نے میرے بھائی کو قتل کر دیا ان لوگوں نے مجھے بے سہارا بنا دیا۔ میں حسن و عشق کی وادیوں میں ہلکورے لے رہی تھی۔ میں محبت کے جھولے جھول رہی تھی ایک نوجوان سے میری دوستی تھی بہت ہی خوبصورت آدمی تھا وہ جان چھڑکتا تھا مجھ پر لیکن میں نے اس کی ضد پر اسے فنا کر دیا۔ کیونکہ اب میرے سینے میں انتقام کی آگ روشن تھی مجھ سے میرا پیارا بھائی چھین لیا گیا تھا مجھ سے میرا جسم چھین لیا گیا تھا اور اسے چھیننے والے کون لوگ تھے؟ جانتے ہو، یہی ڈاکٹر ڈی۔ ڈاکٹر ڈی کا گروہ بہت بڑا ہے وہ دنیا کا ہر بُرا کام کرتا ہے۔ خود ڈاکٹر ڈی کسی بِل میں چوہے

کی طرح چھپا رہتا ہے کبھی سامنے نہیں آتا۔ اس کے گروہ کے آدمی مختلف علاقوں پر قبضہ جمائے بیٹھے رہتے ہیں۔ تو امریکی ریاستوں میں ان کا عمل دخل ہے۔ اور میرے لیے اتنے بڑے گروہ سے نبٹنا آسان کام نہیں تھا۔ مجھے کسی ایسے گروہ کی تلاش تھی جس میں شامل ہو کر میں ڈاکٹر ڈی کے خلاف کام کر سکوں ہاں نواز اصغر میں تمھیں اپنی زندگی کا وہ راز بتا رہی ہوں جو اس سے پہلے میں نے کسی کو نہیں بتایا۔ ہم لوگ بے پناہ دولت رکھتے تھے میرا بھائی جمی اس دولت کا وارث تھا اور ہم سکون کی زندگی گزار رہے تھے کہ ڈاکٹر ڈی کے آدمیوں نے جمی کو اپنے جال میں پھانس لیا اور اس دولت کے لیے اسے موت کی نیند سلا دیا۔ یہاں ایک بہت بڑی فیکٹری موجود ہے جو کسی دور میں میری ملکیت تھی۔ میرے سینے میں انتقام کی آگ سلگ رہی تھی۔ اور پھر مجھے ترلوکا کے گروہ کے بارے میں معلومات حاصل ہوئیں۔ سان ان ٹونیو میں ڈاکٹر ڈی اور ترلوکا کے درمیان کئی معرکے ہوئے اور اس میں ترلوکا کے آدمیوں نے ڈاکٹر ڈی کے آدمیوں کو نیچا دکھایا۔ چنانچہ میں ترلوکا کے گروہ میں شامل ہو گئی۔ ایسے ایسے کام کیے میں نے ترلوکا کے گروہ کے لیے کہ وہاں میری ایک وقعت ہو گئی مجھے ایک باقاعدہ سیکشن کا انچارج بنا دیا گیا، ہاں راجہ نواز اصغر مجھے تمہارے بارے میں تمام تفصیلات پہلے ہی بتا دی گئی تھیں میں نے اب تک تم سے جھوٹ بولا تھا تم میرے لیے اجنبی نہیں تھے۔ میں نے بڑی کاوشوں کے بعد ترلوکا اور ڈاکٹروں کے درمیان ٹھنوا دی اور وہ لوگ آپس میں ایک دوسرے سے نبرد آزما ہو گئے۔ اکثر ان گروہوں میں ہنگامہ خیزیاں ہوتی رہتی ہیں۔ ڈاکٹر ڈی کے آدمی بھی مارے جاتے ہیں اور ترلوکا کے آدمیوں کا بھی نقصان ہوتا ہے لیکن ترلوکا کے نام سے نہیں بلکہ منشیات کے اسمگلر کی حیثیت سے، کیونکہ ڈاکٹر ڈی بھی بعض اوقات منشیات کی سپلائی میں دلچسپی لے لیتا ہے۔ سمجھے تم یہ ہے میری کہانی اور اس کے جو اہم نکات ہوں گے۔ وہ میں تمھیں بتا دوں گی راجہ نواز اصغر میں باقاعدگی سے ترلوکا کے آدمیوں کے ذریعے اپنے مقصد کی تکمیل نہیں کروا سکتی۔ نہ ہی میں نے ان پر اپنا مافی الضمیر واضح کیا ہے۔ لیکن جس طرح بھی در پردہ ہو سکتا ہے میں اپنا کام انجام دیتی رہتی ہوں۔ مجھے تمہارے پیچھے لگایا گیا تھا مجھے تمہاری کہانی نے بہت متاثر کیا تھا اور میں نے فیصلہ کر لیا تھا کہ کس طرح بھی میں تمہارا کیس ترلوکا سے اپنے ہاتھ میں لے لوں گی۔ میں نے ترلوکا کے متعمدِ خاص سے بات کی ہے اور اس نے مجھے یہ کیس دے دیا ہے۔ میں نے اس سے دعویٰ کیا ہے کہ جو کچھ بھی ہوگا میں تمھیں نگاہوں میں رکھوں گی۔ ترلوکا کی خواہش ہے کہ ابھی تمھیں سان ان ٹونیو میں آزاد چھوڑ دیا جائے جیسا کہ میں نے تم سے کہا کہ وہ اس بات کا خواہش مند ہے کہ تمھیں خودکشی پر مجبور کر دے۔ میرے سپرد یہی ذمہ داری کی گئی ہے کہ جس طرح بھی ہو سکے میں تمھیں نچاتی رہوں اور جب تم بالکل ہی زندگی سے عاجز آ جاؤ تو تمھیں ترلوکا کے سامنے پیش کر دیا جائے۔ ترلوکا کچھ ایسے پروگرام بنائے ہوئے ہے جن کی وجہ سے تمہیں موت بھی اپنانی پڑے گی۔"

"اوہ اگر یہ بات ہے تو تمہیں زیبی کے بارے میں بھی معلومات ہوں گی۔"

"خدا کی قسم میں نہیں جانتی لیکن جو کچھ بھی میں نے تم سے کہا ہے اس میں بھی جھوٹ نہیں ہے۔ میں زیبی کے بارے میں تمہیں معلومات کر کے بتاؤں گی۔ یہ کام میرے لیے بہت زیادہ مشکل نہیں ہوگا لیکن اگر تم میرا مقصد پورا کر سکے۔" میں گہری سوچ میں ڈوب گیا ایک نیا معاملہ میری نگاہوں کے سامنے آیا تھا مجھے اپنے ان سوالوں کے جواب بھی مل گئے تھے جو میرے ذہن میں پیدا ہو رہے تھے یعنی یہ کہ بقول شیلی کے ترلوکا مجھے نگاہوں میں رکھے ہوئے بھی ہے اور یہ کہ اگر میں شیلی کے معاملے میں کام کر دوں تو ترلوکا سے محفوظ رہ سکوں گا۔ اس کی وجہ یہی تھی کہ شیلی میرے سلسلے میں انچارج بنا دی گئی تھی لیکن اس کے دل میں کچھ اور تھا اب اس بات میں کوئی تردد نہیں رہا تھا میں تھوڑی دیر تک کچھ سوچتا رہا پھر میں نے آہستہ سے کہا۔

"پہلے ہمیں ان دونوں لاشوں کو ٹھکانے لگا دینا چاہیئے۔" شیلی میری طرف دیکھنے لگی اور پھر بولی۔

"کیا تم نے میری باتوں پر یقین کر لیا ہے۔"

"ہاں شیلی۔" میں نے حتمی لہجے میں کہا۔ اور اس کی آنکھوں سے تشکر کے آثار جھانکنے لگے۔ پھر وہ بولی۔

"راجہ نواز اصغر اگر تم میری مدد کرو گے تو میں اپنی زندگی تمہارے مقصد کے لیے وقف کر دوں گی۔ مجھے تم سے کچھ نہیں چاہیئے سمجھے۔ میں نے جو کچھ کہا تھا وہ فریب پر

مبنی تھا۔ میں تو اپنی محبت کو اپنے ہاتھوں سے قربان کر چکی ہوں اب میرے سینے میں ایک انتقام روشن ہے جسے میں ہر قیمت پر پورا کرنا چاہتی ہوں۔ اگر میں تمہارے ذریعے ان لوگوں کو فنا کرنے میں کامیاب ہو گئی اور وہ کاغذات میرے ہاتھ لگ گئے تو سمجھ لو کہ تمہاری بیوی کی دستیابی بھی میری ذمہ داری ہو گی۔"

"میرا خیال ہے شیلی اب تم آرام کرو۔ میں اپنا کام کرتا ہوں۔" میں نے کہا اور میں ایک پروگرام ترتیب دینے لگا۔ ہوٹل کا تمام حصہ خالی تھا سوائے گیٹ کے چوکیدار کے لاشوں کو کسی دوسری سمت سے دفعتاً میرے ذہن میں اس عقبی کھڑکی کا خیال آیا جو سامنے کی سمت کھلتی تھی نیچے سے سپاٹ دیوار تھی اور میرا ذہن روشن ہو گیا میں نے شیلی کو اس سلسلے میں ملوث کرنا مناسب نہیں سمجھا تھا چنانچہ میں غسل خانے کی طرف بڑھ گیا۔ غسل خانے میں آکر میں نے ان دونوں لاشوں کو دیکھا تو میرے پورے بدن میں ایک جھرجھری سی دوڑ گئی۔ انسانی زندگی میرے اپنے ہاتھوں میں فنا ہو چکی تھی۔ میں بھی قاتل تھا لیکن جو منظر میں نے یہاں دیکھا وہ رونگٹے کھڑے کر دینے کے لیے کافی تھا۔ لڑکی کا خوبصورت چہرہ اس قابل نہیں رہ گیا تھا کہ اس کو کسی عورت کا چہرہ کہا جا سکے اس کے ہونٹ ٹکڑوں میں تقسیم ہو گئے تھے دانت سرے سے غائب تھے رخسار بری طرح پھٹ گئے تھے اور وہ انتہائی خوفناک لاش کی شکل میں نظر آ رہی تھی۔ یہی کیفیت مرد کی بھی تھی۔ بہرطور میں نے اس کو اس احساس سے الگ کیا مرد کا کوٹ اتار کر ایک طرف رکھ دیا۔ فلیٹ ہیٹ اتار کر چارلس ایک جگہ رکھ چکا تھا۔ ان دونوں چیزوں کی مجھ کو ضرورت تھی۔ اس کے بعد میں نے اس رسی سے جس سے شیلی نے چارلس کو باندھا تھا ان کی لاشیں کھڑکی سے نیچے لٹکائیں اور نیچے تک پہنچا دیں۔ دونوں لاشوں کو میں نے کھڑکی سے نیچے پہنچا دیا۔ اور کھڑکی بند کر دی۔ اس کے بعد میں دروازے کی سمت چل پڑا تھا۔ دروازے پر میں نے رک کر شیلی سے کہا۔

"اگر تم چاہو تو آرام کر سکتی ہو۔ میں تھوڑی دیر تک واپس جاؤں گا۔" شیلی نے آہستہ سے گردن ہلا دی۔ وہ خشک ہونٹوں پر زبان پھیر رہی تھی۔ میں نے چارلس کا کوٹ پہنا اور فلیٹ ہیٹ لگا کر اس انداز میں آگے بڑھنے لگا کہ چوکیدار یہی سمجھے میں وہی شخص ہوں جو کسی سے ملنے آیا تھا اس نے مجھ سے کچھ نہیں کہا اور میں خاموشی سے باہر نکل کر کار کے قریب پہنچ گیا پھر میں نے کار اسٹارٹ کی اور اسے ایک طرف تیزی سے گھماتے ہوئے عمارت کی عقبی سمت میں لے آیا جہاں دونوں لاشیں پڑی ہوئی تھیں۔ دونوں لاشوں کو ڈگی میں ڈالنے کے بعد میں کار اسٹارٹ کر کے چل پڑا۔ اس علاقے کے بارے میں مجھے معلومات نہیں تھیں بس جس طرف منہ اٹھا چل پڑا تھا لیکن اس بات کو ذہن میں رکھنا چاہتا تھا کہ فاصلہ زیادہ نہ ہو تاکہ کہیں واپسی میں میں راستہ نہ بھول جاؤں چارلس کا کوٹ اور ہیٹ اتار کر میں نے ایک سمت رکھ دیا تھا پھر مجھے ایک تیز رفتار نالہ نظر آیا اور میں نے یہی مناسب سمجھا کہ لاشوں کو اس نالے میں ڈال دوں۔ نالہ کہاں جاتا ہے کہاں سے آیا ہے اس بارے میں مجھے کچھ نہیں معلوم تھا۔ اطراف سے بے خبر تھا لیکن چاروں طرف خاموشی اور ویرانی کا راج تھا۔ چنانچہ میں نے اطمینان سے دونوں لاشیں اٹھائیں اور پانی میں ڈال دیں۔ چھپاکے کی آواز ہوئی اور دونوں لاشیں تیزی سے میری نگاہوں کے سامنے بہتی ہوئی بہت دور نکل گئیں۔ دیکھتے دیکھتے وہ میری آنکھوں سے اوجھل ہو گئیں تھیں۔ میں نے ان لاشوں کے ساتھ ہی چارلس کا کوٹ اور ہیٹ بھی پھینک دیا تھا اور اس کے بعد میں نے کار اسٹارٹ کی اور اسے لے کر نالے کی بالکل مختلف ہی سمت ایک کنارے کے قریب پہنچ گیا عمارت کے عقب میں میں نے کار کھڑی کی اس پر سے اپنی انگلیوں کے نشان وغیرہ صاف کیے۔ اور دروازہ کھول کر نیچے اتر آیا اس کے بعد واپسی کا سفر میں نے پیدل ہی طے کیا تھا۔ میں اندر پہنچا تو باتھ روم میں پانی گرنے کی آوازیں آ رہی تھیں اور شیلی کمرے میں موجود نہیں تھی۔ جب وہ باہر نکلی تو میری نگاہیں ایک لمحے کے لیے اس پر جمی کی جمی رہ گئیں۔ شب خوابی کے لباس میں وہ بہت خوبصورت نظر آ رہی تھی۔ لیکن میں اپنے آپ کو سنبھالنے میں کامیاب ہو گیا تھا۔ البتہ شیلی کی نگاہوں کی کیفیت بہتر نہیں تھی۔ اس کے چہرے سے اس کے جذبات کا اظہار ہوتا تھا۔ میں نے مسکراتے ہوئے اس کا خیر مقدم کیا اور وہ سوالیہ نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگی۔

"کیا رہا؟" اس نے پوچھا۔

"سب ٹھیک ہے شیلی بے فکر ہو جاؤ۔" میں نے جواب دیا۔ تو وہ بے اختیار مسکرا پڑی۔

"بہر طور یہ سب کچھ ضروری تھا شیلی اب میرا خیال ہے آرام کرو تم تھک گئی ہوگی۔"

"ہم لوگ اس سلسلے میں مزید کوئی گفتگو نہیں کریں گے۔ میں جو کچھ کر چکی ہوں وہ میری بساط سے باہر کی چیز تھی۔ لیکن بس جب اپنے بھائی کا تصور میرے ذہن میں آتا ہے میں بے قابو ہو جاتی ہوں۔"

"شیلی واقعی اب ان خیالات کو ذہن سے نکال دو اور آرام کرو۔"

شیلی نے ایک بار پھر عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھا۔ اور میں نے اس کی طرف سے رُخ بدل لیا۔ دوسرے دن تقریباً گیارہ بجے تک ہم لوگ اپنی رہائش گاہ میں رہے۔ پھر شیلی نے کہا۔

"میرا خیال ہے معاملات واقعی ٹھیک ٹھاک ہیں کسی کو صورت حال کا اندازہ نہیں ہو سکا۔"

"میں نے تم سے کہا تھا نا شیلی، میں نے جو کچھ کیا ہے پورے اطمینان کے ساتھ کیا ہے۔"

"تو پھر آؤ میٹرو ویل کے مناظر سے لطف اندوز ہوں۔ اس علاقے کے بارے میں تم نے اندازہ لگا لیا ہوگا کہ یہ کافی خوبصورت ہے۔ صرف یہی نہیں اس کے اطراف میں ایسی قدرتی انداز کی چیزیں بنائی گئیں ہیں کہ انسان وہاں پہنچ کر ان مناظر میں گم ہو جاتا ہے۔"

"مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے شیلی، چلو۔" میں نے جواب دیا۔ ذہن میں رات کے واقعات چکرا رہے تھے لیکن خود کو سنبھالے رکھنا بھی ضروری تھا۔ شیلی کی خوبصورت کار میں بیٹھ کر ہم لوگ موٹر گیراج پہنچے جہاں شیلی نے کار پارک کی تھی۔ پھر کار کو اسٹارٹ کر کے تھوڑے ہی فاصلے پر ایک پٹرول پمپ سے پٹرول بھرایا اور اس کے بعد وہ چل پڑی۔ شاید اسے اس علاقے کے بارے میں خاصی تفصیلات معلوم تھیں۔ سفر کرتے ہوئے میں نے پوچھا۔

"شیلی تم نے یہ تو بتایا ہے کہ تم اپنے بھائی کے انتقام کی پیاسی ہو، لیکن تم نے یہ نہیں بتایا کہ پیاس کیسے بجھے گی؟"

"خون سے، صرف خون سے، اتنا خون پینا چاہتی ہوں ان کا کہ میری پیاس بجھ جائے۔ اور اگر ڈاکٹر ڈی میرے ہاتھ لگ جائے تو پھر یوں سمجھ لو کہ میرا مقصد ہی پورا ہو جاتا ہے۔"

ڈاکٹر ڈی کی کہانی میں جس حد تک سن چکا تھا بس اس سے زیادہ سننے کی خواہش نہیں تھی۔ ہم لوگ میٹرو ویل کے مختلف حصوں میں گھومتے رہے۔ شیلی نے میٹرو ویل کے بارے میں جو کچھ بتایا تھا وہ واقعی حقیقت تھی۔ حسین ترین قدرتی مناظر سے بھرا ہوا یہ علاقہ بے مثال لگتا تھا مصنوعی جھیلوں اور آبشاروں سے اسے سجایا گیا تھا۔ ہم نے جھیل کے کنارے بنے ہوئے ایک ریسٹورنٹ پر دوپہر کا کھانا کھایا اور اس کے بعد جھیل کی ایک شاخ سے ترتیب دیئے ہوئے سوئمنگ پول کے کنارے بیٹھے۔ وہاں پر نہانے والوں کی خوش فعلیاں دیکھتے رہے۔ اس کے بعد وہاں سے آگے بڑھے۔ اور ایسے اوپن ایئر ریسٹورنٹ میں پہنچ گئے جہاں چھوٹے چھوٹے مختلف کھیلوں کا بندوبست کیا گیا تھا۔ شیلی نے مجھے ایک نئے کھیل سے روشناس کرایا جو بہت دلچسپ تھا میں اور وہ یہاں پہنچ کر گویا گزرے ہوئے لمحات کو بھول گئے تھے۔ شام ہونے کا پتا ہی نہ چل سکا اور جب سورج رات کی تاریکی میں گم ہو گیا تو ہم واپسی کے راستے پر چل پڑے اتنی دور نکل آئے تھے میٹرو ویل کی شہری آبادی سے کہ واپسی کا سفر بھی تین ساڑھے تین گھنٹے سے کم نہیں تھا۔ شیلی نے اس وقت ڈرائیونگ میرے ہی حوالے کر دی تھی اور خود میرے نزدیک بیٹھی ہوئی تھی۔ واپسی کے سفر میں ہم نے کسی جلدبازی کا مظاہرہ نہیں کیا تھا اور سست رفتاری سے چلتے رہے۔ ابتدائی راتوں کا چاند تھا جو تھوڑی دیر بعد نکل آیا اور ہر طرف نکھری نکھری چاندنی پھیل گئی۔ مناظر کا حسن کچھ اور بڑھ گیا تھا۔ میں پر خیال انداز میں سامنے سڑک پر نگاہیں دوڑائے کار ڈرائیو کر رہا تھا کہ دفعتاً میری نگاہ عقب نما آئینے پر جا پڑی۔ میں نے دیکھا کہ چند ٹرک اسی جانب آ رہے ہیں اُن کی رفتار خاصی تیز تھی نہ جانے کیوں میری چھٹی حس نے اعلان کیا کہ حالات ہمارے موافق نہیں ہیں اور پھر دفعتاً ہی میں نے تیز چیخوں کی آوازیں سنیں۔ بے اختیار ہی میرا پاؤں بھی بریک پر پڑ گیا۔ پتا نہیں یہ چیخیں کیسی تھیں۔ میں نے کار سڑک کے کنارے اُتار کر روک دی شیلی نے بھی شاید یہ چیخیں سن لی تھیں اس نے پھرتی سے اپنا پستول نکالا اور عقب میں دیکھنے لگی۔

"تم اسی جگہ کوئی محفوظ پناہ گاہ تلاش کرو شیلی۔ میں ذرا دیکھتا ہوں۔" میں نے پھرتی سے نیچے اُترتے ہوئے کہا۔ اور پھر سڑک کی ڈھلان پر دوڑتا ہوا ٹرکوں کی طرف بڑھنے لگا جو رک گئے تھے۔ میں نے ٹرکوں کے قریب پہنچ کر دیکھا کہ چند افراد کچھ لوگوں پر رائفل تانے کھڑے ہوئے ہیں۔ اُن کی تعداد خاصی تھی اور پھر اس کے ساتھ ہی دفعتاً فائرنگ شروع ہو گئی کسی اور طرف سے ان لوگوں پر گولیاں برسائی گئی تھیں۔ میں اس ہنگامے میں جانے بوجھے بغیر کوئی حصہ لینا نہیں چاہتا تھا۔ لیکن صورتِ حال میری تو

کے مطابق نہیں رہی دفعتاً مجھے عقب میں ایک آواز سنائی دی اور میں نے اُسے دیکھے بغیر فوراً ہی پلٹ کر گولی چلا دی میرے عقب میں صرف دس فٹ کے فاصلے پر ایک شخص موجود تھا میری چلائی ہوئی گولی اس کی پیشانی پر لگی تھی۔ دوسرے لمحے وہ گر گیا۔ اسی وقت دائیں سمت سے ایک گولی آئی اور وہ سنسناتی ہوئی اور میرے بالوں کو چھوتی گزر گئی۔ میں نے پھرتی سے زمین پکڑ لی تھی لیکن جوں ہی مجھے سڑک پر ایک سایہ نظر آیا میں نے فوراً ہی فائر کر دیا اور میری یہ کوشش بھی ناکام نہیں رہی تھی دوسرا آدمی بھی سڑک کی ڈھلان سے لڑھکتا ہوا بالکل میرے قریب آ گیا تھا میں نے بغور اس کا چہرہ دیکھا پتا نہیں کون سے علاقے کا آدمی تھا اچھے خاصے تنو توش کا مالک تھا۔ ایک بار پھر مجھے قدموں کی چاپ سنائی دی اور میں کسی سانپ کی مانند پلٹ پڑا لیکن اسی وقت شیلی کی آواز اُبھری۔

"نہیں، یہ میں ہوں۔ میں۔" میرے قریب پہنچ کر نیچے گر پڑی اس کا سانس دھونکنی کی طرح چل رہا تھا۔

"اوہ شیلی تمہیں اس طرف نہیں آنا چاہیئے تھا۔"

"وہ، وہ۔ دراصل میں اس جگہ محفوظ نہیں تھی۔" اس نے جواب دیا۔

"آؤ ہمیں یہ جگہ چھوڑ دینی چاہیئے۔" میں نے کہا اور ہم لوگوں نے اپنی جگہ چھوڑ دی۔ پتہ نہیں اوپر کیا ہو رہا تھا بہر طور کوئی ایسی ہی بات تھی جو خاصی خطرناک تھی، میں تو بلاوجہ ہی اس میں ملوث ہو گیا تھا۔ دفعتاً میں نے ٹرک اسٹارٹ ہونے کی تیز آوازیں سُنیں اور پھر دوسرے ہی لمحے وہ تمام ٹرک آگے بڑھ گئے۔ مجھے شبہ ہوا کہ کہیں وہ میری کار نہ دیکھ لیں اور اُسے نقصان پہنچانے کی کوشش نہ کریں لیکن ایسا نہیں ہوا میں تھوڑی دیر تک انتظار کرتا رہا اور پھر شیلی کا ہاتھ پکڑ کر اوپر پہنچ گیا۔

"پتہ نہیں کون لوگ تھے۔"

"ڈاکٹر ڈی کے آدمی۔" شیلی نے جواب دیا۔

"تم پورے وثوق سے یہ بات کیسے کہہ رہی ہو؟"

"چاندنی رات تھی ایک ٹرک پر ایک بڑا سا مونوگرام بنا ہوا تھا ڈی اینڈ کو کا نام میں نے صاف پڑھ لیا تھا۔"

"مگر یہ لوگ ہماری سمت تو نہیں آ رہے تھے۔"

"کیا کہا جا سکتا ہے؟"

"میں نے ایک اور منظر دیکھا تھا اِن لوگوں نے کچھ دوسرے لوگوں کو رائفل کی نال سے کور کر رکھا تھا۔ غالباً یہ ہمارا معاملہ نہیں تھا شیلی۔ ویسے تمہارا کیا خیال ہے چارلس کی موت کی اطلاع ان لوگوں کو مل گئی ہوگی۔"

"بہت پہلے مل چکی ہوگی اور یقینی طور پر وہ اس کے قاتلوں کی تلاش میں سرگرداں ہوں گے۔"

"بہر طور اس بات کا میں تمہیں یقین دلاتا ہوں کہ وہ ہمارا سراغ نہ پا سکیں گے۔"

"نہیں ڈیئر یہ مت کہو وہ بہت چالاک لوگ ہیں میں تمہیں بتا چکی ہوں کہ وہ میٹرو ویل میں داخل ہونے والوں پر گہری نگاہ رکھتے ہیں، کوئی بھی اجنبی اگر یہاں آتا ہے تو وہ اس کی ٹوہ میں لگ جاتے ہیں۔"

"اگر یہ بات ہے تو پھر معاملات خاصے پریشان کن ہو سکتے ہیں۔"

"کیوں؟"

"وہ اب تک ہمارے بارے میں معلومات حاصل کرتے ہوئے ہماری رہائش گاہ تک پہنچ گئے ہوں گے۔" شیلی نے سختی سے میرے شانے کو دبوچ لیا اور ایک بار پھر مجھے کار کے بریکوں پر دباؤ ڈالنا پڑا۔ "کیا ہوا شیلی" میں نے چونک کر پوچھا۔

"اوہ۔ نوازا صغر ہوا کچھ نہیں ہے تمہاری اس بات نے میرے ذہن کو اچانک جھٹکا دیا ہے۔"

"اور تم نے میرے شانے کو جھنجھوڑ دیا۔" میں نے مسکراتی ہوئی آواز سے کہا۔ شیلی بھی پھیکے سے انداز میں مسکرا دی اور مجھ سے معذرت کرنے لگی پھر اس نے کہا۔

"تمہارا خیال درست ہے وہ ہمیں تلاش کرتے ہوئے بالآخر اس جگہ پہنچ گئے ہوں گے جہاں ہمارا قیام ہے۔ مجھے یقین ہے اس بات پر۔"

"اچانک اس یقین کی وجہ سمجھ میں نہیں آئی۔" میں نے کہا۔

"وجہ کوئی خاص نہیں ہے بس میں جانتی ہوں کہ ڈاکٹر ڈی کوئی احمق آدمی نہیں ہے چارلس کی موت اس کی محبوبہ کی گمشدگی اور پھر یہاں ٹرکوں کے نزدیک یہ ہنگامہ اس کے لیے بہت تعجب خیز ہوگا اور اس جیسے شخص کے لیے یہ معلوم کر لینا مشکل نہ ہوگا کہ میٹرو ویل میں داخل ہونے والے اجنبی کون ہیں اور ان کا قیام کہاں ہے۔"

"تو پھر کیا پروگرام ہے شیلی؟"

"کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا تاہم نہ جانے کیوں میرا دل ڈر رہا ہے۔ بہتر یہ ہے کہ ہم اپنی اس رہائش گاہ سے نکل آئیں اور

پھر کوئی گمنام گوشہ اپنا لیں۔"

"وہاں چلنا ہے یا نہیں۔" میں نے سوال کیا۔

شیلی چند لمحات کچھ سوچتی رہی پھر بولی۔

"اپنا سامان تو لینا ہی ہوگا۔" میں نے کار آگے بڑھا دی ان راستوں کی تھوڑی بہت شناخت مجھے بھی ہو گئی تھی چنانچہ جلد ہی ہم اپنی رہائش گاہ کے قریب پہنچ گئے۔ کوئی غیر معمولی بات نہیں تھی کار سے اتر کر اندر داخل ہوتے ہوئے میں نے پوچھا۔

"کیا کوئی ایسا گوشہ تمہاری نگاہ میں ہے شیلی۔" شیلی نے کوئی جواب نہیں دیا۔ وہ آہستہ آہستہ ہوٹل کی مالکہ کی جانب بڑھ رہی تھی۔ سفید فام عورت کاؤنٹر کے پیچھے بیٹھی ہماری ہی جانب دیکھ رہی تھی۔ شیلی کی خاموشی پر میں نے چونک کر کاؤنٹر کی طرف دیکھا اور دوسرے لمحے میرے ذہن کو ایک عجیب سا احساس ہوا ہوٹل کی مالکہ ہماری جانب دیکھ ضرور رہی تھی لیکن اس کے بدن میں ذرا بھی جنبش نہیں تھی۔ وہ ساکت و جامد نظر آ رہی تھی اس کی آنکھوں کی پتلیاں غیر متحرک تھیں۔ میں شیلی سے پہلے اس کے نزدیک پہنچ گیا اور میں نے جھک کر اُسے مخاطب کیا۔ لیکن اس کے منہ سے کوئی آواز نہیں نکلی۔ قریب سے دیکھنے پر اندازہ ہوا کہ اس کا چہرہ خوف و دہشت کا مظہر نظر آ رہا تھا میں نے اُسے چھو کر دیکھا تو وہ ایک جانب لڑھک گئی یقیناً وہ مُردہ تھی اسی وقت اچانک روشنی چلی گئی اندھیرا پھیل گیا اور اس کے ساتھ ساتھ ہی فائرنگ کی آواز اُبھری۔ سامنے کی طرف سے چلائی گئی گولی کاؤنٹر کی لکڑی میں پیوست ہو گئی اور دوسری میرے سر پر سے گزر گئی میں پھرتی سے نیچے گر پڑا اور رینگتا ہوا دروازے کی جانب بڑھنے لگا دفعتاً میرے ہاتھ شیلی کے پاؤں سے ٹکرائے اور شیلی کی چیخ اُبھری تھی لیکن پھر مجھے محسوس ہوا کہ کوئی میرے قریب سے گزرا ہے۔ مجھے یہ اندازہ ہو گیا تھا کہ یہ شیلی نہیں ہے۔ تاریکی میں میں نے ایک بار پھر شیلی کو ٹٹولنے کی کوشش کی لیکن وہ دوبارہ میرے ہاتھ نہیں آئی۔ مجھے یقین تھا کہ حملہ آوروں نے عمارت کا مین سوئچ بند کر دیا تھا ورنہ اس طرح تاریکی نہ پھیل جاتی۔ باہر بہت سے دوڑتے قدموں کی آوازیں اُبھر رہی تھیں۔ میری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اب مجھے کیا کرنا چاہیئے اس تاریکی میں تو میں کچھ کر بھی نہیں سکتا تھا تاہم میرے قدم دروازے ہی کی جانب بڑھ رہے تھے اور میں سوچ رہا تھا کہ اگر میں دروازے سے باہر نکلنے میں کامیاب ہو جاؤں تو پھر ان کے ہاتھ آنا مشکل ہوگا۔ شیلی کے بارے میں میں نہیں کہہ سکتا تھا کہ وہ کہاں ہے اس کی پُراسرار خاموشی یہ بتا رہی تھی کہ یا تو وہ کسی حادثے کا شکار ہو گئی ہے یا پھر یہاں موجود ہی نہیں ہے۔ نہ جانے کس طرح میں ٹٹولتا ہوا دروازے تک پہنچا کہ دفعتاً اندھیرے میں کسی پستول کی آہنی نال میری گردن سے آ لگی اس کے ساتھ ہی کسی نے مجھے بالوں سے پکڑا اور اندر کھینچ لیا۔ لیکن اب جو کچھ بھی کرنا تھا اس کے لیے انتظار حماقت ہی ہوتا۔ حالانکہ اس شخص نے میرے بال پکڑے ہوئے تھے لیکن میں نے پھرتی سے قلابازی کھائی اور اس کی پستول پر ہاتھ ڈال دیا۔ دروازہ قریب ہی تھا میں عجلت اور گھبراہٹ میں سوچ رہا تھا کہ اگر میں اسے ڈاج دے کر ایک اور کوشش دروازے سے باہر نکلنے کی کروں تو کام بن سکتا ہے لیکن میرا مدِمقابل بھی پھرتیلا تھا۔ اس نے اپنا پستول والا ہاتھ پھرتی سے پیچھے کھینچ لیا اور اس کے ساتھ ہی پوری قوت سے میرے چہرے پر گھونسہ رسید کر دیا۔ بھرپور چوٹ تھی میں کراہ کر پیچھے الٹ گیا۔ لیکن میرا مدِمقابل شاید الو کی نسل سے تھا اور رات کی تاریکی میں بھی بخوبی دیکھ سکتا تھا۔ اس نے مجھے زمین پر گرنے سے پہلے ہی گریبان سے تھام لیا شاید اس اثناء میں اس نے اپنا پستول جیب میں رکھ لیا تھا چونکہ اب اس نے ایک ہاتھ سے میرا گریبان پکڑا ہوا تھا اور اس کا دوسرا ہاتھ میرے جبڑوں پر گھونسے برسا رہا تھا گھونسوں کی وحشیانہ بوچھار نے میرے اوسان خطا کر دیئے وہ ایسے تاک تاک کے نشانے لگا رہا تھا کہ میں اس کی زد سے نکل نہیں پا رہا تھا۔ تاہم میں نے سنبھل کر اپنا چہرہ بچاتے ہوئے اس کے پیٹ میں پوری قوت سے ایک ضرب لگائی۔ اس کے حلق سے کریہہ آواز نکلی مگر وہ پیٹ کی ضرب کو سہہ گیا۔ میں نے دو تین مرتبہ اس کے چہرے کو زخمی کرنے کی کوشش کی تھی لیکن وہ کمبخت کسی سائے کی طرح اپنے قدموں پر جھولتے ہوئے میرے وار خالی کرتا رہا۔ یہاں تک کہ اس نے میری کنپٹی پر تھوڑے نیچے کی سمت میں ایک زوردار گھونسہ لگایا اور اس بار میری آنکھوں میں زرد روشنیاں لہرانے لگیں میں نے خود کو سنبھالنے کی کوشش کی لیکن نہ سنبھال سکا اور میرا ذہن تاریکیوں میں ڈوب گیا۔ آنکھ کھلی تو شاید یہ تکلیف کی شدت ہی تھی جس نے مجھے جگا دیا تھا۔ درد کہاں کہاں ہو رہا ہے اس کے بارے میں اندازہ لگانا ممکن نہیں تھا مگر چہرہ چھونے سے پتہ چلا کہ میرا پورا چہرہ سوجا ہوا ہے۔ جبڑے شدید درد کر رہے تھے البتہ بدن کے نیچے فرش کی بجائے نرم بستر موجود تھا میں دیر تک بستر پر خاموش پڑا انگلیوں سے اپنے جبڑوں کی مالش کرتا رہا۔ درد کی شدت بتا رہی تھی کہ مزا ہی آ گیا ہے۔ جلد کئی جگہ سے ادھڑی ہوئی تھی اور خون جم گیا تھا گردن گھمانا بھی

دشوار ہو رہا تھا۔ بہرطور کسی نہ کسی طرح میں کروٹ لے کر اس کمرے کا جائزہ لے رہا تھا۔ ایک مدہم بلب روشن تھا۔ کمرہ زیادہ کشادہ نہیں تھا اس کی دیواروں کا رنگ اکھڑا ہوا تھا اور اس کی شکل و صورت یوں محسوس ہوتی تھی جیسے قدیم عرصے کے بعد اس کو استعمال کیا گیا ہو لیکن میرے نیچے جو بستر تھا وہ بہتر تھا۔ غالباً بعد میں اُسے اس کمرے میں ڈالا گیا تھا۔ بے ہوشی سے قبل کے واقعات میرے ذہن میں گردش کرنے لگے اور مجھے شیلی یاد آئی۔ پھرتی سے اپنے بدن کو جنبش نہیں دے سکتا تھا لیکن پھر بھی کمرے کے دونوں طرف نگاہیں دوڑائیں کہ ممکن ہے مجھے شیلی بھی نظر آ جائے لیکن ایسا نہیں تھا اسی وقت کسی طرف سے قدموں کی چاپ اُبھری اور پھر دروازہ کھول کر ایک لڑکی میرے کمرے میں آ گئی خوش شکل لڑکی تھی چہرے پر نرمی کی سی کیفیت طاری تھی۔ مجھے اپنی طرف متوجہ پا کر اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ آ گئی۔ میں بغور لڑکی کا جائزہ لے رہا تھا لڑکی خوش لباس اور خوبصورت تھی وہ میرے بستر سے چند قدم کے فاصلے پر رُک گئی اور مسکراتے ہوئے بولی۔

"ہیلو کیسے مزاج ہیں تمہارے؟"

"بہت عمدہ۔ بہت حسین ماحول ہے یہ۔" میں نے خوش مزاجی سے کہا۔

"کیا بات تھی؟ کسی سے جھگڑا ہوا تھا؟" اس نے سادگی سے سوال کیا۔

"ہاں! موت کے فرشتے تھے اکھاڑ پچھاڑ ہوئی ان کے درمیان۔ مگر ایک ہاتھ ایسا پڑ گیا کہ انہیں بھاگنے کا موقع مل گیا۔" میں نے جواب دیا۔

"خاصے دلچسپ آدمی معلوم ہوتے ہو لیکن مجھے تعجب ہے کہ تم اتنے زخمی کیسے ہوئے۔"

"اور مجھے تعجب ہے کہ تم اتنی معصوم کیوں ہو؟" میں نے جواب دیا۔

"کیا مطلب؟"

"مطلب یہ کہ تمہیں یہ نہیں معلوم کہ میرے چہرے کا ڈیزائن کیوں تبدیل ہوا ہے۔"

"مجھے۔ مجھے یہ کیسے معلوم ہو سکتا ہے۔ میں ڈاکٹر ہوں۔" اس نے تعجب سے کہا اور میرے چہرے پر طنزیہ انداز اور زیادہ گہرا ہو گیا۔

"کیونکہ تمہاری عمر ابھی بہت کم ہے۔" میں نے سوال کیا۔

"مسٹر یہ ہسپتال ہے۔" وہ کسی قدر خشک لہجے میں بولی اور اب میرے چونکنے کی باری تھی۔ میں نے ایک لمحے تک اسے دیکھا اور پھر معذرت آمیز انداز میں بولا۔

"اوہ سوری۔ مجھے یہ اندازہ نہیں تھا میں تم سے معافی چاہتا ہوں۔" اس نے مسکراتی نگاہوں سے مجھے دیکھا اور بولی۔

"کوئی بات نہیں ہے ویسے کیا اب تم مجھے یہ بتاؤ گے کہ کیسے زخمی ہوئے۔"

"افسوس میرے دماغ میں کوشش کے باوجود وہ لمحات یاد نہیں آ رہے جب میں زخمی کیا گیا تھا۔ ویسے مجھے یہاں لانے والا کون ہے؟"

"وہ لوگ اس ہسپتال کے مالکان میں شمار ہوتے ہیں۔" لڑکی نے جواب دیا۔

"کون لوگ ہیں وہ۔؟"

"اس بارے میں، میں نہیں جانتی؟"

"تو پھر کون جانتا ہے۔"؟

"بس ہماری چیف ڈاکٹر اس سلسلے میں معلومات رکھتی ہیں۔" لڑکی نے جواب دیا۔

"تمہیں میرے پاس کس نے بھیجا ہے۔"؟

"کسی نے نہیں میری ڈیوٹی ہے۔"

"ویسے کیا تم بتا سکتی ہو کہ میرے چہرے کے زخم کس نوعیت کے ہیں۔"

"یوں محسوس ہوتا تھا کہ جیسے تم نے دیواروں سے ٹکر مار مار کر اپنا چہرہ سجایا ہے۔"

"اوہ نہیں۔ یہ ایک باکسر کا کمال ہے۔"

"کیا مطلب؟ باکسر۔"

"کیوں ہاں۔ اس بات پر تم نے حیرت کا اظہار کیوں کیا؟"

"کچھ نہیں۔ میرے ذہن میں ایک نام آ گیا تھا۔"

"کیسا نام۔"؟

"ڈاکٹر ڈی۔" اس نے جواب دیا اور میں چونکے بغیر نہ رہ سکا۔

"کیوں اس کا نام کیوں؟" میں نے سوال کیا۔

"سوری میرے لیے یہی بہتر ہے کہ میں خاموشی اختیار کر دوں، تمہیں کسی چیز کی ضرورت ہے۔"

"دوست مجھے تمہاری ہمدردی کی ضرورت ہے۔ اگر تم میرے ساتھ ہمدردی کرو گی تو میں تمہارا احسان مانوں گا۔"

"تم نہیں سمجھتے۔ تم نہیں سمجھتے۔ ڈاکٹر ڈی بہت خونخوار آدمی ہے۔ ہمیں اس کے بارے میں بات کرنے کی بھی اجازت نہیں ہے بہتر یہ ہوگا کہ تم اس کا تذکرہ مت کرو۔" اس نے کہا اور میں

خاموشی سے اس کی شکل دیکھتا رہا۔ پھر میں نے گہری سانس لے کر کہا۔

"جیسے تمہاری مرضی بہر طور اب تم جو بھی میرے ساتھ سلوک کرنا چاہو کر سکتی ہو۔"

"میں تمہاری معالج ہوں کوئی تکلیف ہو تو بتاؤ۔"

"نہیں ویسے تو میں ٹھیک ہوں لیکن بس ذہن پریشانیوں کا شکار ہے" ابھی ہم یہی گفتگو کر رہے تھے کہ ایک بھاری بدن کی عورت ایک وارڈ بوائے کے ساتھ اندر داخل ہوئی۔ وارڈ بوائے دواؤں کی ٹرالی کو دھکیلتا ہوا لا رہا تھا' بھاری بدن کی عورت نے میرے زخموں کا جائزہ لیا اور میرے زخموں پر مرہم لگانے لگی اس کے ساتھ ہی اس نے میرے بازو پر ایک انجکشن بھی دیا تھا۔ میں تو یہ سمجھتا تھا کہ وہ مسیحا ہی تھی اس وقت کیونکہ انجکشن لینے کے بعد میں نے کافی سکون محسوس کیا تھا پھر جب وہ واپس گئی تو میری ہمدرد لڑکی بھی اس کے ساتھ ہی باہر نکل گئی تھی البتہ میرے کمرے کا دروازہ کھلا رہنے دیا گیا تھا اور مجھے کوئی ہدایت نہیں کی گئی تھی کہ میں کمرے میں موجود رہوں چنانچہ میں اطمینان سے بستر سے اُتر کر باہر نکل آیا۔ سامنے ایک کشادہ راہداری نظر آ رہی تھی۔ راہداری کی ایک سمت ایک دیوار بنی ہوئی تھی جبکہ دوسری سمت دروازے بنے ہوئے تھے۔ اختتام پر ایک بڑا سادہ دروازہ لگا ہوا تھا جو شاید باہر سے مقفل تھا یہی وجہ تھی میرے کمرے کو کھلا چھوڑ دینے کی یعنی میں باہر تک آ سکتا لیکن میں دروازے سے باہر نہیں نکل سکتا تھا۔ تب مجھے ان تینوں کمروں کا خیال آیا اور میں نے سوچا کہ ذرا ان کا جائزہ لے لوں چنانچہ میں نے ایک ایک کر کے تمام دروازے کھولنے کی کوشش کی۔ لیکن یہ دروازہ باہر سے مقفل ہے اور پھر شیشے کی جگہ مضبوط آہنی جالیاں لگی ہوئی تھیں تاکہ کوئی شیشہ توڑ کر کمروں میں داخل نہ ہو سکے۔ میں راہداری کے بیرونی دروازے کے قریب فرش پر بیٹھ گیا اور پُرخیال نگاہوں سے دیوار کو دیکھنے لگا۔ بظاہر یہاں سے نکلنے کی کوئی صورت نظر نہیں آ تی تھی شیلی کے لیے میرے دل میں بے پناہ احساسات تھے۔ پتہ نہیں اس بے چاری کو کیا ہوا ویسے کچھ جانے بوجھے بغیر یہاں سے نکلنے کی کوشش فضول تھی سان ان تونیو میں آ پھنسا تھا اس وقت ترلوکا کا شکار تھا اور اب شاید ڈاکٹروں کا چنانچہ میرے لیے تو دونوں ہی یکساں تھے۔ اب حالات کا تجزیہ کر کے کوئی فیصلہ کیا جا سکتا تھا ظاہر ہے یہاں سے نکلنے کا معاملہ آسان نہیں ہوگا دیکھتا ہوں اونٹ کس کروٹ بیٹھتا ہے۔ میں نے اپنی ہمدرد نرس کا نام نہیں پوچھا تھا۔ وہ لڑکی مجھے خاصی نرم اور خلیق نظر آتی تھی۔ کیا فائدہ اسے کسی مصیبت میں ڈالنے سے بہتر یہی ہے کہ وقت کا انتظار کروں۔ چنانچہ تھوڑی دیر کے بعد واپس کمرے میں آ گیا ایک گھنٹہ بھی نہیں گزرا تھا کہ میری ہمدرد نرس میرے لیے کچھ پھل اور دودھ کا ایک گلاس لے کر آئی اور اس نے یہ چیزیں میرے سامنے رکھ دیں۔

"کھا لو۔"

"اور اگر دل نہ چاہے تو۔"؟

"تو بھی کھا لو۔" لڑکی نے جواب دیا۔ اس وقت اس کے چہرے پر مسکراہٹ نہیں تھی بلکہ ایک عجیب سفیدی سی جھلک رہی تھی۔ میں نے یوں ہی اس کی طرف نگاہیں اُٹھائیں تو اس بات کو محسوس کر لیا۔ وہ مجھے اپنی جانب نگراں پا کر بوکھلا سی گئی پھر وہ واپس مڑتی ہوئی بولی۔

"برتن یہیں رکھ دینا بعد میں اُٹھا کر لے جاؤں گی۔"

"مصروف ہو۔"؟ میں نے سوال کیا۔ اور وہ دروازے تک پہنچتے پہنچتے ٹھٹک گئی۔ پھر اس نے جھجکتی نگاہوں سے مجھے دیکھا اور بولی۔

"کہو کیا بات ہے؟"

"تم سے باتیں کرنا چاہتا ہوں۔"

"مجھے اس کی اجازت نہیں ہے۔" وہ رخ بدل

"کیا مطلب؟"

"مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں تم سے کسی قسم کی گفتگو نہ بلکہ ممکن ہے اس کے بعد میری تم سے ملاقات بھی نہ ہو۔"

"کس نے حکم دیا ہے۔"؟

"بس اس بارے میں، میں تمہیں کوئی جواب نہیں دے سکتی سوری۔" اس نے کہا اور تیزی سے باہر نکل گئی۔ میں ایک گہری سانس لے کر رہ گیا تھا۔ پہلے جب وہ آئی تھی تو اس کا انداز کچھ اور ہی تھا لیکن یوں محسوس ہوتا تھا کہ اس بھاری بدن کی عورت نے یہ جان لیا تھا کہ وہ مجھ سے لگاوٹ سے بات کر رہی ہے لعنت ہو کمبخت اُن عمر رسیدہ عورتوں پر۔ خود تو زندگی کے تمام مراحل سے گزر چکی ہوتی ہیں اور اس کے بعد صرف ایک چوکیدارن کر رہ جاتی ہیں۔ گزرے ہوئے دور کی اُنہیں ساری باتیں یاد ہوتی ہیں اور وہ تمام ان ہتھکنڈوں سے واقف ہوتی ہیں جو خود اپنی اس عمر کے اس دور میں استعمال کر چکی ہوتی ہیں۔ میں غصہ میں دودھ کا پورا گلاس اُٹھا کر حلق میں اُنڈیل گیا اور آہستہ آہستہ پھل چبانے لگا۔ اس وقت غالباً دوپہر کے دو بجے تھے جب دفعتاً ایک بھاری بھرکم شخص میرے پاس پہنچ گیا بہت عمدہ تراش کا سوٹ پہنے ہوئے

تھا اس کے دانتوں کے گوشے میں سگار دبا ہوا تھا اور اس کے پتلے پتلے ہونٹوں پر مسکراہٹ رقصاں تھی۔ میں نے سوالیہ نگاہوں سے اس کو دیکھا تو اس نے زنانہ سی آواز میں کہا۔

"تمہارے جبڑے کیسے ہیں؟" یہ آواز اس کی شخصیت سے ہم آہنگ نہیں تھی لیکن اس کے لہجے کی حقارت کا مجھے اندازہ ہو رہا تھا۔

"ٹھیک ہے تم کون ہو"؟

"خادم کو ڈاکٹر ڈی کہا جاتا ہے۔" اس نے جواب دیا اور ایک لمحے کو میرے اعصاب تن گئے لیکن میں نے اپنے آپ کو قابو میں رکھا تھا۔

"مجھے یہاں کیوں رکھا گیا ہے۔" میں نے سوال کیا۔

"آرام کرنے کے لیے۔ میں چاہوں تو تمہاری ساری عمر اسی جگہ گزر جائے۔"

"مسخرے لگتے ہو شکل سے ہم، اور آواز تو بالکل ہی زنانہ ہے۔"

"ہاں لیکن تمہارے جبڑے ان گھونسوں سے آشنا ہیں۔" اپنا مکا فضا میں لہراتے ہوئے کہا اور اس بات کا مقصد بخوبی سمجھ سکتا تھا یعنی یہ وہی شخص تھا جس سے میرا اس ... گاہ پر مقابلہ ہوا تھا۔ ... میں نے خود کو سنبھال کر کہا۔

"مجھ سے کیا چاہتے ہو؟"

"تم ... رکھا ہے جو تم سے چاہا جائے۔ آؤ ایک بار پھر ... باکسنگ میں مقابلہ کرو۔ ... بار تمہارا پورا بدن ... ڈاکٹر ڈی نام نہیں ہے"

"یہ ڈاکٹر ڈی کیا ہے ...؟" میں نے مسکراتے ہوئے سوال کیا وہ ہنسنے لگا اور پھر دفعتاً سنجیدہ ہو گیا۔

"بس گھٹیا قسم کے لوگوں کو میں اس سے زیادہ منہ نہیں لگاتا۔"

"کمال ہے اتنے گھٹیا لوگوں سے تم ملاقات کرنے تو آ سکتے ہو" میں نے کہا۔

"ہاں مجھے اپنے شکار دیکھنے کا بہت شوق ہے۔"

"چلو ٹھیک ہے اگر میں تمہارا شکار ہوں تو میں نے اب اس سے انکار کیا ہے۔ لیکن میرا خیال ہے ڈاکٹر ڈی کے میرے اور تمہارے درمیان کوئی دشمنی نہیں ہے۔"

"دشمنی میرے دوست لیکن ذرا مشکوک ہے۔"

"کیا مطلب"؟

"پتہ نہیں چل سکا کہ اس کتیا سے تمہارا کیا تعلق ہے۔"

"توبہ توبہ توبہ، مجھے اتنے گھٹیا ذوق کا مالک سمجھ لیا ہے تم نے کیا کوئی لڑکی مجھے نہیں مل سکتی۔" میں نے کہا اور ڈاکٹر ڈی بے اختیار مسکرا دیا۔

"پسند آئی لیکن اس کے باوجود تمہیں یہ بتانا ہوگا کہ تمہارا اس سے کیا تعلق ہے۔ کیا اس نے تمہیں کرائے پر حاصل کیا ہے۔"

"میں تمہیں کرائے کا ٹٹو لگتا ہوں۔" میں ڈاکٹر ڈی کی فطرت کو سمجھتا جا رہا تھا اور اس کے انداز میں اپنے آپ کو ڈھالنے کی کوشش کر رہا تھا۔

"ٹٹو تو تم لگتے ہو اب یہ نہیں کہہ سکتا کہ کرائے کے ہو یا کوئی اور تعلق ہے تمہارا اس سے۔"

"پتہ نہیں کس کی بات کر رہے ہو؟"

"احمق بنانے کی کوشش کرو گے تو نقصان اُٹھاؤ گے۔"

"نہیں دوست۔ میں نے کہا میں نے پہلی بار تمہیں دیکھا ہے پہلی بار تمہارا نام سنا ہے پھر میری تمہاری کیا دشمنی ہے۔"

"شیلی سے تمہارا کیا تعلق ہے۔؟"

"او وہ لڑکی جو میرے ساتھ تھی۔"

"ہاں۔"

"تم سمجھ سکتے ہو ڈاکٹر ڈی کہ کسی خوبصورت لڑکی سے کسی کا کیا تعلق ہو سکتا ہے بس اپنے خرچ پر اسے گھما پھرا رہا تھا۔ یہاں آئی اور یہ جگہ اتنی حسین تھی کہ میں نے بھی کچھ عرصہ یہاں پر گزارنا پسند کیا۔"

"چارلس اور اس کی محبوبہ کو کس نے قتل کیا؟"

"قتل۔" میں تعجب خیز لہجے میں بولا۔

"بننے کی کوشش مت کرو ان کی کار ایک جگہ کھڑی ملی ہے اور وہ دونوں لاپتہ ہیں۔"

"میرے محترم دوست ڈاکٹر ڈی میں کسی چارلس اور اس کی محبوبہ کو نہیں جانتا سوائے اس بیوقوف لڑکی کے جس نے یہاں مجھے نہ جانے کس جنجال میں پھنسا دیا ہے۔"

میں نے اتنے اعتماد سے یہ الفاظ کہے تھے کہ وہ ایک لمحے کے لیے سوچ میں ڈوب گیا۔ پھر اس نے بھاری لہجے میں کہا۔

"آؤ میرے ساتھ۔ کہیں اور بیٹھ کر گفتگو کریں گے۔" میں نے دل ہی دل میں 'وہ مارا' کا نعرہ لگایا۔ اور پھر میں نہایت سعادت مندی سے اس کے پیچھے پیچھے نکل آیا۔

باہر دو آدمی موجود تھے جو شاید باڈی گارڈز کی حیثیت رکھتے تھے بہترین قسم کی وردیوں میں ملبوس تھے اور اُن کے ہولسٹروں میں پستول جھول رہے تھے۔

میں نے دل ہی دل میں خدا کا شکر ادا کیا کہ میں نے جلد بازی

سے کام نہیں لیا تھا۔ اگر اندر میں ڈاکٹر ڈی کو تنہا پاکر کوئی گڑبڑ کرنے کی کوشش کرتا، مجھے شدید خطرات سے دوچار ہونا پڑتا۔ بہرطور وہ ہمارے پیچھے پیچھے باہر نکل آئے۔

باہر ایک خوبصورت سفید رنگ کی کار کھڑی تھی، دونوں باڈی گارڈز نے موٹر سائیکلیں سنبھال لیں اور باوردی ڈرائیور نے کار کے پچھلے دونوں دروازے کھول دیئے اور میں ڈاکٹر ڈی کے ساتھ عقبی نشست پر بیٹھ گیا۔ اس کے بعد کار چل پڑی۔ اس سفر کا اختتام ایک خوبصورت عمارت پر ہوا تھا جو انتہائی خوبصورت تھی۔ اور اس کے چاروں طرف خوشنما درخت جھول رہے تھے۔ ڈاکٹر ڈی بلاشبہ ایک خوش مذاق انسان تھا۔

میں اس کے ساتھ اندر داخل ہو گیا۔ خوبصورت اور چمکدار فرش تھا۔ اس نے مجھ سے کہا۔

"میں تھوڑی دیر کے لیے اجازت چاہوں گا۔ تم آرام کرو ہم بعد میں گفتگو کریں گے۔ اس پر تمہیں کوئی اعتراض تو نہیں ہے۔"

"نہیں مسٹر ڈی۔" میں نے جواب دیا۔ ڈاکٹر ڈی نے اپنے چند آدمیوں کو حکم دیا کہ وہ میرے قیام کے لیے معقول بندوبست کر دیا جائے۔ اور میں اس کے آدمیوں کے ساتھ چل پڑا۔

یہاں بھی میرے لیے ایک پرسکون اور آراستہ رہائش گاہ مہیا کر دی گئی۔ اس کمرے میں منتقل ہونے کے بعد میں نے ڈاکٹر ڈی کے بارے میں سوچا۔ اس طرح آرام کا مشورہ دینا تعجب خیز تھا کیونکہ وہ مجھ سے یہ کہہ کر گیا تھا کہ وہ مجھ سے گفتگو کرے گا۔

بہرحال میں ایک آرام کرسی پر بیٹھ کر چھت کو گھورنے لگا۔ میں نے سوچا کہ اپنی یہاں آمد سے میں کیا فائدے حاصل کر سکتا ہوں۔ کمبخت شیلی کے بارے میں بھی تو یقین نہیں تھا کہ اس نے جو کچھ کہا ہے ٹھیک کہا ہے۔ اگر اس نے ترلوکا اور ڈاکٹر ڈی کے بارے میں مجھے غلط اطلاعات دی ہیں تو خواہ مخواہ نئی الجھنوں سے دوچار ہو جاؤں گا۔ اگر یہ اندازہ ہو جائے کہ ڈاکٹر ڈی اور ترلوکا میں ٹھنی ہوئی ہے تو پھر میرے لیے یہ کام آسان تھا کہ میں ڈاکٹر ڈی کو ترلوکا کے بارے میں معلومات فراہم کروں اور خود اس سے فائدہ اٹھاؤں لیکن جلدبازی حماقت تھی تمام تر معلومات حاصل کیے بغیر کوئی قدم اٹھانا میرے لیے بھی نقصان دہ ہو سکتا تھا۔ بہتر یہی ہے کہ خاموشی ہی اختیار کی جائے اور ڈاکٹر ڈی کی گفتگو کا انتظار کیا جائے وہ خود اس سلسلے میں میرے بارے میں کیا نظریہ رکھتا ہے اس کا اندازہ کرنا ضروری تھا۔

انوکھے واقعات تھے جن میں میں پھنس کر رہ گیا تھا۔ اگر کوئی اور سچویشن ہوتی تو شاید میں ان واقعات سے آشنا الجھتا

لیکن صورت حال غیر یقینی تھی کوئی بات پورے وثوق سے نہیں کہی جا سکتی تھی۔ میں دشمنوں کے درمیان تھا اور اس کائنات میں، میں یک و تنہا تھا۔

لے دے کر ایک زیبی تھی۔ بجانے کہاں چلی گئی وہ۔ دل سے دھواں سا اٹھنے لگا تھا۔ اس کی یاد ہی اب میرے تنہا لمحوں کی ساتھی تھی۔ اور کچھ نہیں تھا میری زندگی میں۔

اس آرام دہ کمرے میں داخل ہوئے زیادہ دیر نہیں گزری تھی کہ دو آدمی اندر داخل ہو گئے انھوں نے میرے چہرے اور بدن کے دوسرے حصوں کا اچھی طرح معائنہ کیا اور پھر اپنے ساتھ لائے ہوئے باکس میں سے انتہائی جدید ساخت کی کچھ چیزیں نکالی تھیں۔

ایک سائفن سے میرے چہرے پر پھواریں ماری گئیں پھر اُسے تولیہ سے خشک کر کے اس پر ایک لوشن کی ہلکی ہلکی مالش کی گئی اور آخر ایک بار پھر سائفن سے میرے چہرے پر پھواریں ماری گئیں پھر ان میں سے ایک نے مجھ سے پوچھا کہ بدن کے جن جن حصوں میں درد ہے اُن کے بارے میں تفصیلات بتاؤں میں نے بلاتامل انھیں سب کچھ بتا دیا۔ اور انھوں نے میری بہترین نگہداشت شروع کر دی۔

وقت پر کھانا ملا، چائے ملی۔ چہل قدمی کے لیے پائیں باغ میں دعوت دی گئی۔ رات کو ڈنر کے بعد کچھ گولیاں دی گئیں جنھیں کھا کر میں گہری نیند سو گیا دوسرا دن بھی جوں کا توں تھا البتہ اس دن صبح کو جب میں نے آئینے میں اپنا چہرہ دیکھا تو مجھے انتہائی حیرت ہوئی چونکہ میں بڑی تیزی سے نارمل ہوتا جا رہا تھا۔ چوٹوں کی تکلیف تو جیسے سرے سے غائب ہی ہو گئی تھی اس طرح تقریباً چار دن گزر گئے۔

ڈاکٹر ڈی نے مجھ سے ملاقات کرنے کی کوشش نہیں کی تھی لیکن پانچویں دن وہ میرے سامنے آ گیا۔ اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیلی ہوئی تھی۔

"ہاں ڈیئر۔ تم ابھی تک میری نگاہوں سے روپوش ہو۔"

"میں نہیں سمجھا ڈاکٹر۔" میں نے جواب دیا۔

"تمھاری اصلیت مجھے نہیں معلوم ہو سکی۔ تم کون ہو آخر۔"؟

"ڈاکٹر۔ میں آپ سے کہہ چکا ہوں کہ ایک قطعی غیر متعلق آدمی ہوں۔ بس یوں سمجھ لیجئے ایک سیاح اور آوارہ گرد تھا لیکن ہپیوں کی مانند، عورت انسان کی بہت بڑی کمزوری ہے اور ایک عورت ہی مجھے یہاں تک لانے کا باعث بنی تھی۔"

"یعنی شیلی۔"

"ہاں۔ اُس نے اپنا یہی نام بتایا تھا۔"

"مگر وہ گئی کہاں اور اس کے مشاغل یہاں کیا کیا رہے ہیں کچھ شکوک و شبہات میرے ذہن میں ہیں دوست، البتہ اگر تم انھیں رفع کر دو تو میں تمھیں وہ تمام آسانیاں فراہم کر سکتا ہوں جن کا تم تصور بھی نہیں کر سکتے۔"

"میں انتہائی کوشش کروں گا ڈاکٹر کہ آپ کو مطمئن کر دوں آپ نے جو سلوک میرے ساتھ کیا ہے اس پر میں بہت ممنون ہوں۔"

"نہیں۔ میرے ہاتھوں تمھاری جو درگت بنی تھی مجھے خوشی ہے کہ میرے ہی ذریعے تمھاری یہ چوٹیں درست ہو گئیں مجھے خود ان کا افسوس ہے لیکن وہ لڑکی۔ مجھے وہ لڑکی درکار ہے۔"

"کیا۔ کیا۔ وہ آپ کے قبضہ میں نہیں ہے۔"

"اوہ۔ نہیں نہیں۔ وہ نکل گئی کمبخت۔ اتنی چالاک ہے کہ تم تصور نہیں کر سکتے۔ مجھے تو یہی تعجب ہے کہ وہ تمھارے ساتھ اس انداز میں کیوں وقت گزار رہی تھی۔"

"واقعی اب تو مجھے بھی تعجب ہے۔"

"خیر کوئی بات نہیں ہے، میں تم سے ایک سودا کرنا چاہتا ہوں۔"

"فرمائیے۔ فرمائیے۔"

"اس لڑکی کو تلاش کرو، اسے تلاش کر کے میرے حوالے کر دو۔ اس کے نتیجے میں تم جو چاہو گے میں تمھیں دوں گا۔" اس نے ایک سمت اشارہ کیا اور ایک آدمی سیاہ رنگ کا ایک بریف کیس لے کر اندر داخل ہو گیا۔ اس نے بریف کیس کھول کر میرے سامنے رکھ دیا۔ بریف کیس میں نوٹ ہی نوٹ بھرے ہوئے تھے اس نے یہ گڈیاں نکال کر میرے سامنے سجا دیں اور کہنے لگا۔

"یہ سب تمھاری ملکیت ہے چاہو تو ابھی لے جاؤ، چاہو تو انھیں بطور امانت میرے پاس رہنے دو۔ کام پورا ہو جانے پر یہ تمھاری ہو گی۔"

"کام۔" میں نے لرزتی ہوئی آواز میں کہا۔ میں ایسی اداکاری کر رہا تھا جیسے اتنی بڑی رقم دیکھ کر میرے حواس گم ہو گئے ہوں۔

"اس لڑکی کو تلاش کرو صرف اور صرف اس لڑکی کو تلاش کر کے مجھ تک پہنچا دو۔"

"اس کا طریقہ کیا ہو گا؟"

"باہر جاؤ۔ ان میں سے کچھ نوٹ اپنے پاس رکھ لو یہاں عیش و عشرت سے وقت گزارو اور اُسے تلاش کرو میرا خیال ہے وہ یہاں سے باہر نہیں گئی لیکن میٹروویل کوئی چھوٹی جگہ نہیں ہے بے شمار چھپنے کے مقامات ہیں ممکن ہے وہ تمھارے نزدیک پہنچنے کی کوشش کرے۔"

"اوہ۔ میں یہ کام بخوبی انجام دے سکتا ہوں۔"

"تو پھر انتظار کس بات کا ہے بس اپنا کام شروع کر دو۔"

"ٹھیک ہے میں آپ کی یہ پیشکش منظور کرتا ہوں۔" میں نے جواب دیا اور اس کے بعد میرے وہاں سے نکلنے کے انتظامات کر دیئے گئے۔ میں اس عمارت سے باہر نکل آیا اور پیدل ہی ایک سمت چل پڑا۔

اس وقت کہر اتری ہوئی تھی اور خاصی گاڑھی ہو گئی تھی یہ کہر۔ میں ایک فٹ پاتھ پر تیز رفتاری سے چلتا رہا، اطراف میں کوئی موجود نہیں تھا۔ پھر مجھے جو پہلا موڑ نظر آیا اس میں گھوم گیا۔ اور اس کے بعد بجے بعد بجے گہر آلود سڑکوں پر آگے بڑھتا رہا۔ تقریباً بیس منٹ سفر کرنے کے بعد ایک ذیلی شاہراہ پر نکل آیا۔ جہاں میں نے رفتار سست کر دی۔ اس جگہ اکا دکا افراد کی آمدورفت کا سلسلہ جاری تھا مگر ان میں مجھے کوئی ایسا چہرہ نظر نہیں آیا جس پر شبہ کیا جا سکتا اس سڑک پر کچھ دور چل کر ایک ولیمارس رہائشی ہوٹل نظر آیا جیسے میں، میں پہلے قیام کر چکا تھا اور وہاں میں نے پہلے کی مانند ایک کمرہ حاصل کیا اور خوشگوار حرارت میں لپٹے ہوئے اس کمرے میں پہنچ گیا۔

کمرے میں مقیم ہو کر میں نے کافی طلب کی اور کافی پیتے ہوئے میں اپنے آئندہ پروگرام پر غور کرنے لگا زیبی کی تلاش کا سلسلہ جو انھیں اختیار کر چکا تھا اس کے بارے میں یہ اندازہ ہوتا تھا کہ ساری زندگی اس طرح گزر جائے گی اور مجھے زیبی کی شکل نظر نہیں آئے گی لیکن یہ بھی میری وفا کا امتحان تھا۔ میں ساری زندگی اس کی تلاش میں صرف کر سکتا تھا البتہ افسوس صرف یہ تھا کہ ترلوکا مجھ پر قابو پا چکا تھا اور اس وقت میں اس کے لیے فٹ بال بنا ہوا تھا۔

ڈاکٹر ڈی کے بارے میں بس دعوے سے نہیں کہہ سکتا تھا کہ وہ کیا چیز ہے بہرطور کچھ بھی ہو جائے۔ میں اپنا کام نہیں چھوڑوں گا۔

آزادی عیش و عشرت کی زندگی پر کوئی پابندی نہیں تھی۔ مجھ پر نوٹوں کی جو گڈیاں ڈاکٹر ڈی نے مجھے دی تھیں وہ اتنی کافی تھیں کہ میں یہاں طویل وقت گزار سکتا تھا باہر نکلتا تو کبھی کسی کو اپنے قریب نہ پایا، گویا میری نگرانی یا تعاقب بھی نہیں ہو رہا تھا۔

ڈاکٹر ڈی کے یہ احسانات مجھے اس بات پر مجبور کر رہے تھے کہ میں اس پر اعتماد کر لوں اور ترلوکا کے خلاف اس کی مدد حاصل کروں۔

لیکن اس کے لیے ابھی میری ہمت نہیں پڑی تھی اور میں جلدبازی میں کوئی قدم نہیں اٹھانا چاہتا تھا۔ میٹروویل کے مختلف

علاقوں میں گھومتا دہ حصے جو میں شیلی کے ساتھ گھوم چکا تھا اب میرے لیے جانے پہچانے تھے چنانچہ اس طرف بھی کئی بار گیا لیکن شیلی نظر نہیں آئی۔ اس رات اس کا نکل جانا واقعی تعجب خیز تھا جبکہ میں ان لوگوں کے نرغے سے نہیں نکل سکا تھا۔

بہر طور شیلی کے اپنے وسائل تھے وہ ان علاقوں سے اچھی طرح باخبر تھی۔

غالباً چوتھے دن میں باہر سے گھوم کر واپس آیا ہال میں داخل ہوا تو زیادہ میزیں آباد نہیں تھیں اور کچھ لوگ کاؤنٹر پر بیٹھے ہوئے تھے۔ ایک لڑکی پر میری نگاہ جا لگی اور نہ جانے کیوں مجھے اس کے انداز میں جانی پہچانی سی کیفیت محسوس ہوئی۔ لڑکی بھی میری طرف گھومی اور ایک دم مجھے دیکھ کر ششدر رہ گئی۔ چند لمحات وہ مجھے اسی طرح گھورتی رہی پھر آہستہ آہستہ میرے نزدیک پہنچ گئی اور میرے پیچھے پیچھے چلنے لگی۔ میں رک کر اسے دیکھنے لگا تھا۔

"چلتے رہو۔ چلتے رہو کہاں جا رہے ہو تم؟" اس نے کہا اور میں اچھل پڑا! شیلی کی آواز کو میں بخوبی پہچان سکتا تھا۔

"تم۔؟"

"ہاں! کیا تمہارا قیام یہاں ہے؟" اس نے سوال کیا۔

"ہاں!"

"تو پھر چلتے رہو رکو نہیں ورنہ دوسرے لوگوں کو تمہاری طرف متوجہ ہونے کا موقع مل جائے گا۔"

میں آگے بڑھتا رہا اور چند لمحات کے بعد ہم اوپر پہنچ گئے۔ شیلی نے غالباً چہرے پر میک اپ کیا ہوا تھا لیکن یہ بہت ہی ہلکا میک اپ تھا جس سے اس کی شکل تھوڑی سی تبدیل تو ضرور ہو گئی تھی لیکن اسے پہچانا جا سکتا تھا وہ میرے کمرے میں آ گئی اور گہری نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگی۔

"تمہارے بارے میں میرا یہ خیال تھا کہ یا تو تم اب تک مر چکے ہو گے یا ڈاکٹر ڈی کے عتاب کا شکار ہو گئے۔"

"گڈ۔ گویا تمہیں ان دونوں باتوں سے کوئی دلچسپی نہیں تھی؟" میں نے سوال کیا۔

"کیسی باتیں کر رہے ہو راجہ نواز اصغر! میں تمہارے لئے جس قدر پریشان رہی ہوں تم اس کا اندازہ بھی نہیں لگا سکتے ہو۔"

"شاید مجھے تو تمہیں یہاں دیکھ کر تعجب ہی ہوا ہے میرا خیال تھا تم یہاں سے نکل چکی ہو گی۔"

"اگر تم یقین کر سکتے ہو تو کر لو کہ میں صرف تمہاری وجہ سے یہاں رکی ہوئی ہوں۔"

"کمال ہے۔"

"کیسی باتیں کر رہے ہو نواز اصغر کیا تمہارے دل میں میرے لئے کوئی برائی پیدا ہو چکی ہے؟" اس نے سوال کیا۔

"ارے نہیں نہیں۔ ایسی کوئی بات نہیں میرے ذہن میں تو اب کسی کے لئے کوئی برائی کبھی پیدا نہیں ہوتی میں ان تمام چیزوں کا عادی ہو گیا ہوں۔" میں نے جواب دیا اور وہ عجیب سی صورت بنا کر مجھے دیکھنے لگی۔ دفعتاً دروازے پر ہلکی سی دستک ہوئی اور وہ اچھل پڑی۔ میں نے چونک کر دروازے کی طرف دیکھا تو مجھے دروازے میں ایک دراز قد آدمی نظر آیا جس کے ہاتھ میں پستول دبا ہوا تھا اور اس کی نال کا رخ شیلی کی جانب ہی تھا۔ شیلی نے شاید پہلے ہی وہ کھڑکی تاڑ رکھی تھی جو اس نے اندر داخل ہوتے ہی کھول دی تھی اور جس میں سلاخیں نہیں تھیں۔

اس شخص نے اپنے پیچھے کچھ اور لوگوں کو اشارہ کیا اور وہ برق رفتاری سے اندر گھس آئے لیکن اتنی ہی برق رفتاری سے میں نے شیلی کو کھڑکی کی طرف بڑھتے دیکھا۔ اگر میں زد میں نہ ہوتا تو یقیناً دراز قد آدمی گولی چلا دیتا میری وجہ سے اس نے گولی نہیں چلائی تھی اور شیلی نے اسی سے فائدہ اٹھایا تھا وہ کھڑکی سے دوسری طرف نکل گئی۔

اور دراز قد آدمی دوڑتا ہوا کھڑکی کے نزدیک پہنچ گیا۔ اس کے پیچھے ہی تین آدمی اور بھی آئے تھے۔ انہوں نے کھڑکی سے باہر دیکھا اور پھر دراز قد آدمی نے دوسروں کو اشارہ کیا وہ خود دروازے کی جانب بڑھ گئے تھے اور دراز قد آدمی اوپر سے نیچے کود گیا تھا حالانکہ کھڑکی سے نیچے کافی گہرائی تھی۔

میں ایک لمحے کے لئے بدحواس سا ہو گیا تھا اور کھڑکی کے قریب کھڑا باہر کا منظر دیکھ رہا تھا کہ دفعتاً دروازے سے کوئی اندر داخل ہو گیا۔ اندر داخل ہونے والی شیلی ہی تھی میرا سر چکرا کر رہ گیا۔ میں یہ سمجھ نہیں پایا تھا کہ شیلی کھڑکی سے باہر نکل کر دروازے سے کیسے اندر داخل ہو گئی۔ اس کا مقصد ہے کہ اس نے ان لوگوں کو خاصا لمبا چکر دیا ہے اور وہ دراز قد آدمی یقیناً حماقت کا شکار ہو گیا ہے۔

لیکن میرا یہ نظریہ غلط تھا شیلی ابھی اندر داخل ہوئی ہی تھی کہ وہی دراز قد آدمی عقب سے نمودار ہو گیا۔ وہ بھی کسی طور شیلی سے کم نہیں تھا۔ شیلی ایک لمحے کے لئے رکی ہوئی اور دوسرے لمحے اس نے دراز قد آدمی کے پستول

والے ہاتھ پر جھپٹا مارا۔ پستول اس کے ہاتھ سے نکل گیا اور اب وہ شیلی کے قبضے میں تھا اس نے دونوں پستول ہم دونوں کی طرف کر کے کہا۔

"چلو۔ دیوار کی طرف منہ کر کے کھڑے ہو جاؤ۔" اس کا لہجہ سرد تھا۔ اس وقت وہ بالکل ہی بدلی ہوئی نظر آ رہی تھی اس نے یہ الفاظ میرے لئے بھی کہے تھے۔ پہلے تو میں ایک لمحے کے لئے حیران ہوا لیکن پھر میں نے اندازہ لگا لیا کہ شیلی کا مقصد کیا ہے۔

دراز قد آدمی نے حقارت آمیز انداز میں زمین پر تھوک دیا اور غراتے ہوئے لہجے میں بولا۔

"میں تمہارے پورے بدن میں سوراخ ہی سوراخ بنا دوں گا۔"

"اس وقت وہی کرو جو میں کہہ رہی ہوں۔" وہ زہریلی مسکراہٹ کے ساتھ بولی۔

"کتیا! تو ڈاکٹر ڈی سے ٹکرائی ہے میں۔" ابھی اس نے اتنا ہی کہا تھا کہ دفعتاً شیلی نے حیرتناک پھرتی سے چھلانگ لگائی اور دراز قد آدمی پر سوار ہو گئی۔ دراز قد آدمی غالباً اپنی جیب سے دوسرا پستول نکال رہا تھا۔

لیکن شیلی نے اس سے وہ پستول بھی چھین لیا۔ شیلی کا یہ روپ میرے لئے انتہائی حیرت ناک تھا۔ اس نے پستول چھیننے کے ساتھ ہی دراز قد آدمی کی پسلیوں پر بھی ایک کاری ضرب لگائی تھی اور وہ اذیت کے عالم میں زمین پر بیٹھتا چلا گیا تھا۔

"کیا خیال ہے تمہارے ساتھی کو ہلاک کر دوں؟" اس نے میری طرف دیکھا اور آنکھ دبا دی۔

"اوہ۔ اسے۔ اسے کوئی نقصان نہیں پہنچنا چاہیئے۔ ورنہ مجھ سے برا کوئی نہ ہو گا۔" میں نے فوراً ہی شیلی کا انداز سمجھ لیا تھا وہ سرد نگاہوں سے مجھے گھور رہی تھی۔

لیکن اس وقت دراز قد آدمی نے اسے دبوچنے کی کوشش کی۔ اس نے فضا میں اچھل کر نہ صرف خود کو بچا لیا بلکہ دراز قد آدمی کی بائیں کنپٹی پر ایسی ضرب لگائی کہ وہ ایک طویل کراہ کے ساتھ لمبا ہو گیا غالباً وہ بے ہوش ہو گیا تھا۔

میں نے آگے بڑھ کر اسے ٹٹولا اور اس کے لباس کا جائزہ لینے کے بعد سیدھا کھڑا ہو گیا۔

"اس کے تین ساتھی اور بھی ہیں۔" میں نے کہا۔

"ہاں! مجھے پتہ ہے لیکن اب میں یہاں نہیں رکوں گی وہ گدھے بھی مجھے تلاش کرتے پھر رہے ہیں۔ بہتر یہ ہے کہ تم بھی تھوڑی دیر کے لئے بے ہوش ہو جاؤ۔ میں تم سے دوبارہ ملاقات کروں اس وقت اس کا موقع نہیں ہے کہ میں تم سے اس درمیان کی معلومات کروں۔ چنانچہ دوسری ملاقات پر یہ سب کچھ ہو گا۔"

میں نے طویل سانس لے کر گردن ہلائی اور شیلی پھرتی سے دروازے سے باہر نکل گئی۔ اس کے بعد وہ کسی چھلاوے کی طرح ہی غائب ہو گئی تھی۔ اس کا یہ انداز دیکھ دیکھ کر مجھے چکر آ رہے تھے یہ لڑکی اس قدر خطرناک ہو گی میں نے خواب و خیال میں بھی نہیں سوچا تھا۔

زندگی کے ان طویل راستوں میں اور خاص طور سے ماضی کی ہنگامہ خیزیوں میں جو وقت گزارا تھا وہ جرائم کی دنیا ہی میں گزرا تھا۔

بہت سے لوگ میری زندگی میں آئے تھے اور ان سے میرا واسطہ رہا تھا مگر شیلی کی شخصیت دوسری ہی تھی میں اس کے بارے میں جس قدر سوچتا حیران ہوتا چلا جاتا بہر طور ان واقعات میں کوئی ربط نہیں تھا یا اگر ربط تھا بھی تو کم از کم میں اپنے مقصد سے اتنا دور ہٹ گیا تھا کہ اب تو یوں محسوس ہوتا تھا جیسے ایک پتنگ ہے جو بغیر کسی ڈور کے فضا میں اڑتی پھر رہی ہے یا ایک فٹ بال ہے جو صرف دوسروں کے رحم و کرم پر ادھر ادھر آ جا رہی ہے۔

کیا میں واقعی ان لوگوں کے ہاتھوں میں کھلونا بننے کے قابل ہوں۔ کیا میری اپنی صلاحیتیں مردہ ہو گئی ہیں۔ بے شک میں سان انتونیو میں ہوں لیکن ہوں تو راجہ نواز اصغر، میں اتنا سست کیوں پڑ گیا ہوں۔

کیا ترلوکا نے مجھے اغوا کرنے کے بعد یہاں ذہنی طور پر معذور کرنے کے لئے بلایا ہے۔ اگر نہیں تو پھر میں اس کے خلاف ابھی تک کوئی موثر کارروائی کیوں نہیں کر سکا۔

وکٹر ویل بی کے قتل کے بعد سے لے کر اب تک میں کچھ بھی تو نہیں کر سکا ہوں بلکہ پتہ یہ چلا کہ وکٹر ویل بی کا قتل بھی ترلوکا کی مرضی کے مطابق ہوا ہے۔

اب تک میں نے ترلوکا کے جتنے آدمیوں کو ہلاک کیا تھا وہ اس کے لئے کوئی حقیقت نہیں رکھتا تھا اور ترلوکا جیسا آدمی اپنے مقصد کے لئے ان جیسے ہزاروں کو میرے ہاتھوں قتل کرا سکتا تھا۔

اور اس کے بعد سے لے کر اب تک میں جو کچھ بھی

کرتا رہا ہوں وہ ایسا نہیں ہے کہ اس سے ترلوکا کو کوئی نقصان پہنچا ہو۔ نہیں راجہ نواز اصغر ہرگز نہیں اگر صورتحال یہی ہے تو تمہارے لئے بہتر ہے خودکشی کر لو۔

ہاں خودکشی جو ترلوکا کی خواہش ہے۔ مدمقابل پر قابو نہ پا سکو تو شکست کا اعتراف کر لینا ہی بہادری کی علامت ہے اور اگر یہ نہ ہو تو واپس اپنی اسی پرانی زندگی پر آ جاؤ مر جاؤ یا مار دو۔ یہی تمہاری زندگی کا مقصد ہونا چاہیئے۔

بدن میں جھرجھری سی دوڑ گئی اور ایک بار پھر دماغ پر خون سوار ہو گیا۔ زیبی کو اغوا کرنے والے زندہ نہیں رہیں گے۔ ہاں انہیں زندہ نہیں رہنا چاہیئے۔

بہت دیر تک بیٹھا پروگرام بناتا رہا اور پھر تیار ہو کر اپنی جگہ سے نکل آیا۔ کافی دیر تک سڑکوں پر آوارہ گردی کرنے کے بعد میں نے ڈاکٹر ڈی کی رہائش گاہ کی جانب رخ کیا۔ ڈاکٹر ڈی نے میرے لئے یہاں خاصی آسانیاں پیدا کر دی تھیں۔

چنانچہ اس کی اس رہائش گاہ پر مجھے خوش آمدید کہا گیا میں نے ڈاکٹر ڈی کے بارے میں معلوم کیا تو پتہ چلا کہ وہ موجود نہیں ہے۔

چنانچہ میں اس کی آرام گاہ کی جانب بڑھ گیا مقصد یہی تھا کہ اس کا انتظار کروں۔ ہر چند کہ اس نے مجھے آزادی دے دی تھی لیکن اس سے رابطہ قائم کرنے میں مجھے کوئی دشواری نہیں تھی چنانچہ میں جس کمرے میں بیٹھا تھا وہ ڈاکٹر ڈی کی خوابگاہ کے بالکل قریب تھا۔

ایک ملازمہ نے مجھ سے میری خواہش کے بارے میں پوچھا تو میں نے اس سے ایک ٹھنڈا مشروب طلب کر لیا چنانچہ چند ہی منٹ کے بعد مشروب سرو کر دیا گیا۔

مشروب کے گھونٹ لیتے ہوئے نجانے میرے ذہن میں کیا خیال آیا کہ میں اپنی جگہ سے اٹھ کر باہر نکل آیا اطراف بالکل سنسان پڑے ہوئے تھے۔

میں نے ڈاکٹر ڈی کی خوابگاہ کے دروازے کو دبا کر دیکھا دروازہ کھلا ہوا تھا چند لمحات کے بعد میں اندر داخل ہو گیا دروازہ اندر سے بند کرنے کے بعد میں نے پھرتی سے ادھر ادھر دیکھا۔ سامنے ہی لوہے کا ایک ریک رکھا ہوا تھا اس کے قریب پہنچ کر میں نے ریک کی درازیں کھولیں اور جلدی جلدی ان میں رکھے ہوئے کاغذات کا مطالعہ کرنے لگا۔

وہاں کوئی کام کی چیز نہیں ملی تو میں ایک کونے میں لگی ہوئی رائٹنگ ٹیبل کے نزدیک پہنچ گیا اور اس کی درازیں ٹٹولنے لگا۔ رائٹنگ ٹیبل پر کچھ کاغذات رکھے ہوئے تھے جن کے مطالعے سے مجھے کچھ حاصل نہ ہوا۔ وقت کافی گزر چکا تھا اس لئے میں وہاں سے واپسی کا فیصلہ ہی کر رہا تھا کہ دفعتاً ایک طرف سے ایک ہلکی سی آواز ابھری ایک مخصوص قسم کی اشارتی آواز تھی میں اس طرف متوجہ ہوا تو میں نے دیوار میں ایک چوکور سا خانہ روشن ہوتے ہوئے دیکھا میری آنکھوں میں حیرت کے آثار پیدا ہو گئے تھے اس کے قریب پہنچ کر میں نے یہ جائزہ لینے کی کوشش کی کہ یہ سب کیا قصہ ہے تو مجھے دیوار میں تین ننھے ننھے بٹن لگے ہوئے نظر آئے جن میں سے ایک پر آن دوسرے پر آف اور تیسرے پر ٹیون لکھا ہوا تھا۔ میں نے آن کا بٹن دبا دیا اور دوسری طرف سے آواز ابھری۔

"ڈاکٹر ڈی۔ ڈاکٹر ڈی۔ شیلی اسپیکنگ" ایک لمحے کے لئے میں ششدر رہ گیا۔ شیلی کی آواز اور اس کا نام میرے لئے اجنبی نہیں تھا لیکن جس انداز میں ڈاکٹر ڈی کو پکارا گیا تھا وہ تعجب خیز تھا۔ میں نے پھرتی سے جیب سے رومال نکال کر منہ پر رکھا اور ڈاکٹر کے انداز میں بھاری لہجے میں بولا۔

"ہیلو شیلی! کیا بات ہے۔؟"

"ونگ نمبر تین پر مال اترنے والا ہے۔ اس کے بارے میں کیا ہدایت ہے؟"

"مال کب اتر رہا ہے شیلی؟" میں نے ڈاکٹر ڈی کے انداز میں سوال کیا۔

"اس کے صحیح وقت کا تعین تو نہیں کیا گیا لیکن یہاں سے یہ مال اترتے ہی فوری طور پر کیمپ پہنچا دیا جائے گا۔ ترلوکا کی یہی ہدایت ہے۔"

"کوئی الجھن ہے شیلی؟" میں نے سوال کیا۔

"نہیں۔ مجھے دس آدمی درکار ہوں گے دراصل ڈبل کام کرنا پڑ رہا ہے ڈاکٹر ڈی! ایک طرف اس بے وقوف آدمی کو چکر دینے پڑ رہے ہیں۔ میں کہتی ہوں یہ مصیبت میرے ہی سر کیوں ڈال دی گئی ہے کسی اور کو اس پر لگا دیا جائے مجھے میرے کام میں دقت ہو رہی ہے اور اسے سنبھالے رکھنا مشکل ہو رہا ہے میرے لئے۔"

"راجہ نواز اصغر کی بات کر رہی ہو؟" میں نے ڈاکٹر ڈی کے لہجے میں پوچھا۔

"اور کیا گدھا آدمی ہے بلکہ میں تو اسے آدمیوں کی نسل ہی سے نہیں سمجھتی۔ اب تک میں نے جو کچھ کیا ہے اسے جاری رکھنا میرے لئے مشکل ہو رہا ہے۔ ڈاکٹر ڈی میری خواہش ہے کہ اب کسی اور کو اس پر لگا دیا جائے۔"

"اس سلسلے میں ترلوکا سے بات کرنی پڑے گی شیلی!" میں نے جواب دیا۔

"پلیز میرا یہ کام کر دیا جائے اور ہاں وہ آدمی مجھ تک کب پہنچ جائیں گے۔"

"ان کی تم پرواہ مت کرو دس کیا بیس آدمی دے سکتا ہوں میں تمہیں۔ اس سلسلے میں تم سے کل بات کروں گا۔ مال پہنچنے کا تعین تو نہیں ہو سکا ہے اگر کوئی جلدی ہو تو مجھ سے رابطہ قائم کر لینا۔"

"او کے چیف!" جواب ملا اور اسکرین تاریک ہو گیا میں نے آف بٹن دبا دیا تھا لیکن اس وقت میرا دماغ ہوا میں اڑ رہا تھا میری شریانوں میں خون کی جگہ پارہ دوڑنے لگا تھا اتنا ہیجان پیدا ہو گیا تھا میرے ذہن میں کہ بیان سے باہر ہے میرے پورے بدن نے پسینہ چھوڑ دیا تھا میری رگ رگ میں چنگاریاں بھر گئی تھیں۔ اتنا شدید غصہ آ رہا تھا مجھے اس وقت کہ اگر شیلی یا ڈاکٹر ڈی میں سے کوئی ہوتا تو میں اپنے دانتوں سے ادھیڑ کر رکھ دیتا۔ آہ کمبخت عورت نے کتنا لمبا جال بچھایا تھا کس طرح بے وقوف بنا رہی تھی مجھے یہ کہتی رہی تھی کہ ڈاکٹر ڈی سے اس کی دشمنی ہے اس نے اپنی کہانی سنائی تھی اتنی زبردست اداکارہ آج تک میری نگاہوں سے نہیں گزری تھی اور مجھے اعتراف کرنا پڑ رہا تھا کہ وہ لڑکی نہیں شیطان کی خالہ ہے بلکہ ممکن ہے شیطان کی تربیت بھی اسی نے کی ہو۔ میں نے اپنے آپ کو انتہائی احمق اور گدھا محسوس کیا تھا اور شیلی کے ان الفاظ سے متفق تھا میرے دل و دماغ میں دھواں ہی دھواں بھر گیا اور اس لئے میں اس کے کمرے سے باہر نکل آیا مشروب کا گلاس ابھی آدھا باقی تھا میں نے اپنے کمرے میں پہنچ کر اسے حلق میں اتار لیا میرا سینہ جل رہا تھا میرا سارا وجود پھونک رہا تھا بمشکل تمام میں نے اپنے کو ٹھنڈا کیا۔ دل چاہ رہا تھا کہ مشروب کے ایسے دس گلاس آ جائیں تو میں انہیں حلق سے اتار لوں۔ ان دونوں کے گٹھ جوڑ سے مجھے ذہنی اذیت ہوئی تھی اور یہ معلوم کر کے میں شدید حیرت کا شکار ہو گیا تھا کہ ڈاکٹر ڈی بھی ترلوکا کی ایک شاخ ہی تھا۔ ترلوکا نے میرے لئے بڑی عظیم منصوبہ بندی کی تھی۔ بلاشبہ میں دل سے اس کا قائل ہو گیا تھا کہ میں ابھی اس کی گرد تک نہیں پہنچ سکتا اس نے اتنے لمبے جال پھیلائے ہوئے ہیں کہ جب تک میں اس کی زد سے اتنی دور نہ نکل جاؤں کہ وہ میری گرد بھی نہ پا سکے میں ان جالوں میں الجھا رہوں گا۔ اب تو یوں محسوس ہوتا تھا کہ جیسے ساری دنیا ترلوکا ہی کی پیروکار ہے۔ سارا نظام اسی کے اشاروں پر چل رہا ہے اگر پورے امریکہ میں نہیں تو کم از کم سان انتونیو میں ترلوکا کے پنجے سے نکلنا مشکل ہو جائے گا۔ ان حالات میں میں بھلا ترلوکا سے کیا مقابلہ کر سکتا تھا۔ کافی دیر تک بیٹھا رہا۔ ڈاکٹر ڈی کے بارے میں کوئی اطلاع نہیں ملی تھی پھر کسی خیال کے تحت میں دروازے سے باہر نکل آیا جونہی باہر نکلا میری ملاقات ایک ملازم سے ہو گئی جو اس طرف سے گزر رہا تھا۔ میں نے اشارے سے اسے قریب بلایا تو وہ میرے قریب پہنچ گیا۔

"جناب عالی!" اس نے گردن خم کر کے پوچھا۔

"ابھی تک ڈاکٹر ڈی نہیں آئے؟" میں نے سوال کیا

"نہیں۔ ابھی تک تو وہ تشریف نہیں لائے۔"

"اچھا دوست! تمہیں میرا ایک کام کرنا ہے۔"

"جی فرمائیے۔"

"ڈاکٹر ڈی آ جائیں تو انہیں میرا یہ پیغام دے دینا کہ میں کسی بھی وقت انہیں ٹیلیفون کروں گا۔ بلکہ اب سے چار پانچ گھنٹے بعد میں ٹیلی فون پر اسے مخاطب کرنے کی کوشش کروں گا۔ اگر وہ آ گئے تو ٹھیک ہے ورنہ میں دوبارہ انہیں پھر رنگ کر لوں گا۔"

"بہت بہتر جناب!" اس نے جواب دیا اور میں باہر نکل آیا۔

ڈاکٹر ڈی کے بارے میں یہ معلومات حاصل ہونے کے بعد میں اپنے طور پر کچھ خاص کارروائیاں کرنے کا خواہشمند تھا اور مجھے یہ موقع مل گیا تھا۔ چنانچہ میں پہلی بار میڑوویل کے بازاروں کی سیر کرنے کے لئے نکل گیا اس سے قبل بھی میں بازاروں سے گزرا تھا لیکن ظاہر ہے کہ مجھے خریداری سے کوئی دلچسپی نہ تھی اور نہ ہی کوئی چیز مجھے درکار تھی چنانچہ میں نے ان بازاروں کی طرف کوئی توجہ نہیں دی تھی لیکن اب جب میں نے گہری نگاہوں سے ان کا جائزہ لیا تو مجھے اندازہ ہوا کہ یہاں جدید ترین دوکانیں ہیں جن میں ضروریات زندگی

کے تمام سامان مہیا ہوسکتے ہیں۔ البتہ میں نے اس بات کا پورا پورا خیال رکھا تھا کہ میرا تعاقب تو نہیں کیا جارہا۔ اب تو شیلی کی طرف سے بھی ذہن قابو میں رکھنا تھا۔ وہ کسی بھی صورت میں کسی بھی شکل میں مل جائے میرے لئے ایک خوفناک ناگن سے کم نہیں تھی۔ یہ خطرہ مجھے مول لینا پڑا تھا کیونکہ میں شیلی سے ڈاکٹر ڈی کی حیثیت سے گفتگو کرچکا تھا بدقسمتی سے اگر ڈاکٹر ڈی اور شیلی کے درمیان کوئی ملاقات ہوگئی تو شیلی ضرور اسے بتائے گی کہ ٹیلیفون پر اس نے کیا بات کی ہے اور اس کے بعد ڈاکٹر ڈی محتاط ہوجائے گا۔ میں یہ نہیں کہہ سکتا کہ وہ فوراً میرے بارے میں سوچنے لگے گا لیکن اس کے خیال میں یہ سوال ضرور پیدا ہوجائے گا کہ وہ کون شخصیت ہے جس نے اس کی آواز میں اس کا ٹیلیفون ریسیو کیا تھا اور پھر ملازموں سے اسے یہ بھی پتہ چل جائے گا کہ جب شیلی کا ٹیلیفون آیا تھا میں یہیں دوسرے کمرے میں موجود تھا۔ چنانچہ اس طرح وہ مجھ پر شبہ بھی کرسکتا ہے لیکن خطرہ مول لئے بغیر کوئی چارہ کار نہیں ہے۔ اب جو ہونا ہے وہ ہو ہی جائے گا۔ بازار کی ایک بہترین دوکان سے میں نے میک اپ کا سامان خریدا اور جو کچھ منصوبہ بندی میرے ذہن میں ہوئی تھی اس کے تحت اب میں صورتحال کو بالکل تبدیل کرلینے کا خواہشمند تھا۔ اور ان لوگوں کو ایک ایسا سبق دینا چاہتا تھا کہ یہ لوگ بھی زندگی بھر یاد رکھیں سب کچھ اسی انداز میں کرنا تھا لیکن اس سلسلے میں سارے معاملات تقدیر پر چھوڑ دیئے تھے میں نے۔ تقدیر اگر ساتھی ہے تو ٹھیک ہے ورنہ کھیل بگڑ جائے گا اور کبھی کبھی تقدیر کو آزما لینے میں کوئی حرج نہیں ہوتا اس طرح کم ازکم انسان اپنے راستوں کا تعین کرسکتا ہے۔

میک اپ کا یہ سامان خریدنے کے بعد میں نے اپنی رہائش گاہ کا رخ کیا اور وہاں پہنچ کر آئینے کے سامنے بیٹھ گیا۔ دروازہ بند کرلیا تھا۔ طویل عرصے کے بعد میں نے اپنے میک اپ کی مہارت کو آزمانا شروع کردیا اور تقریباً ڈیڑھ گھنٹہ اس کام میں صرف کیا۔ میں ڈاکٹر ڈی کا ہم شکل بننے کی کوشش کررہا تھا۔ بازار سے خریدا ہوا سامان میرا معاون تھا اس طویل ترین وقت میں میک اپ کرنے کے بعد میں نے آئینے میں اپنا جائزہ لیا۔ پتہ نہیں یہ میری خوش فہمی تھی یا حقیقت کہ میں اپنے اس میک اپ کو اپنی زندگی کا بہترین میک اپ قرار دے سکتا تھا اور صورت حال کچھ یوں تھی کہ اگر ڈاکٹر ڈی بھی میری شکل دیکھ لیتا تو ششدر رہ جاتا میں نے نیا لباس تبدیل کرلیا اور پھر اس کام سے فارغ ہونے کے بعد ڈاکٹر ڈی کو ٹیلیفون کیا۔ دوسری طرف سے ملازم ہی نے ٹیلیفون ریسیو کیا تھا۔ مجھے اطلاع ملی کہ ڈاکٹر ڈی ابھی واپس نہیں پہنچا ہے چنانچہ میں نے فون بند کردیا اور اپنی اس رہائش گاہ سے واپس نکل آیا۔ میں نے سر پر ایک چوڑا فلیٹ ہیٹ پہنا ہوا تھا جیسے ڈاکٹر ڈی پہنتا تھا یہ فلیٹ ہیٹ وغیرہ بھی میں نے بازار ہی سے خریدے تھے۔ فلیٹ ہیٹ کے گوشے لمبے ہونے کی وجہ سے کسی نے میری شکل غور سے نہیں دیکھی اور میں اطمینان سے باہر نکل آیا۔ میں نے فلیٹ ہیٹ کا گوشہ سر پر جھکا رہنے دیا تھا۔ اسی انداز میں کافی دور تک چلتا رہا اور پھر ایک ٹیکسی لے کر بازار پہنچ گیا۔ یہاں سے میں نے میٹر وپل کے بارے میں مکمل نقشے وغیرہ خریدے تھے۔ ایک ریسٹورنٹ کے کیبن میں بیٹھ کر میں ان نقشوں پر غور کرنے لگا اور میٹر وپل کے بارے میں معلومات حاصل کرنے لگا۔ رات ہوچکی تھی اس وقت تقریباً سوا نو بجے تھے اس وقت میں نے ایک ٹیلیفون بوتھ سے ڈاکٹر ڈی کو دوبارہ فون کیا اور اس بار وہ ٹیلیفون پر مل گیا۔

"ہیلو ڈاکٹر ڈی۔"

"ہیلو کون بول رہا ہے۔؟"

"آپ کا خادم ڈاکٹر۔"

"اوہ تم۔ میں نے سنا ہے کہ تمہیں میری ضرورت تھی تم یہاں آئے تھے؟"

"ہاں ڈاکٹر ڈی! کچھ ایسے دلچسپ معاملات ہیں جو تمہارے سامنے پیش کرنا چاہتا ہوں۔"

"کیا ہیں وہ؟"

"ملاقات ہوسکتی ہے ڈاکٹر؟" میں نے سوال کیا۔

"کیوں نہیں آجاؤ۔"

"نہیں ڈاکٹر میرا خیال ہے آپ کیروسین کیبن کے علاقے میں پہنچ جائیں میں آپ کو ایسی چیز دکھانا چاہتا ہوں جسے دیکھ کر آپ بھی حیران رہ جائیں گے۔"

"کیروسین کیبن کے علاقے میں کیوں؟" ڈاکٹر ڈی نے چونکے ہوئے لہجے میں پوچھا۔

"ڈاکٹر ڈی اگر آپ یہاں تشریف لے آئیں تو اس سے

بہتر کوئی بات نہیں ہوگی۔"

"اوکے۔ میں آرہا ہوں۔" ڈاکٹر ڈی نے جواب دیا اور پھر بولا۔

"کیروسین کیبن کے علاقے میں تمہیں کہاں تلاش کروں۔؟"

"بلیک کارنر پر۔" میں نقشوں کی مدد سے دیکھے ہوئے علاقوں کے بارے میں اسے بتانے لگا۔

"اوکے میں پہنچ رہا ہوں۔" ڈاکٹر ڈی نے جواب دیا اور میں نے فون بند کردیا۔ میری رگوں کا سارا خون میرے چہرے پر جمع ہوگیا تھا۔ بس اب مسئلہ یہ تھا کہ ڈاکٹر ڈی تنہا وہاں پہنچے اور اسے میرے اوپر شبہ نہ ہوا ہو۔ میں نے خود بھی اس علاقے کو نہیں دیکھا اس لئے ضروری تھا کہ میں فوری طور پر کیروسین کے علاقے میں پہنچ جاؤں چنانچہ میں نے باہر نکل کر ایک ٹیکسی لی اور ڈرائیور کو کیروسین کیبن کے علاقے کے بارے میں تفصیلات بتادیں۔ یہ علاقہ خاصا سنسان تھا۔ تھوڑے ہی فاصلے پر ایک آئل ریفائنری تھی جس کی چمنی سے ایک اونچا شعلہ نکل رہا تھا اس لئے شاید یہ علاقہ کیروسین کیبن کے نام سے مشہور تھا۔ بلینک کارنر ایک چھوٹا سا گارڈن تھا جس کے بارے میں مجھے نقشے کے ذریعے معلوم ہوچکا تھا اس چھوٹے سے گارڈن کے عین درمیان ایک پانی کی جھیل بنی ہوئی تھی جو کافی خوبصورت تھی۔ سنگ مرمر کی میزیں اس کے چاروں طرف بچھی ہوئی تھیں۔ میں اسی جگہ پہنچ گیا یہاں سے بلینک کارنر کے گیٹ پر نگاہ رکھی جاسکتی تھی۔ میں بے چینی سے گھڑی میں وقت دیکھنے لگا اگر ڈاکٹر ڈی فوراً ہی وہاں سے چل پڑا ہے تو پھر اسے دس منٹ کے اندر اندر بلینک کارنر پہنچ جانا چاہیئے۔

درخت کی آڑ میں کھڑا کھڑا میں صورت حال کا جائزہ لیتا رہا۔ میرا اندازہ غلط نہیں تھا دس منٹ کے بعد بلینک کارنر کے گیٹ کے باہر کسی کار کی روشنیاں چمکیں اور اس کے بعد گاڑی کا انجن بند ہوگیا۔ پھر مجھے ڈاکٹر ڈی کا منحوس وجود نظر آیا وہ اپنے خاص لباس میں ملبوس پُراطمینان انداز میں آگے بڑھ رہا تھا۔ میں نے ادھر ادھر نگاہ دوڑائی ابھی تک تو اطراف میں کوئی موجود نہیں تھا۔ اس لئے مجھے یوں محسوس ہوتا تھا جیسے میرا کام ہو ہی جائے گا۔ اس وقت تو شاید ڈاکٹر ڈی کے اپنے باڈی گارڈ بھی ساتھ نہیں آئے تھے۔ پتہ نہیں اس نے اس سلسلے میں کیا نظریہ قائم کیا تھا یا پھر میری خوش بختی تھی۔ اگر باڈی گارڈز اس کے ساتھ آئے ہوتے تو مجھے خاصی مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا۔ ڈاکٹر ڈی آگے بڑھتا ہوا جھیل سے تھوڑے فاصلے پر رک گیا۔ اس نے اپنا فلیٹ ہیٹ اتار کر ہاتھ میں لے لیا تھا اور ادھر ادھر دیکھ رہا تھا۔ میں نے خود بھی اپنا فلیٹ ہیٹ اور کوٹ اتار کر ایک طرف رکھ دیا اور پھر درخت کی آڑ سے نکل کر ڈاکٹر ڈی کے پاس پہنچ گیا وہ قدموں کی چاپ سن کر ہی چونک پڑا تھا مجھے دیکھ کر اس نے گہری سانس لی۔

"ہیلو!" وہ بھاری آواز میں بولا۔ اس کی نگاہیں میرا جائزہ لے رہی تھیں۔

"ہیلو ڈاکٹر!" میں نے آہستہ سے کہا۔

"کیا بات ہے تم مجھ سے ملاقات کے لئے خاصے بے چین نظر آتے تھے کافی دیر تک تو میرا انتظار کرچکے تھے گھر پر۔ خیریت تو ہے۔؟"

"نہیں ڈاکٹر خیریت نہیں ہے۔" میں نے جواب دیا۔

"کیا مطلب؟" ڈاکٹر نے چونک کر کہا۔

"یہ بتایئے کہ شیلی آپ کو مل گئی۔"

"نہیں کیوں۔" میں نے محسوس کیا کہ ڈاکٹر تاریکی میں آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر مجھے دیکھ رہا ہے۔

"کب سے آپ سے اس کی ملاقات نہیں ہوئی۔" میں نے سوال کیا۔

"تمہیں علم ہے وہ مجھ سے چھپتی پھر رہی ہے وہ کتیا بھلا مجھ سے کیا ملاقات کرے گی۔"

"اوہ ڈاکٹر ڈی براہ کرم اپنے باڈی گارڈز کو بلوا لیجئے۔" میں نے کہا۔

"کیوں آخر کیا بات ہے؟"

"میں آپ کو بتادوں گا ڈاکٹر براہ کرم بلوایئے مجھے ایک ضروری کام ہے۔"

"اوہ مگر وہ اس وقت میں انہیں ساتھ نہیں لایا۔"

"ڈرائیور ہی کو بلوایئے ایک اہم مسئلہ ہے ڈاکٹر۔" میں نے کہا۔

"تم مجھے بتاؤ کار میں ڈرائیور موجود نہیں ہے میں تنہا ہی آیا ہوں تمہارے اس طرح بلانے پر مجھے بھی تعجب ہوا تھا

اس لیئے میں تنہا ہی چلا آیا" ڈاکٹر ڈی نے جواب دیا۔

"تب تو بڑی مشکل ہوگئی" میں دل ہی دل میں مسکراتا ہوا بولا....

اس بات سے میں نے اندازہ لگالیا تھا کہ تقدیر یاور ہے اور معاملات میرے حق میں جا رہے ہیں بشرطیکہ راجا نواز اصغر آج بھی زندہ ہوسکے وہ جس نے اپنے مدِمقابل کو کبھی سامنے نہیں ٹکنے دیا تھا۔

"اس جھیل میں ایک لاش موجود ہے ڈاکٹر ڈی" میں نے آہستہ سے کہا اور ڈاکٹر ڈی چونک پڑا۔

"لاش ؟" اس نے متعجبانہ انداز میں کہا۔

"ہاں لاش !"

"کس کی لاش ہے ؟"

"اس کا ابھی کوئی فیصلہ نہیں ہوسکا ڈاکٹر ڈی۔ آؤ اس بات کا فیصلہ کرلیں" میں نے کہا اور ڈاکٹر ڈی چونک کر مجھے دیکھنے لگا۔

"کیا بکواس کررہے ہو تم تمہاری باتیں میری سمجھ میں نہیں آرہیں"

"سب کچھ سمجھ میں آجائے گا ڈاکٹر ڈی۔ اس جھیل میں اگر لاش موجود نہیں ہے تو تھوڑی دیر بعد ضرور موجود ہوگی میری یا تمہاری لاش" میں نے جواب دیا۔ میری عقابی نگاہیں ڈاکٹر ڈی پر جمی ہوئی تھیں اور میں نے محسوس کیا کہ وہ ایک دم چونکا ہے۔ دوسرے ہی لمحے اس کا ہاتھ بغلی ہولیسٹر کی طرف گیا لیکن چوک جانے کا یہی لمحہ تھا اور میں اس لمحے میں چوکنا نہیں چاہتا تھا چنانچہ میں نے اپنی کمر پر دونوں ہاتھ رکھے اور جیسے ہی ہولیسٹر سے ڈاکٹر ڈی کا پستول باہر نکلا میری جچی تلی ٹانگ اس کی کلائی پر پڑی۔ پستول کو میں نے فضا میں اچھلتے ہوئے دیکھا اور یہ میری خوش بختی تھی کہ وہ جھیل ہی میں گر گیا تھا۔ ڈاکٹر ڈی نے سانپ کی طرح لوٹ لگائی اور پھرتی سے اٹھ کھڑا ہوا۔ اس بار اس نے لیٹتے ہی دوسرا پستول نکال لیا تھا مجھے اس بات کی توقع تھی کہ اس جیسا آدمی ایک پستول اپنے ساتھ نہیں رکھتا ہوگا اور اسی تصور نے مجھے کامیابی سے ہمکنار کیا۔ چونکہ دوسرا پستول نکالتے ہی میں اچھل کر ڈاکٹر ڈی کے شانے پر جا بیٹھا تھا اور میں نے پوری قوت سے اس کا ہاتھ مروڑ کر اوپر کرلیا تھا۔ پستول سے ایک فائر ہوا لیکن دوسرے فائر کی نوبت نہیں آئی اور یہ پستول بھی ڈاکٹر ڈی کے ہاتھ سے نکل کر جھیل میں جا پڑا۔ تب میں نے پھرتی سے اس کے کندھے پر سے نیچے چھلانگ لگا دی اور اب میں اس کے سامنے کھڑا ہوا تھا۔

آسمان پر چاند نکل رہا تھا اور آہستہ آہستہ اس کی روشنی پھیلتی جا رہی تھی۔ ڈاکٹر ڈی پوزیشن بنائے ہوئے کھڑا تھا اور اب وہ مجھ پر حملہ کرنے کے لیئے تیار تھا لیکن پھر جیسے ہی روشنی میں اس کی نگاہ مجھ پر پڑی اس کی نگاہیں حیرت سے پھیل گئیں غالباً اس نے پہلی بار میری شکل پر غور کیا تھا۔

"تم تم۔ یہ سب کیا ہے آخر ؟"

"میں نے تم سے کہا تھا ڈاکٹر ڈی کہ جھیل میں ایک لاش موجود ہے، میری یا تمہاری اور یہی فیصلہ کرنا ہے مجھے اس وقت کہ وہ لاش کس کی ہوگی"

"کیا تم پر اس وقت جنون کا دورہ پڑا ہے" اس نے خونخوار لہجے میں سوال کیا۔

"ہاں ڈاکٹر ڈی مجھ پر جنون کا ہی دورہ پڑا ہے شاید تمہیں یہ نہیں معلوم ڈاکٹر ڈی کہ تم جس کے جوتے چاٹتے ہو میں اس کا خانہ خراب کر چکا۔ شاید تمہیں یہ نہیں معلوم کہ ترلوکا مجھے براہِ راست اپنا دشمن سمجھتا ہے اور میری وجہ سے اسے کیلی لاس کی پہاڑیوں سے چوروں کی طرح بھاگنا پڑا تھا۔ تمہیں یقیناً یہ بات نہیں معلوم ہوگی ڈاکٹر ڈی ورنہ تم اتنے احمقانہ انداز میں راجہ نواز اصغر کا سامنا نہیں کرتے۔ تم کیا سمجھتے ہو گدھے۔ کیا تم راجہ نواز اصغر کو اپنے قابو میں رکھ سکتے تھے۔ تمہاری یہ مجال تھی۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ ابتدا میں وہ کتیا اور تم مل کر میرے ساتھ ایک اچھا خاصا ڈرامہ کرچکے ہو لیکن یہ نہیں سوچا تم نے کہ بالآخر اس ڈرامے کا راز فاش ہوجائے گا اور اس کے بعد تمہارا کیا حشر ہوگا"

"اوہ۔ اوہ۔ اس کا مطلب ہے کہ تمہیں سب کچھ معلوم ہوگیا" ڈاکٹر ڈی نے پرسکون لہجے میں کہا۔

"ہاں ڈاکٹر ڈی سب معلوم ہوگیا مجھے اور یہ بھی پتہ چل گیا کہ تم اور شیلی مل کر اپنی دانست میں مجھے بے وقوف بنانے کی کوشش کررہے ہو۔ لیکن ترلوکا نے تمہیں میرے بارے میں ہدایت دیتے ہوئے یہ نہیں بتایا تھا کہ میں

تمہارے لیئے کتنی ٹیڑھی کھیر ثابت ہوں گا"

"گڈ۔ گڈ" ڈاکٹر ڈی پنجوں سے اچھلتے ہوئے بولا۔ "میں ہر ٹیڑھی کھیر کو سیدھا کرلینے کی مشق رکھتا ہوں چلو آجاؤ ایک بار پہلے بھی تم میرے گھونسوں کا مزا چکھ چکے ہو میں وعدہ کرتا ہوں کہ تمہاری ناک کو نشانہ نہیں بناؤں گا لیکن تمہارے یہ جبڑے ہمیشہ کے لیئے ناکارہ کردوں گا" ڈاکٹر ڈی نے کہا۔

"ہاں ہاں ڈاکٹر آجاؤ مجھے معلوم ہے کہ باکسر ہو اور ممکن ہے کہ تم اپنے حلقے میں اچھے باکسروں میں شمار ہوتے ہو لیکن تمہیں آج تمہاری زندگی کا مزا آجائے گا" میں نے ایک باکسر ہی کے انداز میں پوز بنالیا لیکن یہ صرف ڈاکٹر ڈی کو دھوکا دینے کی بات تھی باکسنگ سے مجھے واقفیت ضرور تھی لیکن کسی پیشہ ور باکسر سے مقابلہ کرنا میں نہیں جانتا تھا۔ البتہ اس انداز میں میں اسے دوسری طرف سے ہوشیار ہونے کا موقع نہیں دینا چاہتا تھا اور یہی باور کرانے کا خواہش مند تھا کہ میں بھی باکسنگ ہی کا مقابلہ کروں گا۔ اس نے پینترے بدلے اور گھونسے ہلاتا ہوا میرے نزدیک پہنچ گیا۔ پھر اس نے اپنا رائٹ پنچ آگے بڑھایا لیکن اس کے لیئے وہ تیار نہیں تھا کہ میری ٹھوکر اس کی پنڈلی پر پڑے جوں ہی اس کا رائٹ پنچ میرے چہرے کی طرف لپکا میں نے اس کی پنڈلی پر ایک ٹھوکر لگائی پھر دوسری پنڈلی پہ دوسری ٹھوکر۔ اور ڈاکٹر ڈی حلق سے عجیب سی آواز نکالتا ہوا زمین کے نیچے طرف جھک گیا۔ اسی وقت میرا گھونسہ اس کی ٹھوڑی پر پڑا اور وہ چاروں شانے چت گرا۔

"کیسی رہی ڈاکٹر۔ کیسا تھا میرا گھونسہ" میں نے کہا ڈاکٹر ڈی پھرتی سے اپنی جگہ سے اٹھا اور کھڑا ہوگیا۔

"تم نے بدعہدی کی ہے تم کیا سمجھتے ہو جوڈیسٹو سے صرف تم ہی واقف ہو"

"نہیں نہیں تم بھی واقف ہو ڈاکٹر ڈی۔ میں کب منع کرتا ہوں آجاؤ آجاؤ" میں نے کہا اور ایک بار پھر باکسنگ ہی کی کیفیت بنا کر میں اس کے سامنے کھڑا ہوگیا لیکن اس بار ڈاکٹر ڈی میرے دھوکے میں نہیں آیا اس نے ایک سوئیپ لگائی اور میری ٹانگوں کو الجھانے کی کوشش کی لیکن میرے خیال میں یہ ایک معمولی سا داؤ تھا میں نے اس کے پھیلے ہوتے پاؤں پہ ایک زوردار ٹھوکر لگائی اور ڈاکٹر ڈی بھینسے کی طرح ڈکراتا ہوا اوندھا ہوگیا یہ ٹھوکر پہلے سے زیادہ زبردست تھی تیسری بار میں نے اس کی ران کو نشانہ بنایا تھا اور درحقیقت میرا یہ وار کامیاب ہو جاتا تو ڈاکٹر ڈی میں اٹھنے کی سکت نہ رہتی۔ لیکن میرا پاؤں اچکتا ہوا اس کے پاؤں پر پڑا تھا وہ ایک دم پیچھے ہٹا اور پھر سیدھا کھڑا ہوگیا اس بار اس نے کسی ریسلر کے انداز میں فلائنگ کک مارنے کی کوشش کی لیکن میں بھی اس کے شایانِ شان مقابلہ کرنے کے لیئے تیار تھا میں نے نیچے بیٹھ کر اس کی فلائنگ کک خالی دی لیکن اسے زمین پر نہ گرنے دیا بلکہ اس کے نیچے جھک کر اسے اپنی پشت پر سنبھال لیا اور اس کے بعد میں نے اس کو پلٹ کر زمین پر اوندھے منہ دے مارا۔ زمین پر گرتے ہی میں اچھلا اور اپنی دونوں ٹانگیں اس کی کمر پر ریڑھ کی ہڈی کی جگہ ماریں۔ ڈاکٹر ڈی زمین پر لوٹ لگانے لگا تھا یہ ضرب اتنی سخت تھی کہ اس کے لیئے اٹھنا مشکل تھا اس لیئے میں نے اسے اپنی ٹھوکروں پر رکھ لیا۔ میں نے اسے ہاتھ نہیں لگایا تھا وہ جس طرف بھی سرکتا اسی طرف سے میری ٹھوکر اس کے منہ یا بدن کے کسی حصے پر پڑتی۔ میں نے ڈاکٹر ڈی کو فٹ بال بنالیا تھا اس کی ہر کوشش کو میں نے ناکام بنا دیا چنانچہ جب بھی اس کے ہاتھ زمین پر ٹکتے اس کے حلق سے ایک دھاڑ ضرور نکلتی چونکہ میرے پاؤں کی ٹھوکر اس کے ہاتھوں پر پڑتی۔ میں نے ہنستے ہوئے کہا۔

"ڈاکٹر ڈی ! میں نے اپنے ہاتھوں کو ترلوکا کے لیئے مخصوص کر رکھا ہے یہ ہاتھ میں اس پر استعمال کروں گا۔ تم جیسے معمولی انسان کو ہاتھوں سے مارنا مجھے پسند نہیں" ڈاکٹر ڈی کے منہ سے گالیاں نکل رہی تھیں اب وہ بالکل ایک عام آدمی بن گیا تھا۔ بڑے ہنگامے تھے اس کے نام کے لیکن اگر کوئی اس وقت اسے پٹتے ہوئے دیکھ لیتا تو ڈاکٹر ڈی کو زندگی بھر برا بھلا کہتا رہتا جس نے خواہ مخواہ لوگوں کو اپنے نام سے پریشان کر رکھا تھا۔ اب اس کے منہ ناک اور کان دونوں سے خون بہہ رہا تھا۔ میں نے کوئی رعایت نہیں کی تھی اس کے ساتھ ایسے جچے تلے وار کیئے تھے کہ اس کی کئی پسلیاں ٹوٹ چکی تھیں۔ ان ٹوٹی ہوئی پسلیوں کے بارے میں میں نے خود اندازہ لگایا تھا۔ ڈاکٹر ڈی کو اپنی زندگی کے

سب سے بدترین واقعہ سے دوچار ہونا پڑا تھا وہ اب نیم بے ہوشی کی کیفیت میں تھا لیکن میں اب اس سے کچھ پوچھنا بھی نہیں چاہتا تھا۔ بس اسی بات کا خواہش مند تھا کہ وہ نیم مردہ ہو جائے تو میں اس پر آخری وار کردوں اور اس کے بعد میں نے آخری وار اس کی گردن پر کیا۔ میں نے اس کی گردن پر کھڑے ہو کر زور سے گھوما اور ڈاکٹر ڈی کی گردن کے کئی منکے ٹوٹ گئے۔ اس کے حلق سے آخری ہچکیاں نکلیں اور پھر اس کی آنکھیں پھٹی رہ گئیں۔ اپنے بدترین دشمن کا میں صفایا کر چکا تھا۔ ڈاکٹر ڈی اپنی تمام تر چالاکیوں کے ساتھ موت کی آغوش میں جا سویا تھا۔ میں نے جھک کر اس کے لباس کی تلاشی لی اور ہر وہ چیز نکال لی جو اس کے لباس میں موجود تھی۔ پھر ان تمام چیزوں کو ایک جگہ جمع کرنے کے بعد میں نے اِدھر اُدھر اپنی ضرورت کی چیزوں کے لئے نظریں دوڑائیں۔ کافی بڑے بڑے پتھر اطراف میں پھیلے ہوئے تھے۔ میں نے ان پتھروں کو جمع کر کے ڈاکٹر ڈی کے کوٹ کے اندر بھرا اس کی ٹائی اتاری اور ایک بڑا وزنی پتھر اس میں احتیاط سے باندھ کر اسے بمشکل تمام جھیل میں غرق کر دیا۔ اس طرح ڈاکٹر ڈی کی کہانی انجام کو پہنچ گئی۔

ڈاکٹر ڈی کی موت کے بعد میرے سامنے پھر ایک خلا تھا۔ میں ڈاکٹر ڈی کی شکل میں ابھی بہت کچھ کر سکتا تھا۔ لیکن فیصلہ یہ کرنا تھا کہ کیا کروں۔

شیلی کو بھی اس کے فراڈ کی سزا دی جا سکتی تھی۔ اب اس شکل میں اسے موت کے گھاٹ اتارنا میرے لئے کوئی مشکل مسئلہ نہیں تھا لیکن صورت حال وہی تھی۔ شیلی کی موت سے مجھے کیا فائدہ حاصل ہو سکتا ہے۔ زیبی تو اس کے ذریعہ کسی طور نہیں مل سکتی تھی ترلوکا نے اپنی دانست میں مجھے سان انتونیو میں پھانس لیا تھا۔ ممکن ہے اب تک وہ میری تمام نقل و حرکت کی نگرانی کر رہا ہو۔ لیکن اس بات کا مجھے یقین تھا کہ اس وقت میں اس کی نگاہ میں نہیں ہوں۔

کیونکہ اس جھگڑے میں الجھنے کے بجائے پہلے اس کی نگاہوں سے دور ہونے کی کوشش کروں۔ میں پہلے اس خطرے کو ٹال دوں اس کے بعد ہی کچھ مدد کرنا مناسب ہوگا۔ اس لئے یہ ضروری تھا کہ میں خود کو یکسر بدل لوں۔ کسی بھی طرح۔ شیلی کو بعد میں دیکھ لوں گا پہلے اس سلسلے میں کچھ کروں۔

ڈاکٹر ڈی کی کار لے کر میں سفر کرتا رہا۔ میں نے اس کی کوٹھی میں جانے کا ارادہ ترک کر دیا تھا اور میرے ذہن میں بے شمار منصوبے ترتیب پا رہے تھے۔

اور پھر میں نے ایک فیصلہ کر لیا۔ اس فیصلے کے تحت میں نے ڈاکٹر ڈی کی کار ایک کھڈ میں گرا دی اور پیدل وہاں سے آبادی میں واپس آ گیا۔ میک اپ کا سامان میرے پاس موجود تھا۔ میں نے ڈاکٹر ڈی کا میک اپ بدل دیا۔ اب میں پھر سے راجہ نواز اصغر کو زندہ کرنا چاہتا تھا۔ اس بار میں نے جو میک اپ کیا تھا وہ ایک خطرناک شکل کے غنڈے کا تھا۔ اس میک اپ میں بھی میں نے بہت محنت کی تھی۔ لباس وغیرہ بھی اسی طرح کے استعمال کئے تھے اور اس کے بعد میں نے سان انتونیو کے مختلف حصوں کی سیر شروع کر دی۔ میرا مشن یہاں جرائم کے اڈے ہوتے تھے۔ میں مجرموں کی دنیا میں اپنا ایک مقام بنانا چاہتا تھا جوئے خانے شراب خانے اور ایسی ہی جگہیں۔ وہیں میری ملاقات گرینی سے ہوئی۔ ایک نڈر بے خوف اور لاپرواہ لڑکی۔ اسے شیشے میں اتارنے کا فن مجھے آتا تھا۔ چنانچہ دنیا میں سب سے کارآمد چیز دولت ہے۔ میں تاش کا فن جانتا تھا اور اسی فن کے ذریعہ میں نے دولت اکٹھی کرنی شروع کر دی۔ گرینی کو اس رقم کا بڑا حصہ مل جاتا تھا اس لئے وہ بہت خوش تھی۔ اس طرح میں نے اپنے کچھ دشمن بھی بنائے تھے اور یہ سب ضروری تھا اپنے آپ کو تبدیل کرنے کے لئے۔ ترلوکا کی نگاہ سے بچنے کے لئے۔ مجھے محسوس ہوا کہ اس طرح مجھے کافی کامیابی حاصل ہو رہی ہے۔

گرینی میری دستِ راست تھی ایک سودے باز عورت میں نے اسے احساس دلا دیا تھا کہ میں اسے پسند بھی کرتا ہوں۔ لیکن میری پسند سے زیادہ اسے میرے ہاتھوں کی کمائی سے بھی دلچسپی تھی۔

اس شام بھی اس نے مجھ سے ملاقات کی۔ "ہم ڈیپرو چل رہے ہیں تیار ہو جاؤ"

"یہ ڈیپرو کیا ہے۔؟"

"دولت کی کان تمہارے جیسوں کے لئے۔

سمجھائیں:

"سمجھ لیا سمجھ لیا" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"تو تیار ہو۔؟"

"تمہارا حکم ہو اور میں تیار نہ ہوں" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"لباس وغیرہ تبدیل کر لو" اس نے کہا اور میں تیاری کرنے لگا۔ گرینی نے مجھے ہدایت کی تھی کہ تھوڑا سا حلیہ بھی بدل لیا جائے چنانچہ میں نے ایسا ہی کیا میک اپ کے اوپر ایک اور میک اپ کر لیا اور گرینی مجھے دیکھ کر اچھل پڑی۔

"کمال ہے اتنا عمدہ میک اپ"

"تمہیں پسند ہے؟" میں نے کہا۔

"ہاں، بہت زیادہ" گرینی مسکراتی ہوئی بولی اور پھر اس کے بعد ہم ڈیپرو چل پڑے۔ ڈیپرو کے بارے میں گرینی نے جو کچھ بتایا تھا وہ بالکل درست تھا۔ یہاں خاصا رش تھا تاہم ہمیں کونے کی ایک خالی میز مل گئی اور ہم دونوں اس کے گرد بیٹھ گئے۔ بہت سی نگاہیں ہمارا طواف کر رہی تھیں۔

گرینی سے گفتگو کے دوران میں نے پورے ہال کا جائزہ لیا۔ طرح طرح کے لوگ یہاں موجود تھے۔ میں نے گرینی کی طرف رخ کر کے کہا۔

"تم تو یہاں آتی رہی ہو گی"

"ہاں! اکثر"

"یہاں کس پیمانے کا جوا ہوتا ہے؟"

"بہت اعلیٰ پیمانے کا۔ ہر طرح کے لوگ یہاں آتے ہیں کچھ لوٹ کر جاتے ہیں اور کچھ لٹ کر جانے والوں میں شامل ہوتے ہیں"

"کیا اس کی حیثیت قانونی ہے؟" میں نے سوال کیا۔

"یہی تو نہیں ہے اس کی وجہ سے یہاں کا کھیل پرکشش ہوتا ہے"

"اوہ۔ گڈ۔ لیکن غیر قانونی جوئے کے لئے ان لوگوں کو کوئی دقت پیش نہیں آتی"

"نہیں! ہر شخص اپنا اپنا کام چلا ہی لیتا ہے۔ ان لوگوں نے بھی اپنے لئے بندوبست کر رکھا ہے لیکن جوئے خانے میں جانے کے لئے ذرا کچھ دشواریاں پیش آتی ہیں اس کے لئے شناسائی ضرور قرار دی گئی ہے"

"تو پھر ہم کیسے داخل ہوں گے؟" میں نے سوال کیا اور گرینی مسکرانے لگی۔

"میں یہاں چند دوستوں کے ساتھ آ چکی ہوں اور یہاں پر موجود لوگ مجھے جانتے ہیں"

"تو پھر آؤ گرینی! اسٹارٹ کرتے ہیں"

"کچھ پیو گے نہیں"

"میرا خیال ہے کھیل کے درمیان ہی" میں نے جواب دیا اور تھوڑی دیر کے بعد ہم وہاں سے اٹھ گئے۔

گرینی کے بارے میں میرا اندازہ تھا کہ وہ عام قسم کی لڑکی ہے اور اس میں ایسی کوئی خوبی نہیں ہے جس سے وہ مختلف قرار پائے لیکن میرے مقصد کی چیز تھی اس لئے سب کچھ چلتا تھا۔ کاؤنٹر پر بیٹھے ہوئے شخص نے مسکرا کر اسے مخاطب کیا اور پھر میری طرف دیکھنے لگا۔

"میرے دوست!" گرینی نے آہستہ سے کہا۔

"اوہ۔ پہلی بار" کاؤنٹر مین کے لہجے میں تشویش کی جھلک تھی۔

"باہر سے آئے ہیں" گرینی مسکرائی اور کاؤنٹر مین نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ گرینی نے ہاتھ کاؤنٹر پر رکھا اور اس کی درمیانی انگلی کاؤنٹر پر دستک کے انداز میں کھٹ کھٹ کرنے لگی۔ کاؤنٹر مین نے اس کی انگلی کی طرف دیکھا۔ میں بے تعلق سا کھڑا تھا لیکن میری آنکھیں کاؤنٹر مین اور گرینی کے درمیان ہونے والی اشارے بازی دیکھ رہی تھیں۔ ان اشاروں کا صاف مطلب یہی تھا کہ وہ ان کے لئے ایک شکار لائی ہے اور اس شکار کو جلد از جلد حلال کرنے کی اجازت دی جائے۔

کاؤنٹر مین نے میری طرف گردن خم کر کے کہا۔

"ہم آپ کی میزبانی کو فخر سمجھتے ہیں جناب"

"شکریہ"

"اگر ستارے عروج پر ہوں تو کچھ اور لوگوں کو بھی اپنی خوش قسمتی میں شامل کر لینا مناسب ہوتا ہے" کاؤنٹر مین بولا

"ٹھیک ہے میں تمہیں مایوس نہیں کروں گا" میں نے جواب دیا اور کاؤنٹر مین نے مسکراتے ہوئے گردن خم کر دی۔

ہم لوگ کاؤنٹر سے ہٹ کر ایک عقبی کمرے میں آ گئے یہاں آ کر میں نے دیکھا کہ چند لوگ اپنے چہروں پر نقابیں

لگا رہے ہیں۔ یہاں کھیلنے والوں کے لئے شاید یہ آسانیاں فراہم کر دی گئی تھیں کہ اگر وہ چاہیں تو نمایاں ہو کر کھیلیں اور نقابیں اپنے چہروں پر لگا لیں۔ چنانچہ یہاں سے نقابیں فراہم ہوتی تھیں۔

میں نے اور گرینی نے بھی اپنے اپنے چہروں پر نقابیں لگا لیں۔ گرینی مسکرا کر بولی۔

"ویری گڈ۔ یہ ان لوگوں نے ایک نیا آئیٹم شروع کیا ہے ورنہ اس سے پہلے یہاں پر یہ سب کچھ موجود نہیں تھا۔"

"کیا مطلب؟ کیا بالکل نئی بات ہے؟"

"ہاں! چند روز قبل ہی شاید انہوں نے ایسا شروع کیا ہے۔"

"بہر طور بہتر ہے۔" میں نے جواب دیا اور ہم ایک عقبی دروازے کے دوسرے حصے سے اندر داخل ہو گئے۔ گرینی میرے آگے آگے چل رہی تھی تھوڑی دیر بعد ہم اس زینے تک پہنچ گئے جہاں ایک بلب روشن تھا۔ یہاں آتے ہی تہہ خانوں جیسی محسوس ہونے لگی تھی۔ میں نے ناک بھوں چڑھائی۔

"غلیظ جگہ ہے۔"

"ہاں۔ لیکن اس کے باوجود یہاں داخلہ آسان نہیں ہوتا۔" اس نے سیڑھیوں سے اترتے ہوئے میرے کاندھے پر ہاتھ رکھ دیا۔

"ویسے کیا خیال ہے کیا میں کھیل میں تمہاری حصہ دار بنوں گی۔"

"کیا مطلب؟"

"ہمارے درمیان سو دے بازی مکمل ہو جانی چاہیئے۔"

"اوہ۔" میں نے نفرت بھری نگاہوں سے اسے دیکھتے ہوئے کہا حالانکہ اسے بہت کچھ مل چکا تھا مجھ سے لیکن اس وقت اس کا یہ تقاضا کچھ عجیب تھا۔ پھر میں نے اس سے پوچھا۔۔۔

"کیا چاہتی ہو تم؟"

"آدھی۔ آدھی۔"

"اور ہارنے پر کیا ہو گا؟" میں نے سوال کیا۔

"تم ہارنا نہیں جانتے۔"

"ٹھیک ہے۔ اوکے۔" میں نے جواب دیا۔ کسی قدر اکتاہٹ سی طاری ہو گئی تھی اور گرینی کی صورت مکروہ نظر آنے لگی تھی حالانکہ میں نے جب بھی اس کا ساتھ حاصل کرتے ہوئے جوئے میں کچھ رقم جیتی تھی تو ہمیشہ اس کا بڑا حصہ اس کے حوالے کر دیا تھا لیکن وہ پُر ہوس عورت اس وقت نہ جانے کیوں مجھ سے دولت کے بارے میں بات کر رہی تھی۔ اس طرح اس کی شخصیت میری نگاہوں کے سامنے عریاں ہو جاتی تھی۔ بری لڑکی تھی اچھی باتیں کیسے کر سکتی تھی۔

ہم جوئے خانے کے بڑے ہال میں داخل ہو گئے بہت سی نگاہوں نے یہاں بھی ہمارا استقبال کیا تھا۔ چند لوگوں نے گرینی پر بھی جملے کسے تھے لیکن میں جانتا تھا کہ گرینی اسی قسم کے لوگوں کے درمیان کی چیز ہے ان سے الجھنا بے معنی تھا۔

میں نے ایک نگاہ میں پورے جوئے خانے کا جائزہ لے لیا۔ وسیع و عریض ہال میں بے شمار میزیں پڑی ہوئی تھیں۔ ماحول میں گھٹن ہی گھٹن تھی۔ منشیات کے دھواں کی خوشبو فضا میں چکرا رہی تھی۔ ایک طرف ایک کاؤنٹر بنا ہوا تھا جس کے ساتھ دو ہیبت ناک صورت آدمی کہنیاں ٹکائے شراب کے گھونٹ لے رہے تھے ان کے نزدیک ہی ایک سرخ رنگ کا اونچا سا بیگ رکھا ہوا تھا جس میں نہ جانے کیا تھا۔

ہم کاؤنٹر کے سامنے سے گزر کر ہی اپنی نشست کی جانب آئے تھے اور دفعتاً میں نے محسوس کیا وہ دونوں میری جانب متوجہ ہو گئے ہیں۔ میرے اعصاب میں تناؤ پیدا ہو گیا تھا لیکن مجھے حیرت تھی بے پناہ حیرت تھی میں نقاب میں بھی تھا اور اس کے نیچے میک اپ بھی کیا ہوا تھا۔ میری سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ ان لوگوں نے میری طرف توجہ کیوں دی ہے۔ تاہم میں آہستہ سے آگے بڑھ گیا۔ اسی وقت ان میں سے ایک نے گرینی کے شانے پر ہاتھ رکھ کر اسے اپنی طرف مخاطب کیا اور گرینی کے حلق سے ایک ہلکی سی آواز نکل گئی۔ اس نے خوفزدہ نگاہوں سے ان دونوں کو دیکھا اس آواز کو سن کر میں بھی پلٹ گیا تھا۔

"اوہ۔ بہت اچھل رہی ہو آج۔ کوئی نیا مرغا۔" ان میں سے ایک نے کہا۔

"شٹ اپ۔ تمہیں یہ باتیں کرنے کا حق نہیں پہنچتا۔" گرینی نے میرا بازو تھام کر مجھے آگے بڑھانے کی کوشش کی۔ مقصد یہ تھا کہ ان سے نہ الجھوں۔ لیکن میں ان کی

طرف دیکھ رہا تھا۔

"اگر یہ مرغا تمہیں بکرا بنا دے اور تمہاری گردنوں پر چھری پھیر دے تو کیا رہے گا۔" میں نے سوال کیا اور وہ دونوں ایک دم سیدھے ہو گئے۔ ان کی مٹھیاں بھنچ گئی تھیں اور ان میں سے ایک نے گرینی کو راستے سے ہٹا دیا۔

"ہاں! میں بکرا بننا چاہتا ہوں۔" اس نے کہا۔

"تو پھر ٹھیک ہے۔ میں قصائی کا فرض بھی انجام دینے کی اہلیت رکھتا ہوں۔" میں مسکرا کر بولا۔ گرینی ہم دونوں کے درمیان پھر آ گئی تھی۔

"پلیز۔ پلیز ایسا نہ کہو۔" دفعتاً اس شخص نے گرینی کے بال پکڑے اور اسے زور سے جھٹکا دے کر ایک طرف دھکیل دیا۔ اس کی آنکھوں میں خوف کی سرخی جھلک رہی تھی۔ وہ میرے بالکل قریب تھا اور وہ سرد لہجے میں بولا۔

"تم کون ہو؟ اگر پہلی بار یہاں آئے ہو تو تمہیں یہ معلوم کر کے اندر آنا چاہیئے تھا کہ مجھ سے گفتگو کا انداز کیا ہوتا ہے۔"

"تم مجھے بکرے نظر آئے تو میں نے تمہیں ذبح کرنے کی بات کر لی بس۔ اس میں جاننے یا نہ جاننے کی کیا بات پیدا ہوتی ہے۔"

"اوہ۔ تم! تم۔" وہ پھرتی سے آگے بڑھا لیکن اس کے دوسرے ساتھی نے اس کا ہاتھ روک لیا۔

"نہیں نہیں۔ بیکر نہیں یہاں یہ سب کچھ مناسب نہیں ہو گا۔ تم جانتے ہو۔"

"اوہ۔ ٹھیک ہے۔ یہاں نہ سہی لیکن باہر کی دنیا بہت وسیع ہے۔"

"چلو ڈیئر۔ تمہارا نام مجھے معلوم ہو گیا۔ بیکر ہے نا تمہارا نام؟ باہر کی دنیا میں واقعی اس قسم کے کھیل زیادہ مزیدار ہوتے ہیں فی الحال کیا پروگرام ہے۔"

"تم کس پروگرام سے آئے ہو؟ کیوں چڑیا کیوں لے آئی ہے اس کو یہاں پر مرغا بنانے کے لئے۔"

"ہاں۔ مرغا ہی بنانے کے لئے لائی ہے یہ مجھے۔ مگر بدقسمتی سے یہاں مجھے کوئی ایسا گدھا نظر نہیں آتا جو مجھے مرغا بنائے۔" میں نے کہا۔

"گڈ۔ گڈ! تو پھر آؤ دیکھتے ہیں۔" بیکر نے کہا اور اپنے ساتھی کی طرف رخ کر کے بولا۔

"تم اس چوہیا کو اپنے ساتھ لے جاؤ میں اسے بھی تھوڑی دیر میں تمہارے پاس بھیجتا ہوں۔"

"نہیں دوست! یہ غلط ہے۔ اسے یہیں رہنے دو یہ میرے ساتھ آئی ہے۔" میں نے کہا اور بیکر ایک بار پھر خونی نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگا۔ لیکن پھر اس نے شانے ہلا کر کہا۔

"ٹھیک ہے۔ ٹھیک ہے آؤ! نوٹ نکالو۔" میں نے جیب سے نوٹوں کی گڈی نکال کر میز پر رکھ دی اور ہم سب میز کے گرد بیٹھ گئے لیکن گرینی کی حالت ٹھیک نہیں تھی اس نے آہستہ سے کہا۔

"مسٹر! یہ جو کچھ ہوا ہے ٹھیک نہیں ہوا ہے۔ آؤ چلیں یہاں سے چلیں۔"

"بیٹھو بیٹھو۔" میں نے اسے شانے سے نیچے دباتے ہوئے کہا۔ کارڈ آئے اور فوراً ہی کھیل شروع ہوا۔ بیکر خود ہی کارڈ تقسیم کر رہا تھا۔ کارڈ آئے تو مجھے ایک خاص بات محسوس ہوئی مجھے اندازہ ہو گیا کہ وہ نئی پیکنگ نہیں تھی اور کارڈ یقینی طور پر بنائے ہوئے تھے چنانچہ کھیل کے آغاز میں مجھے چند بازیاں ہارنی پڑیں۔

گرینی کی بے چینی ہر گزرتے ہوئے لمحے کے ساتھ بڑھتی جا رہی تھی لیکن اب میں کھیل کی جانب متوجہ ہو گیا تھا۔ میں انہیں چکر دے رہا تھا اور نئے تاشوں کو سمجھنے کی کوشش کر رہا تھا۔ تھوڑی دیر بعد مجھے اندازہ ہو گیا کہ وہ دونوں جوئے کے ماہر نہیں تھے البتہ شرارتیں ضرور کر رہے تھے۔

جس تاش سے کھیل ہو رہا تھا وہ مشکوک تھے اس لئے کھیل درست ہونے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا تھا۔ یہاں تک کہ میں کافی رقم ہار گیا۔ اس دوران ان لوگوں کو ذرا سکون ہوا تھا اور ان کے ذہن سے وہ کیفیت ختم ہو گئی تھی جو میرے خلاف تھی۔ اتنی بڑی رقم وہ جیت چکے تھے کہ کوئی پریشانی انہیں نہیں رہ گئی تھی ان میں سے ایک نے کہا۔

"تمہارا ستارہ کچھ ساتھ نہیں دے رہا دوست۔"

"پرواہ نہ کرو کھیلتے رہو۔"

"اب تو تمہارے پاس بہت کم رقم رہ گئی ہے۔"

"ہاں۔ کوئی بات نہیں یہ خالی کر دوں گا تو تم سے معذرت کر لوں گا۔" میں نے جواب دیا اور کنکھیوں سے گرینی کی طرف دیکھا اس کا چہرہ کسی تاش کی طرح سفید نظر آ رہا تھا۔ شاید

آج کی بدنصیبی کو وہ دل ہی دل میں کوس رہی تھی۔ پتہ نہیں کونسا بُرا وقت تھا جب اس نے ڈیرہ پر آنے کا فیصلہ کیا تھا۔

میں نے اب یہ تاش سمجھ لیا تھا اور اس کوشش میں تھا کہ ذرا سا موقع مل جائے تو بازی اپنے حق میں تبدیل کر لوں۔ اور یہی ہوا کارڈ تقسیم کیے گئے تھے لیکن اس بار میں اپنا کام دکھا گیا تھا۔ دو کارڈ جو کٹنگ کے دوران میرے ہاتھ میں رہ گئے تھے میری گڈی میں آ شامل ہوئے اور باقی دو کارڈ جو میری گڈی میں شامل تھے واپس اس گڈی میں شامل ہو گئے۔ یہ کام ہر چند کہ بہتر نہیں تھا لیکن اس وقت یہ سب کچھ کرنا ضروری تھا کیونکہ بے ایمانی انہوں نے ہی شروع کی تھی۔ چنانچہ اب میں اپنی آخری پونجی لگا دینا چاہتا تھا۔ مجھے اندازہ ہو گیا تھا کہ کس کس کے پاس کیا موجود ہے۔ کھیل شروع ہو گیا اور جب شو ہوا تو ان کے چہرے حیرت سے کھلے کے کھلے رہ گئے ان کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ جو کارڈ انہوں نے دیئے تھے وہ کہاں گئے۔

گڈی میرے ہاتھ میں آ گئی تھی وہ لوگ شاید اس ہار کو اپنی حماقت ہی تصور کر رہے تھے اور ان کے چہروں پر تعجب کے آثار نظر آ رہے تھے۔ دوبارہ کارڈ تقسیم ہوئے اس بار تو کارڈ مجھے ہی بانٹنے تھے چنانچہ میں نے بڑے اہتمام سے کام دکھا دیا اور بازی الٹ کر رکھ دی۔ اب میں وہی حربے ان دونوں پر آزما رہا تھا جنہیں وہ شروع کھیل سے مجھ پر آزماتے آ رہے تھے۔

انہیں ابھی تک احساس نہیں ہو رہا تھا کہ ان کے ساتھ کیا ہو رہا ہے وہ بہترین کھلاڑی تھے تو میں نے بھی ایک زندگی اسی دلچسپی میں گزاری تھی۔ میں نے ان کی آنکھوں میں حیرت کے نقوش بڑھتے ہوئے دیکھے اور ان کے چہرے بھیانک ہو گئے۔ مجھے اس بات کا بخوبی احساس تھا کہ اس وقت میں ایک خوفناک جگہ بیٹھا ہوا ہوں جو قاتلوں کا مسکن معلوم ہوتا ہے اور یہاں اطراف میں تمام لوگ ایسے ہی موجود ہیں جن کا تعلق جرائم کی زندگی سے ہے۔

میں نے اس میز کی طرف دیکھا جو میری میز کے بالکل قریب تھی اور یہاں بھی پورے زور شور سے جوا ہو رہا تھا پھر جیتا ہوا کھلاڑی نوٹوں کو جیب میں ٹھونس کر اٹھ کھڑا ہوا دروازے سے باہر نکل گیا۔ اسی وقت گرینی نے مجھے کہنی مار کر سرگوشی کی۔

"بس اب اٹھ جاؤ۔"

"اوہ۔ نہیں گرینی اب تو میں نے جیتنا شروع کیا ہے۔" میں نے جواب دیا۔

"گرینی تم خاموش بیٹھو اور اپنے اس دوست کو سکون سے کھیلنے دو۔ قسمت اس پر مہربان ہے لیکن یہ نہیں جانتا کہ بیکر ہمیشہ قسمت کے ہاتھ سے شکست چھین کر اپنی جیت میں بدل لیا کرتا ہے۔"

"اوہ۔ یقیناً یقیناً مسٹر بیکر! آپ کی شکل ایسی ہی ہے۔" میں نے کہا۔

"مذاق مت کرو۔" اس کے ساتھی نے مجھے مشورہ دیا۔ یہ کوئی بھی آسانی سے برداشت نہیں کر سکتا۔

"رفتہ رفتہ ٹھیک ہو جائے گا۔" میں نے کارڈ انگلیوں میں تھامے اور پھر پوری قوت سے ان کے پھینکے ہوئے پتوں پر دے مارا۔ یہ بہت بڑی بازی تھی جو میں نے جیتی تھی۔ پھر میں نے گھڑی دیکھتے ہوئے کہا۔

"میرا خیال ہے بہت وقت ہو گیا کیوں بیکر؟ میرا یہ طنز بیکر کو بہت ناگوار گزرا کیونکہ میں نے اس کے آگے سے نوٹوں کی گڈیاں ختم ہوتی ہوئی دیکھیں تھیں۔

"ہاں۔ اب اٹھنا چاہیئے۔" بیکر نے ناگواری سے کہا۔

"حالانکہ یہ کھیل کے اصول کے خلاف ہے۔" میں نے کہا۔

"اصول۔ بیکر کے تمام اصول اس کے خود بنائے ہوئے ہوتے ہیں سمجھے تم۔"

"نہیں سمجھے۔" بیکر کا ساتھی بولا۔

"بجائے اس کے کہ کئی بازیاں لگائی جائیں کیوں نہ جو کچھ بھی پاس ہے ایک ہی بار داؤ پر لگا دیا جائے۔"

"واہ۔ کیا ترکیب ہے۔" میں نے تسلی کے انداز میں گردن ہلائی۔

"تو پھر ہو گیا طے۔"

"بالکل طے۔" میں نے کہا اور آخری بازی کی تیاری ہونے لگی۔ اس بار وہ دونوں مطمئن اور بے اعتمادی کا شکار نظر آ رہے تھے۔ بیکر کے ساتھی کا چہرہ بھی خوش مزاجی کے تاثرات پیش کر رہا تھا لیکن یہ آخری بازی بھی وہ ہار گئے اور میرے حلق سے بے اختیار قہقہہ نکل گیا۔ بیکر دفعتاً جھلا کر کھڑا ہو گیا۔

"دانت کیوں نکال رہے ہو۔ مذاق اڑا رہے ہو میرا!" اس نے پستول نکال لیا۔ دوسرے آدمی نے بھی اس

کی پیروی کرنے میں دیر نہیں کی تھی۔ جوئے خانے کی فضا میں ایک لمحے کے لئے خاموشی چھا گئی۔ گرینی خوفزدہ ہو کر پیچھے ہٹ گئی اور اپنے حلق سے نکلنے والی چیخ بمشکل تمام روک سکی تھی۔

بیکر اور اس کا ساتھی پستول تانے خونخوار نگاہوں سے مجھے دیکھ رہے تھے گرینی کی چیخ نکل گئی صورتحال کا جائزہ سب ہی لوگ لے چکے تھے اور ایک لمحے میں میں نے ہال خالی ہوتے ہوئے دیکھا۔ دفعتاً بیکر نے پھرتی سے میز الٹ دی اگرچہ میں ان کی طرف سے ہر حرکت کی توقع کر رہا تھا لیکن میز الٹتے ہی کوئی چیز میری ٹھوڑی پر لگی۔ یہ بیکر یا اس کے ساتھی کا گھونسا ہی ہو سکتا تھا یا پھر ممکن ہے میز الٹتے وقت اس کا کنارا ٹکرا گیا ہو۔

میں چند قدم پیچھے ہٹ گیا۔ لیکن دوسرے لمحے میں نے اپنا ریوالور بھی نکال لیا تھا۔ فضا میں دھندلاہٹ تھی میں نے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھا۔ گرینی ایک سمت کھڑی ہوئی تھی اور بیکر اور اس کا ساتھی گرینی کی آڑ لے چکے تھے۔ میں نے میز کی طرف متواتر گولیاں چلائیں اور ہال گولیوں کے دھماکوں سے گونج اٹھا۔ یہ سب کچھ چند لمحات میں ہو گیا تھا میز کے پرخچے اڑ گئے لیکن ان دونوں کو کوئی نقصان نہیں پہنچ سکا البتہ مجھے فوراً ہی اچھل کر کاؤنٹر کے پیچھے پناہ لینی پڑی تھی حالانکہ ان دونوں کی طرف سے کوئی فائر نہیں ہوا تھا جو میرے لئے حیران کن تھا۔ انہوں نے میز الٹتے ہی صرف پوزیشن لی تھی۔ حالانکہ ریوالور میں نے ان کے ہاتھوں میں پہلے ہی دیکھ لئے تھے۔ پتہ نہیں انہوں نے گولی کیوں نہیں چلائی۔ میری یہ الجھن جلد ہی دور ہو گئی وہ مجھے اور گرینی کو قتل نہیں کرنا چاہتے تھے لیکن میری فائرنگ کے بعد اندازہ ہو گیا تھا کہ انہوں نے میرے بارے میں جو بھی سوچا وہ غلط ہی تھا۔ میں کوئی عام قسم کا جواری نہیں تھا بلکہ ایک ایسا آدمی تھا جس کے پاس پستول بھی ہو سکتا ہے اور صرف پستول ہونا ہی کچھ نہیں تھا بلکہ اسے استعمال کرنے میں بھی میں نے کوتاہی نہیں کی تھی۔

چنانچہ انہوں نے اپنی پوزیشن تبدیل کر کے فائرنگ شروع کر دی اور اسی وقت گرینی کو بھی عقل آ گئی اور اس نے اسی وقت خود کو فرش پر گرا دیا اور لڑھکتی ہوئی ایک طرف چلی گئی۔ ورنہ کوئی نہ کوئی گولی اب تک اسے چاٹ چکی ہوتی۔

کاؤنٹر کی اوٹ میں آ کر میں نے کوئی فائر نہیں کیا بلکہ جنگ کو جلد از جلد ختم کرنے کے لئے میں نے ایک اور ترکیب کی۔ میں نے اپنے پستول کی چرخی گھمائی اور تین ہول سامنے کر لیئے جن سے فائرنگ ہو چکی تھی اس کے بعد میں نے پھر فائرنگ کی اور کیچ کیچ کی آوازیں بلند ہو کر رہ گئیں۔ اس بات سے یہ تاثر دینا تھا کہ میرا پستول خالی ہو گیا ہے اور گھوڑا بار بار خالی چیمبر سے ٹکرا رہا ہے۔ یہ ایک چال تھی جس کی کامیابی کا انحصار ان دونوں کے ردعمل کے علاوہ اس بات پر بھی تھا کہ انہیں میرا پستول خالی ہونے کا احساس ہو جائے اور میری یہ کوشش رائیگاں نہیں گئی۔ دفعتاً وہ دونوں اپنی جگہ سے اٹھ کھڑے ہوئے تھے۔ پستول ان کے ہاتھ میں موجود تھے پھر بیکر کی آواز سنائی دی۔

"باہر آ جاؤ تمہارا کھیل ختم ہو گیا ہے۔" اس کے لہجے میں فتحمندی کا تاثر تھا اور میں نے اس کے لہجے میں سفاکی بھی محسوس کر لی لیکن میں اپنی جگہ سے نہیں ہلا تھا اور ان کے اقدامات کا انتظار کر رہا تھا۔ مجھے یوں محسوس ہوا جیسے وہ فرنیچر راستے سے ہٹاتے ہوئے میرے نزدیک آ رہے ہوں لیکن جیسے یہ آوازیں قریب آئیں میں نے کاؤنٹر کے دروازے کی طرف لوٹ لگاتے ہوئے دو فائر کئے ایک گولی کارگر ہوئی کیونکہ اس کے جواب میں ایک چیخ ابھری تھی۔ میں نے فرش پر رینگتے ہوئے کاؤنٹر کی آڑ سے نکل کر دیکھا تو ایک دلچسپ منظر میری نگاہوں کے سامنے تھا بیکر فرش پر جھکا ہوا تھا اور اس کے پیچھے ہی مجھے گرینی نظر آ رہی تھی جس کے دائیں ہاتھ میں کوئی چیز تھی۔ غالباً اس چیز سے اس نے بیکر کی کھوپڑی پر ایک ضرب لگائی تھی...

"کیا یہ مر گیا؟" میں نے پوچھا۔

"نہیں!" گرینی کی لرزتی ہوئی آواز ابھری۔

میں آہستہ آہستہ اس کے قریب پہنچ گیا۔ بیکر کا ریوالور نیچے پڑا ہوا تھا جسے میں نے اٹھا کر گرینی کے حوالے کر دیا اور اس نے کانپتے ہاتھوں میں ریوالور تھام لیا۔

"اس کا دوسرا ساتھی مر چکا ہے۔" وہ بڑبڑائی۔

"تم کیوں چیخی تھیں۔" میں نے ہنس کر کہا اور وہ چونک کر میری طرف دیکھنے لگی۔

"اور تم ہنس رہے ہو؟"

"تو پھر کیا کروں۔ ان میں سے کوئی بھی میرا عزیز نہیں

تھا۔"

"نکل چلو یہاں سے۔ نکل چلو ورنہ مصیبت میں پھنس جاؤ گے۔"

"اوہ۔ واقعی۔" میں نے بیکر کی طرف دیکھا وہ اب فرش پر اوندھا پڑا ہوا تھا اس کے ساتھی کی لاش کاؤنٹر کے بالکل پاس موجود تھی۔ وہ میز کئی ٹکڑوں میں تبدیل ہو گئی تھی۔ جہاں ہم بیٹھے کھیل رہے تھے اور جسے ان لوگوں نے آڑ بنانے کی کوشش کی تھی۔ نوٹوں کی گڈیاں نیچے بکھر گئی تھیں اور ہوا سے اڑ کر دور تک پہنچ چکی تھیں۔ بیکر کے حلق سے کراہیں نکل رہی تھیں۔ غالباً گرینی کی ضرب نے اسے ذہنی طور پر معطل کر دیا تھا۔ میں نے یہ جاننے کی کوشش کی کہ گرینی نے کس چیز سے اس کے سر پر ضرب لگائی ہے تو میری نگاہ گرینی کے ہاتھ میں پکڑی ہوئی بوتل پر پڑی جسے وہ ابھی نیچے نہیں پھینک سکی تھی۔

"تو ڈیئر گرینی اب ہمیں یہاں سے چلنا چاہیئے۔"

"ہاں۔ کیا یہ ممکن نہیں ہو گا کہ ہم اپنے دوست کو بھی ساتھ لے جائیں۔"

"اسے۔" گرینی نے تعجب سے کہا۔

"ہاں۔"

"لیکن لیکن یہ ممکن نہیں ہے اور تم اس کا کرو گے بھی کیا۔؟"

"اچھا چلو یہ نوٹ ہی سمیٹ لو۔"

"نوٹ۔ میرا خیال ہے۔ اوہو وہ دیکھو سرخ بیگ اس میں کیا ہے۔" دفعتاً گرینی نے کہا اور میری نگاہیں بھی اس بیگ کی جانب اٹھ گئیں جو میں نے کاؤنٹر کے پاس رکھے ہوئے دیکھا تھا اور وہ زمین پر ایک جگہ رکھا ہوا تھا۔

"گڈ۔ گڈ۔ اچھا آئیڈیا ہے تمہارا۔" میں نے کہا اور بیگ کے قریب پہنچ گیا۔ پھر میں نے بیگ کی زپ کھول کر دیکھی تو اس میں اوپر تک نوٹ بھرے ہوئے تھے۔

"واہ ہمیں کیا معلوم تھا اگر یہ بات تھی تو پھر تاش کھیلنے کی ضرورت ہی باقی نہیں رہتی تھی۔"

"چلو اٹھاؤ۔" میں نے گرینی کو اشارہ کیا اور گرینی نے کانپتے ہوئے ہاتھوں سے نوٹوں کا بھرا ہوا بیگ اٹھا لیا اس کے قدم لرز رہے تھے اور وہ اتنے سارے نوٹ دیکھ کر بہت زیادہ نروس ہو گئی تھی۔

"چلو! یہاں سے نکل چلیں اور بہتر یہی ہے کہ اس شخص کو اپنے ساتھ لے لیا جائے۔" میں نے جھک کر بیکر کا گریبان پکڑا اور اسے سیدھا کھڑا کرتے ہوئے پستول کی نال اس کی کمر سے لگا دی۔

"اگر تم ہمارا ساتھ باہر تک نہ دے سکے تو اس سے بہتر یہی ہو گا کہ میں تمہارے پورے بدن میں سوراخ کر دوں۔"

"نہیں۔ نہیں۔ میں تمہارے ساتھ۔" بیکر یہ بمشکل تمام کہہ سکا اور آہستہ آہستہ آگے بڑھنے لگا۔ میں اور گرینی اس کے پیچھے پیچھے چل رہے تھے۔ چند لمحات کے بعد ہم اس ہال سے باہر آ گئے لیکن باہر نکلنے کے لئے ہم نے وہ راستہ نہیں اختیار کیا تھا جس سے یہاں تک آئے تھے بلکہ گرینی نے مجھے مخاطب کر کے کہا۔

"اس سمت کو چلو ہم الٹے ہاتھ کو گھوم جائیں گے۔" میں خاموشی سے اس کے ساتھ آگے بڑھتا رہا۔ بیکر لڑکھڑاتے قدموں سے آگے چل رہا تھا اور تھوڑی دیر کے بعد ہم لوگ اس جگہ سے باہر نکل آئے۔ میں نے بیکر کو ایک دیوار کے سہارے کھڑا کر کے گرینی کو اشارہ کیا کہ وہ اس کو سنبھالے رہے اور پھر عقبی گلی کا جائزہ لینے لگا۔ یہ ایک بدبودار گلی تھی اور اس میں ہر طرف کوڑا کرکٹ پھیلا ہوا تھا۔ بائیں جانب بھی ایک عمارت کا عقبی حصہ اسے بند کر دیتا تھا جبکہ دائیں طرف ایک میدان دکھائی دے رہا تھا۔

"چلو! یہی سمت مناسب رہے گی۔" میں نے کہا۔ اور ایک بار پھر بیکر کو آگے بڑھانے لگے۔ وہ بدستور آہستہ آہستہ قدموں سے چل رہا تھا۔ گرینی کسی گہری سوچ میں ڈوبی ہوئی تھی یوں لگ رہا تھا جیسے وہ جاگتی آنکھوں سے کوئی خواب دیکھ رہی ہو۔ اس کا بدن بار بار کانپنے لگتا تھا۔ بہرطور ہم اس میدان میں پہنچ گئے۔ میں نے گرینی سے کہا۔

"میرا خیال ہے گرینی تم یہاں رکو۔ میں کار اسی طرف لے آتا ہوں۔" گرینی نے عجیب سی نگاہوں سے میری طرف دیکھا اور پھر آہستہ سے گردن ہلا کر بولی۔

"ٹھیک ہے۔ یہ بیگ تم اپنے ساتھ لے جاؤ گے۔"

"اوہ احمق لڑکی اسے تم اپنے پاس رکھو۔" میں نے کہا اور گرینی کا چہرہ خوشی سے کھل اٹھا۔

میں جانتا تھا کہ لالچی لڑکی صرف دولت کے لئے میرے سے چپکی ہوئی ہے اس کا مقصد کچھ بھی ہو لیکن میں اس کے ذریعے اپنا مقصد پورا کرنا چاہتا تھا۔ چنانچہ میں پھرتی سے کار کے قریب پہنچ گیا دروازہ کھولا اور ڈرائیونگ سیٹ پر

بیٹھ کر چابی اگنیشن میں لگائی۔ کار اسٹارٹ ہو گئی تو میں اسے لے کر اس جگہ پہنچ گیا جہاں وہ لوگ موجود تھے۔ اس دوران میں چاروں طرف سے چوکنا تھا۔ میدانی حصے کو پار کر کے میں ان کے نزدیک پہنچ گیا۔

گرینی پریشانی کے عالم میں انگلیاں مروڑ رہی تھی اس کے نزدیک ہی بیکر اوندھا پڑا ہوا تھا۔ بیکر کو اس حالت میں دیکھ کر میں نے گرینی کو تعجب سے دیکھا اور وہ آہستہ سے بولی۔

"یہ گڑبڑ کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔"

"اوہ۔ اچھا اچھا۔ تم نے۔"

"ہاں! میں نے اس کا سر سہلا دیا۔"

"کوئی بات نہیں۔" میں جھکا اور بیکر کو سہارا دے کر کار کی سیٹ پر ڈال دیا۔ اس کے بعد میں ڈرائیونگ سیٹ کی طرف چل پڑا۔ گرینی بھی میرے پیچھے ہی پیچھے تھی لیکن میں نے اسے عقبی سیٹ پر بیٹھنے کا اشارہ کیا اور وہ بیکر کے نزدیک بیٹھ گئی۔ میں نے کار اسٹارٹ کرتے ہوئے کہا۔

"بہتر ہے اسے سیٹ کے نیچے لڑھکا دو۔ تاکہ کسی کی نگاہ اس پر نہ پڑ سکے۔"

"او۔ کے۔" گرینی نے کہا اور بیکر کو سیٹ کے نیچے دھکیل دیا۔ کار آہستہ روی سے آگے بڑھ رہی تھی۔ میں میدان میں اسے آگے ہی آگے دوڑاتا رہا۔ مجھے ان راستوں کے بارے میں کچھ نہیں معلوم تھا لیکن بہرطور اس وقت یہاں سے دور نکل جانا مناسب تھا۔ دفعتاً گرینی بولی۔

"بائیں سمت سے لے لو درختوں کی طرف۔" اور میں نے کار کا رخ اسی جانب موڑ دیا۔ درختوں سے نکلتے ہی ایک کچی سڑک مل گئی عمارتوں کے کنارے بنے ہوئے اس کچے راستے پر کار دوڑاتا ہوا میں جلد وہاں سے کافی دور نکل آیا۔ پھر میں نے ایک جگہ گاڑی روکی اور پلٹ کر گرینی کی طرف دیکھنے لگا۔ گرینی نے چونک کر مجھے دیکھا تھا۔

"گرینی!" میں نے پرسکون لہجے میں کہا۔

"کیا بات ہے؟" وہ لرزتی ہوئی آواز میں بولی۔

"کیا تم کسی ایسی جگہ تک رہنمائی کر سکتی ہو جہاں بیکر کے ساتھ کچھ وقت تنہائی میں گزارا جا سکے؟" میں نے سوال کیا اور گرینی پرخیال انداز میں مجھے دیکھنے لگی۔

"مگر۔ مگر۔ تم اس سے کیا چاہتے ہو؟"

"گرینی میرا خیال ہے تمہیں میری زندگی میں ابھی اتنا دخل نہیں حاصل ہوا ہے کہ تم مجھ سے میرے ذاتی معاملات کے بارے میں بھی پوچھنے لگو۔"

"اوہ۔ میں تو اس لئے پوچھ رہی تھی کہ بیکر سے تمہارا کوئی ذاتی معاملہ کیسے ہو سکتا ہے؟"

"اس کا فیصلہ میں ہی کر سکتا ہوں۔"

"ٹھیک ہے۔ اگر تم چاہتے ہو تو میں تمہیں راستہ بتا سکتی ہوں لیکن ایک بات تم سے کہہ دینا چاہتی ہوں۔"

"کہیئے! وہ بھی کہیئے۔" میں نے گرینی کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا۔

"یہ لوگ بہت خونخوار ہیں۔"

"ہوں! میرے بارے میں کیا خیال ہے۔" میں نے یکایک لہجہ بدل کر کہا اور گرینی عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھتے ہوئے خشک ہونٹوں کو تر کرنے لگی۔

"تم میرا مطلب ہے کہ ـــــ مگر تم کون ہو؟" وہ سرسراتی آواز میں بولی۔

"گرینی۔ بہت دیر کے بعد تمہیں یہ جاننے کی خواہش پیدا ہوئی کہ میں کون ہوں۔ میرا خیال ہے ان باتوں میں وقت ضائع کرنے کے بجائے تم مجھے کسی ایسی جگہ لے چلو جہاں میں اس سے کچھ معلومات حاصل کر سکوں۔"

"تمہارے ساتھ میں بھی مصیبت میں پھنس جاؤں گی۔ یہاں تک کوئی بات نہیں ہے ہم نے ان لوگوں کے ذریعے رقم حاصل کر لی ہے۔ بیکر نے گڑبڑ کی تھی اسے نقصان اٹھانا پڑا لیکن اگر اس سے آگے کوئی کام کیا گیا تو نہ تمہارے حق میں بہتر ہو گا نہ میرے حق میں۔"

"میں کہتا ہوں بکواس بند کرو تم نے دولت کے لئے یہ سب کچھ کیا ہے ایک لمحے میں فیصلہ کر لو تمہیں کیا کرنا ہے اگر ایسی کوئی جگہ تمہارے ذہن میں ہے تو اس کی نشاندہی کرو اور اس کے بعد جو چاہتی ہو وہ لے کر اپنا راستہ نا پو۔ تمہارے بارے میں میرا نظریہ ذرا کچھ غلط ثابت ہوا۔"

"کیا نظریہ تھا تمہارا؟" وہ چونک پڑی۔

"بس گرینی تم اپنے آپ کو وہ ثابت نہ کر سکیں جس کی مجھے توقع تھی۔" وہ میری آنکھوں میں دیکھتی رہی اور دفعتاً اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

"دیکھو ڈیئر! تم جو کوئی بھی ہو میں اس بات کو کہنے میں عار نہیں سمجھتی کہ تمہارے بارے میں کوئی صحیح فیصلہ نہیں کر پائی ہوں لیکن میں کسی بھی طرح تمہارے نقصان میں نہیں رہ سکتی۔ تم ایک حیرت انگیز انسان ہو۔ اچھا! چلو چھوڑو یہ

بتاؤں میں تمہاری کیا خدمت کرسکتی ہوں۔"

"تم سے ایک بات پوچھی تھی اس کا تم نے ابھی تک جواب نہیں دیا۔"

"اوہ۔ ہوں! ایک جگہ ہے جہاں تم اسے لے جاسکتے ہو۔"

"تو پھر جلدی بتاؤ۔" میں نے کہا۔ اسی وقت عقب سے پولیس سائرن کی آواز سنائی دینے لگی تھی۔ غالباً ڈیرو کے ہنگامے کی اطلاع پولیس کو مل ہی گئی تھی۔ گرینی یہ آواز سن کر جلدی سے بولی۔

"شہر سے باہر ویرانہ ہے۔"

"مجھے ایسے ہی کسی مقام کی ضرورت ہے۔ چلو جلدی سے راستہ بتانا شروع کردو۔"

"سیدھے ہی چلتے رہو آگے تھوڑے فاصلے پہ ایک پل آئے گا اس سے بائیں سمت گھوم جانا۔" اس نے کہا اور میں نے کار اسٹارٹ کرکے ایک دم تیز کردی۔ میں خاصی برق رفتاری سے اس طرف جارہا تھا۔ گرینی کے بارے میں میرا یہ اندازہ تھا کہ اب اس پر بھروسہ نہیں کیا جاسکتا۔

بہرطور کار اس کے بتائے ہوئے راستے پر دوڑتی رہی اور تھوڑی دیر کے بعد ہم پل پر سے گزر کر ایک ویران علاقے میں پہنچ گئے۔ بالآخر ایک جگہ میں نے گاڑی روک دی اور پلٹ کر گرینی کی جانب دیکھنے لگا اب اس کے چہرے پر خاصا اطمینان نظر آرہا تھا لیکن اس کی آنکھوں میں میرے لئے تجسس تھا اس نے مجھے دیکھتے ہوئے کہا۔

"کیا تم واقعی وہی ہو جو ظاہر کرتے ہو؟"

"مقصد! میں نے تم پر کیا ظاہر کیا ہے۔"

"مجھے تمہاری شخصیت بالکل نئی نئی لگ رہی ہے۔ اب تک میں نے تمہیں اس انداز میں نہیں دیکھا تھا۔"

"پھر کس انداز میں دیکھا تھا تم نے مجھے۔"

"بس ایک لاابالی سا انسان پایا تھا جسے کسی سے اس حد تک دشمنی نہیں ہوسکتی۔"

"تو تمہارا کیا خیال ہے گرینی! میں اس شخص کا دشمن ہوں۔"

"نہیں! میرا یہ مقصد نہیں اگر تمہیں اس سے کچھ اور نہیں معلوم کرنا تھا تو پھر تم اسے اس طرح کیوں لے آئے۔"

"ہوں! سوال ذہانت کا ہے اور اس سوال نے مجھے بھی کچھ سوچنے پر مجبور کردیا ہے گرینی۔"

"اوہ۔ نہیں نہیں! میرے بارے میں کسی غلط انداز میں مت سوچنا۔"

"یہ اندازہ تم نے کیسے لگا لیا کہ میں تمہارے بارے میں غلط انداز میں سوچ رہا ہوں۔"

"میں تم سے بحث بھی نہیں کرسکتی۔"

"تمہیں کرنی چاہیئے بحث! جب ہم لوگ ایک دوسرے کے بارے میں ذاتی معلومات حاصل کرنے کے خواہش مند ہوگئے ہیں تو میرا خیال ہے کہ ہم دونوں کو ایک دوسرے کے بارے میں معلومات حاصل کرہی لینی چاہیئے۔"

میرے بدلے ہوئے لہجے کو گرینی نے بھی محسوس کیا تھا وہ تعجب سے مجھے دیکھنے لگی کسی حد تک نروس نظر آرہی تھی اس ویرانے میں خود مجھے لے کر آئی تھی اور کم از کم یہ دیکھ چکی تھی کہ میں عام قسم کا آدمی نہیں ہوں بلکہ اپنے دشمنوں پر قابو پانے کی سکت رکھتا ہوں۔ اس نے ایک بار پھر اپنے آپ کو سنبھالنے کی کوشش کی اور اس میں کامیاب ہوگئی۔ میں نے محسوس کیا تھا کہ کافی چالاک لڑکی ہے یہ سب کچھ میرے ذہن میں فوراً ہی آیا تھا بس ذہن کی ایک گرہ کھل گئی تھی اور اسی کھلی ہوئی گرہ نے مجھے بہت کچھ سمجھا دیا تھا۔

چنانچہ اب میں گرینی اور بیکر کو ٹٹولنا چاہتا تھا میں نے اس کی طرف دیکھ کر کہا۔

"ویسے یہ علاقہ خاصا خوبصورت ہے گرینی! کیا خیال ہے؟"

"آں۔ ہاں۔ ہاں! نہیں خوبصورت کہاں ہے؟ ویران ہے بالکل۔" میرے حلق سے قہقہہ نکل گیا تھا۔ تھوڑے ہی فاصلے پہ ایک فارم نظر آرہا تھا لیکن شاید اب یہ آباد نہیں تھا۔ ایک احاطہ تھا جو ٹوٹا پھوٹا تھا کبھی یہاں خاردار تاروں کی باڑیں لگی ہوں گی اب صرف وہ لکڑیاں لگی رہ گئی تھیں اور ان میں کہیں کہیں باڑھ الجھی ہوئی تھی۔

"گرینی تمہیں تو ایسی بہت سی جگہوں کے بارے میں معلومات حاصل ہوں گی۔"

"کیا مطلب؟"

"تم جس پیشے سے تعلق رکھتی ہو اس میں بھی یہی فائدہ ہے۔"

"اوہ۔ تم مجھ پہ طنز کررہے ہو۔؟"

"نہیں! ڈیئر طنز کی بات نہیں ہے مقامات کی تبدیلیوں کو جتنا تجربہ تم جیسی عورتوں کو ہوتا ہے عام عورتوں کو تو نہیں ہوتا۔ اب یہی جگہ دیکھ لو اس ویرانے میں بھلا کون کبھی آیا ہوگا لیکن تم اس بارے میں جانتی ہو۔"

"تم مجھ پر مسلسل طنز کئے جارہے ہو یہ علاقہ میرا بارہا

لیما ہے" شاید تمہیں یقین نہ آئے کہ بہت عرصے پہلے ان ...ں سے میرا گہرا تعلق تھا۔"

"... ! اچھا اچھا گڈ چلو خیر۔ مجھے اس سے کوئی دلچسپی نہیں ہے! تم اپنے بارے میں کسی حد تک بتا چکی ہو۔ اس لئے ...ب مزید پوچھنا نہیں چاہتا۔ آؤ ذرا مسٹر بیکر سے ملاقات کریں۔ میرا خیال ہے تمہارا ہاتھ کچھ سخت ہی پڑ گیا تھا۔" میں نے کہا اور ساتھ ہی پچھلی سیٹ سے بیکر کو اٹھا لیا۔ میں نے اسے اچھی طرح ٹٹولا اور کندھے پر اٹھائے ہوئے اسی فارم ہاؤس کی طرف بڑھ گیا جو ویران پڑا تھا۔

باقی دوسرے حصے میں ملاحظہ فرمائیں۔

